ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

الحمد للہ والمنۃ

کہ آٹھواں حصہ یعنی جلد ہشتم جس میں پارہ عم کی تفسیر یعنی

تفسیر فتح المنان

مشہور بہ

تفسیر حقانی

بعہد ہمایوں شہنشاہ اسلام حضور پرنور آصف جاہ نظام الملک میر محبوب علیخاں بہادر شاہ دکن خلد اللہ ملکہ

باہتمام احقر الانام محمد عبدالاحد

مطبع مجتبائی دہلی میں طبع ہوئی

فہرست مضامین تفسیر حقانی جلد ہشتم

ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر

الحمد للہ والمنۃ کہ تفسیر نادر زمانہ موضح اسرار قرآن مجید بطرز محققانہ یعنی

تفسیر فتح المنان

مشہور بہ

تفسیر حقانی

جلد ہشتم

یہ جلد ایک پارہ عم تیسارلوں کی تفسیر ہے جس میں اعجاز قرآنیہ کا پورا اظہار ہے

مطبع نظامی واقع بلدہ دہلی باہتمام سید محمد میاں طبع شد ۱۳۱۱ھ

المجلد الثامن

(سورۂ نباء مکیہ ہے اسمیں چالیس آیات دو رکوع ہیں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ○ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ ○ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ○ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ○ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ○

وہ کیا پوچھ رہے ہیں؟ کیا وہ بڑی خبر؟ کہ جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں نہیں نہیں ابھی جان لیں گے پھر نہیں نہیں ابھی جان لیں گے

ترکیب

عم اصلہ عن ما فادغمت النون فی المیم وحذفت الالف لتمییز الخبر عن الاستفہام وکذلک فیم وبم۔ والاستفہام فی اللفظ وفی المعنی تفخیم القصۃ کما تقول ای شئی ترید اذا عظمت شانہ عن النبا العظیم عن بدل من الاولی والف الاستفہام التی ینبغی ان تعاد محذوفۃ وعن الاولی متعلقۃ بیتساءلون وقیل عن الثانیۃ متعلقۃ بفعل محذوف یفسرہ یستفہم عنہ ای یتساءلون عن النباء علی ہذا التقدیر عن النباء جواب الاستفہام کما فی قولہ تعالٰی لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار الذی ہم فیہ مختلفون الموصول صفۃ للنباء بعد وصفہ بکونہ عظیما

تفسیر

اس سورت کو سورۂ تساؤل اور سورۂ نبا بھی کہتے ہیں یہ بالاتفاق مکے میں نازل ہوئی ہے اس میں چالیس یا اکتالیس آیات دو رکوع ہیں اسکی مناسبت سورۂ مرسلات سے مسئلۂ معاد میں ہے۔ اور ہجرت سے پہلے یہی مسئلہ زیادہ تر مبحوث عنہا تھا۔

شان نزول اس کا یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں مبعوث ہوئے۔ اور آپ انسانی اعمال کی جزا و سزا اسکے منکروں کو ایک آنے والے دن کی خبر دی کہ ایک دن آنیوالا ہے جس میں یہ دنیا زیر و زبر ہو جائیگی اور انسان بار دگر زندہ ہونگے اور آن کے نیک و بداعمال کی اُن کو جزا و سزا ملیگی (یہ خبر عقلمند کے نزدیک البتہ بڑی خبر ہے۔ کس لیئے کہ شتر بے مہار ہو کر نفسانی خواہشوں کو پورا کئے جانا اور پھر سلسلۂ حیات کو اسی حیات پر تمام سمجھنے والوں کو ایک سخت پریشانی کا سبب اور نہایت فکر کی بات ہے) تب وہ کفار بار بار تعجب کی راہ سے حضرت نبی علیہ السلام سے دریافت کرتے تھے کہ کب وہ دن ہے اور یہ کیونکر ہوگا کہ بوسیدہ ہڈیاں پھر زندہ ہونگی؟ اُن کے اس سوال اور تعجب کا ان آیات میں ذکر کرتا ہے۔

فقال عم یتساءلون کہ یہ لوگ کیا پوچھ رہے ہیں؟ خدا تعالیٰ کو معلوم تھا جس چیز کا وہ سوال کرتے تھے۔ مگر یہ ایک محاورہ ہے کہ جب کوئی بڑی بات پوچھتا ہے یا چاہتا ہے تو کہتا ہے تو کیا پوچھتا ہے۔ کیا چاہتا ہے۔ یعنی یہ پوچھنے اور چاہنے کی چیز نہیں۔ تساؤل باہم سوال کرنا۔ ایک دوسرے سے پوچھنا۔ یہ پوچھنے والے کون تھے؟ بظاہر کفار تھے کہ تعجب و انکار و تمسخر کی راہ سے آپس میں چرچا کرتے اور پوچھتے تھے۔ فرا کہتے ہیں تساؤل بات چیت کو بھی کہتے ہیں گرچہ باہم سوال و جواب نہو کما فی قولہ تعالیٰ واقبل بعضہم علی بعض یتساءلون قال قائل منہم انی کان لی قرین یقول ائنک لمن المصدقین اس تقدیر پر یہ معنے ہیں کہ وہ آپس میں کس چیز کا چرچا کرتے ہیں؟

قرأ الجمہور عم بحذف الالف وقرئ باثبات الالف

شان نزول

یعنی یہ چرچا کرنے اور تعجب و انکار کرنے کی بات نہیں بلکہ مان لینے کی چیز ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ پوچھنے یا چرچا کرنیوالے کفار تھے کس لیئے
کہ اس کے بعد کلا سیعلمون اور ہم فیہ مختلفون میں ضمیریں کفار کی طرف پھرتی ہیں اس لیئے یتساءلون کی ضمیر بھی ان ہی کی طرف پھرنی چاہیئے
دوسرا قول یہ ہے کہ مسلمان و کفار باہم ایک دوسرے سے پوچھتے تھے۔ کفار مسلمانوں پر شبہات پیش کرتے تھے وہ جواب دیتے تھے تیسرا
قول یہ ہے کہ مسلمان اور کفار سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے تھے مسلمان اس لیئے کہ اور بھی یقین قوی ہوجائے اور کفار تمسخر کی راہ سے
یا شکوک و شبہات وارد کرنیکی غرض سے۔

پھر آپ ہی فرماتا ہے عن النبأ العظیم الذی ہم فیہ مختلفون اُس بڑی چیز سے سوال کرتے ہیں کہ جس میں اختلاف کر رہے ہیں یعنی کیا وہ
بڑی خبر پوچھ رہے ہیں؟ جس کا پوچھنا اور تعجب کرنا لازم نہیں لفظ عظیم اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ وہ تو ایک بڑی بھاری بات ہے اسکی عظمت
دلوں پر خود بخود اثر ڈال رہی ہے بشرطیکہ دلوں پر حجاب ظلمانی اس اثر سے روکنے والے نہوں اور جملہ ہم فیہ مختلفون بھی اسی طرف اشارہ کر رہا ہے
کس لیئے کہ اختلاف کرنا اس بات کی صحیح دلیل ہے کہ اس بڑی خبر کے بطلان پر بھی انکے پاس کوئی برہان قاطع اور تسلی بخش دلیل نہیں بلکہ
محض توہمات ہیں پھر اُنکے زور پر الہامی باتوں پر اسقدر انکار اور اصرار حماقت ہے۔

نبأ کے معنی ہیں خبر۔ نبأ عظیم بڑی خبر۔ وہ کیا ہے؟ اس میں تین قول ہیں اول قیامت۔ اور اس پر چند دلیل ہیں (۱) یہ کہ بعد میں فرمایا ہے سیعلمون جس
نہاریہ مراد ہے اور وہ نہاریہ قیامت میں زیادہ متحقق ہے (۲) یہ کہ بعد کی آیات میں الم نجعل الارض مہادا الخ میں وہ دلائل بیان فرمائے ہیں جو اُسکی
قدرت و جبروت انعام و فضال کے نمونہ ہیں جن سے قیامت برپا کرنے پر اپنا قادر ہونا ثابت کرنا مقصود ہے (۳) یہ کہ لفظ عظیم ایک اور جگہ بھی قرآن میں
قیامت پر اطلاق ہوا ہے بقولہ تعالی الا یظن اولئک انہم مبعوثون لیوم عظیم یوم یقوم الناس لرب العالمین وقولہ تعالی قل ہو نبأ عظیم انتم عنہ معرضون
دوسرا قول یہ کہ نبأ عظیم سے مراد قرآن شریف ہے اور اس میں ان کا اختلاف تھا کوئی اسکو سحر کوئی شعر کوئی اگلوں کے قصے کہتا تھا اور نیز
نبأ جسکے معنی خبر کے ہیں قرآن سے زیادہ چسپاں ہیں کس لیئے کہ قرآن خبر دیتا ہے برخلاف قیامت کے کہ وہ مخبر عنہ ہے تیسرا قول یہ کہ اس سے مراد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے اور وہ بڑی چیز ہے جسنے دنیا میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا پہلے قانون اور رسم و رواج پلٹ دیئے پرانی
بادشاہتیں غارت کرکے نئی قائم کر دیں ان ہی باتوں سے اُن کفار کو جو دقیانوسی خیالات کے پابند اور پرانی لکیر کے فقیر تھے آنحضرت کی نبوت
میں اختلاف تھا۔ اختلاف بمعنی انکار

قیامت کا اکثر عرب کو انکار تھا اور تعجب سے کہتے تھے ءاذا متنا وکنا ترابا ذلک رجع بعید۔ اور کچھ قائل بھی تھے نصاریٰ معاد جسمانی کے منکر تھے صرف
معاد روحانی کے قائل تھے بلکہ اب بھی ہیں یہود کے بعض فرقے بالکل قیامت کے منکر تھے اور ہنود تناسخ کے پیرایہ میں ہزاروں برس کے قائل ہیں پھر قیامت کی
کیفیت میں بھی سخت اختلاف تھا بعض کہتے تھے کہ مر کر انسان کی روح جنوں یا فرشتوں میں ملجاتی ہے اور اسی کا نام قیامت ہے پھر اس عالم میں
اس جسم سابق میں آنا محال ہے اور نہ یہ آسمان و زمین فنا ہونگے نہ عناصر بلکہ جسطرح یہ قدیم ہیں اسی طرح ابدی بھی ہیں البتہ ان سے باہم ترکیب پاکر جو
چیزیں پیدا ہوتی ہیں وہ حادث ہیں اور وہی فنا پذیر بھی ہیں۔ ان سب کے جواب میں فرماتا ہے کلا سیعلمون تمہارے خیالات صحیح نہیں عنقریب یعنی مرنے کے بعد
تمکو معلوم ہوجاویگا ثم ہم پھر کہتے ہیں کلا تمہارے خیالات صحیح نہیں سیعلمون تمکو قیامت اور اسکی اصلی کیفیت عنقریب معلوم ہوجاویگی کس لیئے کہ دنیا روزے چند ہے

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا ۙ وَّالْجِبَالَ أَوْتَادًا ۙ وَّخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا ۙ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ وَّجَعَلْنَا اللَّيْلَ

کیا ہم نے زمین کو بچھونا — اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنادیا، اور تمکو جوڑے جوڑے پیدا کیا۔ اور تمہاری نیند کو آرام بنادیا — اور رات کو

لِبَاسًا ۙ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۙ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۙ وَّأَنزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ

اوڑھنا بنادیا — اور دن روزگار کے لیے بنایا — اور تمہارے اوپر سات مضبوط عمارتیں بنائیں — اور چراغ چمکتا ہوا بنایا — اور برستے بادلوں سے

مَاءً ثَجَّاجًا ۙ لِّنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۙ وَّجَنَّاتٍ أَلْفَافًا ۙ

پانی کا ریلا اتارا — کہ اس سے اناج اور گھاس — اور گھنے باغ اگاویں

ترکیب

آ الاستفہام للتقریر ای جعلنا الارض مفعول اول و مہادا مفعول ثان لجعلنا والجعل بمعنی الخلق وفیہ معنی التقدیر والتسویۃ وقیل بمعنی التصییر المہاد جمع مہد بمعنی الفراش قرا الجمہور بالجمع وقری مفردا اوتادا جمع وتد (میخ) وخلقناکم معطوف علی المضارع المنفی داخل فی حکمہ ازواجا حال ای متجنسین متشابہین جمع زوج سباتا قال الزجاج السبات ان ینقطع عن الحرکۃ والروح فی بدنہ وحاصل المعنی الراحۃ ای جعلنا نومکم راحۃ لکم معاشا منصوب علی الظرفیۃ والمعاش مصدر میمی بمعنی المعیشۃ شدادا جمع شدیدۃ ای قویۃ محکمۃ وہاجا والوہج المضیئ من قولہم وہج الجوہر ای تلألأ المعصرات فیہا قولان الاول وہو احدی الروایتین عن ابن عباس وقول مجاہد ومقاتل وقتادہ والکلبی انہا الریاح التی تثیر السحاب ومن بمعنی الباء والمعنی انزلنا بالریاح المثیرۃ للسحاب الثانی وہو الروایۃ الثانیۃ عن ابن عباس وقول ابی العالیۃ والربیع والضحاک انہا السحاب بوجوہ منہا انہ قال المورج المعصرات السحائب بلغۃ قریش ماء موصوف ثجاجا صفۃ والمجموع مفعول انزلنا والثجاج شدۃ الانصباب یقال ثج الماء ای سال بکثرۃ وثجہ ای اسالہ فیکون لازما ومتعدیا الفافا ای بساتین ملتفۃ قال صاحب الکشاف انہ لا واحد لہ کالاوزاع والاخیاف الجماعات المتفرقۃ والجماعات المختلطۃ وآخرون اثبتوا لہ واحدا ثم اختلفوا فیہ فقال الاخفش والکسائی واحدہا لِف بکسر اللام وقیل بضمہا وقال المبرد واحدہا لفاء وجمعہ لف وجمع لف الفاف وقیل جمع لفیف کشریف واشراف والمعنی ان کل جنۃ فیہا الاشجار المجتمعۃ المتقاربۃ یقال امرأۃ لفاء اذا کانت غلیظۃ الساق مجتمعۃ اللحم یبلغ من تقاربہ ان یتلاصق۔

تفسیر

اس دن یا اس خبر کی عظمت بیان فرماکر اسکے بعد چند دلائل بیان فرماتا ہے جو اسکی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا کافی ثبوت کرتی ہیں اور جن سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ وہ قادر مطلق اور حکیم برحق اس عالم کو درہم برہم کرکے ایک دوسرا اور عالم پیدا کرنے پر قادر ہے اور اس عالم کو فنا کرکے دوسرے عالم کے پیدا کرنے میں جو کچھ اسکی حکمت ہے اسکی کیفیات و خصوصیات تک عقول بشریہ کو رسائی نہیں پھر ایسی چیزوں سے سوال کرنا محض نادانی ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جنکے بنانے میں ذرا بھی کسیکو شرکت نہیں سو یا یوں کہو کہ وہ دن جسکی وہ خبر پوچھتے اور اسکے آنے کی جلدی کرتے ہیں وہ یوم الفصل ہے جیساکہ بعد میں بیان ہوتا ہے ان یوم الفصل الخ جس دن مطیعوں اور نافرمانوں میں بالکل امتیاز ہوجائیگا نہ مکان میں شرکت نہ کھانے پینے کے کسی سامان میں شرکت باقی رہیگی نہ اسباب تعیش و موجبات راحت میں برخلاف دنیا کے کہ یہاں ان سب چیزوں میں مومن و کافر مطیع و عاصی سب شریک ہیں پھر یہاں وہ دن کیونکر آسکتا ہے اس لیے جلدی کرنا اور سوال کرنا عبث ہے اور نیز یوم الفصل کی حقیقت بھی فی الجملہ بیان کردیگئی کہ وہاں نہ یہ

آسمان ہونگے جو آج نظیر قائم ہیں نہ یہ آفتاب ہوگا نہ یہ زمین ہوگی نہ یہ پہاڑ ہونگے جنکے نفع میں سب شریک ہیں نہ ان بدلیوں سے پانی برسے گا۔ باغوں اور نباتات کی روئیدگی سے اور ہی سامان ہونگے۔ نہ یہ رات اور دن ہونگے جن میں رات کو پڑکر بےخبر سوتے اور دن کو روزی تلاش کرتے پھرتے ہیں اُن کے سوال کا بھی فی الجملہ جواب دینا مقصود تھا اسلیئے اسکے بعد یہ نو چیزیں بیان کرتا ہی جنپر دنیا اور اُسکی زندگی مربوط ہی فقال (۱) الم نجعل الارض مھادًا کہ کیا ہمنے زمین کو تمھارے رہنے چلنے پھرنے کے لیئے فرش نہیں بنا دیا؟ ضرور بنا دیا۔ اگر زمین ہوا کی طرح خفیف اور پانی کی طرح نرم اور آگ کیطرح گرم ہوتی تو تم کہیں اُسپر بس سکتے تھے؟ ہرگز نہیں۔ پھر ہمارے اس انعام میں مؤمن و کافر سب ہی تو شریک ہیں برخلاف دار آخرت کے کہ وہاں مطیعوں کے رہنے کی اور جگہ ہی نافرمانوں کی اور۔ اس سے یہی تم غور کر سکتے ہو کہ جس قادر مطلق نے کرۂ ارض کو ایسا بنایا کیا وہ اسکو فنا نہیں کر سکتا اور نئی زمین نہیں بنا سکتا؟ ضرور بنا سکتا ہی۔ یہ بنا کے گھر کا فرش ہی جس پر ہوا میں اُڑتے اور پانی پر چلنے کے لیئے (۲) والجبال اوتادا کیا ہمنے پہاڑوں کو میخیں نہیں بنا دیا؟ ضرور بنا دیا جس سے یہ فرش ہلتا نہیں۔ اسمیں بھی کافر و مؤمن سب شریک ہیں اور پہاڑوں سے جو کچھ نفع ہیں سب اُنکے حصہ پا رہے ہیں برخلاف یوم الفصل کے پھر کیا وہ قادر مطلق جسنے پہاڑوں میں ثقل پیدا کر کے زمین کو ڈگمگانے اور ہلنے جُلنے سے محفوظ رکھا وہ ایکروز اسکو ہلا نہیں سکتا؟ واذا رجت الارض رجا

حکماء حال کے نزدیک زمین حرکت کرتی ہے جیسا کہ اور ستارے اپنے مدار پر گھومتے ہیں یہ بھی دورہ تمام کرتی ہے انکے نزدیک بھی ان آیات سے انعام الٰہی اور اسکی حکمت بالغہ کا کافی ثبوت ہے کس لیئے کہ اس طرح حرکت کرتی ہی کہ اُسپر رہنے والوں کو کچھ بھی لغزش نہیں جیسا کہ کشتی میں پھر ڈالدینے سے وہ اِدھر اُدھر ڈگمگاتی نہیں اور ایک خاص انداز پر چلتی ہے زمین کے فرش بنانے اور پہاڑوں کو میخیں بنانے سے ان کے نزدیک یہی مراد ہے اور یہ اُس کا بڑا انعام اور قدرت کاملہ کا نمونہ ہے۔

یہ فرش بنا کر اسکو یوں ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ (۳) وخلقناکم ازواجا تم کو سلسلے بنی آدم جوڑے جوڑے پیدا کیا مرد کا جوڑا عورت اور عورت کا مرد بنایا تاکہ اس فرش پر رہیں اور اولاد جنیں اور پھلیں پھولیں۔ اس نعمت میں بھی کافر و مؤمن سب ہی شریک ہیں۔ ازواج کے معنے اور بھی عام ہیں کہ صفات کے لحاظ سے ایک کے مقابلہ میں دوسرا ہے بادشاہ ہے تو فقیر بھی ہے غنی ہے تو مفلس بھی ہے نیک ہی تو بدکردار بھی ہے حسین ہے تو بدشکل بھی ہے کالے ہیں تو گورے بھی ہیں عقلمند ہیں تو احمق بھی ہیں علی ہذا القیاس۔ اس میں اسکی قدرت کاملہ کا اظہار ہے کہ جسنے ایک ہی فرش پر ایک ہی مادہ سے کیسی مختلف چیزیں بنا دیں۔ اور نیز انسان کو اسکی فطرت اور آفرینش میں مجبوری بھی دکھا دی اور ثابت کر دیا کہ انسان کو جو ہمنے قدرت دی ہے وہ محدود ہے اپنے اندر بھی فطری چیزوں میں تغیر نہیں کر سکتا پھر کیا وہ قادر مطلق تم کو بار دگر پیدا نہیں کر سکتا اور تمھارا یہ اختلاف تو صاف صاف کہہ رہا ہے کہ تمھارے مختلف اعمال کی جزا و سزا کا ایک اور گھر ہے۔ پھر اس دنیا کے فرش پر تم کو کس طرح سُلایا (۴) وجعلنا نومکم سباتا اور ہمنے تمھاری نیند کو تمھارے لیئے راحت بنا دیا اگر رات کو یا دن کو انسان اچھی طرح نہ سوئے اور نوم غریق نہ آوے جسکو سُبات کہتے ہیں یا سرے سے نیند ہی نہ آوے اور جو آوے تو غریق نہ ہو بلکہ نیم خوابی سی ہو تو پھر دیکھیئے حضرت انسان کی کیا حالت ہوتی ہے؟

اس میں بھی کافر و مؤمن سب شریک ہیں برخلاف یوم الفصل کے کہ وہاں مجرموں کو نیند کہاں بیقراری اور سوزش میں نیند کب آتی ہے؟ دنیا کی بیفکری کی نیند یاد کر کے رویا کرینگے۔ اس میں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ یہ نعمت ہی اس کا شکریہ کرو کہ بقدر ضرورت اس سے کام لو پھر طلب معاش یا یاد الٰہی میں وقت گذارو نہ یہ کہ سو سو کر عمر گذار دو۔ اور نیز یہ موت کا بھی ایک نمونہ ہی کہ ابھی تو باتیں کرتے تھے یا جھٹ پٹ سو گئے دنیا سے غفلت ہو گئی۔ گویا مر گئے۔

پھر جو تم کو ہر روز مارتا اور ہر روز جلاتا ہے پھر کیا وہ موت کی نیند کے بعد اس خواب سے بیدار نہ کریگا؟ جبپر کہیں گے من بعثنا من مرقدنا ضرور کریگا اور اصل بیداری وہی ہوگی اس جہان کی بیداری بھی خواب ہے بلکہ خواب پریشان (۵) وجعلنا اللیل لباسا اور ہم نے رات کو اوڑھنا بنا دیا یعنی پردہ رات پردہ دار ہے۔ اس پردہ میں کوئی بُرائی کرتا ہے کوئی بھلائی۔ چور چوری کرتا ہے۔ زنا کار چھپکر زنا کرتا ہے عابد و زاہد نماز تہجد اور مراقبہ و ذکر میں بیٹھا ہوا ہے۔ اور نیز نیند کا وقت بھی رات ہی ہے۔ ستر کی وجہ سے رات کو لباس کہنا استعارہ ہے۔

ف کسی نے ابن عباسؓ سے دریافت کیا کہ نکاح دن میں بہتر یا رات میں؟ آپنے فرمایا رات میں کس لیئے کہ رات کو بھی قرآن میں لباس کہا ہے اور عورت کو بھی وہن لباس لکم اس لیئے عورت اور اُسکے لباس کو رات ہی مناسب ہے۔ ایک لباس کو دوسرے سے مناسبت ہے یہ اسکی پانچویں نعمت ہے پھر جسنے تمکو یوں راحت سے سُلایا اور جگا کر بھوکا نہیں رکھا بلکہ وجعلنا النہار معاشا اور ہمنے دن کو تمہاری روزی کے لیئے بنایا اس میں بھی کافر و مؤمن سب شریک ہیں برخلاف اُس دن کے کہ نیک بہشتوں میں آرام کرتے ہونگے بد جہنم میں جلتے ہونگے روزی تلاش کرنا کجا؟ اہل دنیا کی فطرت میں ہے کہ رات کو سوتے اور دن کو معاش کے کاروبار میں مصروف ہوتے ہیں اگر ہمیشہ رات رہتی یا ہمیشہ دن رہتا تو عافیت کا دائرہ تنگ ہو جاتا۔ آفتاب اور دیگر سیارات کی گردش یا کہو زمین کی آفتاب کے گرد حرکت جیسا کہ حکمار جدید کا خیال ہے اس طرح اور اس نظام سے کہ رات اور دن پیدا ہوں اُسکی قدرت اور حکمت کی دلیل ہے پھر جو ان اجرام کو ایک خاص ارادے پر حرکت دے رہا ہے کیا اُسکے نزدیک بار دگر پیدا کرنا مشکل ہے؟ ہرگز نہیں۔

یہ دنیا کی حاصلِ کار باتیں تھیں یعنی رات کو سونا اور دن کو روزی کے دھندے میں لگنا اس میں غافل عمر تمام کر جاتے ہیں ان دو مشغلوں کے سوا دار آخرت کی فکر تک نہیں۔ اب اِس گھر کی چھت کا حال بیان فرماتا ہے (۶) وبنینا فوقکم سبعًا شدادًا کہ ہمنے تمہارے اوپر سات چھت بنائیں جو زمانے کے گزرنے سے ہرگز پرانی نہیں ہوتیں اور نہ ان میں کوئی قصور و فتور واقع ہوتا ہے اب تک ویسے ہی ہیں۔ اس کاریگر کی یہ کاریگری قابل غور ہے۔ وہ سات چھت کیا ہیں سات آسمان کہ جنمیں سات ستارے دورہ کرتے ہیں اور ان ستاروں کی تاثیر حرارت و برودت روشنی و تاریکی سے سب نیک و بد فائدہ اُٹھاتے ہیں بخلاف یوم الفصل کے کہ وہاں نیکوں کے لیئے جنت میں چھت کی جگہ بلند مرتبہ لوگوں کے مکان ہیں جنکی روشنی انپر پڑتی ہوگی اور وہ بلند مرتبہ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام ان ماتحتوں کی ترقی میں مدد کرینگے۔ اور بدوں کو جہنم کے طبقات احاطہ کیئے ہونگے اور یہی اُنکی چھت ہوگی۔ اور کفار اپنے ظلمات کفر میں اپنے سے اُوپر والوں کو اور بھی زیادہ عذاب میں مبتلا سمجھیں گے۔

حکمار حال کے نزدیک سبع شداد سات ستارے ہیں جو یکے بعد دیگرے قائم ہیں اور اپنے مدار پر حرکت کرتے ہیں اور جس فضا میں یہ حرکت کرتے ہیں وہ انکے آسمان ہیں مگر کوئی دوربین ابتک ایسی نہیں پیدا ہوئی جو اسقدر دور دراز کی فضا کو جس میں اجرام لطیفہ ہیں محسوس کر سکے پھر آسمان کا انکار محض مکابرہ ہے

اب اس دنیا کے گھر کا چراغ بھی ضرور تھا اس لیئے فرماتا ہے (۸) وجعلنا سراجا وہاجا اور ہم نے چمکتا ہوا چراغ بھی بنا دیا دن کو آفتاب رات کو ماہتاب اور ستارے جنکے نور سے نیک و بد برابر نفع اُٹھاتے ہیں برخلاف یوم الفصل کے کہ جنت میں آفتاب کی روشنی کی ضرورت نہ ہوگی اور جہنم میں سرے سے کوئی روشنی ہی نہ ہوگی اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا۔ اور نیز یہ بھی اُسکی قدرت کاملہ کی برہان ہے کہ آفتاب میں یہ نور دیا اور پھر ان ستاروں کے انوار میں یہ فرق پیدا کر دیا کہ کسیکی روشنی گرم ہے تو کسیکی سرد پھر کیا وہ حکیم اس جہان میں نیکوں اور بدوں کو جزا و سزا نہیں دیسکتا؟ ضرور دیسکتا ہے اور دیگا یوں ہی معطل نہ چھوڑے گا۔

اس کے بعد اُس جہان میں جو بندوں کی راحت کا سبب ہے اُسکو بھی بیان فرماتا ہے کہ ایسا گھر بنا کر ہم تمکو اس تدبیر سے کھانا کھلاتے ہیں فقال (۹) وانزلنا من المعصرات ماءً ثجاجًا کہ ہم بادلوں سے پانی کا ریلا اُتارتے ہیں۔ بادلوں سے پانی کا برسنا اور وہ بھی اسطرح سے کہ چھوٹی چھوٹی بوندیں برستی ہیں اُسکی حکمت و قدرت کی دلیل ہے۔ حکمار نے کہا ہے کہ آفتاب کی حرارت سے زمین سے ابخرات اُوپر چڑھتے ہیں اور ہوا کے بارد طبقہ میں جا کر جم جاتے ہیں پھر ان سے پانی برستا ہے۔ یہ ٹھیک مگر اس سلسلۂ اسباب میں جو کچھ کاریگریاں ہیں انکو تو دیکھو جہاں عقل حیرت میں آ کر یہی کہدیتی ہے کہ تو ہی مسبب الاسباب ہے تیرے ہاتھ میں ہر کام کی ڈوریاں ہیں پھر یہ پانی بیکار نہیں بلکہ اس لیے ہے لنخرج بہ حبًا و نباتًا و جنٰتٍ الفافًا کہ اس سے ہم اناج پیدا کرتے ہیں جو اے ابن آدم تمہارے کھانے میں آتا ہے اور نبات بھی پیدا کرتے ہیں یعنی جڑی بوٹیاں کہ جن میں تمہارے چارپایوں کی بھی غذا ہیں اور دوائیں تمہارے بھی کام آتی ہیں اور کچھ ان میں سے خوشبو اور مصالح کا کام دیتی ہیں اور جنٰت الفافا اور گھنے باغ بھی اُگاتے ہیں جن میں طرح طرح کے میوے پیدا ہوتے ہیں اور اُنکی سبزی و شادابی تمہاری عشرت و فرحت کا سبب ہے۔ اب دیکھو ایک پانی ہے اس سے کیا کیا مختلف چیزیں پیدا ہوتی ہیں یہ اُسکی قدرت کی دلیل ہے۔ اس میں بھی کافر و مؤمن برابر نفع اُٹھاتے ہیں کوئی امتیاز نہیں برخلاف اُس جہان کے کہ وہاں نیکوں کے اعمال و اعتقادات و احوال کے باغ و انہار اور میوے بنکر سامنے آوینگے اور بدوں کے اعمال بد اور عقائد فاسدہ زقوم و مار جہیم بنکر ظاہر ہونگے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس جہان میں تمام منافع میں شرکت ہے امتیاز کلی نہیں۔ بلکہ اس جہان کی فنا و تخریب کے بعد ایک اور جہان ہوگا جہاں بدوں کو نیکوں کے ساتھ کسی راحت اور نفع میں شرکت نہوگی پس وہ دن فیصلہ کا ہے اور وہیں جزا و سزا کامل ہے اور وہی فصل یعنی امتیاز کلی کا بھی دن ہے۔

ف ان آیات میں جسطرح اس عالم کے منافع میں شرکت عمومی بیان کی گئی کہ جو یوم الفصل کے برخلاف ہے اور اسی لیے یہ جہان دار جزا و سزا ہو بھی نہیں سکتا بلکہ ایک اور جہان کا انتظار کرنا چاہیے جسکی تمام انبیاء علیہم السلام خبر دیتے چلے آئے ہیں اور جسکی اول منزل ہر ہر فرد انسانی کے لیے موت ہے اور سب کے لیے اس جہان کی تخریب جسکو آیندہ بیان فرماتا ہے۔ اور جسکی بنسبت سوالات کرنا اور تعجب کرنا عقل کی کوتاہی ہے اسی طرح ان آیات میں اُسکی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ اور نعمت شاملہ کا بھی ہر فرد انسانی کے لیے ثبوت ہے جس سے یہ بتلایا جاتا ہے کہ تم اس محسن اور قادر مطلق و حکیم برحق کی نافرمانی کرتے ہو اور ان نعمتوں میں اور معبودوں کو شریک ٹھیرا کر ملزم بنتے ہو۔ توہمات فاسدہ کے گھوڑے دوڑاتے ہو یہ کمال ناسپاسی اور پوری گمراہی ہے جسکی سزا ابدی جہنم ہے اور نیز ان آیات میں حیات و موت اور بقا و فنا کا بھی نقشہ دکھایا ہے۔ مثلاً آفتاب طلوع کرتا ہے پھر نصف النہار پر اپنے کمال کو پہنچتا ہے پھر ڈھلنا شروع ہوتا ہے آخر غروب ہو جاتا ہے اور دنیا میں روشنی کی جگہ اندھیرا چھا جاتا ہے یہی حال انسان کا ہے کہ پیدا ہوتا ہے اور جوانی کی حد تک پہنچکر ڈھلنا شروع ہوتا ہے آخر ایک روز زمین کے پردے میں یہ چمکتا ہوا مہتاب غروب ہو جاتا ہے اور اُسکے وجود عارضی پر ایک عدم کی اندھیری رات چھا جاتی ہے یہانتک کہ اُسکا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا پھر جس طرح ایک مدت معین کے بعد آفتاب بار دگر طلوع کرتا ہے اسی طرح یہ مہ پارہ بھی نئی دنیا اور دوسرے جہان میں پھر طلوع کرے گا۔ اور اسی طرح پانی سے سبزہ اُگنے میں بھی حیات و موت کا نمونہ ہے۔ پانی کے قطرے سے یہ پیدا ہوتا ہے جو اسکے ماں باپ کی ٹپکتی بدلیوں سے برسا تھا پھر اُس سے ایک بوٹا اُگا اور کیا کیا جوانی اور لڑکپن کی بہاریں آئیں آخر پژمردہ ہوتا چلا اور سوکھ کر زمین پر گر پڑا اور ہوا میں اُسکے ریزے ریزے اوڑتے پھرے۔ اسی طرح رات اور دن خواب و بیداری بھی نمونہ ہیں۔

ل بھلا کوئی بتلائے تو سہی کہ ان چیزوں میں سے کونسی کسی اور معبود نے بنائی ہے یا بنانے میں مدد دی ہے پھر وہی معبود واحد قابل پرستش ہے ۱۲ ع ۵ یعنی اس جہان کا برباد ہونا دوسرے جہان کے لیے سب کے لیے یہی منزل ہے ۱۲ منہ

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۝ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۝ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۝ وَ

بے شک فیصلہ کا دن معین ہو چکا ہے جس دن صور پھونکا جاوے تو تم جوق جوق چلے آؤ اور آسمان کھولا جاوے تو دروازے بن جاویں اور

سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِّلطَّاغِينَ مَآبًا ۝ لَّابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ۝

پہاڑ اڑائے جاویں تو ریتا ہو جاویں دوزخ شریروں کی تاک ہی میں تھی انکا ٹھکانا ہونیکو پڑے رہیں گے اس میں قرنوں

لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۝ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ۝ جَزَاءً وِفَاقًا ۝ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۝

نہ وہاں کسی ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گی اور نہ کسی پینے کی چیز کا مگر گرم پانی اور زخموں کی پیپ بدلہ ملے گا پورا پورا کیونکہ وہ حساب کی توقع نہ رکھتے تھے

وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ۝ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۝ فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ۝ ع

اور ہماری آیتیں جھٹلاتے تھے مکر اکر اور ہم نے ہر چیز گن رکھی ہے لکھ کر پھر چکھو پھر ہم تم پر نہ بڑھاتے جاوینگے مگر عذاب

ترکیب

كان ميقاتا الجملة خبر ان يوم الفصل اسمها۔ يوم ينفخ بدل من يوم الفصل او عطف بيان۔ الصور اما جمع الصورة فالنفخ فى الصور عبارة عن نفخ الارواح فى الاجساد واما هى عبارة عن قرن ينفخ فيه افواجا حال من فاعل تاتون وهى جمع فوج اے جماعات جماعات والفاء فى فتاتون فصيحة وفتحت معطوف على ينفخ وصيغة الماضى على تحقق الوقوع وقيل عطف على فتاتون۔ مرصادا خبر كانت والمرصاد اسم للمكان الذى يرصد فيه كالمضمار للمكان الذى يضمر فيه الخيل وكذا المنهاج۔ وقيل مفعال من الرصد والمفعال من ابنية المبالغة كالمعطار على ہذا ان جہنم ترصد اعداء الله وتشهق عليهم للطاغين ان قلنا ان جہنم مرصاد للكفار فقط فكان قوله للطاغين من تمام ما قبله اى جہنم كانت مرصادًا للطاغين ثم قوله مآبا بدل من قوله مرصادا وان قلنا النار مرصاد للكفار وللمؤمنين ثم قوله على مرصادا وكان للطاغين مآبا كلاما مبتدءًا مآبا خبر ثان لكانت للطاغين متعلق به او بمحذوف او بكانت المآب المرجع يقال آب يؤب اذا رجع۔ لابثين منصوب على الحال المقدرة من الضمير المستكن فى الطاغين۔ واحقابا منصوب على الظرفية وهى جمع حقب بضمتين وهو الدهر الاحقاف الدهور وتقدير الحقب عند اهل اللغة ثمانون سنة واصل الحقب الترادف والتتابع يقال احقب اذا اردف لا يذوقون الجملة حال من الضمير فى لابثين او صفة لاحقابا او مستانفة لبيان ما اشتملت عليه من انهم لا يذوقون فى جہنم او فى الاحقاب بردًا ولا شرابا۔ برد خنکی آب یا ہوا ہو وقیل النوم والشراب الماء جزاء وفاقا اے موافقا لاعمالهم وفاقا صفة لجزاء اما على حذف المضاف اے ذا وفاق واما على المبالغة ونصب جزاء على انه مفعول مطلق من فعل محذوف قال الفراء والاخفش جازيناهم جزاء وافق اعمالهم وقال الزجاج جوزوا جزاء وفاقا۔ قال الفراء الوفاق جمع الوفق والوفق والموافق واحد انهم كانوا الجملة مستانفة وتعليل لاستحقاقهم الجزاء المذكور۔ وكل شئ منصوب على الاشتغال اى احصينا كل شئ۔ وقرئ بالرفع على انه مبتدأ او ما بعده خبره كتابا فى نصبه اوجه احدها انه تمييز من احصينا والثانى انه حال اى مكتوبا فى اللوح والثالث انه مصدر من معنى الاحصاء والتجوز اما فى المصدر او فى الفعل اذ يراد بالاحصاء والكتب الضبط

تفسیر

اسکے بعد قیامت کے چند احوال بیان فرماتا ہے (۱) ان يوم الفصل كان ميقاتا کہ فیصلے کا دن موقت و معین ہے اس وقت سے پہلے

تمہارے انکار و اصرار کیوجہ سے ہم نہیں سکتا کس لیئے کہ اسوقت کے لیئے چند چیزیں لازم ہیں اوّل یہ کہ ارواح کا بار دیگر ابدان سے تعلق۔ دوم یہ کہ جب تک یہ تمام کارخانۂ دنیا درہم برہم نہوا اور اسکے گھر کی چھت اور فرش اور قندیل اور اسکے سامانِ رزق وراحت جنکا آج فائدہ عام ہے منقطع نکردیئے جاویں اور تمام آنیوالی روحیں اس گھر میں آکر فائدہ نہ اٹھالیں اس وقت تک قیامت نہیں آئیگی میقاتاً کے یہ بھی معنے ہیں کہ یوم الفصل میقات یعنی حد ہے اس عالم کے تمام ہونیکی یا وقت ہے اُن چیزوں کا کہ جنکا اللہ نے وعدہ کیا ہے یا وقت ہے اجتماع خلائق اور معاملات کے فیصلہ کا۔

میقات کے لفظ میں انکے سوالات کا جواب بھی ہے کہ کیوں جلدی کرتے ہو اور کس لیئے تعجب کی راہ سے پوچھتے ہو آخر ہر ایک بات کی حد بھی تو ہوتی ہے دنیا کا حادث ہونا جب تمکو ان دلائل مذکورۂ بالا سے ثابت ہوگیا تو یہ جان لینا کچھ بھی مشکل نہیں کہ ہر حادث کی انتہا اور حد بھی ہے ایکروز یہ کارخانہ تمام بھی ہونا ہے پس وہی قیامت ہے اور وہ اس دنیا کی انتہائی حد ہے۔

(۲) یوم ینفخ فی الصور اُس دن صور پھونکا جاویگا۔ پہلے صور پھونکنے سے تمام دنیا اُلٹ پلٹ ہوکر نیست و نابود ہوجاویگی جیسا کہ اس صور اول کے حالات بعد کی آیات میں آتے ہیں اور چونکہ وہ حالات اور واقعات ہولناک ہیں اس لیئے اُن کو بعد میں جداگانہ بیان فرماتا ہے اسکے بعد بار دیگر صور پھونکا جاویگا۔ اور صور ایک بگل یا نرسنگی کیسی مجوف چیز ہے۔ حضرت اسرافیل اُس میں پھونک مارینگے جسکی سخت آواز کی تاثیر سے یہ عالم خراب ہوگا۔ اسکے بعد بار دگر پھونکیں گے تو اُسکی تاثیر سے تمام ارواح اپنے اپنے اجسام سے متعلق ہوجاوینگی اور اجسام گو ریزے ریزے ہوگئے تھے مگر وہ ریزے باقی تھے جمع ہوجاوینگے تب ہر ایک بار دگر زندہ ہوگا اور فتاتون افواجا تم سب کے سب جوق جوق تخت رب العلمین کی طرف عدالت کے لیئے آؤگے۔ افواجاً کے معنے کی قرآن مجید میں بہت جگہ تشریح آئی ہے۔ ایک جگہ آیا ہے یوم یحشر اعداء اللہ الی النار فہم یوزعون ایک جگہ ہے واذا النفوس زوجت ایک جگہ ہے یوم ندعوا کل اناس باما مہم اور احادیث میں بھی تفصیل و تشریح بہت کچھ ہے۔ پس نیکوں کی جدا جماعت ہوگی۔ بدوں کی جُدا۔ پھر نیکوں میں سے نمازیوں کی جدا۔ صدقات و خیرات دینے والوں کی جدا۔ صابروں کی جُدا تو شاکروں کی جُدا رات میں چھپ کر عبادت کرنے والوں کی جدا۔ مجاہدین کی جدا۔ اشاعت علم و دین کرنے والوں کی جدا۔

بدوں میں مشرکوں کی جدا۔ پھر مشرکوں میں سے آفتاب پرستوں کی جدا۔ اصنام پرستوں کی جُدا۔ ارواح غیر مرئیہ سے مدد مانگنے والوں کی جدا۔ توہمات پرستوں کی جدا حضرات انبیاء و اولیاء علیہم السلام کے پوجنے والوں کی جدا ملائکہ کے پوجنے والوں کی جدا۔ جنوں بھوتوں سے مدد مانگنے والوں کی جدا۔ پھر زناکاروں کی جدا تو ظالموں کی جدا۔ دغابازوں جھوٹ بولنے والوں کم تولنے والوں کی جدا جماعت ہوگی۔ ہر ایک جماعت کا نشان ہوگا اور اسپر لکھا ہوگا کہ یہ فلاں جماعت ہے۔ ہر ایک جماعت عدالت میں حاضر ہوگی اور اپنے اعمال کا بدلہ پاویگی۔

اسکے بعد صور اول کی کیفیات بیان فرماتا ہے (۳) وفتحت السماء فکانت ابوابا اور آسمان کھولے جاوینگے تو اس میں دروازے ہوجاوینگے۔ اسکے معنے میں مفسرین کے کئی قول ہیں اوّل یہ کہ صور پھونکنے سے آسمان میں دراڑیں پڑجاوینگی۔ جنکو دروازوں سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی مستحکم گول چھت گرتی ہے تو پہلے اُس میں دراڑیں پڑجاتی ہیں۔ دوم یہ کہ ملائکہ کے لشکر نازل ہونیکے لیئے جو دنیا کے خراب کرنیکو آئیں گے آسمان میں بہت دروازے ہوجاوینگے۔ یہ دنیا کی چھت گرنے کا حال تھا جسکو سبعاً شداداً سے تعبیر کیا تھا۔ اسکے بعد فرش کے اُٹھائے جانے کا حال بیان فرماتا ہے (۴) وسیرت الجبال فکانت سرابا کہ پہاڑ اُڑائے جاوینگے اور ریزہ ریزہ ریتے کی مانند ہوجاوینگے یہ وہ

پہاڑ تھے جو زمین کی میخیں تھیں پھر جب وہ نہ رہے تو زمین کہاں؟ ان دونوں کے ضمن میں باقی اور چیزوں کی فنا بھی بیان ہوگئی۔ کس لیے کہ جب آسمان و زمین نہ رہیں گے تو انکے اندر رہنے والے کہاں؟

اس کے بعد پھر صور دوم کے بعد کے حالات بیان فرماتا ہے جو دربار الٰہی میں پیش ہونیکے بعد ظاہر ہونگے۔ سب سے اول بدوں کے حالات بیان فرماتا ہے جو دنیا میں اُس دن کو بھول بیٹھے تھے اور شہوات و لذات میں فریفتہ ہو کر حق سبحانہ سے باغی ہوگئے تھے اب دربار الٰہی اور عدالت ربانی سے اُنکے لیے کیا حکم ہوتا ہے! فقال (۵) ان جہنم کانت مرصادًا للطاغین مآبا کہ جہنم سرکشوں یعنی بدکاروں مشرکوں کافروں کی تاک میں ہوگی منتظر ہوگی کہ کب میرے منہ کا لقمہ ہوتے ہیں آخر اس میں ڈالے جاوینگے اور یہی ان کا ٹھکانا ہوگا۔ اور ٹھکانا بھی ایک دو گھڑی کے لیے نہیں بلکہ (۶) لابثین فیہا احقابا۔ سالہائے دراز اور قرنوں اور مدتوں اس میں جلیں گے۔ کافر و مشرک تو ابدالآباد وہاں رہینگے اور ایماندار گنہگار ایک زمانے کے بعد نکل آئیں گے۔ افسوس حیات دنیا تو چندروزہ تھی دس بیس پچاس ساٹھ ستر اسی۔ سو دو سو برس جہان لذات و شہوات کے مزے اڑائے تھے۔ اُس کے بدلے یہاں ہزاروں لاکھوں برس بلا میں مبتلا ہونا پڑا۔ کیا بُرا سودا کیا۔ اور کیا بُری کمائی کرکے آئے گھڑی دو گھڑی کے ایسے مزے پر پھٹکار جسکے بدلے برسوں گوناگوں عذاب اور تکالیف بھگتنی پڑیں کوئی عاقل ایسا نہیں کریگا مگر اس جہان میں غفلت اور شیطانی تخیلات کے پردے عقلوں پر پڑے ہوئے ہیں جنکے اُٹھانے کو حضرات انبیاء علیہم السلام دنیا میں آئے اور کتاب الٰہی ساتھ لائے۔

پھر اس جہنم میں کیا ہوگا؟ (۷) لایذوقون فیہا بردًا ولا شرابا الا حمیما وغساقا کہ وہاں ان بدبختوں کو کوئی ٹھنڈک میسر نہ آئیگی۔ نہ ٹھنڈا پانی نہ سرد ہوا نہ سرد مکان نہ سرد لباس نہ سرد کھانے نہ ٹھنڈک دینے والی چیزیں آنکھوں کے سامنے ہونگی۔

بعض علماء فرماتے ہیں برد سے مراد نیند ہے۔ عرب میں برد کا اطلاق نوم پر بھی ہوتا ہے کہ اس مصیبت میں انکو نیند نہ آویگی۔ اور استعارہ کے طور پر جسکے کی نفی کرکے یہ بتلا دیا کہ ذرا بھی ٹھنڈک میسر نہ آئیگی دل بھر کر تو کجا۔ نہ بدن کی ٹھنڈک نہ دل کی ٹھنڈک نہ آنکھوں کی ٹھنڈک نہ کانوں کی۔ لفظ کو عام رکھنا بہتر ہے اور شراب سے مراد پانی ہے کہ اور تو کیا جو دنیا میں ہلکی چیز ہے یعنی پانی جو قیدی اور خونی کو بھی پلا دیا جاتا ہے وہاں انکو وہ بھی نصیب نہ ہوگا بلکہ اس کے بدلے الا حمیما کھولتا ہوا پانی جو منہ جھلس دے وہ ملیگا اور کھانے کو وغساقا جہنمیوں کے زخموں کی پیپ حمیم اور غساق کے معنے میں مفسرین نے بہت کچھ کلام کیا ہے۔

اور یہ کس لیے جزاء وفاقا یہ ان کا پورا بدلہ ہوگا۔ شہوت و حب جاہ و مال کی آگ جو دل میں بھڑکا کرتی تھی وہی تو یہ آگ ہے۔ اب اس سزا اور کامل جزا کے مستحق ہونے کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ ان کو یہ سزا کیوں دیگئی فقال انہم کانوا لایرجون حسابا کہ وہ حساب کی توقع نہ رکھتے تھے واضح ہو کہ نفس انسانیہ کو دو قوتیں عطا ہوئی ہیں۔

اول قوت نظریہ کہ حقیقت الامر کو ٹھیک دریافت کرے۔

دوسری قوت عملیہ کہ اس صحیح دریافت کے موجب عمل بھی کرے۔ جنکی یہ دونوں قوتیں درست ہیں وہ سعادت مند ہیں اور جنکی یہ دونوں قوتیں فاسد ہیں وہ شقی ہیں۔ سو ان کفار کی قوت عملیہ کا فاسد ہونا تو اس جملہ سے بیان فرما دیا اور اسی لیے کسی گناہ کا نام نہیں لیا کہ اسکی وجہ سے ان کو یہ دن نصیب ہوا حالانکہ بہت سے گناہ تھے بلکہ عموماً قوت عملیہ کا فساد ظاہر فرمایا اور وہ اس لیے کہ انسان جب اپنے اعمال پر بازپرس

اور حساب کا اعتقاد نہیں رکھتا تو نفس کی خواہشوں کے پورا کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتا۔ کوئی گناہ ہو اس کے نزدیک کچھ بھی بڑی بات نہیں۔ اور کسی نیک کام کی مشقت بھی سر پر نہیں رکھتا۔ بازپرس اور حساب ہی کا خیال انسان کو ہر ایک بدی سے روک دیتا ہے اور نیکی کو عمل میں لانے پر تحریک کرتا ہے۔ جن قوموں میں یہ اعتقاد نہیں وہ برائی میں کوتاہی نہیں کرتیں نیکیوں سے دور رہتی ہیں۔ عیسائیوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ہمارے تمام گناہوں کے عوض حضرت مسیح علیہ السلام کفارہ ہو گئے۔ اب ہم سے کچھ بازپرس نہیں پھر شراب خوری اور زناکاری اور عیاری کا کونسا کام ہے جو اُن سے رہ گیا ہے۔

قوتِ نظریہ کا فساد اس جملہ سے ثابت کرتا ہے وکذبوا بآیٰتنا کذابا اور ہماری آیات کو عام ہے کہ آیات قرآنیہ ہوں یا آیات قدرت ہوں سب کو جھٹلایا اور خوب ہی جھٹلایا یعنے حق کے منکر اور باطل پر مصر تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوارت و فساد میں حد سے بڑھ گئے تھے اس لیے جزاءً وفاقا کے مستحق ہوئے۔

اِس کے بعد یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ ہم نے ان کی شقاوت کے اصول بیان کر دیئے ورنہ جزئیاتِ اعمال اور ہر ایک بات جو وہ کرتے تھے اور ہر ایک اعتقاد باطل جسکے وہ پابند تھے وہ بھی ہمیں سب معلوم ہیں کس لیئے وکل شیٔ احصینٰہ کتابا کہ ہر شے کو ہمنے گھیر رکھا ہے ہر ایک چیز ہمارے احاطۂ علم میں ہے اور علم بھی کیسا کہ اُسکو دفترِ غیب میں لکھ رکھا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جزئیات کا علم تفاصیلہا خصوصیاتہا کیفیاتہا وکمیاتہا حق سبحانہ کو حاصل ہے۔ اِس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح اُنکے اعمال واقوال واعتقادات ایک ایک ہم کو معلوم ہیں اسی طرح ہر ایک کے مناسب وقتاً فوقتاً جو سزائیں ہونگی وہ بھی ہم کو معلوم ہیں اس لیئے جزاءً وفاق دیا جانا صحیح بات ہے گویا اس جزاءً وفاق کی یہ بھی ایک دلیل ہے جس میں ضمناً منکروں کے شبہ کا بھی رد ہے کہ خدا کو ہمارے ہر روز کے کام اور خیالات کیونکر معلوم ہیں۔ اور معلوم ہیں تو اُس وقت کیونکر یاد رہیں گے۔ پھر جب یہ نہیں تو جزاءً وفاق کا دعویٰ غلط ہے۔ خلاصۂ جواب یہ ہے کہ ہمکو ہر شے معلوم ہے اور معلوم بھی کس طرح کہ ہم نے اُس کا احصا کر لیا ہے جو کمالِ علمی اور علم کا اعلیٰ مرتبہ ہے اور احصار بھی اس قسم کا ہے کہ وہ دفترِ غیب میں درج ہے جہاں نسیان و ذہول کا گزر بھی ممکن نہیں۔ وہ کچھ ایسا لکھنا نہیں کہ جیسا دنیا کے دفتروں میں قلم سے کاغذ پر لکھا جاتا ہے جس میں تلف ہو جانے کا خطرہ باقی رہتا ہے بلکہ وہ ایک ثبوت علمی ہے اور عالمِ غیب میں چھپ جانا اور نقش ہو جاتا ہے اور وہ لوحِ علمی ہمیشہ اُسکے حضور میں رہتی ہے۔

جب یہ ہے تو ہر ایک عمل بد اور قولِ بد اور اعتقادِ فاسد پر ہم وقتاً فوقتاً ایک سزا اُس کے مناسب دینگے فلن نزیدکم الا عذابا اور یہ بھی ہے کہ جوں جوں بیمار کا زمانۂ مرض دراز ہوتا جاتا ہے۔ تکلیف پر تکلیف بڑھتی جاتی ہے۔ اسی طرح جہنمیوں کے عذاب کی کیفیت ہو گی۔ لمحہ بہ لمحہ عذاب اور دکھ بڑھتا جاوے گا۔ اور اس میں اس طرف بھی تعریض ہے کہ اے منکر و بدکار وجس طرح باوجود پند ونصیحت کے تم دم بدم سرکشی اور بدی میں بڑھتے جاتے ہوا گے ہی پاؤں رکھتے ہو پیچھے نہیں ہٹتے اسی طرح تمہیں دم بدم عذاب زیادہ ہوتا جاویگا کس لیئے کہ ہم کہہ چکے ہیں جزاءً وفاقا اعمال کے موافق جزا دیجاویگی۔ فلن نزیدکم حرف کے ساتھ کلام صادر ہوا گویا اسی تمام کلام سابق کو مدلل کر کے نتیجے کے طور پر ثابت کر دیا یہ کمال بلاغت ہے۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۝ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ۝ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ۝ وَكَأْسًا دِهَاقًا ۝ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ۝

ضرور پرہیزگاروں کو کامیابی ہے باغ ہیں اور انگور اور نوجوان عورتیں ہم عمرین اور پیالہ چھلکتا ہوا نہ وہاں بیہودہ بات سنیں گے اور نہ مکرانا

جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ۝ رَّبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَٰنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ۝

بدلہ دیا جاوے گا تیرے رب کی طرف سے گن گن کر جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور اُنکے اندر کی سب چیزوں کا جو بڑا کرم کرنیوالا ہے مقدور نہیں کہ کوئی اُس سے بات کر سکے

ترکیب

مفازا اسم ان وللمتقین خبرہا والمفاز مصدر میمی بمعنے الفوز والظفر بالمطلوب والنجاۃ من الہلاک ولذا یطلق المفازۃ علی الفلاۃ[1] تفاؤلا بالخلاص منہا وقیل الفوز النجاۃ والہلاک ایضا فاطلاق المفازۃ علی الفلاۃ حقیقی حدائق بدل من مفازا بدل الاشتمال او بدل الکل علی طریق المبالغۃ۔ وہی جمع حدیقۃ وہی کل بستان[2] محوط علیہ من قولہم احدقوا بہ اے احاطوا بہ وکذا اعنابا معطوف علی حدائق وہی جمع عنب (انگور) وکواعب عطف علی اعنابا وہی جمع کاعبۃ وہی الناہدۃ[3] التی تکعبت ثدیہا ای استدارت مع ارتفاع اترابا صفۃ کواعب وہی جمع ترب بالکسر ہمزاد[4]۔ یقال ہذہ ترب ہذہ وہن اتراب صراح۔ وکاسا موصوف دہاقا صفتہ عطف علی کواعب۔ الکاس جام با شراب مؤنث جمعہ کؤوس۔ واذا لم تکن فیہا خمر فلیس بکاس۔ دہاق بالکسر جام پر دہاق پر کردن جام راو بر ریختن آب راد صراح) لایسمعون الجملۃ حال من الضمیر فی خبر ان ویجوز ان یکون مستانفا والضمیر فی فیہا یرجع الی الکاس ای لایجری بینہم لغو فی الکاس التی یشربونہا بخلاف کاس الدنیا وقیل یرجع الی الجنۃ ای لایسمعون فی الجنۃ ما یکرہونہ کذابا بالتخفیف اے کذبا وبالتشدید اے تکذیبا من واحد لغیرہ۔ بخلاف ما یقع فی الدنیا عند شرب الخمر جزاء منصوب علی انہ مصدر ای جازاہم جزاء من ربک صفۃ لہ عطاء بدل منہ حسابا مصدر اقیم مقام الوصف او باق علی مصدریتہ مبالغۃ او ہو علی حذف مضاف وفی معناہ کلام طویل۔ قیل معناہ کافیا ماخوذ من قولہم اعطانی ما احسبنی ای ما کفانی وقیل معناہ بقدر ما وجب لہ فیما وعدہ من الاضعاف ماخوذ من قولہم حسبت الشئ اذا اعددتہ وقدرتہ وقیل معناہ کثیرا۔ والاول ارجح وفی القاموس حسبک درہم کفاک وشئ حساب کاف ومنہ عطاء حسابا۔ رب السموات الخ بالرفع علی الابتداء وفی خبرہ وجہان احدہما الرحمن فیکون ما بعدہ خبرا آخر او مستانفا والثانی الرحمن نعت ولا یملکون الخبر ویجوز ان یکون رب خبر مبتدأ محذوف ای ہو رب السموات الرحمن وما بعدہ مبتدأ وخبر ویقرء رب والرحمن بالجر بدلا من ربک لا یملکون الجملۃ مستانفۃ لما تفیدہ الربوبیۃ العامۃ من العظمۃ والکبریاء

تفسیر

دار آخرت میں اشرار و بدکاروں کی جو حالت ہوگی اُس کو بیان کرکے ابرار و صلحار کا حال بیان فرماتا ہے تاکہ بیان پورا ہو جاوے یا یوں کہو کہ بدکاروں کے حق میں بیان فرمایا تھا کہ اُن کو عذاب دم بدم زیادہ ہوگا۔ اسکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پرہیزگاروں کو جو ہر دن نئے عیش و کامرانی میں دیکھیں گے اور بھی دل جلیں گے۔ گویا یہ روحانی عذاب ہوگا اس لئے پرہیزگاروں کا حال بیان فرماتا ہے فقال ان للمتقین مفازا کہ ضرور بالضرور پرہیزگاروں کو وہاں ہر طرح کی کامیابی اور سعادت اور حیات جاودانی اور کامرانی حاصل ہے اسمیں

[1] فلاۃ صحرا خالی از آب و خورش ۱۲ منہ [2] وہ باغ جسکی دیوار ہو ۱۲ منہ [3] یعنی پستان اُبھری ہوئی ہوں ۱۲ منہ [4] ہم سن اور ہم عمر ۱۲ منہ

کچھ بھی شبہ نکرنا چاہیئے۔ متقی کون ہے؟ جو عقائد درست کرنیکے بعد بری چیزوں سے بچے اور جنکا حکم ہے انکو کرے۔ پھر تقوے کے چند مراتب ہیں۔ اول مرتبہ توحید اور ایمان ہے۔ اس مرتبہ میں ہر مؤمن متقی ہے۔ گو وہ گناہگار ہی کیوں نہو۔ دوم مرتبہ ایمان کے بعد اعمال صالحہ کو عمل میں لانا برے افعال سے بچنا۔ اس مرتبہ میں گناہگار ایماندار کو متقی نکہا جاوے گا جب تک کہ کبائر سے نہ بچے اور فرائض وواجبات کا پابند نہ ہو۔ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ ماسوی اللہ کسیکی محبت اُسکے دلپر نہو یہ اولیاء اللہ کا مرتبہ ہے اور تقوی کا انتہا درجہ ہے کہ ماسوا اللہ کوئی چیز ان کے قلب صافیہ تک نہیں پہونچتی وہ اس کے سوا سب سے بچتے ہیں۔ قرآن مجید میں لفظ متقی کو مطلق رکھا ہے کیا تعجب ہے کہ اُسکی رحمت گناہگار ایمانداروں کو بھی مفاز یعنی کامیابی سے حصہ دے۔

جس طرح متقی میں اطلاق تھا اسی طرح مفازا میں بھی کوئی تخصیص نہیں بلکہ ہر قسم کی کامیابی مراد ہے روحانی ہو یا جسمانی۔ لیکن بندوں کی عام رغبتیں ان چند چیزوں کی طرف زیادہ ہوتی ہیں اس لیئے اس کامیابی کے خزانے میں سے ان چند جواہر کو بیان فرماتا ہے فقال حدائق باغ رہنے کو ملیں گے۔ زبان عرب میں حدیقہ اُس باغ کو کہتے ہیں جسکی چاردیواری ہو اور ہم جلیسوں اور یاروں کے ساتھ اُسی میں رہنے سے لطف بھی ہوتا ہے۔ یہ وہ باغ ہیں جو دنیا میں توحید و ایمان سے لگائے تھے اور اعمال صالحہ سے سینچے گئے تھے اور معارف سے آراستہ کیئے گئے تھے۔ یہ لفظ بھی عام تھا باغ کہنے میں جو کچھ نعمتیں باغوں میں ہوتی ہیں سب ہی آگئی تھیں پر کوئی یہ نہ سمجھے کہ اُن باغوں میں شاید وہ چیزیں نہوں جو ہمکو مرغوب ہوتی ہیں اور نئی قسم کی چیزیں ہوں۔ دنیا میں اقالیم کے لحاظ سے باغوں کا مختلف حال ہوتا ہے چہ جائیکہ دوسرے جہاں کے باغ اس لیئے اپنی مہربانی سے اس خطرہ کو بھی دور کرتا ہے اور ان باغوں میں جو دل پسند چیزیں ہونگی اُنکا ذکر فرماتا ہے فقال و اعنابا کہ وہاں انگور بھی بکثرت اور عمدہ ہونگے۔ انگور ایک ایسا میوہ ہے جو غذا کا کام بھی دیسکتا ہے اور اس سے شراب بنتی ہے اور نیز باغ میں انگور ٹٹیوں پر ہوتا ہے اس کا سایہ اور بھی لطف دیتا ہے اس عمدہ باغ میں جہاں کھانے پینے کے یہ سامان ہوں اگر یار و ہم نشین نہوں تو کچھ بھی لطف نہیں اس لیئے فرماتا ہے وکواعب اترابا کہ وہاں نوجوان عورتیں بھی ہونگی جنکی جوانی کی پستان ابھی اُبھری ہونگی یہ نوعمری اور سادگی معشوقوں میں اور بھی لطف تازہ کرتی ہے۔ پھر انکی نوعمری اور نئی جوانی کے ساتھ اگر اہل جنت بڑی عمر کے ہوں تو بھی لطف نہو انسان اپنے ہم عمروں سے رغبت کیا کرتا ہے اور وہیں اُسکا دل کھلتا ہے نوجوان لڑکی بوڑھے مرد سے کبھی لطف صحبت نہیں پاتی۔ اس لیئے اترابا کا لفظ بھی ارشاد فرمایا کہ یہ متقی بھی اُنکے ہم سن یعنی نوجوان ہونگے۔ پھر یہ سب کچھ ہو اور دل میں حجاب ہو اور چوچلے اور اُچھل کود نہو تو سونی سونی سی صحبت رہتی ہے اس لیئے اس کا بھی سامان کر دیا جائیگا وکاسا دہاقا کہ جام شراب کے دور چلیں گے جن سے ایک فرحت و سرور تازہ ہوگا۔ دہاق کے معنے بھرے ہوئے کے بھی ہیں یعنی لبریز پیالے اس سے اور بھی لطف ہوتا ہے اور پے درپے کے بھی معنے ہیں کہ یکے بعد دیگر اس جام کا تسلسل جاری رہے گا۔ یہ وہ شراب محبت الٰہی ہے جو دنیا میں ساقی کوثر کے میخانے سے عطا ہوئی تھی۔

شراب کے ساتھ اگر اسکی خرابیاں بھی ہوں جیسا کہ دنیا کی شراب میں ہوتی ہیں بیہوشی و درد سر اور اہل مجلس کی بیہودہ بکواس یا مار پیٹ تو کچھ بھی مزہ نہیں اس لیئے فرماتا ہے لا یسمعون فیہا لغوا ولا کذابا کہ وہاں ایذا اور مار پیٹ تو کیا کوئی لغو بات بھی سننے میں نہ آئیگی اور نہ جھوٹی بات نہ کوئی دل کو رنج دینے والی بات کہ اسکو کوئی جھٹلاوے اور رنج ہو۔ اس میں اشارہ ہے کہ علم و ادراک اور اخلاق پر کوئی برا اثر پیدا نہو گا

تفسیر

یہ دنیا کی شراب محبت الٰہی کا ظہور ہے جسکے نشے میں احوال و مقامات کے ابکار اور اُنکے ثمرات کے پھل کھاتے اور وقار و تہذیب کو عمل میں لاتے تھے۔ دنیا کی شراب اور یہاں کی اور نعمتوں اور آخرت کی شراب اور وہاں کی نعمتوں میں شرکت اسمی ہے ورنہ آخر انکی حقیقت اُنکی اور "چہ نسبت خاک را با عالم پاک" یہاں کی فانی اور ظلمانی چیزوں پر نام کی شرکت سے وہاں کی چیزوں کا قیاس کر کے اعتراض کرنا بے فہمی ہے اس لیئے فرماتا ہے جزاءً من ربک کہ یہ سب نعمتیں بدلہ ہیں بندوں کے اعمال و عقائد و معارف کا تیرے رب کیطرف سے۔ اس میں اسطرف اشارہ ہے کہ جو یہاں بوئے گا وہی وہاں کاٹے گا جیسا کریگا ویسا پاویگا بغیر تقوی اختیار کیئے اُن نعمتوں کی ہوس کرنا اور اپنی اضافی نسبتوں کو وسیلہ سمجھنا کہ ہم فلاں کی اولاد فلاں کے شاگرد فلاں کے مرید ہیں کچھ مفید نہیں۔ اب دنیا میں متقی بننے کی راہیں کھلی ہوئی ہیں۔ کوشش کرو اور تقوے کا سرمایہ حاصل کرو۔ جزاء کو رب کی طرف سے کہنے میں اسطرف اشارہ ہے کہ گو اعمال کی جزا ہے مگر جزا بھی کسی تنگ دل تنگ حوصلہ شخص کیطرف سے نہیں بلکہ اے محمد صلعم تیرے رب یعنی پرورش کرنیوالے کیطرف سے جسکی بخشش اور جود کے دریا رواں ہیں جو ایک ذرا سے کام کے بدلے میں سیکڑوں حصہ بڑھکر دیگا اور اس دنیا کی چندروزہ کوشش میں نعماء باقیہ و صافیہ عطا فرماویگا اس لیئے فرماتا ہے عطاءً کہ یہ سب کچھ گو جزاء اعمال کے بدلے میں ہے مگر اسقدر اور ایسی چیزیں درحقیقت عطا یعنی بخشش ہے اور بخشش بھی کیسی حساباً کافی اور پوری اور بہت کچھ اور یہ اس لیئے کہ یہ انعام و افضال اُسکی طرف سے ہیں جو رب السموات والارض وما بینہما آسمانوں اور زمین اور اُنکے اندر کی چیزوں کا پرورش کرنیوالا ہے۔ ہر ایک چیز کو بغور دیکھیے تو اُس کے وجود اور ذات اور اُسکے بقاء میں سیکڑوں عنایات ہیں بغیر کسی سابقۂ واسطہ یا عمل کے۔ درختوں کو پتے عطا فرمائے اُنکی جڑوں میں زمین سے غذا حاصل کرنیکی قوت دی پھر رنگارنگ کے پھول دیئے جو نہایت خوشنما ہیں جنکے نقل کرنے میں بڑے بڑے صناع اور کاریگر نقاش حیران ہیں۔ پھر جب اس عالم میں بے کسی عمل اور کوشش کے اُس نے ہر ایک شے پر یہ عطا و فضل کیا تو اس جہان میں اسکی عطا کا کیا ٹھکانا ہے جس کے لیئے ذرا سا عمل کا ہی بہانہ ہے۔

اب یہ شبہہ کرنا کہ "نعماء آخرت کو جزاء کہنا جو بدلہ ہوتا ہے اور پھر اوس کو عطاء کہنا جو بے بدل ہوتی تعارض ہے" محض کم فہمی ہے جزاء اور لحاظ سے ہے تو عطا اور لحاظ سے۔

رب السموات الخ کے بعد وہی صفت جود کا اظہار کرتا ہے الرحمٰن کہ وہ عطا کس کی طرف سے ہے؟ رحمٰن کی طرف سے جسکی رحمت کا کچھ حساب نہیں۔ ہر ذرہ پر بے شمار رحمتیں ہیں جن کا کسیکو بھی استحقاق نہیں لایملکون منہ خطابا اور کوئی اپنے استحقاق کی بابت اُس سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتا جس کو جو کچھ دیا محض فضل ہی فضل ہے جسکو نہیں دیا وہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ چیز مجھے کیوں نہیں دی کیونکہ اُسکو کسیکا دینا نہیں آتا جو وہ اپنا حق جتلاوے اور گلہ کرے۔ ف ابن عباس فرماتے ہیں کہ لایملکون کی ضمیر کفار کی طرف پھرتی ہے کہ کفار قیامت میں اُس سے کچھ کلام نکر سکیں گے یعنی متقیوں پر رحمٰن ہوگا اُنکو شرف کلام حاصل ہوگا مگر یہ نعمتیں دیکھ کر کفار کو اُسکی ہیبت و جبروت دیکھکر کلام کرنیکی قدرت نہو گی۔ مگر اول معنی بہت ٹھیک ہیں اور اس جملہ سے شفاعت کا انکار نہیں ثابت ہوتا کس لیئے نفی جو ہے تو استحقاق جتلانے میں کلام کرنیکی ہے اور شفاعت میں استحقاق نہیں جتلایا جاتا بلکہ وہ بھی فضل و کرم پر موقوف ہے اور فضل و کرم کا دروازہ بڑا وسیع ہے ہر مؤمن اُس سے وہاں کلام کریگا بلکہ عذر و معذرت کیلیئے کفار بھی کلام کرینگے صرف نفی کلام استحقاقی کی ہے۔ حاصل یہ کہ رحمٰن بھی ہے اور اُسکے ساتھ یہ ہیبت و جبروت بھی ہے کہ کوئی بات نہیں کر سکتا بے اذن کے۔

يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ○ ذٰلِكَ الْيَوْمُ

جسدن کھڑی ہو روح اور فرشتے صف باندھ کر کوئی نہیں بولے گا مگر وہ کہ جسکو رحمٰن نے اجازت دی اور اُسنے بات بھی ٹھیک کہی ہو وہ دن

الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ○ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ

برحق ہے پھر جو چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنا رکھے بیشک ہم نے تم کو ایک پاس کے عذاب سے مطلع کر دیا ہے۔ جس دن کہ انسان آپ دیکھ لیگا کہ اُسنے کیا کر کے آگے بھیجا تھا

وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ○

اور کافر کہے گا اے کاش میں خاک ہوتا

ترکیب

یوم منصوب بلا یملکون او بلا یتکلمون صفا حال ای صافین او مصدر ای یصفون صفا والجملۃ مستانفۃ او حالیۃ الا من استثناء من فاعل لا یتکلمون ای لا یتکلم احد الا المأذون من الرحمٰن فالاستثناء متصل وقال معطوف علی قولہ اذن ذٰلک مبتدأ الیوم الحق خبرہ الی ربہ مآبا الی متعلقۃ بمآبا قدم علیہ اہتماما و رعایۃ للفواصل فمن شاء المفعول محذوف شرط اتخذ جوابہ یوم ینظر یوم منصوب علی انہ بدل من عذابا او ظرف لمضمر ہو صفۃ لہ ای عذابا کائنا یوم ینظر المرء ما موصولۃ قدمت یداہ صلۃ والعائد محذوف والصلۃ والموصول المجموع منصوب محلا علی انہ مفعول ینظر والمرء فاعلہ ویقول معطوف علی ینظر

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ اُس سے کوئی کلام نہیں کر سکتا اُسکی ہیبت وجلال کبریائی کیوجہ سے اب اس بات کی اور بھی تشریح کرتا ہے کہ یہ کس روز کا واقعہ ہے اور اُسدن کی کیا کیفیت ہوگی فقال یوم یقوم الروح والملٰئکۃ صفا کہ جس روز روح اور فرشتے پرا باندھے کھڑے ہونگے عین دربار کا وقت ہوگا اور ہیبت وجلال کبریائی سے ہر ایک کا دل لرزتا ہوگا تو اُس روز لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن وقال صوابا کہ وہ روح اور ملائکہ جو خدمت میں صف باندھے کھڑے ہونگے بات نکر سکینگے ہیبت وخوف کے سبب مگر ان میں سے وہی کلام کریگا جسکو رحمٰن کلام کرنیکی اجازت دیگا اور اجازت پاکر بھی وہ واہی تباہی باتیں نکریگا بلکہ ٹھیک ٹھیک ادب وقاعدے کو ملحوظ رکھکر یا یہ معنی کہ وہی کلام کریگا یعنی شفاعت اُسی کے لیئے کرینگے کہ جسکے حق میں اجازت خدا تعالیٰ نے دی ہوگی اور حال یہ ہوگا کہ وہ شخص کہ جسکے لیئے شفاعت کی اجازت ہوگی وہ شخص ہوگا کہ جسنے دنیا میں ٹھیک بات کہی ہوگی اور وہ صحیح بات کیا ہے نیکی کا حکم اور بدی سے ممانعت یا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ قول صواب ہے یعنی مؤمن کے حق میں کلام کرنیکی اجازت پاکر۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یتکلمون کا فاعل روح اور ملائکہ ہی نہیں بلکہ سب زمین وآسمان کے رہنے والے یعنی سب آسمان و زمین کے رہنے والے ہیبت الٰہی سے بات بھی نہیں کر سکینگے صرف وہی بات کریگا جسکو اجازت ہوگی اور وہ بعد اسکے بات بھی غلط اور بیقاعدہ نکر سکے گا یعنی شفاعت میں کسی کافر ومشرک کی بابت لب کشائی نکر سکے گا اُسی طرح اگر وہ کسیکی گواہی میں اجازت پاکر بولیگا تو کچھ رو رعایت نکریگا نہ کمی زیادتی جو بات ٹھیک ہے اُسی قدر کہے گا۔

اِن آیات میں اُن مذاہب باطلہ کا کس خوبی کے ساتھ بطلان ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے عہد میں تھے اور کچھ اب بھی ہیں اور انکے مذاہب بڑے غلط خیالات پر مبنی تھے عرب کے بعض مقامات پر عیسوی مذہب کی حکومت تھی وہ یہی کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں کہ بنی آدم کے تمام گناہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ذمے لے گئے اور اُنکے عوض آپ تین روز جہنم میں رہنے کی سزا پائی

بس اب قیامت میں بازپرس اعمال کا تو کھٹکا ہی نہیں صرف مسیح علیہ السلام پر ایمان لانا یعنی انکو خدا اور خدا کا بیٹا تصور کر لینا کافی ہوگا پھر اس روز حضرت مسیح علیہ السلام کے تو تمام کارخانہ ہاتھ ہی میں ہوگا وہ اپنے بندوں کو جنت میں لیجاوینگے اور وہ سب خدا کے دہنے ہاتھ کرسیوں پر جا بیٹھیں گے اب جو چاہو کرو مشقت عمل اور قید حلال و حرام بیکار ہے۔ اس عقیدہ کا بطلان کر دیا گیا کہ وہاں اسکے برابر کون کرسی پر بیٹھ سکتا ہے وہ روح جسکو تم روح القدس کہتے ہو اور جسکو الوہیت کا ایک اقنوم قرار دیتے ہو اور حضرت مسیح کی تائید ان سے ہوا کرتی تھی وہ بھی اور فرشتوں کے ساتھ باادب صف بستہ کھڑے ہونگے بغیر اجازت کے بات بھی نکر سکیں گے اور سفارش کرینگے تو اسکی کہ جسنے حق بات دنیا میں کہی نہ اسکی کہ جسنے کفر بکا اور خدا تعالیٰ کی ذات بیچون و بیچگوں کے حصے بخرے کر ڈالے ہوں او اقنوم قرار دیئے ہوں۔ اور اسی لیئے روح کا ذکر اس آیت میں آیا۔ اس سے روح حیوانی یا انسانی یا نباتی یا جبرئیل علیہ السلام مراد نہیں بلکہ روح اعظم جو ایک اور دوسری چیز ہے یعنی سب فرشتوں سے بڑا فرشتہ (ابن عباس) ادھر مشرکین عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ حضرات ملائکہ اور انبیاء و صلحاء اور دیگر اوہام کو بھی اس غرض سے پوجتے تھے کہ انکو اسکے گھر کا مختار سمجھتے تھے دنیا میں تمام حاجات کے پورا کرنیکا ان ہی کو مسبب کہتے تھے اور اسی لیئے انکی خوشنودی اور تقرب کے لیئے انکی نذر و نیاز کرتے تھے اڑے وقت انکے نام کی دہائی دیتے تھے المدد المدد پکارتے تھے اور آخرت میں انکو اپنی بخشش کا وسیلہ جانتے تھے اور بہت تو آخرت کے قائل ہی نہ تھے اس خیال کا بطلان بھی ان آیات میں کر دیا گیا کہ تمام آسمان و زمین کے رہنے والے باادب کھڑے ہونگے کسیکو لب ہلانے کی قدرت نہو گی مگر اجازت پاکر سفارش بھی کرینگے تو اسی کی کہ جسنے حق بات دنیا میں بولی تھی توحید و رسالت کا اقرار کیا تھا نہ خدا کے دشمنوں باغیوں سرکشوں کی۔ اسی کے قریب قریب دنیا کے تمام مذاہب کے تراشیدہ خیالات عالم آخرت کے باب میں ہیں جنمیں حق سبحانہ کی تنقیص ہے اور انکے خیالی معبودوں کی عظمت ہے اور اسی طرح جو کچھ ان لوگوں کو شہادت کی بابت گمان ہے کہ ہمارے حق میں مفید شہادت دینگے یہ بھی غلط کیسلیئے کہ وہ سچ اور حق بات کہینگے خواہ مفید ہو یا مضر آور یہ اس لیئے کہ ذلک الیوم الحق کہ وہ دن حق ہے۔ آج جو حق و باطل میں اشتباہ ہوجاتا ہے اس روز نہو گا حق کا ظہور ہوگا باطل باقی نرہے گا پردہ کھلجائیگا۔ یا یہ معنی کہ اسدن کا آنا حق ہے جس میں یہ حال ہوگا اسکے آنے میں کچھ شبہ نہیں وہ آنیوالا ہے اور اس روز سوائے حق سبحانہ کی پناہ اور ٹھکانے کے اور کوئی پناہ اور کوئی ٹھکانا نہیں فمن شاء اتخذ الی ربہ مآبا پھر جو چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنائے تقویٰ اختیار کرے بری راہ سے ہٹ جاوے جو جہنم تک پہنچاتی ہے۔ ایمان و پرہیزگاری ایک سیدھا رستہ ہے جو حق سبحانہ تک پہنچتا ہے۔ اس راہ میں چلتے چلتے انسان اللہ کے قرب و جوار رحمت میں پہنچ جاتا ہے۔ پھر اس رستہ کا اختیار کرنا اللہ کے ہاں اپنا ٹھکانا بنانا ہے۔

آدمی جب کسی نئے شہر میں جاتا ہے تو ضرور فکر کرتا ہے کہ وہاں رہنے ٹہرنے کا کوئی بندوبست کرنا چاہیئے پھر اس دن کا آنا برحق ہے اور ہر انسان کو اس نئے جہان میں جاتا ہے جہاں کا مالک اور بادشاہ اللہ ہے پھر جو پہلے سے اس سے آشنائی پیدا کیئے بغیر وہاں جاتا ہے تو اسپر ہزار افسوس وہ وہاں کیسا مارا مارا پھریگا اور جہنم میں ڈالا جاویگا۔ اہل اللہ اس جہان میں ہی حق سبحانہ کو اس طرح ٹھکانا بناتے ہیں کہ ہر کار و بار میں دل اسی کی طرف لگا رہتا ہے جہاں کہیں ادھر سے ذرا غفلت ہوگئی تو گھبرا کر اسکی طرف دوڑتے ہیں کہ جیسا کوئی گھر بھول جاتا ہے اور جب اس کا رستہ پاتا ہے تو دوڑ کر ادھر ہی آتا ہے انکی روح پاک کا وہی حیز طبعی اور مرکز اصلی ہوجاتا ہے بے اسکے کہیں قرار اور چین نہیں آتا۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ اس عالم سے گزرنے کے بعد پھر تو انکے اور حق کے درمیان کوئی حجاب جسمانی بھی حاجز نہیں رہتا یہ اسی کے درباری ہوجاتے ہیں

ہدایت اور گمراہی کا رستہ بتا کر اور آنیوالے دن کی مصیبت جتا کر پھر اپنے بندوں پر حجت تمام کرتا ہے فقال انا انذرناکم عذابا قریبا کہ ہمنے تو اے
بنی آدم تمکو بہت نزدیک کی مصیبت سے خبردار کردیا ہے قیامت کا دن گو ابھی دور ہے مگر آنیوالی چیز گو دور ہو بہت ہی قریب ہے اور نیز عقلمند
ہزار کوس دور کی مصیبت کو قریب ہی سمجھتا ہے اور دنیا کی زندگی بہت ہی بے ثبات ہے موت بہت ہی قریب ہے اور موت اُس دن کا دروازہ ہے
اس لیئے مر کر جو کچھ انسان کو پیش آنیوالا ہے وہ بہت ہی قریب ہے کس لیئے کہ مر کر انسان کے بُرے کام کی ظلمت جو نفس پر غالب تھی ہولناک صورتوں
میں پیش آتی ہے اور ایمانداروں کا ایمان اور نیک کاموں کی روشنی عمدہ صورتوں میں ظہور کرتی ہے اس جہان میں نفس ادراکات و تصرفات میں مصروف ہے
اس لیئے وہ صورتیں اور وہ اشیاء جو اُسکے نیک و بداعمال کا ظہور عالم مثالی میں متشکل ہو رہا ہے اُسکو دکھائی نہیں دیتا لیکن جب مریگا اور نفس ان
شواغل سے فارغ ہوجاویگا تو اُس روز سب کچھ دیکھیگا یوم ینظر المرء ما قدمت یداہ اُس روز انسان دیکھ لیگا کہ اُسنے کیا کر کے آگے بھیجا تھا اور کیا کیا کام
نیک و بد کیئے تھے وہ سب عالم مثالی میں اپنی اپنی مناسب صورتوں میں اُسکو نظر آوینگے ما قدمت یداہ کے لفظی معنی ہیں کہ کیا اُسکے دونوں ہاتھوں نے آگے
بھیجا تھا اُسکو دیکھ لیگا اس سے مراد اُسکی کوشش ہے مگر ہاتھ دنیا میں ہر کام کا ذریعہ ہیں اِس لیئے ہاتھوں کی طرف منسوب کرنا ایک محاورہ ہے۔
پھر جب وہ پردہ کھلجاویگا اور کافر اپنے کفر اور بداعمال کو ہیبتناک صورتوں میں دیکھے گا کہ اُسکے ہلاک کرنے پر تیار ہیں اور کوئی ٹھکانا اور پناہ نہ پاویگا تو یقول
الکافر وہ کافر کہیگا یالیتنی کنت ترابا کہ اے کاش میں خاک ہوا ہوتا یا خاک ہوجاتا اور انسان نہ پیدا ہوتا جو آج اِس مصیبت کو نہ دیکھنا پڑتا اور مجھسے کوئی گناہ نہ ہوتا
انسان کے جسم کی اصل خاک ہے کیونکہ غذاؤں سے نطفہ بنا اور غذائیں خاکی چیزوں سے بنیں تو ایسے وقت اپنی اصل حالت کی آرزو کریگا کہ کاش میں خاک
ہی رہتا انسان نہ بنایا گیا ہوتا۔ اتنے ہیر پھیر کر انسان بنے اور یہ مصائب دیکھنے میں آئے۔ اور اپنے جسم کا مآل کار بھی انسان خاک ہی دیکھتا ہے
کہ مر کر سب کچھ خاک ہوجاتا ہے اس جہان میں روح کے زندہ و باقی ہونیسے جب یہ بلائیں دیکھیگا تو آرزو کریگا کہ اے کاش خاک ہوجاتا روح باقی نہ رہتی۔
عبد بن حمید و ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن المنذر و بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ قیامت کے روز خدا تعالی حیوانات کا حساب لیکر
نیک و بد کا بدلہ دیکر حکم دیگا کہ سب خاک ہوجاؤ وہ سب خاک اور نیست ہوجاوینگے اُس وقت کافر آرزو کریگا کہ اے کاش میں بھی خاک ہوجاتا زندہ
نہ رہتا۔ ابتدا خاک تھی اور انتہا بھی خاک ہے ، ہر اعتبار سے آرزو خاک بنجانے یا ہو رہنے کی کریگا۔
ف بعض صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ کافر کے اس قول سے کہ کاش میں خاک ہوتا یہ مراد ہے کہ کاش دنیا میں خاک ہوتا تکبر و غرور نکرتا خاکسار
بنکر احکام الٰہی مانتا بعض فرماتے ہیں کہ کافر سے مراد خاص ابلیس ہے کہ وہی سب کافروں کا پیر و مرشد ہے جب وہ حضرت آدم اور اُنکی نسل کو
جو خاک سے پیدا ہوئے ہیں دیکھیگا کہ حق سبحانہ نے اُنکو کیا کیا عزت بخشی تب آرزو کرے گا کہ کاش میں بھی خاک سے پیدا ہوتا آگ سے نہ بنتا
جس پر میں نے فخر کیا تھا خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔
ف واضح ہو کہ کافر کا حال بیان فرمایا مؤمن گنہگار کا ذکر نہیں کیا۔ اِس لیئے کہ مؤمن کے اعمال بد نے گو اُس میں تاریکی پیدا کردی تھی لیکن
اُسکے ایمان اور اعتقاد صحیح نے بھی اُس میں ایک بڑی نورانی ہیئت پیدا کردی ہے۔ کشاکش کے بعد انجام کار نور ایمان ظلمت اعمال بد پر غلبہ
پاویگا اور وہ ہیئت ظلمانیہ گھٹا کی طرح پھٹ جاویگی جب کہ آفتاب ایمان کا نور چمکے گا اِس لیئے وہ بھی انجام کار نجات پاوینگے برخلاف کافر کے
کہ وہاں نور کا نام بھی نہیں۔ اللھم نورنا بنور الایمان والعرفان

سورۂ والنازعات مکیہ ہی اسمیں چھیالیس آیات دو رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرۡقًا ۙ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشۡطًا ۙ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبۡحًا ۙ فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا ۙ فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ۘ

قسم ہے گھسیٹ لانیوالوں کی گھسکر اور گرہ کھولدینے والونکی جھٹ پٹ اور تیرنے والوں کی خوب طرح سے پھر دوڑنے والوں کی بڑھکر پھر کام کے بندوبست کرنے والوں کی

ترکیب

للقسم جارۃ النازعات مجرور مقسم بہا والناشطات والسابحات عطف علیہ بالواو فالسابقات فالمدبرات عطف بالفاء لکونہا مسببۃ عن التی قبلہا کانہ قیل واللاتی یسبحن فیسبقن کما تقول قام فذہب فضرب وانتصاب غرقا علی انہ مصدر محذوف الزوائد ای اغراقا او علی الحال ای ذوات اغراق یقال اغرق فی الشئ یغرق فیہ اذا اوغل فیہ وبلغ غایتہ وکذا نشطا وسبحا وسبقا مصدر والنصب علی انہا مفعول مطلق وامرا مفعول بہ وقیل حال ای یدبرن مامورات وجواب القسم محذوف ہو عند الفراء لتبعثن وقال الاخفش والزجاج لننفخن فی الصور نفختین وقال الکسائی الجواب المحذوف ہو ان القیامۃ واقعۃ والدلیل علی جمیع الاقوال ما بعدہا من الآیات۔ وقیل الجواب مذکور ثم فیہا اقوال الاول انہ قولہ قلوب یومئذ واجفۃ والثانی ہو ہل اتاک حدیث موسیٰ الثالث ہو قولہ تعالیٰ ان فی ذلک لعبرۃ لمن یخشیٰ

تفسیر

ابن عباس وابن الزبیر فرماتے ہیں کہ یہ سورہ بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے اس میں چھیالیس آیات دو رکوع ہیں۔ مناسبت اس سورت کو سورۂ عم یتساءلون سے یہ ہے کہ اس سورہ میں کفار کا سوال مع جواب مذکور تھا جو وہ قیامت کے بارہ میں انکار کے طور سے کیا کرتے تھے اس سورہ میں قیامت کے مبادی قسم کے طور سے ذکر فرما کر بعد میں قیامت اور اس جہان باقی کی مجملاً کیفیت بیان فرمائی تاکہ ان نادانوں کو معلوم ہو کہ قیامت دور نہیں کیونکہ اسکے مبادی یعنی موت اور اسکے سامان بہت قریب ہیں اور یہ موت قیامت کا دروازہ ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ من مات فقد قامت قیامتہ جو مر گیا اسکی قیامت برپا ہو گئی اور نیز ان پانچ چیزوں کی قسم کھا کر موت کی کیفیت بھی بیان فرما دی کہ بدوں کی روح کھینچکر اور گھسیٹ کر انکے جسم سے نکالی جاتی ہے اور غافل و مست شہوات دنیا کو یوں فرشتے گھسیٹ کر لیجاتے ہیں اور نیکوں کی روح کی جسم سے گرہ کھولدیجاتی ہے گویا وہ اس عالم کی مشتاق تھے خصوصاً جبکہ نزع میں وہاں کی کیفیت سے وہ خبردار ہو چکے تھے تو اس تن کے پنجرے میں اسطرح تڑپتے اور پھڑپھڑاتے تھے کہ جس طرح مرغ چمن جو پنجرے میں بند ہو چمن دیکھکر اور مرغان چمن کی آوازیں سنکر تڑپا اور پھڑپھڑایا کرتا اور مشتاق ہوتا ہے کہ جلد قفس کا دروازہ کھولدیا جاوے تو اڑ جاؤں ؎ آوازمن برسانید بمرغان چمن ٭ کہ ہم آواز شما در قفسے افتادست ٭ یہی حال مومن کا ہوتا ہے پھر فرشتے اسکی گرہ اور قفس کا دروازہ کھولدیتے ہیں پھر وہ ارواح طیبات اڑتی ہوئی اور ایک دوسرے سے تیزروی کرتی ہوئی عالم قدس میں جا پہونچتی ہیں ؎ خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم ٭ راحت جان طلبم وسوئے جاناں بروم ٭ در ہوائے رخ تو ذرہ صفت رقص کناں ٭ تا لب چشمۂ خورشید درخشاں بروم ٭ پھر اس عالم میں ملائکہ انکے لیے انکے درجات کے موافق عیش جاودانی کا سامان و انتظام کرتے ہیں۔ سبحان اللہ پانچ چیزوں کی قسم کھا کر

قیامت کا برپا ہونا بیان فرمایا مگر ان پانچ چیزوں کے ذکر سے نفوس بشریہ کو اُس عالم کا مشتاق بنا دیا اور اُن میں سے بدکاروں اس خسیس جہان پر شیدا ہو کر یہیں بسیر جانے والوں کو تہدید بھی کر دیا اور بتا دیا کہ خود نہ جاؤ گے تو گھسیٹ کر فرشتے بُری حالت سے لیجائیں گے یہاں رہنا نہیں ہوگا۔

یا یوں کہو کہ اُس سورہ میں اُنکے سوال قیامت کے درجواب یوں فرمایا تھا فتاتون افواجا کہ تم گروہ گروہ اور جماعت جماعت ہو کر عدالت میں حاضر ہو گے

اب یہاں اس سورہ کے مطلع یعنی شروع میں پانچ چیزوں کی قسم کھا کر ان پانچ صفات کی طرف اشارہ کر دیا کہ جنکے سبب ہر نیک و بد کو اپنے مراتب سعادت وشقاوت میں دوسرے سے امتیاز ہے اور ہر ایک صفت کا ایک گروہ ہوگا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نفوسِ انسانیہ جب سعادت کیطرف عروج کرنا چاہتے ہیں تو انکو یہ پانچ مرتبے طے کرنے پڑتے ہیں انکے بعد اُس مقصود کو پہنچتے ہیں **اوّل** مرتبہ یہ کہ جو چیزیں آسکے اس مقصود کے خلاف اور اُسکے لیئے حائل و مانع ہیں اور انکی طرف اسکی طبیعت مائل ہے تو اسکو ضرور ہے کہ طبیعت کو کھینچکر اور نفس کو گھسیٹ کر اُدھر سے لاوے اور اپنے مطلب کی تحصیل میں کوشش کرے اس مرتبے کو والنازعات غرقا سے تعبیر کیا۔ شہوات و لذات کے روکنے میں یہ حالت زیادہ واقع ہوتی ہے۔ شرع میں اسکو مجاہدہ کہتے ہیں۔ ہر کام میں جسکے کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے اول مجاہدہ اور سچی کوشش اور بڑی عرق ریزی درکار ہے سست اور ہوا و ہوس کے بندے نہ کبھی دنیاوی مقاصد میں کامیاب ہوئے ہیں نہ دینی میں۔ بادشاہوں کو ملک گیری میں پہاڑ اور دشوار گزار جنگل طے کرنے پڑے ہیں گرمی سردیوں کی تکالیف اُٹھائی ہیں۔ علم حاصل کرنے میں علماء نے بڑی بڑی عرق ریزیاں کی ہیں۔ اولیاء اللہ نے بڑی شدید ریاضتیں کی ہیں سالہا راتوں جاگے ہیں نفس سے لڑائیاں کی ہیں چلّے کھینچے ہیں۔ **دوسرا** مرتبہ یہ ہے کہ ان ریاضات اور مشقتیں اُٹھانے کے بعد ایک ملکہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس کام میں ایک نشاط و سرور معلوم ہونے لگتا ہے اور اشتیاق پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اب ان موانع و شہوات کے مقابلے نہیں کرنے پڑتے میدان صاف ہو جاتا ہے اس کو نشاط کہتے ہیں اور اس مرتبہ کو والناشطات نشطا سے تعبیر فرمایا اہل اللہ کے نزدیک اِس حالت کا نام جو ریاضات و مجاہدات کے بعد پیدا ہوتی ہے شوق و ذوق ہے یہی شوق بڑی بڑی مشکلوں کو آسان کر دیتا ہے **تیسرا** مرتبہ یہ ہے کہ اُس شغل میں پوری مہارت پیدا ہو جاتی ہے اور بے تکلف وہ کام اُس سے سرزد ہونے لگتا ہے اِس مرتبہ کو والسابحات سبحا سے تعبیر فرمایا کہ اچھی طرح تیرنا کس لیئے کہ تیرنے والا کسی آڑ بغیر بے کھٹکے سیر کرتا ہے اس مناسبت سے اِس مرتبہ کو سباحت کہتے ہیں۔ اہل سلوک کے نزدیک اس کا نام سیر احوال و مقامات ہے۔ اب یہاں سے شاہد مقصود تک رسائی شروع ہوتی ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پوچھے آپ نے فرمایا کہ آپ کا خلق قرآن ہے یعنی قرآن پر عمل کرنا آپکے لیئے بے کلفت و مشقت ہے۔

چوتھا مرتبہ یہ کہ اپنے ہمت و فکر سے اس شغل میں بڑھجاوے یہ سب سے آگے دوڑے اس حالت کو فالسابقات سبقا سے تعبیر فرمایا اور یہ اعلیٰ کمال ہے۔ صوفیہ کرام کے نزدیک اسکا نام طیران عروج ہے اس کے بعد **پانچواں** مرتبہ یہ ہے کہ جمیع مراتب کمال کو طے کر کے دوسروں کی تکمیل کرنے لگے اور لوگوں کا اس کام میں مقتدا و مرشد ہو جاوے اور اس مقصود کے طالب اس سے رجوع کریں۔ اس مرتبہ کو فقراء کے نزدیک رجوع و نزول و دعوۃ الخلق الی الحق کہتے ہیں۔ اِس مرتبہ کو اس عبارت سے تعبیر فرمایا۔ فالمدبرات امرا۔

چونکہ ہر ایک مرتبہ عمدہ ہے اس لیئے انکی قسم کھاتا ہے۔ اور بھی مضامین ہیں اس سورہ کو سورہ عم یتساءلون سے مناسبتیں ہیں۔ اب ہم آیات کی

تفسیر بیان کرتے ہیں والنازعات غرقاً نزع کشیدن چیزے از جائے خود و بر کندن و مانند شدن بہ پدر و کشیدن کمان یقال نزع فی القوس ای مدہا و فلان فی النزع ای فی قلع الحیوٰۃ۔ نزاع آرزو مند شدن یقال نزع الی اہلہ نزوع پر داختن از کار (ع ف اک ۱۲) بیزروع بالفتح ونزیع چاہ کہ قعر او نزدیک باشد (از صراح) غرق آب از سر گذشتن و سخت کشیدن کمان را و مبالغت کردن در مدح و ذم و جز آن۔ استغراق فرا گرفتن ہمہ را۔ اغتراق در آمیختن اسپ با اسپان دیگر۔ صراح۔ نازعات نازعۃ کی جمع ہے جو اسم فاعل ہے اور غرقاً مصدر ہے ان دونوں لفظوں کے کئی معنے ہیں اس لیئے یوں بھی معنے ہوئے کہ قسم ہے انکی جو کھینچتے ہیں ڈوب کر۔ یا یوں کہو قسم ہے انکی جو کمان کھینچتے ہیں زور سے یا یوں کہو قسم ہے انکی جو سخت آرزو مند ہیں۔ یا یوں کہو قسم ہے انکی جو اپنے کام سے بالکل فارغ ہونے والے ہیں۔

ہر ایک معنی پر کلام طویل ہے۔ پہلے معنے کہ جو کھینچتے ہیں ڈوب کر۔ اس میں متعدد اقوال ہیں۔ جمہور کہتے ہیں کہ نازعات سے مراد وہ فرشتے ہیں جو جان نکالتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرشتوں کی قسم کھاتا ہے جو اسکی بہتر مخلوق ہے اور ان میں سے بالخصوص اُن فرشتوں کی جو روح کھینچتے ہیں گھس کر۔ اس سے کفار کی جان کنی مراد ہے کہ انکی روح عالم آخرت کے مصائب سے ڈر کر اُنکے بدن میں ادھر اُدھر تمام اطراف و جوانب میں چھپتی پھرتی ہے اس لیئے وہ ملائکہ بھی اُنکے اجسام میں گھسکر روح نکالتے ہیں۔ اسی طرح نشطٰت۔ سبحٰت۔ سبقٰت۔ مدبرٰت سے بھی مراد ملائکہ ہیں جنکو باعتبار اُنکے صفات و حالات کے مختلف صفات سے تعبیر فرمایا اور اسی تغایر وصفی کو تغایر ذاتی کیطرح عطف کا باعث سمجھنا چاہیئے۔

اِس تقدیر پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ نازعات وغیرہ مؤنث کے صیغے ہیں اور فرشتہ مؤنث نہیں بلکہ خدا پاک نے کفار کو فرشتوں کے مؤنث کہنے میں الزام دیا حیث قال وجعلوا الملائکۃ الذین ہم عباد الرحمٰن اناثا الآیہ

اس کا جواب یہ ہے کہ عرب کی زبان میں جمع اور جماعات کو بصیغہ مؤنث تعبیر کرتے ہیں اور ملائکہ سے اشخاص مراد نہیں بلکہ جماعات۔

بعض کہتے ہیں کہ نازعات غرقاً سے مراد ستارے ہیں اور یہ حسن بصری کا قول ہے اور انکو نازعات باعتبار طلوع کے کہتے ہیں کہ وہ اپنے آپکو کھینچکر اُوپر لاتے ہیں اور غرقاً سے اشارہ اُنکے غروب کی طرف ہے۔ اِس میں اپنے عجائب قدرت اور عالم کے عروج و نزول اور فنا و بقا پر اپنا قادر ہونا ثابت کر کے یہ دکھایا جاتا ہے کہ آئندہ بنی آدم ہم قیامت برپا کرنے پر بھی قادر ہیں اور یہ کہ جب یہ روشن اجسام غروب کرتے ہیں تو پھر تمہارا غروب یعنی فنا و موت کیا بات ہی اور پھر جس طرح غروب کے بعد یہ طلوع کرتے ہیں قیامت کے روز تم بھی بار دگر طلوع کروگے اور اسی طرح نشطٰت وغیرہا سے بھی مراد ستارے ہیں باعتبار اُنکے اوصاف کے۔ اور ایک جگہ ستاروں کی نسبت یوں بھی آیا ہے وکل فی فلک یسبحون اِس تقدیر پر مدبرات امرا سے ستارے مراد لینے میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ تدبیر اُمور حق سبحانہ کے ہاتھ میں ہے نہ ستاروں کے اِس لیئے اکثر مفسرین نے یہ کہا کہ اس اخیر جملہ سے مراد ملائکہ کرام ہیں وہ خدا تعالیٰ کیطرف سے ارضی و سماوی معاملات کے سرانجام دینے پر مامور ہیں۔ مگر ستاروں کے مدبرات ہونیکی یہ توجیہ بھی ہو سکتی ہے کہ حرارت و برودت شعاع و ضیا کی وجہ سے انکی تاثیرات زمین پر پڑتی ہیں پھل پکتے ہیں پھول آتے ہیں وفیہ ما فیہ

بعض کہتے ہیں ان پانچوں کلمات سے مراد ارواح ہیں۔ پس نازعات سے مراد وہ ارواح ہیں جو اس عالم سفلی اور ظلمانی پر مبتلا ہیں اس لیئے انکا جسم سے فراق نزع شدید ہے یعنے کھینچکر اور گھسیٹ کر سختی سے دور کیئے جاتے ہیں اور جو ارواح علائق جسمانیہ سے الگ ہیں اور انکو عالم علوی کا از حد اشتیاق ہے وہ بہت جلد اُدھر کو جسم چھوڑکر روانہ ہوتی ہیں انکی اس سیر کو نشط اور سباحت سے تعبیر کیا پھر ان میں بھی درجات شفاف

بعض کہتے ہیں

ہیں بعض اور بھی سریع السیر ہیں جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی ارواح طیبات اور ان میں سے بعض عالم علوی کے مدبر امور بھی ہیں چنانچہ احادیث صحیحہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے آگے جاتا ہوں کہ تمہارے لیے تیاریاں کروں اور اسی طرح سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس عالم میں ارواح مؤمنین کے مربی و مدبر امور ہیں۔ بلکہ جو لوگ ایمان و اعمال صالحہ سے منور ہو کر اس جہان میں جاتے ہیں وہ اپنے ان آنیوالے عزیزوں محبوں کے لیے جنت میں تیاریاں کیا کرتے ہیں۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضرات اولیاء و انبیاء کی ارواح پاک گروہ ملائکہ میں ملجاتی ہیں پھر ملائکہ کی طرح وہ بھی تدبیر عالم سفلی میں مصروف ہوتی ہیں پہلی امتوں نے جو حضرات انبیاء و اولیاء کرام و ملائکہ عظام کی پرستش اور ان سے نذر و نیاز کر کے اپنے مقاصد کا سرانجام چاہنا دستور کر لیا تھا غالباً وہ اسی خیال سے تھا جسکو اسلام نے رد کر دیا اور بتادیا کہ گو وہ مامور ہیں مگر کرتے وہی ہیں جو حکم الٰہی ہوتا ہے نہ وہ کسی کی نذر و نیاز سے خوش ہوتے ہیں نہ پکارنے دہائی دینے پر انکے کام بناتے ہیں وہ حق سبحانہ کی مرضی کے تابع محض ہیں ان کا ذاتی ارادہ و اختیار ان معاملات میں کچھ بھی نہیں۔

بعض کہتے ہیں یہ پانچوں کلمات غازیوں کے گھوڑوں کی بابت ہیں۔ نازعات وہ گھوڑے جو گردن کھینچکر اور بلند کر کے چلتے ہیں اور وہی نشطت ہیں یعنی دارالاسلام سے نکلکر دارالحرب کی طرف جانے والے ماخوذ ہے قول عرب سے ثور ناشط اذا خرج من بلد الی بلد اور وہی سبحت ہیں دوڑنے کو سباحت سے تعبیر کیا کرتے ہیں اور اسی لیے تیز رو گھوڑوں کو سبوح کہتے ہیں اور وہی سبقت ہیں کہ ایک دوسرے سے آگے دوڑ کر دشمن کے سامنے جاتے ہیں اور انجام کار یہی تدبیر امر یعنی فتح و ظفر کرتے ہیں اور یہ اسناد مجازی ہے کہ ان ہی کے سبب دشمن پر فتح و غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ ابومسلم اصفہانی کہتے ہیں کہ ان پانچوں کلمات سے مراد غازی ہیں پس نازعات غازیوں کے ہاتھ ہیں اور نشطت ان کے تیر ہیں جو انکی کمانوں سے شپاشپ چھوٹتے ہیں اور سبحت انکے گھوڑے ہیں جو اس موقع پر دھاوا کرتے ہیں اور وہی سبقت ہیں کہ بڑھکر دشمن تک پہنچتے ہیں اور ان ہی کو مجازاً باعتبار انجام فتح و ظفر کے مدبرات کہا گیا ہے۔ والنشطت نشطاً۔ نشط۔ نشاط بالفتح شادمانی نمودن و گرہ کشادن نشیطہ آنچہ غزاۃ در راہ یا بند از غنیمت ناشط گاؤ دشتی۔ نشط گزیدن مار و بردن اندوہ و آب برکشیدن از چاہ بے بکرہ و گرہ آسان بستن۔ نشوط چاہ کہ دلو از وے بسیار کشیدن بر آید و ایضاً نوعے از ماہی۔ از صراح۔ ان لغوی معانی کے لحاظ سے ہر ایک توجیہ چسپاں ہو سکتی ہے۔

والسبحت سبحاً سبح۔ سباحہ بالفتح والکسر شناوری کردن سبح تصرف کردن در معاش قولہ تعالیٰ ان لک فی النہار سبحاً طویلا۔ و رفتار اسپ فرس سابح۔ سبحہ بالضم مہرہا کہ عدد تسبیح بوے گیرند۔ و نماز و ذکر تسبیح پاکی و بپاکی یاد کردن سبحان اللہ معناہ التنزیہ للہ نصب علی المصدر یہاں بھی معنی مناسب چسپاں کر لینے چاہئیں فالسبقت فالمدبرات کے معنے ظاہر ہیں اول سبقت یعنی پیش روی اور آگے بڑھنا اور دوسرے کے معنے تدبیر کرنا آگے بڑھنے والوں تدبیر کرنیوالوں کی قسم کھاتا ہے مگر سب سے اول معنی صاف ہیں یعنی قسم ہے اس جماعت کی جو اپنے نفس کو کسی کام میں کھینچتے ہیں یعنی کوشش و سرگرمی کرتے ہیں اور قسم ہے اس جماعت کی جو نیک کاموں میں نشاط و شوق پیدا کرتے ہیں اور قسم ہے اس جماعت کی کہ نیک کاموں میں دوڑتے ہیں پھر اس جماعت کی قسم جو اس دوڑ کے بعد آگے بڑھتے ہیں سبقت کرتے ہیں پھر اس جماعت کی قسم جو ان مراتب سے فارغ ہو کر لوگوں کی تکمیل و رہنمائی کی تدبیر کرتے ہیں اور چونکہ یہ اخیر دونوں جماعت پہلی تینوں جماعت سے بالاتر ہیں اس لیے ف لائی گئی جسکو تعقیب کہنا چاہیے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ قُلُوبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۝ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝ يَقُوْلُوْنَ

جس دن کہ لرزے لرزنے والی (زمین) اس کے بعد پھر لرزہ ہو کتنے ایک دل اس روز دھڑکتے ہونگے انکی آنکھیں نیچی ہونگی کہتے ہیں

ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝ فَاِنَّمَا هِيَ

کہ کیا ہم لوٹائے جاوینگے پہلی حالت میں ارے اسوقت کہ جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہوجاوینگے کہتے ہیں تب تو یہ پھر آنا بڑا ہی ٹوٹا ہے پھر وہ واقعہ

زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝

صرف ایک ہی ہیبتناک آواز تو ہے پھر تو وہ اسیوقت میدان میں آموجود ہونگے

جاگ جاوینگے

ترکیب

یوم منصوب بالجواب المضمر والتقدیر لیبعثن یوم ترجف الراجفۃ اے فی الوقت الواسع الذی یحصل فیہ النفختان وقیل منصوب باذکر اول علیہ قلوب یومئذ واجفۃ ای یوم ترجف وجفت القلوب۔ والرجفۃ الحرکۃ والاضطراب یقال رجف یرجف اذا اضطرب ومنہ قولہ تعالیٰ یوم ترجف الارض والجبال وقیل الھدۃ المنکرۃ والصوت الہائل من قولہم رجف الرعد یرجف رجفا ورجیفا ومنہ قولہ تعالیٰ فاخذتہم الرجفۃ فعلی ہذا الراجفۃ صیحۃ عظیمۃ تتبعہا الرادفۃ الجملۃ منصوب علی الحال من الراجفۃ والمعنی لیبعثن یوم النفخۃ الاولی حال کون النفخۃ الثانیۃ تابعۃ لہا۔ والرادفۃ کل شئی جاء بعد شئی آخر یقال ردفہ ای جاء بعدہ قلوب مبتدا یومئذ منصوب بواجفۃ وہی صفۃ لقلوب ابصارہا مبتدا ثان خاشعۃ خبرہ والجملۃ خبر الاول۔ والضمیر فی ابصارہا راجع الی اصحاب القلوب۔ وجف۔ وجیف طپیدن دل و تیز رفتار شتر وعیع ف ک (؟) ایجاف راندن شتر براں رفتار ومنہ قولہ تعالیٰ فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب۔ ءانا الجملۃ الاستفہامیۃ مقولۃ یقولون الحافرۃ عند العرب اول الشئی وابتداء الامر ومنہ قولہم رجع فلان علی حافرتہ ای علی الطریق الذی جاء عنہ والمراد الحالۃ الاولی واصل الحافرۃ الطریقۃ حفرہا اے اثر فیہا بمشیتہ فیہا جعل اثر قدمیہ حفرا فہی فی الحقیقۃ محفورۃ الا انہا سمیت حافرۃ کما فی عیشۃ راضیۃ وماء دافق۔ احتفار زمین کندن حفرہ بالضم کندہ حافر سم ستور حافرہ اول ہر چیزے (صراح) ءاذا کنا الجملۃ تاکید للانکار والعامل فی اذا مضمر یدل علیہ مردودون قرء الجمہور نخرۃ وقرء حمزۃ والکسائی ناخرۃ قال الاخفش ہما لغتان ای معناہما واحد۔ وقیل ان الناخرۃ غیر النخرۃ لان الناخرۃ من النخیر بمعنی الصوت کنخیر النائم والمخنوق فہی العظام الفارغۃ التی یحصل من ہبوب الریح فیہ صوت والنخرۃ من نخر العظام ینخر فہو نخر کعفن یعفن عفن اذا بلی وصار لو لمسۃ لتفتت تلک مبتدا کرۃ خاسرۃ خبرہ الساہرۃ وجہ الارض قال الفراء سمیت بہا لان فیہا نوم الحیوان وسہرہم وقیل الساہرۃ ارض بیضاء

تفسیر

ان مذکورۂ بالا چیزوں کی قسمیں کھا کر فرماتا ہے کہ اے منکرین قیامت تم اس کا کیا انکار کرتے ہو تم ضرور مرنے کے بعد بار دیگر حساب کے لیئے زندہ کیئے جاؤگے یوم ترجف الراجفۃ اس روز کہ لرزنے والی چیزیں لرزیں یعنی زمین اور پہاڑ ہلیں اور تتبعہا الرادفۃ پے درپے لرزہ اور زلزلہ آوے یہ نفخ صور اول کے وقت ہوگا کہ زمین ہلجاویگی اور پے درپے لرزے آکر یہ تمام دنیا نیست و نابود ہوجاویگی اس کے بعد بار دگر پھر ایک انسان زندہ ہوگا۔ ابتدائے نفخ صور اول سے لیکر نفخ ثانی تک ایک متصل زمانہ ہے اس لیئے اس میں زندہ ہونا صحیح ہوسکتا ہے ورنہ صرف نفخ اول صور میں تو کوئی زندہ نہوگا بلکہ زندہ لوگ مرجاوینگے

ابن عباس فرماتے ہیں یوم ترجف الراجفۃ سے مراد وہ بڑی ہیبتناک آواز ہے جو نفخۂ اولی کے وقت ہوگی جس سے زمین و آسمان وحوش وطیور حیوان و انسان نیست ونابود ہو جاوینگے۔ اور تتبعہا الرادفۃ سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے یعنے بار دگر صور پھونکنا جس سے تمام حیوان و انسان بار دگر زندہ ہونگے اور ان دونوں نفخ صور میں بمقدار چالیس برس کا زمانہ ہوگا۔ اور رادفہ اس لیئے بار دگر صور پھونکنے کو کہتے ہیں کہ وہ اول کے بعد ہے۔ اور ایک شے سے بعد کی چیز کو رادفہ کہتے ہیں اور گھوڑے پر دو شخص بیٹھنے والوں میں سے اخیر کو ردیف کہتے ہیں۔

امام احمد و ترمذی وحاکم وغیرہ نے ابی بن کعب رضہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب چوتھائی رات گزر چکتی تھی تو فرمایا کرتے تھے اے لوگو اللہ کو یاد کرو۔ راجفہ آئی اس کے پیچھے رادفہ آتی ہے۔ موت اور اسکے سامان قریب آپہنچے۔ ابوہریرہؓ سے نقل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے یوم ترجف الراجفۃ تتبعہا الرادفۃ کہ زمین اور جو اس پر ہے ہلیں گے کہ جس طرح کشتی ڈگمگایا کرتی ہے (اخرجہ ابوالشیخ وابن مردویہ والدیلمی) ابومسلم ان دونوں جملوں سے قیامت کے احوال مراد نہیں لیتے بلکہ راجفہ ورادفہ سے مراد مشرکوں کے گھوڑے۔

پھر جب یہ حالت ہوگی تو اس روز قلوب یومئذ واجفۃ بہت دل دھڑکتے ہوں گے کس لیئے کہ عمر رائگاں گئی۔ پھر عمل کرنے کا موقع نہیں رہا۔ برے اعمال اور خیال کا نتیجہ سامنے آیا۔ جہنم جوش مار رہی ہے۔ احکم الحاکمین کی طرف سے دار و گیر ہو رہی ہے۔ اور ایسی حیرت و دہشت طاری ہوگئی وابصارہا خاشعۃ کہ انکی آنکھیں شرم کے مارے نیچی ہونگی۔ ان مصائب کو دیکھ نہ سکیں گے خوف کے وقت جبکہ سامنے مہلک سامان موجود ہوتے ہیں تو ملزم آنکھ بند کر لیتا ہے اور شرمندگی سے بھی آنکھیں نیچی ہو جاتی ہیں۔

قیامت کا حال بیان فرما کر کفار کے اقوال نقل کرتا ہے کہ وہاں تو یہ حالت ہوگی اور وہ وقت قریب آلگا ہے اور یہ لوگ اب اس دنیا میں غفلات ولذات کے نشہ اور جہالت کی تاریکی میں کس غرور سے یقولون ءانا لمردودون فی الحافرۃ کہتے ہیں کہ کیا ہم بار دگر پھر اس حالتِ حیات کی طرف لوٹائے جائیں گے یعنے کیا مرکر ہم بار دگر زندہ کیئے جاوینگے! یہ کہنا ان کا تمسخر اور غرور کی وجہ سے تھا۔ ءاذا کنا عظاما نخرۃ ارے کیا جب ہماری ہڈیاں بوسیدہ اور چورا چورا ہو جاوینگی اس کے بعد پھر زندہ ہونگے؟ یہ انکی ناقص سمجھ میں محال بات تھی اور اسکو خدائے قدیر کی قدرت سے باہر جانتے تھے قالوا تلک اذا کرۃ خاسرۃ کہتے ہیں تب تو یہ بار دگر جینا بڑے نقصان کی بات ہے۔ یعنی اگر مدتوں کے بعد زندہ بھی ہوئے تو یہ زندگی نقصان کی ہوگی۔ کس لیئے کہ اتنی مدت میں کوئی عضو کہیں گیا ہوگا کوئی کہیں پھر جو کوئی زندہ ہوا تو کسیکی انگلی نہ ہوگی کسی کے پاؤں نہ ہونگے کوئی اندھا ہوگا کسی کے بال نہ ملینگے وغیرہ وغیرہ اور نیز اقارب بھی اس حالت میں نہ ہونگے۔ اور دنیا میں جو کچھ کمایا تھا وہ بھی نہ ہوگا اور نیز اس لیئے بھی کہ ہمنے قیامت کے منکر رہکر اعمالِ صالحہ وایمان سے غفلت اختیار کی اور آج انکی پرسش ہو رہی ہے اور ہم خالی ہاتھ رہے۔ الحاصل ان وجوہ سے اس زندگی کو خاسرہ سمجھتے تھے یعنی اگر تسلیم بھی کر لیا جاوے کہ بار دگر زندہ ہونگے تو وہ زندگی ناقص ہوگی۔ اور یہ اس حکیم وقدیر کی شان سے بعید ہے اس لیئے بھی وہ اس بار دگر زندہ ہونے کو محال جانتے تھے اور اس پر یہ دلیل لاتے تھے۔ ان کے جواب میں اس کا امکان بلکہ وقوع بتلاتا ہے فقال انما ہی زجرۃ واحدۃ کہ یہ کرہ یعنے بار دگر جینا کچھ مشکل نہیں صرف ایک سخت آواز یعنی نفخ صور سے ہو جاوے گا کوئی حالتِ منتظرہ نہ ہوگی فوراً ہر ایک بدن تیار ہو جاوے گا۔ اور اجزاء بدن مجتمع ہونگے۔ اسی وقت ان ابدان سے ارواح کو متعلق کر دیا جاوے گا

گویا سوتے جگا دیا۔ اس لیے فرماتا ہے فاذاہم بالساہرۃ کہ پھر تو جب ہی وہ یعنی انکی روحیں انکے بدنوں سے متعلق ہو جاوینگی اور جاگ جاوینگی۔ یا یوں کہو فوراً وہ میدان میں حاضر ہو جاوینگے۔

اول

اول[1] معنے چسپاں تر ہیں کس لیے کہ اس زندگی کے بعد جو موت طاری ہوتی ہے اس کو خواب سے تشبیہ تام ہے چند وجوہ سے۔ اول یہ کہ جسم سالم اور صحیح موجود ہوتا ہے اور خواب کی وجہ سے بیکار ایک جگہ پڑا رہتا ہے نہ چلتا پھرتا ہے نہ کسی سے بات چیت کرتا ہے نہ کھاتا پیتا ہے نہ کسیکو جواب دیتا ہے۔ یہاں کچھ ہی ہوا کرے اسکو اسکی کچھ بھی خبر نہیں ہوتی۔ یہی حال موت سے ہو جاتا ہے وہی جسم ہے وہی اس کے اعضاء ہیں مگر ایک تختہ سا پڑا ہے نہ اب اسکو جورو بچوں کی پرواہ ہے نہ کسی یار دوست کی۔ نہ دنیا کے زر و جواہر مرغوب چیزوں کی جن کے لیے مارا مارا پھرتا تھا۔ نہ ان سے متمتع ہو سکتا ہے سب بیکار پڑا ہے۔ اور جس طرح خواب میں اسپر بہت کچھ واقعات گزرتے ہیں کہیں باغوں کی سیر کرتا پھرتا ہے۔ دوستوں سے ملکر لطف صحبت اٹھاتا لذت و سرور پاتا ہے۔ کہیں کسی مکان تنگ میں بند کیا جاتا ہے مار پیٹتی ہے۔ سانپ بچھو ڈستے ہیں روتا پیٹتا ہے چیختا ہے چلاّتا ہے پاس والوں کو کچھ بھی خبر نہیں ہوتی نہ جسم پر ان خواب کی راحتوں یا تکلیفوں کا کچھ اثر نمودار ہوتا ہے۔ نہ خواب کی حالت میں ان خواب کے واقعات کو فرضی اور خیالی سمجھتا ہے بلکہ اصلی بلکہ خواب کو بھی خواب بیدار ہوکر سمجھتا ہے۔ خواب میں تو اسی عالم کو اصلی حالت اور سچے واقعات سمجھتا ہے یہی حال میت کا ہے۔ جب اس پر ادھر سے بیہوشی ہوئی اور دوسرا عالم منکشف ہوا اور فرشتوں سے آمنا سامنا ہو گیا پھر کوئی بہاریں لوٹ رہا ہے۔ ملائکہ پاک صورت و حوریان مہر طلعت سے باتیں کر رہا ہے۔ انکے جلسوں میں بیٹھا ہوا ہے باغ قدس کی بہاریں دیکھ رہا ہے۔ کسی پر وہاں گرز پڑ رہے ہیں جہنم کی لپٹیں اس کو کھائے جاتی ہیں۔ مکان تاریک و تنگ میں محبوس ہے سانپ بچھو ڈس رہے ہیں روتا ہے چلاّتا ہے۔ مگر اس کے جسم پر کوئی اثر نہیں نہ جسم کے دیکھنے والوں کو کچھ دکھائی دیتا ہے۔ پھر جس طرح خواب سے بیدار ہونے والا پھر ایک دوسرے عالم میں آتا ہے اور یہاں کے حالات دیکھ کر اس عالم کو عالم خواب و خیال سمجھتا ہے۔ اسی طرح مُردے جب سخت آواز سے خواب عدم سے جگا کر بیدار کیے جاویں گے تو ایک اور زندگی دیکھیں گے اور اٹھکر کہیں گے من بعثنا من مرقدنا کہ کس نے سوتے ہوئے ہم کو جگا دیا؟ اس لیے بار دگر زندگی کو زجرۃ واحدۃ ایک تند آواز سے وابستہ کیا۔ جیسا کہ خواب سے بیدار کرنا ایک تند آواز سے ہوا کرتا ہے اور جیسا کہ اس عالم خواب سے بیدار ہونا ہے اس لیے اس عالم میں آواز تند سے بیدار ہونا بیان فرمایا۔

اور بھی موت کو اور مر کر بار دگر جینے کو انسان کی زندگی اور اس کے خواب اور اسکی بیداری سے مشابہتیں ہیں اور یہ کلام تخیلی نہیں بلکہ مقدمات حقہ اور یقینیہ پر مبنی ہے اس لیے یہ ایک برہان یا حجت ہے جسکو ہر ایک ذی شعور سمجھ سکتا ہے۔

---

[1] یعنی لفظ ساہرہ کے دو معنے ہیں اول یہ کہ فوراً یہ لوگ قیامت کے دن جاگ اٹھیں گے موت کی نیند سے۔ دوم یہ کہ فوراً میدان حشر میں آ حاضر ہوں گے اول معنے زیادہ مناسب اور بہت چسپاں ہیں کس لیے کہ موت کو خواب سے زیادہ مشابہت ہے اور سہر بیداری کو کہتے ہیں حیات اخروی بیداری اور موت خواب سے بہت مشابہ ہے چند وجہ سے جن میں سے ایک وجہ تفسیر میں بیان کی گئی۔ ۱۲ منہ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۘ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۚ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۖ فَقُلْ هَلْ لَّكَ

کچھ معلوم ہوئی تجھے موسیٰ کی بات جبکہ اُسکے رب نے اُسکو پاک وادی طویٰ میں پکارا کہ فرعون پاس جا کیونکہ اُسنے سرکشی کی ہے پھر کہہ کیا تو

اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۙ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۚ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۖ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۖ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۖ فَحَشَرَ

چاہتا ہے کہ سدھر جائے اور میں تجھے تیرے رب کی راہ بتاؤں کہ تو ڈرنے لگے پھر موسیٰ نے اُسکو بڑی نشانی دکھائی سو اُسنے جھٹلا دیا اور نہ مانا پھر پیٹھ پھیر کر سٹک گیا پھر لوگوں کو جمع کرکے

فَنَادٰى ۖ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۖ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى

پکارا تو کہا میں ہی تو تمہارا بڑا معبود ہوں پھر تو اُسکو اللہ نے آخرت اور دنیا کی رسوائی میں گرفتار کیا بے شک اس میں ہر ایک ڈرنے والے کو عبرت ہے

ترکیب

ہل استفہامیۃ او بمعنی قد والجملۃ مستانفۃ لبیان مسئلۃ النبوۃ اذ متعلق بحدیث لا باتاک لاختلاف وقتیہما طوی قرئ بالتنوین وترکہ وہما سبعیتان فمن صرفہ جعلہ اسم واد ومکان وجعلہ نکرۃ ومن لم یصرفہ جعلہ بلدۃ وبقعۃ وجعلہ معرفۃ۔ وہو واد بین الشام وقلزم وہو بدل من الواد اذہب ای قال اذہب وقیل ہو تفسیر للنداء تزکی قرا الجمہور بالتخفیف وقرا نافع وابن کثیر بتشدید الزای علی ادغام التاء فی الزای قال ابوعمرو بن العلاء علی الاول معناہ تکون زکیا مؤمنا وعلی الثانی الصدقۃ۔ والی متعلقۃ بمحذوف وہو رغبۃ او توجہ وہو مبتدا لک خبرہ واہدیک معطوف علی تزکی منصوب بان والفاء فی فتخشی لترتیب الخشیۃ علی الہدایۃ یسعی حال من الضمیر فی یسعی نکال الآخرۃ وفی نصب النکال وجہان احدہما ہو مصدر لان اخذ ونکل بہ معناہما واحد والثانی ہو مفعول لہ ای اخذہ اللہ لاجل نکال الاخرۃ والاولی۔ ورجح الزجاج القول الاول لعبرۃ اسم ان فی ذلک خبرہا

تفسیر

مسئلہ معاد پر دلائل عقلیہ بیان فرمانیکے بعد وہ دلائل نقلیہ بیان فرماتا ہے جن کا تعلق ایک جم غفیر کے مشاہدہ سے ہے یعنی سینکڑوں آدمیوں نے مردوں کو زندہ ہوتے دیکھا ہے اور جو چیز بظاہر قابل حیات نہیں اس میں حق سبحانہ نے روح پھونکدی ہے۔ اور یہ تاریخی واقعات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انکے اتباع کے عہد میں اُنکی برکت و معجزات سے سرزد ہوئے تھے عرب میں مشہور و معروف تھے اسلیئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرماتا ہے فقال ہل اتاک حدیث موسیٰ کہ کیا تجھے موسیٰ کی بات پہونچی ؟ یعنی ضرور پہونچی۔ پھر دیکھو کیا اُنکے وقت میں مردہ زندہ نہیں ہوا جس کا قصہ سورۂ بقرہ میں موجود ہے۔ اور نیز اُنکے پاس ایک عصا تھا جو سانپ بن جاتا تھا۔ پھر مردہ کا زندہ کرنا خشک لکڑی کے سانپ بنانے سے کچھ بڑھ کر ہے ؟ ہرگز نہیں۔

یا یوں کہو کہ مسئلہ معاد کے بعد مسئلہ نبوت کا ثابت کرنا بھی اہم مقاصد میں سے تھا اسلیئے ایک مسلم النبوۃ نبی کا ذکر کرتا ہے اور اُسکے ضمن میں مسئلہ معاد کو بھی ثابت کرتا ہے اور یہ بھی اشارہ کرتا ہے کہ اے قریش تم نے موسیٰ کا حال تو سنا ہو گا وہ فرعون کے پاس ہماری طرف سے رسول بنکر گئے فرعون اور اسکی قوم اے قریش دولت و حشمت میں تم سے بدرجہا بڑھکر تھے انھوں نے ہمارے رسول کا کہنا نہ مانا معجزات کو جھٹلایا پھر اُسکا اور اُسکے سرداروں کا یہ انجام ہوا کہ ہمنے انکو دنیا اور آخرت کی رسوائی میں گرفتار کیا دنیا میں قلزم میں ڈوب کر مرے آخرت میں جہنم کی آگ میں پھینکے گئے اُنکے سروسامان سب دھرے رہے۔ اب تم جو ہمارے رسول کے ساتھ وہی معاملہ کرتے ہو جو فرعون نے موسیٰ سے

کیا تھا سو تم بھی اپنے لیے دنیا و آخرت کی خواری کے لیے تیار ہو جاؤ۔

حضرت موسیٰ کا حال اکثر سورتوں میں تفصیل مذکور ہے مگر اس سورہ میں جو کہ نزول میں ان سے مقدم ہے اجمالاً ذکر فرمایا گیا فقال اذ ناداہ ربہ بالواد المقدس طوی کہ جب موسیٰ کو اُسکے رب نے یعنی ہمنے پاک جنگل میں جسکا نام طوی ہے اور کوہ طور بھی وہیں واقع ہے پکارا۔ یہ مختصر کیفیت ہو اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ شہر مصر میں پیدا ہوئے تھے۔ بنی اسرائیل کے خاندان میں۔ فرعون نجومیوں کی اس خبر سے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص ایسا پیدا ہوگا جس سے تیری ہلاکت ہوگی انکے ہر ایک بچے کو قتل کروا ڈالتا تھا۔ اس خوف سے موسیٰ کی ماں نے موسیٰ کو لکڑی کے صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈالدیا بہتے ہوئے فرعون کے محلوں میں آنکلے اُسکی بیٹی نے دیکھ لیا صندوق کھولا گیا تو چاند سا لڑکا دکھائی دیا۔ فرعون کے کوئی بیٹا نہ تھا اُسکی بیوی نے بیٹا بنا لیا۔ ان ہی کے گھر میں ناز و نعمت سے پرورش پائی جوان ہوئے تو ایکبار بازار میں دیکھا کہ ایک فرعونی ایک اسرائیلی کو مار رہا ہے اسرائیلی نے موسیٰ سے فریاد کی۔ آپ مظلوم کے چھڑانے کو بڑھے فرعونی باز نہ آیا تو اس کے آپنے ایک گھونسا دیا جس سے وہ مرگیا اس خوف سے کہ فرعونی اور فرعون مجھے نہ پکڑیں موسیٰ مصر چھوڑ کر قلزم پار شہر مدین میں آئے جہاں حضرت شعیب علیہ السلام رہا کرتے تھے یہاں اُنکی ایک بیٹی سے آپنے شادی کر لی آٹھ یا دس برس یہاں رہے آپ مصر کا شوق ہوا اور سمجھے کہ اب اس قصہ کو لوگ بھول گئے ہونگے۔ بیوی بچے بھی ساتھ چلے۔ بیوی حاملہ تھیں رستہ میں ایک منزل پر وادی طوی میں پہنچکر راہ بھول گئے۔ سردی کا موسم تھا رات ہو گئی تھی آپنے دور سے ایک آگ کا چمکارا دیکھا بیوی اور غلاموں سے کہا تم یہیں ٹھیرو میں آگ پاس جاتا ہوں آگ لاؤں گا تمہارے تاپنے کے لیے اور اگر آگ نہ ملی تو رستہ تو بتا دیگا رستہ پوچھ لونگا۔ آپ اُس مقام پر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک درخت پر تجلی ہے اور ہر ایک شاخ و برگ سے لا انکی کی تسبیح و تہلیل کی آوازیں آرہی ہیں حضرت موسیٰ دیکھکر حیران ہوگئے پھر ایک ایسا نور عظیم الشان متجلی ہوا کہ حضرت موسیٰ کی آنکھیں دیکھ نہ سکیں اور موسیٰ کو آواز آئی کہ اے موسیٰ میں رب العلمین ہوں قریب آ یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے موسیٰ نے عرض کیا میرا عصا ہے فرمایا اسکو زمین پر ڈالدے۔ ڈالا تو سانپ بن گیا موسیٰ ڈر کر پیچھے بھاگنے لگے فرمایا ڈرو نہیں اسکو اُٹھالے اُٹھایا تو پھر عصا تھا۔ اور کہا اپنا ہاتھ تو بغل میں دبا کر نکال۔ نکالا تو آفتاب کی طرح چمکنے لگا۔ یہ دو معجزے یا نشانیاں عطا کر نیکے بعد فرمایا کہ ہمنے تجھے رسول کیا تو اذہب الی فرعون انہ طغیٰ شاہ مصر کے پاس جا کیونکہ وہ سرکش ہو گیا ہے خدائی دعویٰ کرتا ہے بندگان خدا کو ایذا دیتا ہے نہایت بدکار ہے اور اُسکے سبب سے اسکی قوم بدکاری کے دریا میں ڈوبی ہوئی ہے وہاں جا کر فقل ہل لک الی ان تزکی یہ کہہ کہ کیا تجکو اس بات کی رغبت و خواہش ہے کہ تو درست ہو جائے تیرے اخلاق بد دور ہو جاویں اور تو ان تمام روحانی نجاستوں سے پاک صاف ہو جاوے اور پاک ہو نیکے بعد واہدیک الی ربک تیرے رب کا تجھے رستہ بتاؤں جب تک انسان روحانی نجاستوں میں آلودہ رہتا ہے اُسکو اُسکے رستہ تک بھی رسائی نہیں اس تک تو کجا یہی تاریکیاں حجاب حاجز ہیں بندے کو خدا تک نہیں پہنچنے دیتیں اول تزکیہ پھر تجلیہ ہے۔ اور صرف یہی بات نہیں کہ تجھے رستہ بتا دوں اور تو وہاں پہنچے یا نہ پہنچے بلکہ پہنچا ہی دوں کس لیے کہ کمال ہدایت ایصال الی المطلوب ہے نہ ارادۃ الطریق اور مرشد کامل جو مدبرات امرا میں مذکور ہیں اُنکا ہی کام ہے اور حضرات انبیا علیہم السلام ان میں فرد کامل ہیں اسلیے فرمایا فتخشیٰ کہ پھر تو ڈرنے لگے کس لیے کہ دربار الٰہی میں جب پہنچ ہو جاتی ہے تو ہیبت کمزور ہو جاتی ہے اور جلال الٰہی کا پرتو دل پر پڑتا ہے جس لیے

حضرت موسیٰ کا قصہ

بندہ ڈرنے اور لرزنے لگتا ہے جو بادشاہ کے دربار تک ہی نہیں پہنچا اس پروردگار کی کیا ہیبت پڑیگی خشیت دلیل وصال ہے اس مقام پر بجز گریہ کے اور کچھ نہیں بن آتا اسلئے فرعون اگر تجکو ان سب باتوں کی رغبت ہو تو میں کوشش کروں کیونکہ طالب کیلئے ارادت شرط ہے ورنہ محرومی ہے۔ فرعون نے ارادت تو ظاہر نکی بلکہ انکار و مقابلہ کر کے پوچھا کہ راہ دکھانا اور درست کرنا تو بعد کی بات ہے پہلے اپنا رسول ہونا تو ثابت کیجئے ہم کس دلیل سے جانیں کہ تجکو خدا نے ہمارے پاس بھیجا ہے اسلئے فاراہ الاٰیۃ الکبریٰ حضرت موسیٰ نے فرعون کو بڑی نشانی دکھائی۔ بڑی نشانی کیا تھی؟ بعض علما فرماتے ہیں ید بیضا بعض کہتے ہیں عصا دکھایا کہ وہ سانپ بن گیا اور فرعون اور اسکے درباری ڈر کر بھاگنے لگے اور یہی قول قوی ہے۔ بعض کہتے ہیں دونوں معجزے دکھا ہر ایک کو آیۃ کبریٰ کہا جا سکتا ہے۔ یہ اول ملاقات کا معاملہ ہے اور بعد میں تو اور بہت معجزات دکھائے جنکا ذکر جلد دوم سورۂ بقرہ کی تفسیر تاریخ بنی اسرائیل میں ہم کر چکے ہیں۔ مگر فرعون معجزات دیکھکر بھی ایمان نہیں لایا بلکہ فکذب وعصیٰ جھٹلایا اور کہدیا کہ یہ جادو ہے میرے جادوگر اس سے بھی بڑھکر دکھا سکتے ہیں اسلئے میں تیرا ان سے مقابلہ کراتا ہوں اور ایکروز مقرر کر کے تیرے مقابلہ کے لیئے انھیں بلاتا ہوں چنانچہ اس نے ایسا کیا مگر جادوگر عاجز ہو کر ایمان لے آئے لیکن فرعون نے اس پر بھی خدا کی نافرمانی کی کہ ان جادوگروں کو ایمان لانے کے جرم میں مروا ڈالا۔ اس پر بھی بس نہ کی بلکہ ثم ادبر یسعیٰ اس نے اسکے بعد پشت پھیر کے بھی نافرمانی میں کوشش کی اور بنی اسرائیل کو اور زیادہ تکالیف دینی شروع کر دیں اور یہ قصد کیا کہ موسیٰ کو قتل کیا چاہیں اسکے خدا کا بھی مقابلہ کروں گا اسلئے اسنے ایکروز درباریوں کو جمع کیا فحشر اور جب سب جمع ہو گئے تو فنادی منادی کی فقال انا ربکم الاعلیٰ کہ میں ہوں تمہارا بڑا رب نہ موسیٰ کا خدا۔ پس تم موسیٰ کے کہنے میں نہ آنا میری اطاعت کرنا۔

فرعون اور اسکی قوم بت پرست تھی مگر فرعون اپنی سرکشی سے خصوصاً موسیٰ کے مقابلہ میں اپنے زور و قوت جتانیکو لوگوں کے سامنے کہتا تھا کہ میں بڑا رب ہوں تمہاری پرورش میرے ہاتھ میں ہے جسکو چاہوں جسکو چاہوں سزا دوں پھر اتنا اختیار میرے سوا کسکو ہے خدا تعالیٰ کا محسوس نہ ہونے کے سبب قائل نہ تھا اس لیئے وہ بعقل اپنے آپکو رب اعلیٰ سمجھتا تھا ہندوستان میں پہلے زمانوں میں راجاؤں کو معبود سمجھا کرتے تھے یہی مصر کا دستور تھا۔

جب فرعون نے موسیٰ کی بات نہ مانی اور سرکشی میں ترقی کرتا گیا تو فاخذہ اللہ اسکو اللہ جبار و قہار نے پکڑ لیا اور کس بلا میں مبتلا کیا نکال الآخرۃ والاولیٰ آخرت کے عذاب میں اور دنیا کے عذاب میں۔ اس روز اسکی ساری خدائی بوسیدہ ہو کر ہوا میں اڑ گئی۔

اس گرفتاری کی تفصیل اور سورتوں میں موجود ہے کہ فرعون اپنا لشکر لیکر موسیٰ علیہ السلام اور انکی قوم کو گرفتار کرنے نکلا تھا۔ بنی اسرائیل قلزم سے پار اتر گئے دریا نے رستہ دیدیا بعد میں جو فرعون اور اسکا لشکر آیا تو سب غرق ہو گئے یہ تو دنیا کی رسوائی تھی آخرت کے لیئے جہنم تیار ہے۔

آخرت کو اسلیئے مقدم کیا کہ دنیا کی رسوائی بمقابلۂ آخرت کی رسوائی کے کچھ نہیں اصل عذاب رسوائی وہیں کی ہے اسلیئے اسکے اسباب سے بچنا چاہیے ان فی ذلک لعبرۃ لمن یخشیٰ اس حال میں عبرت اور نصیحت ہے مگر کس کے لیئے؟ لمن یخشیٰ اسکے لیئے جو خدا ترس ہے اور اس کے دل پر کفر اور بدکاری کی سیاہی چھا نہیں گئی ہے اسکو عبرت و نصیحت ہو سکتی ہے کہ حضرات انبیا علیہم السلام کا فرمودہ غلط نہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ یقینی ہے ہو کر رہے گا ان سے مقابلہ کرنیوالا انجام کار خراب ہوتا ہے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ مگر جو بدبخت ازلی ہے اسکو عبرت و نصیحت نہیں ہوتی کیسا ہی حادثہ ہو وہ اسکو ایک معمولی بات خیال کرتا ہے آپ بھی خدا تعالیٰ کی آیات قدرت وقتاً فوقتاً ہماری عبرت کو ظاہر ہوتی ہیں۔ وبا۔ بربادی خاندان ہا۔ بجلی۔ ہوا۔ ژالہ باری وغیرہ گرد لگ اندھے انکو معمولی بات جانتے ہیں۔

ک کس لیئے کہ توریت سفر خروج کے (۵) باب میں یہی ہے ۱۲ منہ

ءَاَنتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا ۝ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ۝ وَالْاَرْضَ بَعْدَ

کیا تمہارا بنانا بڑی بات ہے یا آسمان کا؟ جسکو اسنے بنا دیا جسکی چھت بلند کی پھر اسکو سنوارا اور اُسکی رات اندھیری کی اور اسکی روشنی نکالی اور زمین کو اس کے بعد

ذٰلِكَ دَحٰهَا ۝ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ۝ وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ۝ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝

ہموار کیا اس میں سے پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو اس کا دباؤ کیا تمہارے اور تمہارے چارپایوں کے برتنے کے لیے

انتم مبتدا اشد خبرہ خلقا تمیز منہ السماء مبتدا والخبر محذوف ای اشد (**ترکیب**) والتردید بین الجملتین بالہمزۃ وام بناہا الجملۃ مستانفۃ وقیل حال من المحذوف قال الزجاج والفراء والکسائی تم الکلام عند قولہ بناہا لانہ من صلۃ السماء والتقدیر ام السماء التی بناہا بحذف التی رفع سمکہا مستانف لبیان البناء او صفۃ سمک برداشتن وسقف خانہ و عرف اص ۱۲ یقال سمک اللہ السماء سمکا سموک بلند شدن یقال سنام سامک ای عال مرتفع سمک بالتحریک ماہی سماک سموک ج۔ از صراح غطش اغطاش تاریک کردن شب را و تاریک شدن متعدی ولازم ص۔ والارض منصوب بفعل محذوف ای دحی الارض وکذا الجبال ای وارسی الجبال قرئ بالرفع علی الابتداء متاعا مفعول لہ او مفعول مطلق ای متع متاعا۔

منکرین حشر کو ان دلائل کے بعد یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ لکڑی کا (**تفسیر**) سانپ بنانا اور دیگر حیوانات لایعقل کا ہر برسات میں پیدا کر دینا یا مینڈک کی مٹی سے مینڈک پیدا کر دینا اور بات ہے کلام انسان اشرف المخلوقات کے بار دگر زندہ ہونے میں ہے اسکا جواب دیتا ہے ءانتم اشد خلقا ام السماء کہ کیا تمہارا بنانا اول بار یا بار دیگر بڑی بات ہے یا آسمان کا یعنی جس قادر مطلق نے ایسا وسیع اور بلند آسمان بنایا اور اسمیں یہ صنعتیں رکھیں اور جسنے زمین کو بنایا اور اسکو ایسا اور ایسا کیا اور اس میں سے انسان اور حیوان کی خورش پیدا کی جسکی قدرت اور حکمت کے ایسے بڑے نمونہ موجود ہیں پھر اُسکے نزدیک انسان کا بار دگر پیدا کرنا کون بڑی بات ہے؟ کس لیے کہ جو بڑی چیز جس میں بے انتہا باریکیاں رکھی ہیں پیدا کر دینے پر قادر ہے وہ چھوٹی چیز کے پیدا کر دینے پر بدرجۂ اولی قادر ہے خصوصاً جبکہ ایکبار اُسکو پیدا بھی کر چکا ہو۔

اس کے بعد آسمان کی پیدایش اور اُسکے اندر جو صنعتیں رکھیں انکو بیان فرماتا ہے اول رفع سمکہا کہ اُسکی چھت کسقدر بلند کی زمین سے لاکھوں کوس بلند ہے نہ وہ کسی ستون پر قائم ہے نہ کسی دیوار پر رکھا ہوا ہے دوم فسوّٰہا یہ نہیں کہ بیڈول اسکو بلند کر دیا بلکہ ٹھیک کیا ہر موقع پر ہر چیز ہے۔ نہ اُس میں شگاف ہے نہ ٹیڑھا ترچھا پن ہے سوم واغطش لیلہا واخرج ضحٰہا اُسکی رات اندھیری کی یعنی اس طور پر رکھا کہ گردش سے رات پیدا ہوتی ہے اور کیسی اندھیری ہوتی ہے اور پھر دوسری پلٹی میں دن پیدا ہوتا ہے کیسی روشنی پیدا ہو جاتی ہے؟ اور آسمان ہی پیدا کر کے نہیں بیٹھ رہا بلکہ والارض بعد ذلک دحٰہا اس کے بعد یعنی آسمان کے سنوارنے کے بعد زمین کو ہموار کیا۔ پیدا تو اول زمین کو کیا اس کے بعد آسمان کو پیدا کیا اور اسکو ٹھیک کر کے زمین کو ہموار اور موزون کیا۔ ان آیات اور سورۂ فصلت کی ان آیات ثم استوی الی السماء اور سورۂ بقرہ کی آیات ہو الذی خلق لکم ما فی الارض الخ وان آیات قل ءانکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین الخ میں کچھ تعارض نہیں۔ اسکی تشریح و تفصیل ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر میں کر چکے ہیں۔ اخرج منہا ماءہا ومرعٰہا زمین سے پانی نکالا کنوؤں اور چشموں سے اور چارہ پیدا کیا والجبال ارسٰہا اور پہاڑوں کو اسکا دباؤ بنایا جس سے ڈگمگاتی نہیں۔ متاعا لکم ولانعامکم تمہارے برتنے اور آرام پانے اور تمہارے چارپایوں کے برتنے اور کھانے کے لیے پھر جو مصالح زمین و آسمان میں جسنے ملحوظ رکھکر انکو بنایا ہے کیا وہ انسان کو بار دگر زندہ نہیں کر سکتا؟ ضرور کر سکتا ہے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ ۝ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَىٰ ۝ فَأَمَّا

پھر جبکہ وہ بڑا حادثہ آموجود ہو جس دن کہ انسان اپنے کیے کو یاد کرے گا اور دیکھنے والوں کے سامنے جہنم لائی جاوے پھر

مَنْ طَغَىٰ ۝ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ

جسنے سرکشی کی اور دنیا کا جینا ہی پسند کر لیا تو دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہے اور جو اپنے رب کے پاس کھڑا ہونے سے ڈرا اور دل کو

عَنِ الْهَوَىٰ ۝ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝

خواہشوں سے روکا پھر تو جنت ہی اس کا مقام ہے

ترکیب

فاذا شرط الطامة قال المبرد ہی عند العرب الداہیة تطم وانما اشتق دعع ف اص ۲) یقال فوق کل ذی طامة طامة ویرید بہ ہو الطامة قیامت صراح قال المبرد ہی من قولہم طم الفرس طمیما اذا استفرغ جہدہ فی الجری وطم الماء اذا ملاء النہر کلہ وقال اللیث الطم طم البیر بالتراب ہو الکبس ویقال للشیء الذی یکبر حتی یعلو طم والطامة الحادثة تطم علی ما سواہا کبیرة والعامل فی اذا جوابہا وہو معنی قولہ یوم یتذکر قال الواحدی جواب اذا محذوف التقدیر اذا جاءت الطامة الکبری دخل اہل النار النار واہل الجنة الجنة وقیل جوابہا قولہ فان الجحیم ہی الماوی وکانہ جزاء مرکب علی شرطین یوم یتذکر الظرف بدل من اذا وقیل من الطامة الکبری وبرزت معطوف علی جاءت قری الجمہور یری بالتحتیة وقرات عائشة وعکرمة ومالک بن دینار وزید بن علی بالفوقیة ای لمن تراہ الجحیم فاما شرطیة من موصولة طغی صلتہا واثر معطوف علی طغی آثر اختار فان الجحیم الجملة جواب الشرط ہی الماوی لہ او الالف واللام عوض عن المضاف الیہ وقس علیہ اما من خاف مقام ربہ قیامہ بین یدیہ وقال الجلال جواب اذا فاما من طغی الخ۔

تفسیر

آسمان و زمین کی بناوٹ میں اپنی حکمت بالغہ و قدرت کاملہ کا ثبوت دیکر بظاہر تو یہ بات ثابت کی تھی کہ ہم انسان کے باردگر زندہ کرنے پر قادر ہیں اور ضمناً یہ بھی بتایا تھا کہ دراصل ہمیں مربی و رزق رساں ہیں۔ ہم ہی نے تمہارے لیے یہ گھر بنایا جسکی چھت آسمان و فرش زمین ہے اور جس میں تمہاری معیشت کے کل سامان ہیں پھر ہم ہی قابل پرستش ہیں ہمارے ساتھ عبادت و استعانت میں دوسرے کو شریک کرنا کمال ناشکری ہے اور ہماری عبادات و اطاعت شکر گزاری اور حق شناسی ہے۔ اسمیں مسئلہ توحید کا بھی کامل ثبوت کر دیا گیا۔ اب یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ یہ دنیا کا گھر اور سکی نعمتیں ہمیشہ کے لیے نہیں آخر ایک روز یہ گھر بگڑنا ہے اور تمہیں ایک دوسرے گھر میں جا کر سدا رہنا ہے جہاں انسان کو اسکی کوشش اور عمل کا نتیجہ نیک یا بد بھگتنا پڑیگا اور اس دار امتحان میں جو کچھ کیا تھا اس کا بدلہ پانا ہوگا اور اس گھر میں بسانے سے یہی مقصود بھی تھا کہ یہیں رکھنا اور یہ کب ہوگا فاذا جاءت الطامة الکبری جبکہ بڑا حادثہ یعنی قیامت آوے۔ طامہ بڑا حادثہ جو اور سب حادثوں پر غالب ہو اور کبری میں اور بھی تاکید ہے یہ موت کے حادثے اور دنیا کے جمیع حوادث انقلابات سلطنت دریائی طغیانی پہاڑوں کی آتش فشانی قوموں کے زیر و زبر ہونے نئے مکانوں کے بننے پہلوں کے گرنے انسان کے بڑھاپے اور دولت مند و فقیر ہونے سب سے بڑھکر ہے کس لیئے کہ اس حادثہ میں یہ تمام عالم ہی زیر و زبر ہو جائیگا یہ گھر فنا ہو جاویگا ان آیات میں پھر اس مسئلہ معاد کی تصویر کھینچی جاتی ہے اور یہی خیال انسان کو نیکی پر ابھارتا اور بدکاریوں سے روکتا ہے۔

قیامت میں آسمانوں کا پھٹنا زمین کا فنا ہونا پہاڑوں کا اُڑتے پھرنا جو نفخ صور اول سے متعلق ہے تو طیہ وتمہید ہے اور اصل مقصد انسان کا بارد گر زندہ ہوکر اپنے اعمال و ایمان کا بدلہ پانا ہے اس لیئے طامۃ کبریٰ کے بعد جو قیامت ہے اُس اصلی مقصد کو بیان فرماتا ہے فقال یوم یتذکر الانسان ماسعیٰ یعنی جبکہ آدمی یاد کریگا کہ اُسنے دنیا میں کیا کیا تھا اُسکو وہ قوےٰ اور حواس عطا ہونگے کہ جو کچھ آج دنیا میں کرکے بھول گیا ہے اُس روز وہ سب یاد آجاویگا اور اعمال کا نیک و بد نتیجہ اپنی مناسب اشکال میں اُسکو آنکھوں سے دکھائی دیگا وبرزت الجحیم اور مظہر قہر آلٰہی جسکو جہنم یا جحیم کہتے ہیں ظاہر ہوجاویگی لمن یری ہر ایک دیکھنے والے کے لیئے۔ آج جو یہ تفرقہ ہے کہ اُسکو اہل بصیرت حضرات انبیاء و اولیاء دیکھتے ہیں اوروں کو دکھائی نہیں دیتی اور اسی لیئے شتر بے مہار ہوکر لوگ لذات و شہوات میں گرے پڑتے ہیں اور اسکی کچھ بھی پروا نہیں کرتے اور محسوس نہونیکے سبب انکار کرتے ہیں اُس روز یہ نہوگا ہر ایک کھلم کھلا دیکھے گا لمن یری کے لفظ نے تعمیم کردی۔

پھر اس قہرمان الٰہی کے ظاہر ہونے سے یہ نہوگا کہ تمام بنی آدم کو اُس میں جھونکدیا جاویگا بلکہ فاما من طغیٰ جسنے سرکشی کی دنیا میں کہ حد مقرر سے آگے پاؤں دھرا یہ لفظ جمیع گناہوں کو شامل ہے معاملات سے لیکر عبادات تک حکم الٰہی سے سرتابی تجاوز طغیان ہے۔ یہ قوت نظریہ کے فساد کی طرف بھی اشارہ ہے کس لیئے کہ جسنے اللہ کو پہچان لیا وہ اپنے نفس کو حقیر جانیگا اور ہر دم خداوند قہار و جبار کو انتقام پر قادر سمجھے گا پھر اُس سے طغیان یعنی سرکشی سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوگا بامقتضی بشری جسکے بعد توبہ و ندامت ہو وہ طغیان نہیں اٰثر الحیٰوۃ الدنیا اور طغیان ہی پر بس نہیں بلکہ زندگی دنیا پر بھی ریجھ گیا ہو۔ یہ قوت عملیہ کے فساد کی طرف اشارہ ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ جب انسان دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہوجاتا ہے اور دوسرے جہان میں جانیکا اُسکو یقین نہیں ہوتا تو وہ رات دن اسباب عیش و آرام کے جمع کرنے میں مصروف رہتا ہے خواہ حرام سے خواہ حلال سے کسی طرح سے ہو مال و زر زمین و جائداد پیدا کرنے کے خیال میں ایسا غرق ہوتا ہے کہ پھر اُسکے مقاصد کے حاصل کرنے میں کیسا ہی گناہ اور حق تلفی ہو پروا نہیں کرتا نہ جھوٹ بولنے اور دغابازی کرنیسے حذر کرتا ہے نہ ظلم کرنیسے ڈرتا ہے اپنا شیوہ منافقانہ بنانا دنیاداری کے اصول میں سے جانتا ہے۔ پھر اسکو نماز و روزہ یا اور کسی نیکی کی فرصت و مہلت کہاں رات دن اسی میں رہتا ہے خواب بھی اسی کے دیکھتا ہے آخر اسی حال میں دنیا سے جاتا ہے فان الجحیم ہی الماویٰ تو لامحالہ دوزخ ہی اُسکا مقام و ٹھکانا ہوتا ہے مرتے ہی وہ عالم برزخ میں اس بلا میں مبتلا ہوجاتا ہے کس لیئے کہ یہ وہی تو اسکا طغیان و حب الدنیا ہے جو جہنم کی شکل میں ظاہر ہوگئی اور حشر میں اور بھی ظہور ہوگا واما من خاف مقام ربہ اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونیسے ڈرا۔ جو شخص اس خیال کو دل میں جگہ دیگا وہ ہر قسم کی بدکاری اور گناہ سے دور رہے گا اور یہ صفت وصف طغیان کی ضد ہے جس میں یہ صفت ہوگی وہ نہوگی اور اسی خیال پر بس نہیں بلکہ ونہی النفس عن الھویٰ وہ نفس کو خواہش نفسانی سے بھی روکتا رہا جس طرح وہ دونوں صفتیں جمیع قبائح اور خباثت کو شامل تھیں اسیطرح یہ دونوں صفات جمیع طاعات و حسنات و تطہیر باطن و ظاہر و مکارم اخلاق کو شامل ہیں۔ اور ان نیک صفتوں میں سے اول دوسری کے لیئے علت ہے کس لیئے کہ نفس کی بدکاریوں سے لگام روکنا جب ہی ہوسکتا ہے کہ جب یہ تصور کرلیگا کہ مجھے ایک روز خدائے جلیل و جبار کے سامنے کھڑا ہونا اور حساب دینا ہے خاف مقام ربہ میں قوت نظریہ کی تکمیل کیطرف ونہی النفس میں قوت عملیہ کی تکمیل کیطرف اشارہ ہے ایسے پاک لوگوں کا فان الجنۃ ہی الماویٰ بہشت انجام ہے وہی انکا مقام ہے وہ عالم قدس میں بادشاہت کیا کرینگے۔

سبحان اللہ ان دو آیتوں میں دار آخرت کا حال اور نیکی و بدی کا انجام اور اصول سعادت و شقاوت کس خوبی سے بیان فرمادیئے۔ ان آیات میں تعمیم ہے کوئی کیوں نہو جو ایسا ہوگا یہ انجام ہوگا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ پہلے دو جملوں میں عامر بن عمیر کی طرف اشارہ ہے جو بدکار دنیا پرست تھا اور اخیر کے جملوں میں اُسکے بھائی مصعب بن عمیر کیطرف اشارہ ہے جو تارک الدنیا تہجد گزار تھا احد میں شہید ہوا جسکے پورا کفن بھی نہ تھا سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں کھلجاتے تھے اور جو پاؤں ڈھانکتے تھے

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۝ فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا ۝ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا ۝ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرُ

تجھسے اُس گھڑی کا حال پوچھتے ہیں کہ کب ہے اُس کا وقت ؟ تجھے اسکے ذکر کی کیا پڑی تیرے رب ہی کو اسکی خبر ہے تو تو جو اُس گھڑی سے ڈرتے ہیں

مَن يَخْشَاهَا ۝ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ۝ ع

اُن کو ڈر سنانیوالا ہے۔ جسدن اسکو دیکھ لیں گے تو دہی جانیں گے کہ دنیا میں گویا ہم ایک شام یا اسکی صبح ہی تک ٹھیرے تھے

ایان ظرف زمانی مبنی علی الفتح مبتدأ مرسٰها خبره ای منتهیٰ قیامها (ترکیب) قال ابو عبیدة مرسی السفینة مستقرها والجملة بیان السوال فیم اصله فیما ای فی ای شیئ خبر والمبتدأ انت من ذکرٰها بیان لای شیئ والمعنی لست فی شیئ من ذکر وقت القیامة انما یعلمها الله تعالیٰ خاصة والاستفهام انکاری ورد لسوال المشرکین عنها الی ربک متعلق بثابت خبر منتهاها مبتدأ ای منتهی علمها فلا یعلم تعیین وقتها الا هو والجملة تاکید للجملة الاولیٰ فی رد سوالهم وکذا انما انت الخ منذر مضاف الی من وهذا قراءة الجمهور وقرئ بالتنوین قال الفراء کلاهما صواب کقوله بالغ امره وموهن کید الکافرین وقال صاحب الکشاف الاصل هو التنوین والاضافة تخفیف وکلاهما یصلح للحال والاستقبال کانهم کان اسمها هم لم یلبثوا خبرها یوم یرونها ظرف لقوله لم یلبثوا ای یظنون انهم لم یلبثوا فی الدنیا الا عشیة او ضحاها ای عشیة یوم او بکرته۔ وصح اضافة الضحیٰ الی العشیة لما بینهما من الملابسة اذ هما طرفا النهار والاضافة عند العرب تصح بادنیٰ مناسبة یقولون اتیتک الغداة او عشیتها واتیتک العشیة او غداتها۔ والعشیة من الزوال الی الغروب والضحیٰ هو البکرة الی الزوال۔

تفسیر کفار عرب نے جب قیامت میں دوزخ کا ظاہر لایا جانا اور بدوں کا سزا اور نیکوں کا جزا پانا سنا اور نیکی و بدی کا اصول بھی معلوم کیا تو بجائے اسکے کہ اصول حسنات پر عمل کرتے اور بدی کے رستے سے رُکتے خود قیامت سے ہی سوال کرنے لگے ایان مرسٰها کہ اس کا کونسا وقت ہے؟ یہ کمال نادانی ہے کس لیئے کہ اگر طبیب حاذق کسیکو کہے کہ تمہارا مرض مہلک ہے علاج کرو ورنہ مرجاؤ گے تو احمق بیمار یہ پوچھے کہ اگر سچے ہو تو بتاؤ کہ کب مرونگا حالانکہ اسکو اپنا مرض معلوم کرلینے کے بعد علاج کیطرف متوجہ ہونا چاہیئے تھا نہ کہ حکیم سے لایعنی سوال کرنا اور تمسخر سے پیش آنا اِس لیئے آنحضرت صلعم کو فرماتا ہے فیم انت من ذکرٰها تجھے کیا پڑی جو اس کا وقت ذکر کرے اول تو یوں کہ انکو کچھ فائدہ نہیں کس لیئے کہ وقوع سے پہلے وقت کی خبر کو کب سچا جانیں گے اور وقوع کے بعد کوئی تدبیر ہاتھ میں نہیں دوئم الی ربک منتهاها اس کا علم اور وقت کی تعیین تیرے رب ہی کو معلوم ہے۔ کیونکہ وہ ایسا حادثہ ہے جو تمام عالم کے ارکان کو درہم برہم کردیگا اور اس کا سبب اِس عالم کے سوا اور ہی کوئی ہے پھر کسی علم اور قرائن سے کسیکو کیونکر معلوم ہو سکے اور حق سبحانہ اسکی خبر اس لیئے نہیں دیتا کہ کارخانۂ عالم درہم برہم ہو جاویگا بدوں کو نیکی سے باز رہنے کے لیئے ایک یہی حیلہ ملیگا کہ جی دل کھولکر شہوت پرستی کرو کیا ابھی قیامت آئے جاتی ہے؟ وہ تو بہت دور ہے۔

انما انت منذر آپ کا کام ایسی خبردار کردینا اور لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کردینا ہے مگر آپکے انذار سے نفع اسی کو پہنچیگا جو من یخشٰها قیامت سے ڈرتا ہے اور جانتا ہے کہ مجھے ایکروز سامنے جاکر حساب دینا ہے وہی اپنے امراض کے علاج کے لیئے روحانی حکیموں سے چارہ جوئی کریگا۔ اور وہ کیوں اتنی جلدی کر رہے ہیں کانهم یوم یرونها لم یلبثوا الا عشیة او ضحٰها جس روز وہ قیامت کو دیکھیں گے تو اس جہان کی یہ زندگانی ایسی کم معلوم ہوگی کہ یوں سمجھیں گے کہ وہاں آدھے دن رہے تھے صبح یا شام۔ بدحواسی سے پورے طور پر یہ بھی معلوم نہ ہوگا کہ کب تک رہے تھے اول دن یا پچھلے دن۔ دنیا کی عافیت کا خیال آویگا تو صبح سے دوپہر تک کا سا خیال کرینگے کس لیئے کہ یہ فرحت کا وقت ہوتا ہے اور جو تکالیف کا خیال آویگا تو اخیر دن کا رہنا ڈھلتی پھرتی چھاؤں سا بیان کرینگے۔

سورۂ عبس مکی ہے اس میں بیالیس ۴۲ آیات ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۙ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۝ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝

تیوری چڑھائی اور منہ موڑلیا اس سے کہ اُسکے پاس اندھا آیا اور تجھے کیا خبر کہ شاید وہ سدھر ہی جاتا یا وہ سوچتا سو اُس کو نصیحت نفع دیتی

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۙ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝ وَهُوَ يَخْشٰى

لیکن وہ جو پرواہ بھی نہیں کرتا تو اُسکے تو درپے ہو رہا ہے حالانکہ تجھپر اُسکے نہ سدھرنے کا کوئی الزام بھی نہیں لیکن وہ جو تیرے پاس دوڑتا آیا اور وہ ڈر رہا ہے۔

فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭ ۝

سو تو اُس سے بے پرواہی کرتا ہے خبردار یہ تو ایک نصیحت ہے پھر جو چاہے اسکو یاد کرے یہ (قرآن) ہے مکرم بلند مرتبہ مقدس صحیفوں میں

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۙ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ۝

لکھنے والوں کے ہاتھوں میں محترم اور پاک

ترکیب

ان جاء اے لان جاء مفعول لاجلہ والعامل فیہ اما عبس او تولی علی الاختلاف بین البصریین والکوفیین فی التنازع والمختار مذہب البصریین لعدم الاضمار فی الثانی۔ او یذکر عطف علی یزکی داخل فی حکم الترجی معہ فتنفعہ قرأ الجمہور برفع المضارع عطفًا علی یذکر وقری بالنصب علی جواب التمنی فی المعنی تصدی التصدی الاصغاء وقیل ہو تفعل من الصدی وہو الصوت اے لا ینادیک الا اجبتہ ویجوز ان یکون الالف بدلا من دال و یکون من الصدد وہو الناحیۃ والجانب۔ قرأ الجمہور بالتخفیف علی طرح احد التائین تخفیفا وقرأنا فع وابن محیصن بالتشدید علی الادغام وما علیک الخ اے لیس علیک باس فی ان لا یتزکی والجملۃ فی محل النصب علی الحال من الضمیر فی تصدی یسعی حال من فاعل جاء وہو یخشی حال من فاعل یسعی ای التداخل او من فاعل جاءک علی الترادف تلہی والتلہی التغافل یقال لہیت من الامر الہی ای تشاغلت عنہ وکذا تلہیت ولیس من اللہو۔ انہا الضمیر الی الموعظۃ والضمیر فی ذکرہ للقرآن فی صحف حال من الہاء وقیل الجار والمجرور نعت لتذکرۃ وما بینہما اعتراض وکذلک بایدی الخ وقیل فی صحف خبر ثان لانہا وما قبلہا اعتراض والاول تذکرۃ سفرۃ جمع سافر من السفارۃ وہو السعی بین القوم او من الکتابۃ قال الزجاج یقال للکاتب سفر بکسر السین وسافر لانہ یسفر اے یکتب۔ والاصل ان معناہ الاظہار یقال اسفر الصبح اذا اضاء ویقال اسفرت المرأۃ اذا کشفت النقاب عن وجہہا وفی السفارۃ والکتابۃ یوجد ذلک المعنی ولذا اطلق علیہما۔ بررۃ۔ جمع بار

تفسیر

یہ سورۃ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں بیالیس آیات ایک سو تیئیس کلمات پانسو تینتیس حرف ہیں اور اس سورۃ کا نام سورۂ عبس اس لیئے ہے کہ اس کے نزول کا باعث عبوس یعنی ترش روئی تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بے موقع

وتقربات مین مرتبہ بالا ہوجاوے اور دین کے بڑے ہادیون مین سے ہوجاوے گو بظاہر اندھا ہے مگر قلبی و روحی استعداد مین ممکن ہے کہ ہزار آنکھون والون سے بڑھکر ہو جس سے وہ خود بھی درست ہوجاوے اور درست ہوکر اونکی بھی اصلاح و تربیت کرنے لگے جملہ اولی لعلہ یزکی مین خود اسکی درستگی اور صلاحیت کیطرف اشارہ ہے اور دوسرے جملہ او یذکر فتنفعہ الذکری مین اسکی ترقی اور مرتبہ ارشاد و تکمیل تک پہنچ جانے کی طرف اشارہ ہے کس لیئے کہ یذکر تذکیر سے ہے اور یہ لفظ قرآن مین دوسرے کے سمجھانے کے معنی مین اکثر وارد ہوا ہے پھر جب وہ اس مرتبہ مین پہنچ جاویگا تو اے محمد تیری نصیحت کا پورا نفع اسکو پہنچے گا چونکہ اسکی استعداد کا پورا حال کہ کمال ہی کے مرتبہ تک ہے یا تکمیل کے مرتبہ تک آنحضرتؐ و صحابہ کو معلوم نہ تھا گو اتنی بات معلوم تھی کہ یہ ہونہار ہے اسلیئے بلفظ او ان دونون جملون کو ذکر فرمایا جو مانعۃ الخلو ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہین کہ لعلہ کی ضمیر کافر کی طرف پھرتی ہے نہ اعمیٰ کیطرف تب اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ اے محمدؐ تجھے کیا معلوم کہ وہ کافر (کہ جسکے سمجھانے کے لیئے آپ اسقدر دردسری اور عرق ریزی کر رہے ہین اور اسکی طرف ایسے متوجہ ہین کہ اس اندھے کی بات کا جواب بھی نہین دیتے بلکہ اسکے درمیانی سوال سے ترش رو ہوتے ہین) سمجھ ہی جاویگا اسکی خباثت کفر اس سے دور ہوجاوے گی یا وہ سمجھایا جاویگا اور اسکو تیری نصیحت سے نفع پہونچے گا؟ پھر جب یہ معلوم نہین تو اسکی طرف اسقدر توجہ اور اس اندھے غریب سے کہ جس مین استعداد ہے بےاعتنائی کرنا کیا!۔ اس لیئے فرماتا ہے اما من استغنیٰ فانت لہ تصدیٰ کہ جو تیرے ارشاد و ہدایت سے بےپروائی کرتا ہے اور اسکے مقابلہ مین اپنے عقائد فاسدہ اور خیالات باطلہ اور حیات دنیا اور اسکے عیش و نشاط کو بہتر جانتا ہے آپ اسکے درپے ہو رہے ہین کوشش کر رہے ہین۔ یہ سمجھ کر کہ اسکی بےپروائی اسکو اس دریائے ضلالت مین غرق کردے گی اسکا پہلے تدارک کرنا چاہیئے اور جو شوقین ہے اسکا شوق ضرور اسکو اس ورطۂ ضلالت سے بچالیگا۔ خلاصہ یہ کہ آنحضرت صلعم مریض کی حالت موجودہ کو دیکھکر سخت بیمار کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے تھے کس لیئے کہ رحمۃ للعالمین کا تقاضا یہی تھا اور حق سبحانہ عواقب امور کو دیکھتا تھا کہ جو مریض قابل علاج اور اس مین شفا پانے کی صلاحیت ہے آپ اسکو چھوڑ کر اس لاعلاج مریض کی طرف کیون اسقدر متوجہ ہوتے ہین اگر وہ مرجاتے تو مرجائے آپ کا ذمہ نہین۔ اسی مضمون کو اس جملہ مین ادا فرمایا ہے وما علیک الا یزکی اور تجھپر کوئی الزام نہین اگر وہ کافر بےپروا درست اور پاک نہو جائے کس لیئے کہ آپ کا کام تبلیغ ہے اب سدھرنا یا نہ سدھرنا استعداد ازلی پر موقوف ہے۔ اور تبلیغ کا مستحق یہ متکبر بےپروا منہ پھیر لینے والا نہین بلکہ واما من جاءک یسعیٰ وھو یخشیٰ وہ جو شوق مین تیرے پاس دوڑتا آوے اور خداترس بھی ہو جیسا کہ ابن ام مکتوم۔ آپکو ان سے متوجہ ہونا چاہیئے مگر آپ کی رحمدلی اور شفقت اسکے برخلاف اس دوسرے گمراہ کی طرف متوجہ ہے جو جہنم کے کنارہ کھڑا آپکو دکھائی دے رہا ہے اسلیئے آپ اس شوقین سے التفات نہین کرتے فانت عنہ تلھیٰ بلکہ اس سے منہ موڑکر دوسرے کیطرف متوجہ ہو رہے ہین کلا ہرگز ایسا نہ کرو کیونکہ حکمت الٰہیہ کا مقتضا یہ نہین کس لیئے کہ انھا تذکرۃ یہ آیات تذکرہ ہین سوتے خدا کے نام اور صفات و افعال و احکام اور اس کی جزا و سزا اور محبت و معرفت خوف و رجا کو یاد دلاتی ہین اور خدا سے ملانے کا رستہ بتاتی ہین سو یہان خود طالب کی رغبت و ارادت درکار ہے یہان یہ چاپلوسی اور التجا اور سر ہونا مفید نہین فمن شاء ذکرہ جو چاہے اپنی رغبت

سلہ یہ اس تقدیر پر کہ یذکر بصیغہ مجہول پڑھا جاوے جیسا کہ بعض کی قرأت ہے۔ ۱۲ منہ سلہ تصدی کان رکھنا۔ آواز جو خالی مکانون اور خشک لکڑیون سے سنی جاوے۔ پیاس۔ بہرحال کوشش و سعی کیلیئے یہ لفظ مستعمل ہوتا ہے اور اسی لیئے مخبرون کو متصدی کہتے ہین کہ وہ اپنے کام مین کوشش و ہوشیاری کرتے ہین ۱۲ منہ

اور شوق سے اس قرآن کو یاد کرے - قرآن مجید کلام الٰہی ہے اسمین اسکی ذات و صفات و تہذیب نفس کے متعلق بہت کچھ ہے اور
بالخصوص اس مین ایک تاثیر ہے کہ اسکے تلاوت کرنیوالے پر ایک تجلی ہوتی ہے جس سے روح مین نورانیت اور بہجت و شگفتگی پیدا ہوتی ہو اسلئے
حدیث شریف مین آیا ہے کہ القرآن حبل اللہ المتین کہ قرآن بندہ کیلئے خدا کی طرف سے ایک مضبوط رسّا ہے جسنے اسکو پکڑ لیا بام سعادت پر چڑھ گیا - اور امام
جعفر صادق رضؓ نے فرمایا ہے تجلی اللہ لعبادہ فی کلامہ ولکنہم لا یبصرون کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک مین بندونکے لیے متجلی ہوتا ہے لیکن بندے دیکھتے نہین -

اوصاف قرآن

اب قرآن مجید کی چند خوبیان بیان فرماتا ہے اور ضمناً کفار قریش پر تعریض بھی کرتا ہے جو نجاست کفر و فسق و حب شہوات مین آلودہ
تھے اور انکو قرآن عظیم کی طرف التفات نہ تھا اور وہ تعریض یہ ہے کہ یہ قرآن ایسے پاک ہاتھون کا لکھا ہوا بلند شان اوراق مین ہے کہ ناپاک
اور دنی لوگ اگر اس سے متنفر ہین اور اسکی خوبیون سے انکی آنکھین اندھی رہین اور انکے ناپاک ہاتھ اسکو تلاوت کرنے مین مس نکرین تو کچھ
تعجب نہین اسلئے اے پیغمبر علیہ السلام آپ انکی طرف متوجہ نہون بلکہ ظاہر کا اندھا روشن دل ہو وہی اسکا مستحق ہے - اور وہ اوصاف یہ ہین

اول

فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ کہ قرآن مجید گرامی قدر بلند شان صحیفون مین ہے یعنی اوراق مین - اس سے بعض کے نزدیک یہ مراد ہے کہ
کتب سابقہ مین (جو معزز اور بلند مرتبہ ہین) قرآن مجید کے مطالب عالیہ موجود ہین یا انمین اسکا ذکر خیر ہے جیساکہ فرمایا ان ہٰذا لفی الصحف الاولیٰ
صحف ابراہیم وموسیٰ اور ایک جگہ یہ آیا ہے وانہ لفی زبر الاولین اکثر مفسرین یہ فرماتے ہین کہ صحف مکرمہ مرفوعہ سے مراد وہ الواح
نورانیہ ہین جو آسمان ہفتم مین ہین اور وہین سے وقتاً فوقتاً قرآن مجید تھوڑا تھوڑا دنیا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا کرتا تھا مرفوعہ
کے معنی بلند ہیں وہ بلند بھی ہین اور رفیع القدر بھی ہین اور مطہرۃ پاک بھی ہین کہ وہان کسی ناپاک کا ہاتھ نہین پہنچتا بعض کہتے ہین صحف
مکرمہ ایمانداروں کے قلوب ہین جنمین قرآن مجید بطور حفظ کے مکتوب و منقوش ہے نہ تحریف کو گنجایش ہے نہ کسی آفت کو رسائی ہے اور وہ دل خدا کے
نزدیک مکرم و معظم ہین اور پاک بھی ہین نجاسات کفر و شرک و تلویثات حب شہوات ان تک چھو بھی نہین گئی ہے -

دوم

دوم بایدی سفرۃ کرام بررۃ وہ قرآن ناپاک اور خیانت آمیز ہاتھون سے نہین لکھا گیا بلکہ ان کاتبون کے ہاتھ سے جو کرام یعنی بزرگ اور مقدس اور بررہ
نیک ہین - یا تو اس سے مراد ملائکہ ہین اگر صحف مکرمہ سے مراد الواح نورانیہ ہین - یا دنیا کے نیک اور باخدا لوگ جو قرآن کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے
لکھا کرتے تھے نہ وہ اپنی خواہش نفسانی سے کم و زیادہ کرتے تھے نہ کسی غرض سے اسمین ہیر پھیر کرتے تھے خیانت اور خود غرضی انکے پاس بھی نہ پھٹکی تھی -
یہ دو وصف ایسے ہین کہ جن سے قرآن مجید جمیع کتب پر فوقیت رکھتا ہے اور انہین کے سبب آج تک اسکی اصلی چمک دمک سے باقی
ہے اسمین کوئی گرد و غبار پیدا نہین ہوا نہ ہوگا - برخلاف اور کتابون کے کہ ان مین ذلیل اور ناپاک اور ناخدا ترس ہاتھ بھی لگے ہین اس لیے
کوئی کتاب دنیا مین ایسی نہین جسکی نسبت یہ کہا جاوے کہ یہ وہی ہے جیسی کہ تھی توریت و انجیل و زبور مین جو کچھ تغیرات ہوئے انکا کوئی منصف
مزاج اہل کتاب بھی انکار نہین کرسکتا - نہ تو ژند اوستا اور دساتیر پارسیون کی آسمانی کتاب اور ہندوؤن کی کتاب چارون وید - وہان تو یہ
بھی تحقیق نہین کس مصنف کی تصنیف ہین اور وہ کہان کے رہنے والے تھے انکے ماں باپ کا کیا نام تھا کیا عمر تھی کیا کیا کرتے تھے اور بعدہ
کس نے ان سے لیا اور کسطرح محفوظ رکھا - ان اوصاف قرآنیہ مین یہ بھی اشارہ ہے کہ دنیا مین کوئی کتاب نفیس کاغذون پر طلائی حرفون
مین لکھے جانے اور عمدہ صندوقون اور بلند طاقون مین رکھے جانے سے معزز و محترم نہین ہوسکتی جبتک کہ اسمین یہ خوبیان نہون

قُتِلَ الْإِنسَانُ مَا أَكْفَرَهُ ۝ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۝ مِن نُّطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ۝ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ۝

غارت ہو جائے انسان کیسا ناشکرا ہے　اسکو کا ہے سے بنایا ؟　ایک بوند سے - اسکو بنایا پھر اسکو ٹھیک کیا - پھر اسکے لیئے راہ آسان کر دی۔

ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ۝ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ ۝ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ ۝

پھر اسکو مردہ کیا پھر اسکو قبر میں رکھدیا - پھر جب چاہیگا اسکو اٹھاویگا - ہرگز ہرگز اسنے اسکے حکم کو پورا نہ کیا۔

ترکیب

قتل الانسان الجملة فی الظاہر خبر وفی المعنی انشاء ہی دعاء علیہ وہی من شنع دعوات العرب لان القتل اشد مصائب الدنیا والدعاء علی الانسان یلیق بالعاجز واللہ سبحانہ قادر فوجہہ انما اوردہ علی اسلوب کلام العرب ومحاوراتہم۔ ما اکفرہ صیغۃ التعجب - والجملۃ انشائیۃ انما اوردہا علی محاوراتہم من ای شیٔ خلقہ - استفہام والغرض زیادۃ التقریر فی التحقیر ومن متعلق بخلق من نطفۃ جواب الاستفہام والوقف علیہ جید من متعلق بخلق خلقہ الخ کلام مبتداء لبیان خلقۃ الانسان - السبیل منصوب بفعل مضمر یدل علیہ المذکور اے یسر السبیل یسرہ - کلا ردع وزجر للانسان اکاً وعا ہو علیہ من التکبر والاصرار علی الکفر - لما بمعنی لم وفاعل لیقض عند الجمہور ہو الانسان وقیل اللہ تعالی - وفاعل امر بالاتفاق - ہو اللہ جل ذکرہ

تفسیر

کفار قریش کے جو بڑے متکبر و مغرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے جبکہ ابن ام مکتوم آگئے تھے اور اسی وجہ سے آنحضرت صلعم کو ابن ام مکتوم کا سوال انکے ارشاد و وعظ میں بیجا معلوم ہوا تھا کہ اس غریب کیطرف متوجہ ہونے میں اُن متکبروں کو برا معلوم ہوگا اور اسی لیئے یہ ہدایت پانیسے محروم رہجاوینگے سو اس باب اول تو حق جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ کی کہ ایسے طالب صادق اور غریب آدمی کی ناطرشکنی نہ چاہیئے تھی اور اب اُن متکبروں کے اپنے دعوے کا بطال کرتا ہے فقال۔

قتل الانسان ما اکفرہ کہ مارا جائے انسان کیا ہی ناشکر ہے جسے تندرستی دولت مال و اولاد اسلیئے عطا کیا تھا کہ اسکا شکر ادا کرے اور ہماری طرف متوجہ ہو اور اسکو ہمارا عطیہ سمجھے نہ کہ اور غرور میں آکر ہمارے سامنے سرکشی کرے ہمارے فرستادہ کا کہنا نہ مانے غریب مفلس خدا پرستوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے یہانتک کہ انکے ساتھ مجالس خیر وعظ و پند و عبادت میں بھی شریک ہونا عار جانے۔

ف بعض مفسرین کہتے ہیں کہ انسان سے مراد خاص اشخاص ہیں پھر بعض کہتے ہیں کہ عموماً کفار مراد ہیں اور بعض کہتے ہیں انہیں سے خاص عتبہ بن ابی لہب مراد ہے جو بڑا متکبر تھا اور گویا یہ آیت خاص اسی کے لیئے ہے - مگر اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ کسی کی خصوصیت نہیں جو کوئی دولتمند متکبر ہو۔

ف خدا پاک بد دعا خاص محاورہ عرب اور انکے اسلوب کلام کے لحاظ سے کرتا ہے ورنہ وہ خود غارت کرسکتا ہے اور یہی حال تعجب کا ہے وہ خود جانتا ہے مگر یہی اور اسی قسم کے جمیع الفاظ و جملے محاورہ کے لحاظ سے ہیں کس لیئے کہ جس زبان میں کلام کیا جاتا ہے اسکے محاورات استعمال میں لانا فصاحت و بلاغت ہے۔

اسکے بعد انسان کے تکبر باطل کرنیکے لیئے آپ ہی پوچھتا ہے کہ من ای شیٔ خلقہ کہ انسان کو خدا نے کس چیز سے بنایا ہے ؟ پھر آپ ہی جواب دیتا ہے من نطفۃ کہ ایک بوند یعنے منی کے ناپاک قطرہ سے یہ حضرت کی اصل ہے جو بدن پر یا کپڑے پر لگ جائے تو دہوئے بغیر چارہ نہو پھر اسپر یہ غرور یہ فون فان کہ ہمچو من دیگرے نیست - پھر اس قطرہ میں کیا کاریگری کرکے انسان کو بنایا خلقہ فقدرہ

لہ آجکل یورپ میں عیسائی دیندار عبادتگاہوں میں بھی کسی غریب کو اپنے ساتھ اپنے نکبر سے شریک ہونا پسند نہیں کرتے چہ جائیکہ ساتھ کھانا اور بیٹھنا یہ حقوق دینداری اور بزرگی پیشوائے مذہب عیسوی کے پیروں کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اب کہانتک ان میں مذہب عیسوی کا اثر علم باقی ہے اور یہی حال رحمدلی عفت پرہیزگاری پابندی عہد اور حقوق ہمسائیگی کا ہے خود مسیح علیہ السلام کی اسکا وجہ باقی ہے ۱۲ منہ

اس منی کے قطرہ سے انسان کی آفرینش کی اسمین سے اعضاء بدن مناسب بنائے جان ڈالی رحم مین حیض مادر سے جو وہ بھی نجس چیز ہے غذا پہنچائی۔ اسے
واہ آفرینش ایسی چیز سے کہ پیشاب کی راہ سے نکلی اور دوسری پیشابگاہ کے رستہ سے رحم مین گئی یہ ہے حضرت انسان کے وجود دنیاوی کی اصل جسپر یہ غرور ہے
پھر پیدا کرکے یون ہی بیکار ہی نہین چھوڑ دیا بلکہ فقدرہ اسکا اندازہ کیا۔ عمر کا اندازہ رزق کا اندازہ جو کچھ دنیا مین نیک و بد کام کریگا سبکا اندازہ کیا رحم مین
رہنے کا اندازہ کیا **ف** تعقیب بیان کے لیئے ہے نہ کہ تعقیب تقدیر کے لیئے کیسلیئے کہ جب پیدا کیا تھا جب ہی بلکہ اسکے پہلے ہی سے اسکی سب باتونکا اندازہ علم
ازلی مین ہوچکا تھا۔ ابو درداء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ اللہ عزوجل ہر ایک بندے کے پیدا ہونے سے پہلے پانچ چیزونسے فارغ ہوچکتا ہے
اسکی اجل اور اسکے عمل (خیر و شر) اور اسکے سکون و قرار اور اسکی حرکت و اضطرار اور اسکے رزق سے یعنی یہ سب باتین پہلے ہی سے اندازہ ہوچکتی ہین۔
(رواہ احمد) یہانتک کہ انسان جو پیدا ہوکر بڑھتا ہی خواہ جسم مین ترقی کرے جیسا کہ لڑکا یا علوم و معارف مین ترقی کرے یا کسب اموال مین سب کچھ پہلے ہی سے
مقدر ہوچکتا ہے جسمانی حرکت مین کیا ممکن ہو کہ لڑکی لڑکے کے رستہ کو طے کرے۔ جہان جہان بال برآمد ہونے قضاو قدر نے مقرر کردیئے ہین وہین سے برآمد ہوتے ہین
پھر اعضاء جسم کی بالیدگی مین ذرا بھی تناسب مین فرق نہین ہونے پاتا کیا ممکن ہے کہ قوی ناسیہ ناک کو ٹانگ کی برابر بڑھادین۔ یہ اندازہ بھی مان کے پیٹ مین بچے
سے پہلے ہوچکتا ہی۔ پھر جب اپنی عمر طبعی کا ایک زمانہ اس تنگ و تاریک مکان مین پورا کرچکتا ہے اور اب وہ مکان اسکی آیندہ ترقیون کے قابل نہین رہتا تو قضاء و قدر
اسکو اس تنگ رستہ سے باہر لاتی ہے ثم السبیل یسرہ اور اس تنگ رستہ کو اسپر سہل کردیتی ہے۔ نو مہینے کے پورے پاٹھے بچے کو خیال کرو اور عورت کے اندام نہانی
کو خیال کرو کہ کیسا تنگ رستہ ہوتا ہے مگر پھر کس حکمت سے باہر نکال لیتے ہین اول تو اندام نہانی مین نرمی اور قدرے وسعت رطوبات کے ذریعہ سے
کردیتے ہین پھر بچہ بوقت ولادت ملہم غیبی کے کہنے سے پہلے سر باہر نکالتا ہے اور جہان ایسا نہین ہوتا بڑی مشکلین پیش آتی ہین اختیار قضاو قدر
ثابت کرنیکے لیئے کبھی ایسا بھی کر دکھاتے ہین بعض مفسرین فرماتے ہین کہ سبیل سے مراد بالخصوص عضو مخصوص ہی نہین بلکہ عام ہے اسکو بھی شامل
اور پیدا ہونے کے بعد اور سب رستون کو شامل چنانچہ پیدا ہوتے ہی اسکو مان کی پستانون سے دودھ پینے کا رستہ آسان کردیتے ہین ہاتھ سے پستان پکڑکے
چوستا ہے اور بھوک کا اظہار اپنے رونے سے کرتا ہے اور منہ مین پستان کو کس انداز سے دباتا ہے کہ دودھ نکل آوے پھر اسکے اور غذاؤنکا رستہ آسان ہوتا ہے
کہ دانت برآمد کردیتے ہین جس سے روٹی ٹکڑا کھانا آسان ہوجاتا ہے۔ پھر اسکو معاش کے رستے آسان کردیتے ہین حرفت صنعت۔ زراعت۔ تجارت مین کیسی کیسی
ایجادین کرتا ہے اسیطرح تندرستی بیماری سفر و حضر مقابلہ اعداء بناء مکان و دیگر اسباب آسایش کے طریقے اسکے لیئے تا زیست آسان کیئے جاتے ہین
یہانتک کہ بری سفر کی آسانی کیلیئے ریل اور بحری کیلیئے دخانی جہاز بنادیئے یعنی انکے بنانے کے علوم اسکے دلمین القا کیئے۔ الغرض اسکے ہر ایک کمال تک پہونچنے
کے رستے آسان کیئے خیر و شر نفع و نقصان مین امتیاز کرنیکی عقل عطا کی یہانتک کہ راہ آخرت کو اور راہ وصول الی اللہ کو بھی (کتابین اور انبیاء علیہم السلام بھیجکر اور
مرشدون اور ہادیون کو قایم کرکے) آسان کردیا۔ اور اسیطرح شقاوت کے رستے بھی بدنصیبون کے لیئے آسان کردیئے کسی نے شراب ایجاد کی کسی نے اشعار اور جرایم
سے قوئی شہوانیہ کو حرکت دی فواحش کے گلے مین بدکاری کا طوق ڈالا۔ دینیات سے غفلت کے پردے ڈالے نادیدہ امور آخرت پر توہمات کے پتھر برسائے شبہات
کے عمیق گڑھے کھودے۔ یہ سب رستے شقاوت کے ہین انکو بھی قضاو قدر نے آسان کردیا۔ زانی کو جس طرح عورت فاحشہ کا ملنا آسان
کردیا اسیطرح عابد کو رات مین جاگنا اور تہجد پڑھنا آسان کردیا۔ بخیل کو پیٹ پر پتھر باندھکر مال و زر جمع کرنا آسان کیا تو سخی کے لیئے صرف کرنا
نامرد کو بھاگنا تو شجاع کو میدان جنگ مین کود پڑنا پارسا کو پارسائی تو فاحشہ کو بےحیائی۔ یہ تمامی حیات دنیا کا مختصر سا نقشہ اس مختصر جملہ مین ختم کردیا

اسکے بعد دوسرے عالم کا حال بیان فرماتا ہے فقال ثم اماته پھر اس انسان کو موت دی جیسا پیدا ہونا بے اختیاری تھا ویسا ہی مرنا بھی بے اختیاری ہے
اللہ تقدیر کیے کہ نہ رہے یا ضعف پیری و مرض وغیرہ اسباب کو آنے نہ دے یا آ گئے ہوں کو دفع کردے ہرگز نہیں کرسکتا۔ دنیا میں بڑے بڑے حکیم و دانشمند
گذرے ہیں ایجادیں کیں کہاں کی توپیں دنیا کو کہیں بڑے بڑے علوم ایجاد کئے مگر موت دفع نہ کر سکے یہ بھی اسکی قدرت کاملہ کا ایک بڑا نمونہ ہے۔ اور یہ موت دوسرے جہان میں پہنچنے کا
دروازہ ہے تاکہ جو کچھ اس دنیا کے کھیت میں اسنے بویا تھا اسکو کاٹے اور جو کچھ ان کمالات کے حاصل کرنے میں محنت و مشقت کی تھی انکا ثمرہ پاوے
اور جو کچھ بہت سے کام کئے تھے تن پروری و شہوت پرستی میں عمر گرانمایہ برباد کی تھی اسکو دیکھے کہ اسکا وہ محبوب جسم اور وہ لذائذ جسمانیہ کس طرح اس سے
چھوٹتے ہیں اور پھر وہاں اس فعل بد کا کیا برا نتیجہ پاتا ہے و حقیقت موت بھی ایک بڑی نعمت ہے اگر مدتوں جیئے تو پھر پیسنے کی چکی بھی ایسی دیکھے کہ الٰہی توبہ جیتا
کبھی نہ مرے اور پیر پہلوں کی وراثت پچھلوں کو نہ پہنچے آیندہ آنیوالوں کے لیے دنیا تنگ ہوجاوے۔ اور بالخصوص اہل سعادت کیلئے تو بہت ہی بڑی نعمت ہے
یہی دنیا کی کشاکش اور مشقت عمل سے انکو رہائی دیتی ہے اور اسی لیے یہ لوگ موت کے آرزومند رہا کرتے ہیں کیونکہ دنیا انکے لیے سخت قید خانہ ہے
چند روز رہکر اس عالم جاودانی کو دیکھنے والوں یا یقین کرنیوالوں کو اس سے نفرت ہوجاتی ہے دل بھر جاتا ہے ۔ و لاتکے دریں کاخ مجازی ۔
کنی مانند طفلان خاکبازی ۔ الغرض جس طرح ماں کے پیٹ کی منزل سے ترقی کرنیکے لیے باہر آتا ہے اسیطرح اس منزل تنگ تاریک سے بڑی ترقی کرنیکے لیے
جاتا ہے یہ موت وہاں کی ولادت ہے ۔ پھر اسکو موت دیکر نیست و نابود ہی نہیں کر ڈالتے بلکہ فاقبره اسکو قبر میں داخل کرتے ہیں۔ قبر شرع میں عالم برزخ کا نام ہے
خواہ کوئی دریا میں ڈوب جاوے یا آگ میں جلجاوے یا اسکی لاش ہوا میں لٹکتی رہے بہرحال اسکو قبر میں جانا ہوتا ہے وہاں اسکو ثواب و عذاب
بھگتنا پڑتا ہے۔ اس میں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ مرنیکے بعد قبر میں رکھتا ہے تناسخ کے طور پر اور کیطرف سے پھر کر اس جہان میں نہیں آتا جیسا
کہ ماں کے پیٹ سے نکلکر بار دگر اس میں نہیں جاتا۔ عرف میں قبر اس گڑھے کو کہتے ہیں کہ جس میں لاش دفنائی جاتی ہے ۔ یہ بھی بندہ کے لیے
نعمت ہے جسکی تعلیم قابیل کے عہد میں ہوئی۔ اس سے پہلے جانوروں کی طرح لاش پڑی سڑا کرتی تھی کتے گیدڑ چیل کوے کھایا کرتے تھے مرنیکے بعد اسکی
کمال بےحرمتی ہوتی تھی اور نفرت ہوتی تھی اور لوگوں کو تکلیف پہونچتی تھی امراض پھیلتے تھے۔ لوگ گھن کھاتے تھے۔ پھر جب اسکو دفنا دیا
تو یہ سب باتیں جاتی رہیں۔ پردہ ڈھک گیا۔ یہ تعلیم بھی ایک انعام الٰہی ہے جس لیے فاقبره کے جملے میں یاد دلایا۔

پارسی جنہیں مجوسی تو اتنک اپنے مردوں کی لاش کو اسی جاہلانہ دستور کے موافق یوں ہی چھوڑ دیتے ہیں صرف اتنی بات کرتے ہیں
کہ ان لاشوں کے لیے ایک مکان بنا رکھتے ہیں کنوئیں کی طرح کا اور اسمیں ایک دروازہ ہوتا ہے اور لاش کو دھر کر وہاں چلے آتے ہیں
گدھ اور چیل کوے اسکو کھاتے ہیں اور اس مکان کو یہ دخمہ کہتے ہیں ۔ اور اکثر ہنود آگ میں جلا دیتے ہیں باقی اور تمام اقوام مسلمان
عیسائی یہودی و دیگر اقوام خاک میں دبا دیتے ہیں ۔

ہنود کہتے ہیں دفنانے سے جلانا بہتر ہے اول یوں کہ آگ پاک کر دیتی ہے اور زمین کو ناپاک کرنا وہاں مردے کو سڑانا برا ہے
اسکا جواب یہ ہے کہ آگ پاک نہیں کرتی بلکہ فنا کرتی ہے اور جلانے میں مردے کی لاش کی بڑی بےحرمتی ہو دیکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے
ہوتے ہیں دھواں دور دور بدبو پھیلتی ہے اور پھر راکھ پاؤں میں روندی جاتی ہے اڑتی پھرتی ہے ناپاک چیزوں پر بھی اڑکر جاتی ہے
اور پھر مردے کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا نہ دوستوں عزیزوں کو اسکی یادگار دیکھنے اور عبرت حاصل کرنیکا موقع رہتا ہے چونکہ

قبر دیکھکر دل ٹھنڈا کرنیکی جگہ رہتی ہے۔ اور اسی لیئے قبر مین دفنائی ہوئی میت کو اپنی لاش سے ایک روحانی تعلق باقی رہتا ہے اور یہی سبب ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی قبرونسے برکات و فیوض مشاہدہ ہوتے ہین برخلاف جلادینے کے کہ جسم سے بالکل تعلق منقطع ہوجاتا ہے اور دھوئین اور آگ سے ارواح کو آمیزش ہوکر شیاطین و جنات سے مشابہت ہوجاتی ہے۔

اور دفنانے مین اور بھی مصالح ہین اول[1] یہ کہ انسان کا مادہ خاک ہے تو اسکو اسکی اصل خاک ہی کیطرف پھیر لانا چاہیئے جیساکہ فرمایا منہا خلقناکم و فیہا نعیدکم و منہا نخرجکم تارۃ اخری یہ آگ سے نہین بنا تھا کہ اسکو آگ کے حوالے کیا جاتا ہے۔ دوئم[2]۔ اس دفنانے مین انسان کے فطرتی سفر اور اسکے منازل اور انکی مشابہت کو باقی اور برقرار رکھنا ہے برخلاف جلادینے کے۔ کیونکہ مان کا پیٹ اسکی ایک منزل تھی جسکے بعد وہ اس عالم مین آیا ہے۔ اب یہانکا سفر تمام کرنیکے بعد جب قبر مین دفنایا تو گویا دوسرے جہان کی رستخیز کیلئے ایک اور نئے حمل مین آیا ہے اس جہان کی سوپچاس برس کی عمر کے لیئے حمل مادری نو مہینے کا کافی تھا مگر اس جہان کی زندگی ابدی ہے اسکے لیئے حمل بھی ایسا ہی طویل ودراز مدت ہونا چاہیئے پس نفخ صور ایک دردزہ ہے جسکے بعد حمل قبری سے لوگ پیدا ہوکر ایک ابدی جہان مین آوینگے اور اسی لیئے اس حمل قبری کے زمانہ کو برزخ کہتے ہین جو حیات دنیا اور حیات آخرت کے درمیان ہے اور اسی لیئے کبھی اسکو خواب سے اور قبر کو خوابگاہ سے تعبیر کرتے ہین اور قبر کو مرقد کہتے ہین سوئم[3] جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو گویا حق سبحانہ اپنی ایک امانت ودیعت رکھتا ہے پھر جسطرح اسکو پالا پرورش کیا جاتا ہے اسیطرح روح نکلنے کے بعد اسکو دفنانا اور زمین کے سپرد کرنا گویا امانت کو مالک کے حوالہ کردینا ہے اور امانات و خزائن کیلئے زمین ہی موضوع ہے نہ آگ۔ انہین معانی کو خیال کرکے ایک شاعر کہتا ہے ؎ مقدور ہو تو خاک سے پوچھون کہ اے لئیم ؛ تو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کیئے ؛ چہارم[4]۔ اپنے دوست یا بزرگ کی لاش کو آپ دہکتی آگ مین جلانا اور لاٹھیونسے اسکی ہڈیون کو چورا چورا کرنا علاوہ بے ادبی کے انسانی رحمدلی و مروت و محبت کے بھی برخلاف ہے۔ برخلاف اسکے باعزت و شان اسکو ایک شائستہ طور پر زمین مین دفن کرنا گویا اسکو ایک مکان یا تہ خانے مین پہونچانا ہے۔ پنجم[5]۔ دفنانے مین بسا اوقات بہت سی جانین جو حکماء کے اشتباہ سے مردہ سمجھکر دفن کردی گئین کسی وجہ سے جلد قبر کھلجانے پر زندہ نکل آئے اور پھر برسون جیئے۔ جلادینے مین یہ احتمال بھی باقی نہین رہتا۔ اسکے سوا جو ظالمون نے کسیکو سم دیکر یا گلا گھونٹ کر یا قتل کرکے دفن کیا تھا موقع پر مطلع ہوجانے کے بعد لاش سے ملاحظہ جرم بھی ممکن ہے مگر جلادینے مین تو پورا پورا اخفاء واردات ہے جسمین ستمگارونکو اپنی اس وحشیانہ حرکت پر پورا اطمینان ہوتا ہے۔ اور بھی بہت سے وجوہ ہین۔

پھر اس حمل قبر کے بعد جو ایک اور نئی زندگانی کی ولادت ہوگی اسکا حال بیان فرماتا ہے فقال ثم اذا شاء انشرہ کہ پھر جب چاہیگا اللہ تعالیٰ اس مردہ کو اسکی قبر سے زندہ کرکے کھڑا کردیگا تاکہ اس جہان مین اس جہان کے اعمال خیر و شر کا پورا بدلہ پاوے گویا یہان آکر اپنی الٹی پلٹیونکے بعد انسان اپنی منزل مقصود کو پہونچگیا اور اب یہانسے اسکو اور کہین نہین جانا۔ اسی لیئے اس جہان کے کارآمد افعال و اعمال و عقائد تعلیم کرنیکے لیئے حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے کہ انسے خبر پاکر وہانکے لیئے بڑی سرگرمی سے طیاری کرین لیکن کلا لما یقض ما امرہ کہ بیشک انسان نے پورا نہین کیا جسکا اسکو حق سبحانہ نے بمعرفت انبیاء علیہم السلام اسکی بھلائی کے لیئے حکم دیا تھا۔ یا یون کہو کہ انسان اس جہانکی نعمتونکو دیکھکر جو اسکو بے سابقہ عمل عطا ہوئین یہ قیاس کرتا ہے کہ وہان بھی بغیر عمل و ایمان یون ہی نعمتین ملینگی اسلیئے اسکے جواب مین فرماتا ہے کلا ہرگز نہین ایسا کبھی نہوگا کس لیئے کہ پہلے یہ مامور نہ تھا اب مامور ہوا نیک و بد کی تمیز دی گئی تعمیل احکام کی طاقت دی گئی اسپر جو اسنے نافرمانی کی مضر چیزون اور برے کامون کو عمل مین لایا عمدہ کو چھوڑا جنکا اثر اسکی روح پر پہونچا ضرور سزا و جزا پاویگا۔ بعض مفسرین کہتے ہین آیت کے یہ معنی ہین ہرگز نہین۔ اللہ نے کبھی وہ قضا و قدر مین مقرر نہین کیا ہے جو انسان اپنی خواہش سے اپنے لیئے آپ تجویز کرتا ہے اور اصرار کرتا ہے کہ مجھے یون ملیگا اور یہ پاؤنگا جیساکہ ہنود و یہود و عیسائی من گھڑت باتین بتایا کرتے ہین۔ انسان کی ابتدا و انتہا کن مختصر الفاظ مین بیان فرمادی۔ ؛

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ۝ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۝ فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۝ وَعِنَبًا

پھر آدمی اپنی خورش ہی کو دیکھے　کہ ہم نے پانی برسایا　پھر زمین کو چیر پھاڑ کر　پھر اس میں اناج اگایا　اور انگور

وَقَضْبًا ۝ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۝ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۝ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۝

اور ترکاری　اور زیتون اور کھجور　اور گھنے باغ　اور میوے اور چارہ　تمہارے اور تمہارے چارپایوں کے برتنے کے لیے

ترکیب

انا قرء الجمہور بالکسر علی الاستیناف والکوفیون بالفتح علی انہ بدل من طعامہ بدل الاشتمال لان نزول المطر سبب لحصول الطعام فہو کالمشتمل علیہ او بتقدیر اللام ای لانہ والمعنی فلینظر الانسان الی انا صببنا الماء صبا۔ وعنبا معطوف علی حبا و انبات العنب باعتبار شجرتہ وکذا قضبا فیہ قولان الاول انہ الرطبۃ وہی التی اذا یبست سمیت بالقت واہل مکۃ یسمونہا بالقضب واصلہ من القطع وذلک لانہ یقضب مرۃ بعد اخرٰی وہذا قول ابن عباس والثانی ہو قول المبرد انہ العلف بعینہ وبہ قال الحسن البصری۔ قضب۔ اقتضاب بریدن واقتضاب الکلام ارتجالہ وقضبہ ای قطعہ۔ قضب وقضبہ سپست مقبضہ سپست زار۔ تقضیب شاخ درخت قضبان جمع ونرہ خر وغیر آن۔ تقضیب شاخ بریدن از درخت در بہار۔ قضابہ بالضم شاخ ریزہا ے بریدہ افتادہ۔ صراح۔ ونخلا معطوف علیہ جمع نخلۃ وکذا حدائق جمع حدیقۃ وہی البستان غلبا جمع غلب وغلباء کما یجمع احمر وحمراء علی حمر۔ یقال حدیقۃ غلباء ای غلیظۃ الشجر ملتفۃ ویقال رجل اغلب اذا کان عظیم الرقبۃ ویقال اسد اغلب لانہ مصمت العنق۔ وابا۔ الاب ہو المرعی قال صاحب الکشاف لانہ یؤب ای یؤم وقیل الاب الفاکہۃ الیابسۃ لانہا تؤب للشتاء ای تعد۔ متاعا۔ منصوب لانہ مفعول لہ لانبتنا و قال الزجاج ہو منصوب لانہ مصدر مؤکد لقولہ فانبتنا لان انبات ہذہ الاشیاء امتاع للانسان والحیوان۔

تفسیر

قرآن مجید کی عادت ہے کہ کسی مقصد پر دلائل النفس کے بعد دلائل آفاق بیان فرمایا کرتا ہے تاکہ دل میں زیادہ اثر پیدا کرے یہاں غرور انسان کا ابطال کیا تھا اور مقصود تر اپنی قدرت کاملہ کا اظہار تھا کہ جس میں کسی کو بھی شرکت نہیں جس سے رد شرک و اثبات توحید ہویدا تھا اور اس مقصود کے اثبات سے یہ مطلوب تھا کہ وہی خدائے قادر واحد لاشریک انسان کو مرنے کے بعد زندہ بھی کرسکتا ہے اور اُسکے اعمال نیک و بد کی جزا و سزا بھی دیسکتا ہے۔ اس مقصود کے اثبات کے لیئے پہلے وہ دلائل بیان فرمائے تھے کہ جنکا خود انسان کی پیدایش اور اس کے حالات سے تعلق تھا اب بیرونی دلائل بیان فرماتا ہے فقال فلینظر الانسان الی طعامہ کہ آدمی اپنے کھانے کیطرف نظر کرے کہ ہمنے اسکو کسطرح سے پیدا کیا ہے؟ انا صببنا الماء صبا کہ ہمنے اوپر سے پانی برسایا۔ بادل اُٹھائے اور بادلوں میں سے کس لطف کے ساتھ پانی برسایا۔ بادلونکا پیدا کرنا اور پھر اُن میں سے پانی برسوانا کیا اے بنی آدم تمہارے کسی علم و حکمت کا اثر ہے؟ ہرگز نہیں ثم شققنا الارض شقا پھر ہمنے حکمت بالغہ سے زمین کو پھاڑا کہ اُسمیں سے سہولت سے گھانس اور جڑی بوٹیاں برآمد ہوتی ہیں۔ ان جڑی بوٹیونکا وجود آسمانی پانی سے ہی وہ بمنزلہ نطفہ انسانی کے ہے اور زمین بمنزلہ رحم کے ہے اور یہ نباتات بمنزلہ مولود کے ہیں پھر زمین کو پھاڑ کر فانبتنا فیہا حبا ہمنے اس زمین میں سے اناج نکالا یعنی جن سے دانہ پیدا ہوتا ہے جیسا گیہوں چنا جوار باجرہ جو انسانکے کھانے میں آتے ہیں

قبر دیکھ دل ٹھنڈا کرنیکی جگہ رہتی ہے۔ اور اسی لیئے قبر مین دفنائی ہوئی میت کو اپنی لاش سے ایک روحانی تعلق باقی رہتا ہے اور یہی سبب ہے کہ حضرات انبیا علیہم السلام و اولیاء کرام کی قبروں سے برکات و فیوض مشاہدہ ہوتے ہین برخلاف جلا دینے کے کہ جسم سے بالکل تعلق منقطع ہو جاتا ہے اور دھوئین اور آگ سے ارواح کو آمیزش ہو کر شیاطین وجنات سے مشابہت ہو جاتی ہے

اور دفنانے مین اور بھی مصالح ہین اوّل یہ کہ انسان کا مادہ خاک ہے تو اسکو اسکی اصل خاک ہی کیطرف پھیر لانا چاہیئے جیساکہ فرمایا منہا خلقناکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ اخری یہ آگ سے نہین بنا تھا کہ اسکو آگ کے حوالے کیا جاتا ہے۔ دوم۔ اس دفنانے مین انسان کے فطرتی سفر اور اسکے منازل اور انکی مشابہت کو باقی اور برقرار رکھنا ہے برخلاف جلا دینے کے کیونکہ مان کا پیٹ اسکی ایک منزل تھی جسکے بعد وہ اس عالم مین آیا ہے۔ اب یہانکا سفر تمام کرنیکے بعد جب قبر مین دفنایا تو گویا دوسرے جہان کی تسخیر کیلئے ایک اور نئے حمل مین آیا ہے اس جہان کی سو پچاس برس کی عمر کے لیئے حمل مادری نو مہینے کا کافی تھا مگر اس جہان کی زندگی ابدی ہے اسکے لیئے حمل بھی ایسا ہی طویل و دراز مدت ہونا چاہیئے پس نفخ صور ایک دردزہ ہے جسکے بعد حمل قبری سے لوگ پیدا ہو کر ایک ابدی جہان مین آوینگے اور اسی لیئے اس حمل قبری کے زمانہ کو برزخ کہتے ہین جو حیات دنیا و حیات آخرت کے درمیان ہے اور اسی لیئے کبھی اسکو خواب سے اور قبر کو خوابگاہ سے تعبیر کرتے ہین اور قبر کو مرقد کہتے ہین سوم جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو گویا حق سبحانہ اپنی ایک امانت ودیعت رکھتا ہے پھر جسطرح اسکو پالا پرورش کیا جاتا ہے اسیطرح روح نکلنے کے بعد اسکو دفنانا اور زمین کے سپرد کرنا گویا امانت کو مالک کے حوالہ کر دینا ہے اور امانات و خزائن کیلئے زمین ہی موضوع ہے نہ آگ۔ انہین معانی کو خیال کر کے ایک شاعر کہتا ہے ؎ مقدور ہو تو خاک سے پوچھون کہ اے لئیم تو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کیئے۔ چہارم۔ اپنے دوست یا بزرگ کی لاش کو آپ دہکتی آگ مین جلانا اور لاٹھیون سے اسکی ہڈیون کو چورا چورا کرنا علاوہ بے ادبی کے انسانی رحمدلی و مروت و محبت کے بھی برخلاف ہے۔ برخلاف اسکے باعزت و شان اسکو ایک شائستہ طور پہ زمین مین دفن کرنا گویا اسکو ایک مکان یا تہ خانے مین پہونچانا ہے۔ پنجم۔ دفنانے مین بسا اوقات بہت سی جانین جو حکماء کے اشتباہ سے مردہ سمجھکر دفن کر دی گئین کسی وجہ سے جلد قبر کھلجانے پر زندہ نکل آئے اور پھر برسون جیئے۔ جلا دینے مین یہ احتمال بھی باقی نہین رہتا۔ اسکے سوا جو ظالمون نے کسیکو زہر دیکر یا گلا گھونٹ کر یا قتل کر کے دفن کیا تھا موقع پہ مطلع ہو جانے کے بعد لاش سے ملاحظہ جرم بھی ممکن ہے مگر جلا دینے مین تو پورا پورا اخفاء واردات ہے جسمین ستمگارونکو اپنی اس وحشیانہ حرکت پر پورا اطمینان ہوتا ہے۔ اور بھی بہت سے وجوہ ہین۔

پھر اس حمل قبر کے بعد جو ایک اور نئی زندگانی کی ولادت ہوگی اسکا حال بیان فرماتا ہے فقال ثم اذا شاء انشرہ کہ پھر جب چاہیگا اللہ تعالیٰ اس مردہ کو اسکی قبر سے زندہ کر کے کھڑا کر دیگا تاکہ اس جہان مین اس جہان کے اعمال خیر و شر کا پورا بدلہ پاوے گویا یہان آکر اتنی الٹی پلٹیون کے بعد انسان اپنی منزل مقصود کو پہونچیگا اور اب یہانسے اسکو اور کہین نہین جانا۔ اسی لیئے اس جہان کے کارآمد افعال و اعمال و عقائد تعلیم کرنیکے لیئے حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے انسے خبردار کرنے کے لیئے بڑی سرگرمی سے طیاری کرین لیکن کلا لما یقض ما امرہ کہ بیشک انسان نے پورا نہین کیا جسکا اسکو حق سبحانہ نے بمعرفت انبیاء علیہم السلام اسکی بھلائی کے لیئے حکم دیا تھا۔ یا یون کہو کہ انسان اس جہانکی نعمتونکو دیکھکر جو اسکو بے سابقہ عمل عطا ہوئین یہ قیاس کرتا ہے کہ وہان بھی بغیر عمل و ایمان یون ہی نعمتین ملینگی اسلیئے اسکے جواب مین فرماتا ہے کلا ہرگز نہین ایسا کبھی نہوگا کس لیئے کہ پہلے یہ مامور نہ تھا اب مامور ہوا نیک و بد کی تمیز دی گئی تعمیل احکام کی طاقت دی گئی اسپر جو اسنے نافرمانی کی مضر چیزون اور برے کامون کو عمل مین لایا عمدہ کو چھوڑا جنکا اثر اسکی روح پر پہونچا ضرور سزا و جزا پاویگا بعض مفسرین کہتے ہین آیت کے یہ معنی ہین ہرگز نہین۔ اللہ نے کبھی وہ قضا و قدر مین مقرر نہین کیا ہے جو انسان اپنی خواہش سے اپنے لیئے آپ تجویز کرتا ہے اور امر کرتا ہے کہ مجھے یون ملیگا اور یہ پاؤنگا جیساکہ ہنود و یہود و عیسائی من گھڑت باتین بنایا کرتے ہین۔ انسان کی ابتدا و انتہا کن مختصر الفاظ مین بیان فرما دی۔

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ۝ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۝ فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۝ وَعِنَبًا

پھر آدمی اپنی خورش ہی کو دیکھے　کہ ہم نے پانی برسایا　پھر زمین کو چیر اپھاڑ کر　پھر اس مین اناج اُگایا　اور انگور

وَقَضْبًا ۝ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۝ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۝ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۝

اور ترکاری　اور زیتون اور کھجور　اور گھنے باغ　اور میوے اور چارہ　تمہارے اور تمہارے چارپایونکے برتنے کے لیے

ترکیب

انا قرء الجمہور بالکسر علی الاستیناف والکوفیون بالفتح علے انہ بدل من طعامہ بدل الاشتمال لان نزول المطر سبب لحصول الطعام فہو کالمشتمل علیہ او بتقدیر اللام اے لانہ والمعنی فلینظر الانسان اے انا صببنا الماء صبًا۔ وعنبا معطوف علے حبا وانبات العنب باعتبار شجرتہ وکذا قضبا فیہ قولان الاول انہ الرطبۃ وہی التی اذا یبست سمیت بالقت واہل مکۃ یسمونہا بالقضب واصلہ من القطع وذلک لانہ یقضب مرۃ بعد اخری وہذا قول ابن عباس والثانی ہو قول المبرد انہ العلف بعینہ وبہ قال الحسن البصری۔ قضب۔ اقتضاب بریدن واقتضاب الکلام ارتجالہ وقضبہ اے قطعہ۔ قضب وقضبہ سپست تقبضہ سپست زار۔ قضیب شاخ درخت قضبان جمع وترہ خرو غیر آن۔ تقضیب شاخ بریدن از درخت در بہار۔ قضابہ بالضم شاخ ریزہاے بریدہ افتادہ۔ صراح۔ ونخلا معطوف علیہ جمع نخلۃ وکذا حدائق جمع حدیقۃ وہی البستان غلبا جمع اغلب وغلباء کما یجمع احمر وحمراء علی حمر۔ یقال حدیقۃ غلباء اے غلیظۃ الشجر ملتفۃ ویقال رجل اغلب اذا کان عظیم الرقبۃ ویقال اسد اغلب لانہ مصمت العنق۔ وابا۔ الاب ہو المرعی قال صاحب الکشاف لانہ یوب اے یوم وقیل الاب الفاکہۃ الیابسۃ لانہا تُوب للشتاء اے تعد۔ متاعا منصوب لانہ مفعول لہ لانبتنا و قال الزجاج ہو منصوب لانہ مصدر موکد لقولہ فانبتنا لان انبات ہذہ الاشیاء امتاع للانسان والحیوان۔

تفسیر

قرآن مجید کی عادت ہے کہ کسی مقصد پر دلائل انفس کے بعد دلائل آفاق بیان فرمایا کرتا ہے تاکہ دل مین زیادہ اثر پیدا کرے یہان غرور انسان کا ابطال کیا تھا اور مقصود تر اپنی قدرت کاملہ کا اظہار تھا کہ جس مین کسیکو بھی شرکت نہین جس سے رد شرک واثبات توحید ہویدا تھا اور اس مقصود کے اثبات سے یہ مطلوب تھا کہ وہی خدائے قادر واحد لاشریک انسان کو مرنے کے بعد زندہ بھی کرسکتا ہی اور اُسکے اعمال نیک وبد کی جزا و سزا بھی دیسکتا ہے۔ اس مقصود کے اثبات کے لیئے پہلے وہ دلائل بیان فرمائے تھے کہ جنکا خود انسان کی پیدایش اور اُس کے حالات سے تعلق تھا اب بیرونی دلائل بیان فرماتا ہے فقال فلینظر الانسان اے طعامہ کہ آدمی اپنے کھانے کیطرف نظر کرے کہ ہمنے اُسکو کسطرح سے پیدا کیا ہے؟ انا صببنا الماء صبا کہ ہمنے اوپر سے پانی برسایا۔ بادل اُٹھائے اور بادلوںمین سے کس لطف کے ساتھ پانی برسایا۔ بادلونکا پیدا کرنا اور پھر اُن مین سے پانی برسوانا کیا اے بنی آدم تمہارے کسی علم وحکمت کا اثر ہے؟ ہرگز نہین ثم شققنا الارض شقا پھر ہمنے حکمت بالغہ سے زمین کو پھاڑا کہ اُسمین سے سہولت سے گھانس اور جڑی بوٹیان برآمد ہوتی ہین۔ ان جڑی بوٹیونکا وجود آسمانی پانی سے ہے وہ بمنزلہ نطفہ انسانی کے ہے اور زمین بمنزلہ رحم کے ہے اور یہ نباتات بمنزلہ مولود کے ہین پھر زمین کو پھاڑ کر فانبتنا فیہا حبا ہمنے اُس زمین مین سے اناج نکالا یعنی جن سے دانہ پیدا ہوتا ہے جیسا گیہوں چنا جوار یا جرہ جو انسانکے کھانے مین آتے ہین

اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ وعنبا انگور بھی اگائے یعنی اسکی بیل بھی اگائی انگور میں غذائیت بھی ہے کہ صرف اسی کو کھا کر پیٹ بھر سکتا ہے۔ اور میوہ بھی ہے اور پھر انگور سے سیکڑوں کارآمد چیزیں بنتی ہیں اور اسی پر بھی بس نہیں کی بلکہ وقضبا یعنی جنکو بغیر پکائے یون بھی توڑ توڑ کر کھا جاتے ہیں جیسا مولی گاجر شلغم پیاز کھیرا ککڑی خربوزہ تربوز وغیرہ۔ اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ وزیتونا یعنی زیتون بھی پیدا کیا کہ جسکا تیل بہت سے کام آتا ہے اور اسکی لکڑی سے بڑے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اور ایسے بھی میوے پیدا کیے جو مہینوں رہ سکیں اور دور دراز ملکوں تک جا سکیں اور جنکو کھا کر انسان مدتوں زندہ رہ سکے یعنی ونخلا کھجور۔ یہ بھی بہت کام آتی ہے اسکا کھانا کھانے کے سوا عمدہ سرکہ اور شراب بنتی ہے اور سال بھر تک اسکو رکھ کر کھا سکتے ہیں اسکی مٹھائی عمدہ عمدہ کھانوں میں پڑتی ہے اور پھر بس نہیں بلکہ وحدائق باغ پیدا کیے جنمیں طرح طرح کے پھل اور پھول اور کارآمد میوے ہوتے ہیں اور باغ بھی کیسے؟ غلبا گھنے کہ جنکے سایہ میں سرور اور دل کو نور پیدا ہوتا ہے۔ اور ان میں بڑے بڑے موٹے درخت پیدا کیے کہ میوے دینے کے علاوہ انکی لکڑی عمارت اور دیگر اشیاء میں کارآمد ہوتی ہے گاڑیاں بنتی ہیں صندوق بنتے ہیں اور پلنگ اور کرسیاں اور کیا کیا آرایش و راحت کے سامان تیار ہوتے ہیں اور باغ کے سوا وفاکہۃ اور بھی صحرائی میوے پیدا کیے۔ جنگلوں اور پہاڑوں میں کیسے کیسے خودرو درخت میوہ دار ہیں اور کیسے کیسے عمدہ پھل اور چارہ ہیں۔ صحرائی شریفہ اور کیلا اور بہت سی چیزیں ہیں جنکو وہاں کے لوگ جانتے ہیں اور انکے سوا وابا خودرو گھانس۔ اور چارہ بھی پیدا کیا۔

یہ سب چیزیں کس لیے پیدا کیں متاعا لکم تمہارے فائدہ اٹھانے کو ولانعامکم اور تمہارے چارپایوں گائے بیل بھیڑ بکری بھینس گھوڑے اونٹ کیلیے کہ وہ جانور ان چیزوں کو کھا کر زندہ رہیں اور تم ان سے فائدہ اٹھاؤ کسیکا دودھ پیو کسی کے بالوں کا کام میں لاؤ عمدہ عمدہ شالیں اور دوشالے بناؤ اور کسیکو ذبح کرکے اسکا گوشت کھاؤ اور کسی پر سواری کرو اور کسی پر بوجھ لادو۔

اب ہر ایک بات کو غور کرو تو آپ معلوم ہو جائیگا کہ یہ کارخانہ خود بخود نہیں بن گیا ہے جیسا کہ دہریہ اور طبیعیہ کہتے ہیں بلکہ ضرور تمہارا نور عقل تمکو رہنمائی کریگا کہ ضرور بالضرور ان سب چیزوں کا خالق جس نے ہر ایک میں ایک کیا ہزاروں مصلحتیں اور قدرت کاملہ کے نمونے رکھے ہیں ان سب سے نرالا بڑا قادر حکیم ہے۔ اور اسکے سوا وہ اسقدر مہربان رحیم بھی ہے کہ اس نے صرف تمہارے پیٹ بھرنے کے لیے کیسے کیسے سامان پیدا کیے ہیں ۔ ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکارند ۔ تا تو نانی بکف آری و بغفلت نخوری ۔ ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار ۔ شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری ۔

پھر جس قادر مطلق نے آسمانی بوند سے یہ چیزیں بنائیں اور ایک بوند سے تمکو بنایا اور عدم سے وجود میں کیسی کیسی پلٹنیں دیں ہر روز ہر ایک نیا روپ اسکا بدلا اسکی ابتدا میں کچھ اور ہی قدرت کا جلوہ دکھایا اور اسکے شباب میں اور ہی شان نمایاں کی اور اسکے اخیر میں جبروت کی اور ہی تجلی دکھائی۔ اس شے کو قدرت کا گھوڑا بنا کر اسکو میدان وجود میں کیسا دوڑایا۔ ہر شے پر قدرت کو سوار کیا کیا وہ انسان کو جو اشرف المخلوقات ہے اسی میدان میں تگ و تاز کر کے نیست و نابود کر دیگا یا اسکو کسی اور جہان میں لے جائیگا ضرور لیجائیگا انسان کی اندرونی اور بیرونی ساخت بتا رہی ہے کہ یہ تیر تکا نہیں اور جانیوالا ہے اور یہ دانہ قبر میں سے ضرور پھر اگیگا۔

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ

پھر جبکہ وہ شور برپا ہو جس دن کہ انسان اپنے بھائی اور ماں باپ سے اور بیوی سے اور اولاد سے دور بھاگے گا اس روز ہر شخص کی

مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا

ایک ایسی حالت ہوگی جو اسکے لئے بس کرتی ہوگی کتنے ایک چہرے تو اسدن روشن ہنستے خوشی ہوتے ہونگے اور کتنے ایک منہ پر اس دن خاک

غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝

پڑے گی سیاہی چڑھ رہی ہوگی یہ وہی منکر بدکار ہیں ۝

ہر ایک کو ایسی ہی اپنی پڑی ہوگی

ع

ترکیب

فاذا حرف الشرط جاءت فعل الصاخۃ فاعلہ والجملہ شرطیۃ والجواب محذوف یدل علیہ الکلام الآتی وہو لکل امرئ منہم الخ الصاخۃ الصیحۃ وسمیت بہا لشدۃ صوتہا کانہا تصخ الاذان ای تصمہا فلا تسمع واصل الکلمۃ من الصخ وہو الطعن والصک یقال صخ راسہ بحجر ای شدخہ والغراب یصخ بمنقارہ فی دبر البعیر ای یطعن۔ وہی النفخۃ الاخیرۃ۔ والفاء للدلالۃ علی ترتیب الجمیع ہا علی ما قبلہا یوم منصوب بمقدر ای اعنی ویکون تفسیرا للصاخۃ او بدل من اذا جاءت لکل امرئ منہم خبر شان یغنیہ مبتدء یومئذ ظرف لہ والجملۃ مستانفۃ مسوقۃ لبیان سبب الفرار۔ وجوہ مبتدء والنکرۃ لوقوعہا فی مقام التفصیل والتوزیع صلحت للابتداء یومئذ متعلق بہ مسفرۃ خبر اول ضاحکۃ خبر ثان مستبشرۃ خبر ثالث۔ ووجوہ یومئذ مبتدا علیہا غبرۃ خبر ترہقہا قترۃ خبر ثان۔ رہق بالتحریک برنشستن گرد بر چیزے وفرو پوشیدن (ع ک ف ۲) قولہ تعالی ولا یرہق وجوہہم قتر ولا ذلۃ۔ وفی الحدیث اذا صلی احدکم الی الشئ فلیرہقہ ای فلیغشہ ولا یبعد منہ۔ وخود را بر حرام وتباہی داشتن یقال فیہ رہق وستم کردن قولہ تعالی فلا یخاف بخسا ولا رہقا ای ظلما۔ وسفاہت وطغیان قولہ تعالی فزادوہم رہقا ای سفہا وطغیانا ونزدیک آمدن ودر یافتن چیزے را۔ صراح۔

قتر قترۃ بفتحتین گرد وقتر جمع۔ تقتیر اقتار کذلک وبوے بریان بر انگیختن وبخور کردن زن ودرویش شدن مرد۔

غبر غبار بالضم غبرۃ بفتحتین گرد۔ غبرہ بالضم تیرگی۔ صراح۔ قال زید بن اسلم القترۃ ما ارتفعت الی السماء والغبرۃ ما انحطت الی الارض۔ وقال ابن عباس القترۃ سواد الوجہ۔ اولئک مبتداء ہم الکفرۃ الخ خبر۔ کفرۃ جمع کافر والفجرۃ جمع فاجر والفاجر المائل عن الحق۔

تفسیر

اور یہ کب ہوگا فاذا جاءت الصاخۃ جس دن کہ صاخہ آوے یعنی قیامت جسکے نفخ صور سے شور برپا ہوگا ف قیامت کو اسکے اوصاف ہیبتناک کی وجہ سے ہر ایک وصف سے یاد کیا گیا ہے کبھی اسکو طامۃ کبریٰ کبھی واقعہ کبھی الحاقہ کبھی القارعہ کبھی الصاخۃ۔ وہ کیسا دن ہوگا۔ اور کب اسکا ظہور ہوگا یوم یفر المرء من اخیہ جسدن کہ آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ یعنی اسکی مصیبت میں شریک ہونا پسند نکریگا اپنی ہی خلاصی کی پڑی ہوگی۔ وامہ اور اپنی مادر مہربان سے بھی آنکھیں چرالیگا۔ نا اہل تو دنیا میں بھی ماں سے منہ پھیر لیتے ہیں بیوی اور اولاد پہ فدا ہوتے ہیں۔ وابیہ اور اسکے بعد باپ کیطرف توجہ ہوتی ہے سو اس روز باپ سے بھی الگ ہو جائیگا

اُسکی شفقت پرورش کا کچھ خیال بھی نہ آویگا وصاحبتہ اور بیوی کی بھی کچھ پرواہ نکریگا۔ آج جسکو مال وعزت اور گھر کی تمام برکات کا خزانچی جانتا ہے حرام وحلال جو ملتاہے اُسکے آگے لاکر دھرتا ہے اور اُسکی غیرت وعزت کے لیئے جان دینے کو تیار ہوجاتا ہے اور جو اُسکی بڑی مونس درد وغم کی شریک اور بڑی دلربا او معشوق ہوتی ہے اُس روز اُس سے بھی منہ پھیر لیگا۔ وبنیہ اور پیاری اولاد اور محبوب لڑکون سے بھی آنکھین پھیر لیگا جنکے لیئے آج دنیا مین خدا کو بھولا ہوا ہے اور رات دن انہین کے لیئے مال وزر جمع کرنے مین کوشش کرتا ہے۔

ان آیات مین غالباً ادنے سے اعلی کیطرف ترقی ہے کس لیئے کہ سب سے اول انسان کو اولاد اور اُن مین سے نرینہ اولاد پیاری ہوتی ہے اسکے بعد بیوی پھر اسکے بعد باپ کہ جوانی مین بوڑھے باپ کا ترکہ ملنے کی امید ہوتی ہے اسکے بعد مان اسکے بعد بھائی سوا ونے سے لیکر اعلےٰ تک جو کچھ اُسکے لخت جگر اور محبوب دلی ہین اور جنکی محبت وہمدردی ایک فطری بات ہے خاص لوگون کے سواے جسکو دیکھو انہین کی محبت مین سرگردان ہے اور انہین کے خیال کی بھاری بیڑیون مین جکڑا ہوا ہے اس روز ایسی آپا دھاپی ہوگی کہ ان سے بھی کنارہ کریگا اور کسی کے بدلے آپ سزا پانا ہرگز قبول نکریگا بلکہ اپنے حسنات مین سے حصہ دینا بھی گوارا نہ کرے گا۔ جب ان سے یہ حال ہوگا تو اور رشتہ دارون دوستون ہموطنون کی تو کیا پروا ہوگی۔

یہی مضمون اور کئی ایک جگہ بھی قرآن مجید مین آیا ہے ولایسٔل حمیم حمیما یبصرونہم۔ ولا یغنی مولی عن مولی شیٔا۔ وغیرہا من الآیات۔ اور کیون ایک دوسرے کی پروا نکریگا لکل امرئ منہم یومئذ شان یغنیہ کہ ہر ایک شخص ان مذکور لوگون مین سے اپنی ایک ایسی حالت مین ہوگا کہ وہ حالت اسکو دوسرون سے بے پروا کردیگی اپنی پڑی ہوگی دوسرے کی خبر نہوگی۔ اور مصیبت مین ایسا ہوا کرتا ہے

ف یہ حالت کب ہوگی؟ قیامت مین اُسوقت کہ قہر وجبروت الٰہی کا ظہور ہوگا اور دروازہ شفاعت کا نہ کھلا ہو گا ہر ایک نبی نفسی نفسی کریگا سب اولین وآخرین حضرت آدم علیہ السلام پاس آکر عرض کرینگے کہ آج آپ جو سب کے باپ ہین شفاعت کیجیئے وہ کہین گے نوح کے پاس جاؤ اسیطرح وہ کہین گے ابراہیم کے پاس جاؤ وہ کہین گے موسے کے پاس جاؤ وہ کہین گے عیسے کے پاس جاؤ وہ کہینگے حضرت محمد مصطفے کے پاس جاؤ آج اسکے قابل وہی ہین پھر سب آنحضرت صلعم کے پاس آئینگے آپ شفاعت کرینگے آپکی شفاعت قبول ہوگی پھر اور انبیا واولیا وصلحا شفاعت کرینگے اور حساب شروع ہوگا تب وجوہ یومئذ مسفرۃ اُس دن بہت سے منہ روشن ہونگے خصوصاً جبکہ اُن کو نعیم جنت اور عطاء کا ملنا معلوم ہوگا یہ نیک لوگ ہونگے۔ بزرگون نے فرمایا ہے وہ ہونگے جو رات کو اندھیرے مین نماز پڑھا کرتے تھے۔ یا جنکے چہرون پر اللہ کی راہ مین غبار پڑی تھی۔ یا جنکے چہرون پر سعادت کے حاصل کرنے اور اعمال کی مشقت بھوک پیاس کی شدت اور خوف الٰہی سے تیرگی پیدا ہوئی تھی یا آثار وضو سے۔ ضاحکۃ مستبشرۃ ہنستے ہونگے بشاش ہونگے حساب سے فارغ ہوکر جنت مین جاتے وقت۔ جو دنیا مین خوف الٰہی سے روتے اور غفلت واعمال بد پر غمگین ہوتے وہ اُس روز ہنستے اور بشاش ہونگے۔ یہ اہل سعادت کا حال ہوگا۔ اسکے بعد اہل شقاوت کا حال بیان فرماتا ہے

وجوہ یومئذ علیہا غبرۃ کہ بہت سے منہ پر اُس روز غبار پڑی ہوگی۔ جو نعیم دنیا مین چپڑے چکنے چہرے رکھتے تھے اور خدا سے غافل تھے ترہقہا قترۃ اور جہنم اور اعمال بد کی سزائین سامنے دیکھکر چہرون پر سیاہی چڑھ جاویگی یا پھٹکار کی سیاہی۔ یہ کون ہین اولئک ہم الکفرۃ الفجرۃ یہ کافر بدکار ہین۔ کفر اور اسکے ساتھ بدکاری اور بھی غضب ہے۔ سبحان اللہ انسان کی ابتداء اور حالت حیات وممات ودور آخرت کی کیفیت کن مختصر الفاظ مین کس دلکش انداز سے بیان فرمائی۔ یہ کمال اعجاز ہے۔

سُورَۃُ تَکوِیر مکیہ ہے اسمیں انتیس آیات اور ایک رکوع ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ ۝ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡکَدَرَتۡ ۝ وَاِذَا الۡجِبَالُ سُیِّرَتۡ ۝ وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ۝

جبکہ سورج دہندلا جاوے　اور جبکہ ستارے جھڑ پڑین　اور جبکہ پہاڑ اڑتے پھرین　اور جبکہ بیاہی اونٹنیان چھٹی پھرین

وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ۝ وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۝ وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ۝ وَاِذَا الۡمَوۡءٗدَۃُ

اور جبکہ جنگلی جانور وہمین رمل پڑے　اور جبکہ دریاؤن مین جوش ہو　اور جبکہ جانون کے جوڑے لگائے جاوین　اور جبکہ زندہ گاڑی ہوئی لڑکی

سُئِلَتۡ ۝ بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ۝ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتۡ ۝ وَاِذَا الۡجَحِیۡمُ سُعِّرَتۡ ۝

پوچھی جاوے　کہ کس گناہ پر ماری گئی تھی　اور جبکہ نامۂ اعمال کھولے جاوین　اور جبکہ آسمان کی (نیلی) چادر اتار لی جاوے　اور جبکہ دوزخ دہکائی جاوے

وَاِذَا الۡجَنَّۃُ اُزۡلِفَتۡ ۝ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ۝

اور جبکہ بہشت پاس لائی جاوے　تب ہر شخص جان لیگا کہ وہ کیا لیکر آیا ہے۔

ترکیب

اذا شرطیۃ وکذا ما بعدہا۔ وجواب الکل علمت نفس الخ الشمس مرفوع بفعل محذوف یفسرہ ما بعدہ لان اذا تطلب الفعل وہذا عند البصریین وصاحب الکشاف۔ وعند الاخفش والکوفیین یجوز رفعہ بالابتداء وقس علیہ البواقی۔ والتکویر الجمع۔ ماخوذ من کار العمامۃ علی راسہ یکورہا والمراد ذہاب نورہا ولذا قیل فی التفسیر ای طمست وقال الآخرون انکسفت۔ وقیل معنی التکویر الطرح والسقوط قال الاصمعی یقال طعنہ فکورہ اذا صرعہ فقولہ اذا الشمس کورت ای القیت ورمیت عن الفلک وقیل انہا ماخوذۃ من الفارسیۃ یقال للاعمی کور۔ کورت ای جعلت اعمی۔ انکدرت ای تساقطت وانقضت یقال انکدر الطائر من الہوی اذا انقض واصل الانکدار الانصباب۔ العشار۔ جمع عشراء کنفساء جمع نفاس وہی التی اتی علی حملہا عشرۃ اشہر وہی انفس الاموال عند العرب عطلت ای ترکت ہملا بلا راع وبلا حلب حشرت جمعت من کل ناحیۃ وکل شئ من دواب البر لا یستانس فہو وحش والجمع وحوش۔ سجرت قرئ بالتخفیف والتشدید۔ قال القشیری ہو من سجرت التنور اسجرہ سجرا اذا احمیتہ نشرت ای فتحت وبسطت للحساب لانہا تطوی عند الموت وتنشر عند الحساب کشطت والکشط القلع عن شدۃ۔ کشط برکندن وجل از پشت ستور برگرفتن قشط لغۃ فیہ۔ صراح۔

سعرت سعر افروختن آتش وحرب۔ ازلفت زلف پیش شدن۔ صراح

تفسیر

یہ سورہ بھی بالاتفاق مکہ مین نازل ہوئی۔ ابن عباس وابن عمر وابن زبیر وعائشہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہین۔ اس سورۃ کی انتیس [۲۹] آیات ہین۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو یہ منظور ہو کہ قیامت کو آنکھ سے دیکھے تو اسکو چاہیے کہ اذا الشمس کورت اور اذا السماء انفطرت اور اذا السماء انشقت پڑھے (اخرجہ احمد والترمذی وحسنہ وابن المنذر والطبرانی والحاکم) یعنے ان سورتون مین قیامت کا پورا پورا نقشہ کھینچ کر دکھا دیا گیا ہے۔

ربط اس سورہ کا سورہ عبس سے یہ ہے کہ اسمین قیامت کا ہولناک واقعہ اخیر مین بیان ہوا تھا کہ اس روز بھائی بھائی سے اور بیٹا باپ سے اور ماں سے اور خاوند جورو سے اور باپ بیٹوں سے بھاگے گا۔ اب اس سورہ مین بیان کیا جاتا ہے کہ وہ صاخہ کہ جس روز یہ ہوگا کب ہوگا اور اس کے اسباب کیا ہونگے ہ فقال اذا الشمس کورت جبکہ آفتاب لپیٹا جاوے یعنی اسکی روشنی جو پھیلی ہوئی اور تھان کیطرح دنیا مین سفید چادر بچھی ہوئی ہے تہ کر دی جاوے اور آفتاب بے نور بے تیز کی چکتی سی رہجاوے۔ اعتبار ہے اسکے بے نور ہونے سے۔ یا یہ معنی کہ پھینکدیا جاوے اور توڑ دیا جاوے کس لیے کہ تکویر لپیٹنے اور پھینکنے کو بھی کہتے ہین۔

واضح ہو کہ تخریب عالم کیلئے بارہ نشان بتلائے گئے ہین کہ جب یہ بارہ چیزین ہونگی تب علمت نفس یا احضرت ہر ایک جان لیگا کہ وہ کیا لیکر آیا ہے۔ ان بارہ مین سے چھ تو وہ ہین جو صور اول کے بعد ہونگے اور چھ صور دوم کے بعد ہونگے۔ اور ان بارہ حوادث کے بعد اس دنیا کا کچھ بھی نام و نشان باقی نہ رہیگا اور نفوس انسانیہ کا اس منزل سے یکبخت تعلق منقطع ہو جاویگا اور یہی تعلقات اسکے جہل و بے خبری کے اسباب ہین پھر جب یہ پردے ہٹینگے تو انکشاف تام اور ظہور کلی ہو جانیکے سبب ہر ایک کو معلوم ہو جائیگا کہ اسنے اس دنیا کی اندھیری رات مین کیا کیا تھا کوئی بات مخفی نہ رہیگی یہی ہے ان حوادث دوازدہ سے علمت نفس یا احضرت کا تعلق اور شرط سے جزا کا ارتباط۔ ان چھ مین سے جو نفخ صور اول کے بعد واقع ہونگے سب سے بڑا حادثہ آفتاب کا بے نور ہو کر گر پڑنا اور نیست و نابود ہو جانا ہی کیونکہ اس دنیا کی بنیاد آفتاب کے نور اور اسکے وجود پر قائم ہے روشنی مین انسان ہر چیز کو دیکھتا ہی اور محسوسات مین امتیاز کرتا ہی اور یہی سبب ہی کہ دن مین اسکے حواس منتشر زیادہ ہوتے ہین اور اسی سبب سے رات مین اہل مراقبہ و اہل ریاضت اپنی نسبت باطنی کی ترقی کیا کرتے ہین اور یہی وجہ ہی کہ رات مین عشاق اور بیماروں کو اور ہر ایک مبتلائے مصیبت کو اپنا درد زیادہ معلوم ہوتا ہے اور یہی باعث ہی کہ سحر اور تاثیرات نفسانیہ کے عامل اپنا عمل رات مین زیادہ موثر پاتے ہین علاوہ اسکے سوا آفتاب کی حرارت اور تاثیر سے سیکڑوں چیزین پیدا ہوتی ہین انقلابات عظیمہ واقع ہوتے ہین۔ تغیرات ظہور کرتے ہین اشیاء کی عمر اور لڑکپن اور جوانی اور بڑھاپا آفتاب ہی کے سبب سے ہے یہ دنیا کا چراغ ہی یہ نہو تو اندھیرا ہے اور انہین باتون کو مؤثر حقیقی سمجھ کر بہت سی قومون نے آفتاب کی پرستش شروع کر دی اور سورج دیوتا کہنے لگے اور ہزاروں منتر اسکی مدح مین بنگئے ہنود کا گائتری منتر اسکی مدح مین ہی جو عمدہ عبادت خیال کیجاتی ہے۔ ہنود کے علماء کو اقرار ہے کہ آفتاب کیا بلکہ عناصر کی مدح اور احکام پرستش سے وید بھرے پڑے ہین۔ آریہ فرقہ وید کو چھپا کر جو تاویلات رکیکہ کرتا ہے اسپر وہ پنڈت ہنستے ہین اور کہتے ہین کہ اس شرمناک دھبہ کو یہ تاویلات مٹا نہین سکتین۔ اسمین آفتاب پرستون اور نیز ان طبعیون اور دہریون کا بھی کال رہی جو آفتاب کو پوجتے اور دہریہ مین اسکو علت فاعلیہ سمجھتے ہین اور اسکو قدیم اور ابدی خیال کرتے ہین کہ تمہارا معبود ایکروز یون لپیٹ کر دھر دیا جائیگا۔ آفتاب زمین سے لاکھون حصہ بڑا ہی جب یہ خراب ہوا تو پھر زمین کی خیر نہین۔ آفتاب کے بعد ستارے ہین انکے اجرام کی عظمت بھی زمین سے سیکڑون بلکہ ہزارون درجہ زیادہ ہی لیکن وہ آفتاب سے کم ہین اگر آفتاب نظر نہ آوے تو یہ ستارے ہی بھی آسمان کی زینت اور روشنی کے قائم اور تاثیر مختلفہ پیدا کرنیکے اسباب ہین اسلیئے انکی حالت بھی بیان فرماتا ہے واذا النجوم انکدرت اور جبکہ تارے جھڑ پڑین گر جاوین یہ دوسرا حادثہ ہے نجم کے لفظ سے روشنی اور ظہور سمجھا جاتا ہی اسلیئے انکے لیئے لفظ انکدرت استعمال ہوا جسمین تیرگی کے معنی ہین یعنی بے نور اور منتشر ہو جاوین اور کوکب بھی تارے کو کہتے ہین مگر اس لفظ مین جڑے رہنے اور چمٹے رہنے کے معنے ہین اسلیئے کوکب کے ساتھ انتثرت کا لفظ استعمال کیا جسکے ظاہر معنے ہین جھڑ پڑین واذا الکواکب انتثرت جب آفتاب اور ستارے نہ رہین گے تو کرۂ زمین بھی رخصت ہوگا اسلیئے یہ تیسرا حادثہ بیان فرماتا ہے فقال

واذا الجبال سیرت اور جبکہ پہاڑ چلائے جائیں یعنی وہ اکھڑ کر روئی کے گالوں کی طرح ادھر ادھر اڑتے پھرین۔ جب آفتاب کی یہ حالت اور ستاروں کی یہ نوبت ہوگی تو گویا دنیا کی چھت برباد ہو چکے گی اور زمین کا فرش جسکے لنگر یا میر فرش پہاڑ ہین وہ یون اڑتے پھرینگے تو پھر اہل زمین کو کس جائداد اور کس تجارت اور کس مال کی آرزو باقی رہجاویگی اور کس کی حفاظت اور روک تھام کرینگے؟ کسیکی بھی نہین بلکہ اپنی ہی پڑی ہوگی۔ اس مضمون کو اس جملہ مین ادا کیا ہے واذا العشار عطلت اور جبکہ حاملہ اونٹنیان جو بچہ دینے کے قریب ہون یون ہی بیکار بے مہار ماری ماری پھرینگی کوئی پرسان حال بھی نہوگا اونٹ عرب کے نزدیک بڑا مال ہے اور خصوصاً گابھن اونٹنی جو بچہ دینے کو ہو اور بھی نفیس اور مرغوب مال ہے اسکی حفاظت و نگہداشت بہت کچھ کیا کرتے ہین اسلئے گابھن اونٹنیونکے بیکار رہنے کا ذکر کیا۔ یہ چوتھا حادثہ ہے۔ اس مین ایما ہے کہ جس مال کے جمع کرنے مین یون عقبے برباد کر رہے ہو اسکی ایک روز یہ حالت ہوگی۔ اور یہ طبعی بات ہے دنیا مین جب کوئی سخت بیمار یا مبتلاے مصیبت ہوجاتا ہے ایسا کہ بیکل ہوجاوے اور چین نہ پڑے اسوقت نہ روپیہ اچھا معلوم ہوتا ہے نہ عورت کیطرف رغبت رہتی ہے۔ نہ گھوڑے بیل اچھے معلوم ہوتے ہین نہ مکان و جائداد کا دھیان رہتا ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہین کہ عشار سے مراد پانی بھرے بادل ہین کہ اسروز وہ معطل ہونگے۔

اور جب یہ حالت ہوجاویگی تو انسان کیا وحشی جانوروں کے بھی ہوش و حواس بجا نرہین گے واذا الوحوش حشرت اور جبکہ جنگلی جانور جو آج انسانوں سے دور بھاگتے ہین اور آپس مین بھی ایک دوسرے غیر جنس سے گریز کرتا ہے ہرن شیر سے بکری بھیڑیے سے۔ ان سب پر بوقت نفخ صور یہ ہول و دہشت طاری ہوگی کہ سب جنگل اور پہاڑ چھوڑ کر آبادی مین پناہ لینے کے لئے آجمع ہونگے۔ اور اب بھی جب ردآتی ہے یا جنگل مین آگ لگتی ہے ایسے جانور جو انسان سے بھاگتے ہین امن کیجگہ جمع ہوجاتے ہین شیر اور جنگلی ہرن وغیرہ کو ایک جا دیکھا گیا ہے مصیبت مین نفرت اور باہمی عداوت کافور ہوجاتی ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہین کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حشر کے روز وحوش بھی اسکے باہمی قصاص و فیصلہ کے لئے جمع ہونگے ابن عباس سے یہ بھی منقول ہے کہ وحوش کے حشر سے مراد ان کا مرنا ہے عرب کہتے ہین حشرتہم السنۃ جبکہ لوگونکے مال اور جان قحط سے تلف ہون یہ پانچواں حادثہ ہے۔ اسکے بعد چھٹے حادثہ کو بیان فرماتا ہے۔ واذا البحار سجرت اور جبکہ دریا گرم کئے جاوین۔ دریا کا گرم ہونا اور جوش مین آنا اس کی طغیانی سے عبارت ہے۔ پھر جبکہ صور پھونکا جائیگا اور زمین ہلے گی اور پہاڑ اڑتے پھرینگے تو جس سطح ارض پر سمندر ہے وہ کب ساکت ہوگا اسکا تموج اور جوش بھی بیحد ہوگا کہ خشکی پر پھیل پڑیگا اور زمین کے حیوانات و انسان بلکہ بڑی بڑی بلند چیزوں کو ڈبو دیگا۔ بعض مفسرین کہتے ہین کہ بیحد تموج سے اس مین ایسی مفرط حرارت پیدا ہوگی کہ پانی مستحیل ہوکر ہوا ہوجاویگا اور ہوا مستحیل ہوکر آگ بنجاویگی۔ پانی نے تو آفت برپا کی ہی ہوگی پھر ہوا ہوکر اور بھی دنیا کو درہم برہم کردیگا اور پھر آگ ہوکر اور بھی ستیاناس کردیگا۔ الغرض یہ تینون عنصر جو آج دنیا کی آبادی کا باعث ہین یہی خرابی کا باعث ہوجاوینگے نہ آسمان رہا نہ ستارے نہ سورج نہ پہاڑ نہ انسان و حیوان نہ سمندر۔ گویا ان چھ حادثون سے جو نفخ صور اول سے ہونگے دنیا کا اور اہل دنیا کا خاتمہ ہوجائیگا۔

مگر ان چھ حوادث کی ترتیب ذکر مین بعض نکتہ چینون کو یہ اعتراض ہے کہ جب یہ معاملہ نفخ صور اول کا ہے اور سورج اور ستارے بے نور ہوجاوینگے اور پہاڑ اڑتے پھرینگے تو اسوقت عشار یعنے گابھن اونٹنیان اور وحوش موجود ہی کب ہونگے جو انکو معطل اور محشور ہونا کہا جاوے۔ اسکا جواب بہت آسان ہے وہ یہ کہ ان حوادث مین خدا پاک نے ترتیب وقوع کا اظہار نہین فرمایا کہ اول یہ ہوگا پھر یہ ہوگا

اور محض ایک کے بعد دوسرے کے ذکر کرنے سے یہ نہیں لازم آتا کہ دوسری شئے اول کے بعد ہی واقع ہو۔ چونکہ سورج کا بے نور ہونا ایک بڑی عظیم الشان بات تھی
اسلیے اول اسکو ذکر کیا گو وقوع اسکا آیندہ مذکور چیزوں کے بعد ہو اسیطرح اسکے بعد ستاروں کا جھڑنا بے نور ہونا بڑی بات تھی اسکو ذکر کیا جب علویات
کے ذکر فساد سے فراغت ہوئی تو اسکے بعد سفلیات کا بطلان وفساد ذکر فرمایا اور سفلیات میں پہاڑ بلند اور بڑے مستحکم اور ثابت القدم معلوم ہوتے ہیں
انکی بے ثباتی اور اڑنا پھرنا ذکر کیا حالانکہ یہ ممکن ہے کہ پہاڑ پہلے اڑ چکیں اور زمین کے وحوش وطیور مر چکیں دریا جوش زن ہو چکیں تب آفتاب اور
ستارے بے نور ہوں۔ اور اسکے بعد انسان کا بدحواس ہونا اور اپنے مرغوب مال سے بے خبر ہو جانا اور وحوش میں کھلبلی پڑ جانا اور سب کا مجتمع ہونا بہ نسبت
پہاڑوں کے اڑتے پھرنے کے ایک کم مرتبہ چیز ہے اسلیے اسکا ذکر پیچھے کیا حالانکہ یہ انسان کی بدحواسی اور وحوش کی بدحواسی پہلے ہوگی۔ کس لیے جب صور کی
آواز قدرے بھی بلند ہوگی انسان تو جب ہی بدحواس ہو کر اونٹ اور اونٹنیوں سے بیخبر ہو جائیگا اور حیوانات اور جنگلی جانوروں میں رول پڑ جائے گی
پھر ذرا اور آواز بلند ہوگی تو یہ سب مر جائینگے پھر آواز بلند ہوگی تو دریاؤں میں تموج ہوگا اور ابل پڑینگے چونکہ دریا کا گرم ہونا کسیقدر اب بھی بعض مواقع
پر ہوتا ہے گویا ایک معمولی سی بات ہے حالانکہ اس روز اس سے بدرجہا بڑھکر ہوگا اسلیے اسکو انسان کی بدحواسی اور وحوش کی کھلبلی کے بعد ذکر کیا اور یہ
بھی ممکن ہو کہ تموج بحری کے بعد انسان وحیوانات کی موت اور بدحواسی ہو۔ پھر جب اور بھی زیادہ بدحواسی ہوگی تو زمین لرزے گی اور پہاڑ ٹوٹ جاوینگے
اور ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوا کے تموج سے ہو جاوینگے پھر زمین کا خاتمہ ہو چکے گا تو علویات کی بربادی ہوگی۔ آفتاب بے نور ہو کر گر پڑیگا پھر ستارے گر پڑینگے
پھر جب سب فنا ہو جائینگے اور ایک معلوم المقدار عرصہ فنا کا گزر چکے گا تو حق سبحانہ پھر اسرافیل کو صور پھونکنے پر مامور کرے گا اور پھر بار دیگر ہر چیز ایک
نئے وجود سے زندہ ہوگی اور یہ وجود ہمیشہ باقی رہیگا۔ اسلیے اسوقت کے ان چھ حوادث کو ذکر کرتا ہے جنکا ذکر نفوس انسانیہ کو اکتساب حسنات و تحصیل
سعادت کیطرف ابھارتا ہے اول واذا النفوس زوجت اور جبکہ نفوس انسانیہ کے جوڑے لگیں۔ اول تو نفوس یعنے ارواح کا انکے اجسام سے
پھر جوڑا لگے پھر جسموں میں روح پھونکی جاوے اور گویا روح کی جسم سے پھر ایسی شادی اور بیاہ ہو کہ باہم پھر جدائی نہوگی۔ اسکے بعد ہر ایک جنس اور نوع کا
باہم جوڑا لگے نیک جدے کھڑے ہوں تو بد جدے پھر نیکوں میں نمازیوں کی قطار مجاہدوں کی قطار جدا جدا ہو علے ہذا القیاس۔ اور سب سے اول تین جماعتیں قائم
ہوں کما قال وکنتم ازواجا ثلثۃ ایک اصحاب الیمین کی دوسری اصحاب الشمال کی تیسری سابقین کی۔ اسکے بعد نفوس انسانیہ کا نفوس سماویہ ارضیہ
سے جوڑا لگے تاکہ قوت ادراک خیر وشر کی پوری ہو کر اپنے اعمال خیر وشر کا پورا بدلہ پاوے۔ اور ہر نفس اپنے اعمال خیر وشر کی صورت مثالیہ سے بیاہا جاوے
اور ہر نیک کا حور العین سے جوڑا لگے۔ تمام جزا وسزا آخرت کو یہ ایک لفظ وسیع المعنی حاوی ہے مگر اسکے بعد چند مہتم بالشان امور کو بیان فرماتا ہے
واذا الموؤدۃ سئلت اور جبکہ زندہ گاڑی ہوئی لڑکی پوچھی جاوے بای ذنب قتلت کہ کس گناہ میں ماری گئی تھی! خواہ سوال مظلوم لڑکی سے ہو خواہ
قاتل ظالم سے بہر حال اسکی باز پرس ہوگی۔ عرب کے جاہل اور مغرور لوگ ننگ دامادی یا خوف افلاس سے لڑکیوں کو زندہ گڑھے میں ڈالکر مٹی دیدیا کرتے
تھے انکو سنایا جاتا ہے کہ ایک روز تم سے پوچھا جائیگا کہ کس جرم پر اس معصوم کو قتل کیا یا اس مظلوم واد خواہ سے دریافت ہوگا۔ یہ ایسا پر اثر بیان ہے کہ اسکے
بعد عرب سے یہ رسم یکلخت موقوف ہوگئی۔ یہ دوسرا حادثہ ہے واذا الصحف نشرت اور جبکہ نامۂ اعمال کھولے جاویں اور حساب شروع ہو اور کہا جاوے کہ پڑھہ
صحائف ان ولی کاغذوں پر معمولی رسم الخط سے نہونگے بلکہ ایک انجلا وانکشاف صور اعمالیہ کا ہوگا جسکا مجموعہ ایک صحیفہ ہے۔ یا جو کچھ اسکی حقیقت عند اللہ ہو برحق ہے
یہ تیسرا حادثہ ہے۔ واذا السماء کشطت اور جبکہ وہ آسمان جو بار دیگر نفخ صور ثانی کے بعد قائم ہوگا اسکو کھولا جاوے یعنی جسطرح جانور ذبح کی کھال

کھینچ لینے سے اُسکا گوشت و اندرونی اعضا ظاہر ہوجاتے ہین اسیطرح آسمان کا حجاب مرتفع ہوجاوے اور مکنونات خیالات فلک کہ اشیاء کی صورت مثالیہ ہین متجلی و منکشف ہوجاوین اور ملائکہ نازل ہونے شروع ہون جو عدالت حشر کے کارندے ہونگے - یہ چوتھا حادثہ ہے -

امام رازی کشطت کے معنی اسکے قریب قریب بیان فرماتے ہین حیث قال ای کشفت وازیلت عما فوقہا وہو الجنۃ وعرش اللہ کما یکشط الاہاب عن الذبیحۃ والغطاء عن الشئ - یعنے کھولا جاوے اور اُسکے اوپر کی چیز جو جنت اور عرش آلہی ہے ظاہر کیا جاوے جیساکہ کھال ذبیحہ سے اُتاری جاتی ہے اور پردہ کسی چیز سے دور کیا جاتا ہے -

ف لفظ کشطت کو ابن مسعود نے قشطت قاف سے بھی پڑھا ہے اور کاف کی جگہ قاف کا استعمال زبان عرب مین بہت جگہ ہوتا ہے جیساکہ کافور - قافور اور لبکت الثرید ولبقتہ -

جب آسمان کھل جاویگا اور جو کچھ عالم بالا مین ہے (جو خزانۂ غیب ہے) ظاہر ہوگا اور انسان کے اعمال نیک و بد کی صور مثالیہ بھی ظاہر ہونگی تو اول بدون کے لیئے واذا الجحیم سعرت دوزخ دہکائی جاوے - بنی آدم کے گناہونکا ایندھن جو سینہ مین پڑا سلگ رہا تھا اب جزاء کا وقت آگیا غضب آلہی کا شعلہ اُسکو بھڑکا دیگا اور عدل و انتقام کی آگ اس ایندھن کو دہکادیگی پھر تو وہ جوش مارے گی کہ آلہی توبہ اسکے جوش و خروش اور شعلونکی لپیٹ کی آواز دور دور سے سُنائی دیگی کما قال وہی تفور تکاد تمیز من الغیظ - اور بڑے بڑے انگارے اور چنگاریان باہر آ آ پڑینگے کما قال انہا ترمی بشرر کالقصر کانہ جمالات صفر اسکے دیکھنے سے لوگونکی جان پر بنجاویگی اور بالخصوص مجرم تو اس حالت کو دیکھکر حواس باختہ ہوجاوینگے اور دنیا کے چندروزہ لذات و شہوات پر ہزارون افسوس کرینگے کما قال واسروا الندامۃ لما رأوا العذاب یہ جانکاہ پانچوان حادثہ ہوگا - اور اسیطرح اہل حشر کے لیئے جنت سامنے لائی جائیگی کما قال واذا الجنۃ ازلفت اور جنت قریب لائی جاویگی - اب جو عالم غیب مین آنکھون سے اوجھل ہے اور اسی لیئے کور باطن اُسکا انکار کرتے ہین اس روز وہ حاضر ہوجاویگی اور تخت عدالت کے قریب لاکر رکھی جاویگی یہانتک کہ اُسکے نعیم اور وہانکے بے حد اسباب آسایش و تجمل نظر آوینگے - بدونکو اور بھی مصیبت ہوگی کہ حسرتین کرینگے اور اس سلطنت جاودانی کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا الم دونکو عذاب جہنم سے کم نہو گا خصوصاً جبکہ اُن غریبون مفلسون کو کہ جنکی عبادت و تقوی پر تمسخر کیا کرتے اور اُنکو بہت ہی ذلیل و خوار سمجھتے تھے یہ دیکھین گے کہ کس اکرام و اعزاز سے جنت کے لیئے منتخب کیئے جارہے ہین اور ان دنیا کے عزت دارون سردارون اور ناز و نعمت مین پرورش پانے والون پر جوتیان پڑرہی ہین ملائکہ گھسیٹے ہوئے جہنم کیطرف مارتے ہوئے لیئے چلے جاتے ہین اب نہ کوئی دنیاوی یار ہے جو حمایت کرے نہ مال و فرزند ہے جو کام آوے - یہ چھٹا حادثہ اور بھی جانکاہ ہوگا تب علمت نفس ما احضرت ہر ایک شخص جان لے گا کہ وہ دنیا سے کیا لایا ؟ کیا اعمال نیک و بد کیئے یہ حجاب اُٹھ جاوے گا -

ف - بعض مفسرین نے ان بارہ حوادث کو انسانی حالات پر محمول کیا ہے جو بوقت مرگ ظاہر ہونگے اور مرگ قیامت صغری ہے اسوقت اُسکو نیک و بد معلوم ہوجاویگا - آفتاب کا بے نور ہونا روح کا تعلقات جسمانیہ سے دست بردار ہونا ہے اور ستارونکا بے نور ہونا - اُسکے حواس اور قوے کا بیکار ہونا ہے - اور پہاڑون کا اُڑنا اُس کے بنیاد جسم کا ہلجانا اور اسکے بڑے بڑے ارادونکا باطل ہونا ہے - اور گابھن اونٹنیون کے بیکار ہونے سے مراد انسان کی قریب الحصول تمناؤنکا بیکار ہونا ہے - اور

و حوش کا جمع ہونا اسکے نفرت انگیز کاموں کا تصور اور انکی صورتین سامنے آنا ہے اور دریاؤن کا گرم ہونا اور جوش مارنا اسکے حسرات و آرزؤن کا بطلان اور خیالات کا انتشار ہے کہ ہر ایک بے کنار دریا ہے اور نفوس کا جوڑا لگنے سے مراد ملکات کسوبہ کا انکے مناسب چیزون سے ارتباط ہے ظلمانی ملکات کا ظلمانی چیزون سے اور نورانی ملکات اور علوم و معارف کا نورانی چیزون سے جوڑا لگایا جاتا ہے اور موؤدہ سے مراد وہ انسانی قوے و مدارک ہین جو اسکے اندر ودیعت ہین جنکو زندہ گاڑ دینا کہنا استعارہ ہے انسے سوال ہوگا کہ ان کو برمحل صرف کیا تھا یا بے محل جس نے بے محل اور بے موقع خداداد قوت کو صرف کیا گویا زندہ معصوم بچہ کو قبر مین ڈالدیا مثلاً قوت شہوانیہ ایک انکی عطا کردہ امانت ہے اگر اسکو اپنی بیوی پر اور حلال چیزون کے کھانون مین صرف کیا تو مضائقہ نہین ورنہ عتاب و عقاب ہے اسیطرح قوت غضبیہ ایک ودیعت ہے اگر اسکو غیرت دینیہ وملیہ کے لئے اور ظالمون کے مقابلے مین اپنے ناموس اور ملت کے محفوظ رکھنے مین صرف کیا تو بہت خوب۔ اگر زیردستونکے ستانے اور لوگون پر ظلم و جفا کرنے مین صرف کیا تو عتاب اور عذاب ہے۔ اسیطرح نطق یعنے گویائی ایک امانت ہے اگر اچھی باتین کہین خدا کی حمد و ثنا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر و اصلاح بین الناس مین صرف کی تو اجر ہے ورنہ وزر۔ پس جس نے اسکو بیہودہ گوئی فحش گوئی اور جھوٹے قصون کے سنانے اور لوگون مین فساد کرانے اور نقصان دینے مین صرف کیا تو عذاب ہے۔ اور صحائف کے کھولے جانے سے مراد قوی اور نفوس کے وہ صحائف ہین کہ جنمین اعمال کی ہیئت ہے اور آسمان کے کھولنے سے مراد احکام روحی کا ظہور ہے جو بوقت مرگ ہوتا ہے اور دوزخ کے دہکائے جانے سے مراد وہ شدائد و اہوال ہین جو موت کے بعد ظاہر ہونگے اور بہشت کے نزدیک لائے جانے سے مراد وہ روح و ریحان ہین جو عالم برزخ مین ایماندارونکے سامنے آتے ہین۔

یہ کہنا کہ ان بارہ چیزون سے یہ چیزین مراد ہین تفسیر نہین بلکہ تاویل ہے ہان اس کہنے کا مضائقہ نہین کہ ان چیزونکی طرف بھی الفاظ قرآنیہ مین اشارہ ہے ٹھیک بات ہے کس لئے کہ قرآن مجید کیلئے ظہر و بطن ہے اسکے اندرونی پردون مین جو کچھ معانی مخفی ہین وہ ایک دریا ہے بے کنار ہے جسکو وہان تک رسائی ہو وہ سمجھے۔

اسیطرح بعض صوفیہ کرام فرماتے ہین اذا الشمس کورت مین اشارہ ہے تجلی ذات و صفات کے ظہور کیطرف جو قلوب عارفین پر ہوتی ہے پس اسوقت انکی ارواح کے آفتاب بے نور ہوجاتے ہین اور انکے عقول کے ستارے دھندلے ہوجاتے ہین بسبب غلبۂ نور ذات و صفات کے۔ اور اسوقت انکے دلونکے پہاڑ یعنی واردات محبت سخت ہواؤن سے اڑتے پھرتے ہین اور ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے ہین اور انکے نفوس کی بار دار اونٹنیان اسکے سطوت جلال کے سامنے بیکار ہوجاتی ہین پھر اسوقت توحید کے دریا گرم ہوجاتے ہین اور وحوش تفرقہ مجتمع ہوجاتے ہین اور بجز ذات پاک ذوالجلال والاکرام کے اور کچھ باقی نہین رہتا اور یہ عارف کے ان احوال مین ایک قیامت ہے اور اسیطرح روح ناطقہ کا نفس مطمئنہ سے جوڑا لگادیا جاتا ہے پھر وہ دونون ہمیشہ قرب کے باغون اور وصال کے بہشتون مین رہا کرتے ہین جیسا کہ دنیا مین مقامات مراقبات مین رہا کرتے تھے اور اسیطرح مشاہدات کے باغ قریب کئے جاتے ہین۔ واللہ اعلم باسرار کلامہ۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۙ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۙ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۙ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۙ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ

سو ہم کو قسم ہے ان ستاروں کی جو چلتے چلتے پیچھے ہٹنے لگتے غائب ہو جاتے ہیں اور ڈھلتی رات کی اور صبح کی جبکہ روشن ہو کہ یہ قرآن ایک معزز رسول (جبرئیل) کی زبانی ہے

ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ ۙ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ؕ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۚ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ۚ

جو بڑی قوت والا عرش والے کے پاس رتبہ رکھتا ہے وہاں کا سردار امانت دار ہے اور تمہارا پیغمبر دیوانہ نہیں ہے اور البتہ انہوں نے تو اس (جبرئیل) کو مطلع صاف میں دیکھ بھی لیا ہے

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ۚ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ۙ فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۙ

اور وہ غیب کی بات پر بخل کرنے والا بھی نہیں اور یہ شیطان مردود کی زبانی نہیں پھر تم کہاں چلے جا رہے ہو یہ تو جہان بھر کے لیے نصیحت ہی نصیحت ہے

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ ؕ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۠

اُسکے لیے جو تم میں سے راست ہونا بھی چاہے اور تم تو جب ہی چاہو گے کہ جب اللہ چاہے گا جو تمام جہان کا رب ہے۔

ترکیب

فلا الفاء للتفریع او التعقیب ولا زائدۃ کما مر تحقیقہا فی سورۃ القیامۃ بالخنس المقسم بہ وہی جمع خانس وخانسۃ من خنس اذا تاخر وفی الصحاح الخنس الکواکب کلہا لانہا تخنس فی المغیب او لانہا تخفی نہارا وقیل ہے الکواکب الخمس زحل والمشتری والمریخ والزہرۃ وعطارد وفی الکبیر الخنس جمع خانس والخنوس الانقباض والاستخفاء تقول خنس من بین القوم وتخنس وفی الحدیث الشیطان یوسوس الی العبد فاذا ذکر اللہ خنس ولذا سمی الخناس ۔ الجوار جمع جاریۃ وہی السیارات لانہا تجری ۔ وہی صفۃ الخنس ۔ الکنس جمع کانس وکانسۃ یقال کنس اذا دخل الکناس وہو مقر الوحش ۔ کنس ۔ کناس بالکسر خواب جائے آہو وپنہان شدن او درآنجا (ع ف ا ک ۲) کنس خانہ روفتن ۔ مکنسہ جاروب ۔ کناسہ بالضم جاروبہ وخانہ روبہ (صراح) والمراد بہا الکواکب لانہا تکنس ای تختفی بالنہار ۔ وہی ایضا صفۃ لہا ۔ والیل الواو للقسم اذا ظرف والعامل فیہا معنی القسم عسعس من الاضداد یقال عسعس اللیل اذا اقبل وعسعس اذا ادبر والمراد ہہنا اقبال اللیل وقیل الادبار والصبح ہذہ الواو ایضا للقسم تنفس ای اسفر وامتد وفلق شبہ اللیل المظلم بالمکروب المحزون الذی جلس بحیث لا یتحرک اجتمع الحزن فی قلبہ فاذا تنفس وجد راحۃ فہہنا لما طلع الصبح فکانہ تخلص من ذلک الحزن فعبر عنہ بالتنفس وہو استعارۃ لطیفۃ ۔ وجواب القسم الاول والثانی والثالث قولہ انہ لقول رسول کریم ثم وصف الرسول المذکور باوصاف محمودۃ (۱) ذی قوۃ (۲) عند ذی العرش مکین (۳) مطاع ثم ۔ قرء الجمہور بفتح ثم علی انہا ظرف مکان والعامل فیہ مطاع او امین والمعنی انہ مطاع فی الملاء الاعلی او امین ہہنا وقری بالضم علی انہا عاطفۃ وکان العطف بہا للتراخی فی الرتبۃ لان ما بعدہا اعظم ما قبلہا وما صاحبکم ہذہ الجملۃ داخلۃ فی جواب القسم ولقد راہ اللام جواب قسم محذوف ای واللہ لقد رای محمد صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل بالافق المبین بمطلع الشمس من قبل المشرق لان ہذا الافق لطلوع الشمس منہ مبین فالمبین صفۃ الافق وقیل صفۃ لمن راہ قالہ مجاہد وتابعہ لمن شاء بدل من العالمین باعادۃ الجار ومفعول شاء ان یستقیم بتاویل المصدر ای لمن شاء الاستقامۃ ۔

تفسیر

چونکہ یہ واقعات ہولناک کہ جنکی اذا اذا کرکے خبر دیگئی ہے امور بدیہیہ نہین تھے نہ ایسے تھے کہ عقول متوسطہ انکو کسی برہان یا دلیل سے بے کھٹکے مان لیتے اور اگر ایسے ہوتے تو ان مین عقلاء کا اختلاف اس درجہ نہ ہوتا اور اسی لیئے شرع مین ان چیزون پر ایمان لانے کو ایمان بالغیب کہتے ہین ان کا ثبوت محض نبی کے بیان پر موقوف ہے جسنے نبی کو سچا مان لیا ہے اسکے نزدیک ان امور کے سچے ہونے مین سر مو تفاوت نہین اسلیئے ان کے بعد ضرور ہوا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت و صداقت اور نبی کے ذریعہ سے جو کتاب آسمانی ظاہر ہوئی ہے اور جس مین یہ باتین مذکور ہین اسکی سچائی بھی ثابت کیجاوے اور عرب کے نزدیک جھوٹی قسم کھانا ہلاکت کا باعث تھا اس لیئے اس آیندہ کلام کو قسم سے صادر کیا اور قسم ہی پر موقوف نہین رکھا بلکہ بعد مین وہ دلائل بھی بیان فرمائے کہ جن سے قرآن کا کتاب الٰہی اور آنحضرت صلعم کا نبی ہونا ثابت ہوتا ہے فقال

فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس کہ پس مین قسم کھاتا ہون خنس کی ایسے خنس جو جوار اور کنس ہین۔ ان تینون لفظونکا مصداق ایک ہی چیز ہے تین چیزین جدا جدا نہین جوار۔ کنس اسی خنس کے صفات ہین ان الفاظ کے معانی یہ ہین۔ (۱) خنس خانس اور خانسہ کی جمع ہے اور خنوس ان کا مصدر ہے جسکے معنے مخفی ہونا اور ہٹنا ہین۔ خنس پیچھے ہٹ آنے والی چیزین۔ (۲) جوار جاری ہونے والی چیزین یعنے سیدھا چلنے والیان (۳) کنس۔ کانس اور کانسہ کی جمع کنس چھپ جانا کنّس تشدید کے ساتھ چھپ جانے والی چیزین۔

جمہور مفسرین کہتے ہین کہ خنس اور جوار اور کنّس سے پانچ ستارے مراد ہین جنکو اہل ہیئت خمسہ متحیرہ کہتے ہین یعنی زحل[۱] مشتری[۲] مریخ[۳] زہرہ[۴] عطارد[۵]۔ انگریزی مین سیٹرن[۱] جوپیٹر[۲] مارز[۳] ڈینس[۴] مرکوری[۵] کہتے ہین۔ فارسی مین کیوان[۱] برجیس[۲] ترک فلک[۳] ناہید[۴] دبیر فلک[۵] ہندی مین سنیچر[۱] برہسپت[۲] منگل[۳] سکر[۴] بدھ[۵] کہتے ہین۔ ان پانچون ستارونکی عجیب حیرتناک چال ہے یہ کبھی سیدھے چلتے ہین اس لحاظ سے انکو جوار کہتے ہین اور کبھی اُلٹے چلتے ہین جدھر سے گئے تھے پھر لوٹ کر اُدھر ہی آجاتے ہین اس لحاظ سے انکو خنّس کہتے ہین اور کبھی غائب ہوجاتے ہین یا حرکت منقطع ہوجاتی ہے اس لحاظ سے انکو کنّس کہتے ہین انہین ستارون کے یہ تین حال ہین۔ ان کی ہمیشہ ایک روِیّہ پر چال نہین جیسا کہ کوئی حیرت زدہ سیدھا جاتا ہے پھر لوٹ آتا ہے اِدھر و اُدھر مارا مارا پھرتا ہے۔ اسی لیئے انکو متحیرہ کہتے ہین۔ یا تو مغرب سے مشرق کی طرف بترتیب بروج چل رہے تھے کہ حمل سے ثور اور ثور سے جوزا برج کو طے کر رہے تھے یا یکایک حرکت بند ہوگئی اور پھر اُلٹے مشرق سے مغرب کیطرف چلنے لگے۔ پہلی حالت کو استقامت دوسری کو وقوف و اقامت تیسری کو رجعت کہتے ہین۔

ان ستارون کا اس میدان مین اسطرح سے ہیر پھیر کرکے دوڑنا صریح دلیل ہے کہ انکی ڈوری کسی قادر مطلق کے ہاتھ مین ہے جو بڑا قادر اور بڑا حکیم ہے یہ ستارے اس لحاظ سے اسکی قدرت و عظمت جبروت و کبریائی کی ہر شخص کے نزدیک بڑے روشن دلائل ہین اسلیئے انکی قسم کھائی

ف[۱] یا یون کہو کہ مسئلہ معاد کے بعد مسئلہ نبوت کا ثابت کرنا اسلیئے مناسب معلوم ہوا کہ مسئلہ نبوت کے ثبوت پر مسئلہ معاد کا ثبوت منحصر ہے اور نبوت کا اثبات بھی اس طرح سے کیا کہ قرآن مجید کی صداقت ثابت کی جسمین یہ امور مذکور ہین اور قرآن جسکے نزدیک کتاب الٰہی ہے تو آنحضرت صلعم کی نبوت بھی اسکے نزدیک قطعی ہے ۱۲ منہ

اور اُن کے پرستش کرنیوالون کے خیالات فاسدہ کا بطلان بھی کر دیا

ف حضرت نوح و ابراہیم علیہما السلام کے عہد مین تو ایک فرقہ صابیہ تھا جو ان ستارون کی پرستش کیا کرتا تھا پھر بہر دور دہر اسکے متعدد فرقے ہوگئے اور پھر فریق نے اپنے ملکون مین ایک جدا رنگ پیدا کیا چنانچہ روم و یونان کے لوگ جو یورپ بلکہ ایشیا کی حکمت و فلسفہ کے استاد مانے گئے ہین جو پیٹر کو پوجا کرتے تھے اور اسکے نام کا بڑا مندر بنا رکھا تھا اور ستارون کی پرستش بھی کیا کرتے تھے پارسیون کی دساتیر مین تو ناہید کی بہت کچھ مدح اور پرستش کے دستورات موجود ہین۔ یہی حال ہنود کا ہے۔ بعض مفسرین فلا اقسم مین لا زائدہ نہین کہتے بلکہ نافیہ مانتے ہین تب یہ معنے ہونگے کہ مین ان ستارون کی قسم نہین کھاتا کس لیئے کہ غور کرنیوالے کے نزدیک خود بخود قرآن مجید کی صداقت ظاہر ہے۔

ف۔ ان خمسہ متحیرہ کی اس حرکت کے حکماء نے اسباب تلاش کیئے تو حکماء قدیم نے جو ہیئت مین بطلیموس کے پیرو ہین یہ کہا کہ آسمان کے ثخن مین ایک اور دوسرا آسمان ہے اسکو حامل کہتے ہین اور حامل مین ایک گول پہیا سا لگا ہوا ہے جسکو تدویر کہتے ہین۔ اس تدویر مین ستارہ جڑا ہوا ہے پھر وہ تدویر اس مین ستارہ کو لیکر گھومتی ہے اور گھومتی ہوئی تدویر کو لیکر حامل گھومتا ہے اور اس گھومنے مین تدویر اور حامل کی حرکت موافق ہے تو ستارہ سیدھا چلتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور اگر مخالف ہے تو بطئی حرکت محسوس ہوتی ہے پھر وہ مخالفت اگر اس درجہ تک ہے کہ جسقدر ستارہ ایک کی حرکت سے آگے بڑھتا ہے اسیقدر مخالف حرکت سے ہٹتا ہے اسلیئے اسوقت پہ ستارہ ٹھہرا ہوا معلوم ہوتا ہے اور اگر مخالف حرکت غالب آکر اسکو اُلٹا اُدھر ہی واپس کر لانے لگے کہ جدھر سے وہ چلا تھا تو اسوقت وہ ستارہ اُلٹا حرکت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

حامل اور آسمان اور تدویر اور ستارہ کا نقشہ

اس لیئے ہر ایک ستارہ کے لحاظ سے سات آسمان تسلیم کرنے پڑے پانچ تو یہی ستارے اور دو چاند اور سورج انکو بھی سیارہ کہتے ہین سبع۔ سیارات یہی ہین پھر ہر ایک سیارہ کا مقام ایک ایک آسمان قرار دیا ہے اور دیگر ستارون کا مقام (جو حرکت کرتے نظر نہین آتے اور ایک ہی جگہ ثابت رہتے ہین اور اسی لیئے انکو ثوابت کہتے ہین) آٹھوان آسمان قرار دیا اسکے اوپر نوان آسمان اور تجویز کیا ہے جسکو فلک الاطلس کہتے ہین۔ اور علماء اسلام نے آٹھوین آسمان کو عرش اور نوین کو کرسی سے تعبیر کیا ہے۔ اور حکماء حال آسمانون کی سیر کے قائل ہی نہین وہ) ان ستارونکی اس حرکت کا سبب انکا میلان ذاتی بیان کرتے ہین۔ جو کچھ ہو بہر حال اسمین قدرت کاملہ کا پورا پورا ثبوت ہے۔

اندرونہ آسمان
حامل
تدویر
ستارہ
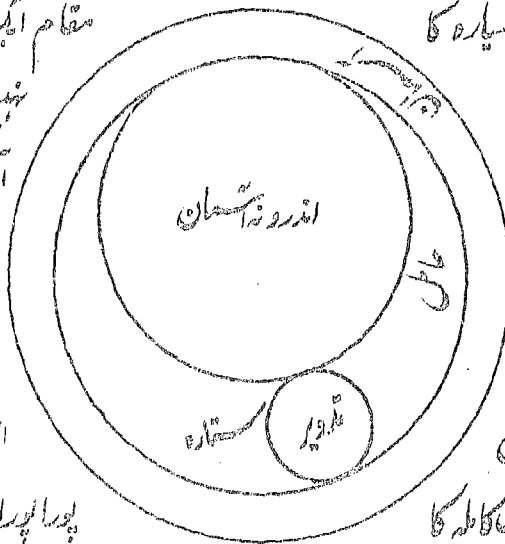
ف بعض مفسرین کہتے ہین کہ خنس جوار کنس کل ستارون پر صادق آتا ہے۔ رات مین مشرق سے مغرب کی طرف چلتے ہین دن مین غائب بھی ہوجاتے ہین اور اُلٹے مشرق کیطرف چلتے ہین جہانسے اگلے روز نمودار ہوکر چلے تھے آج پھر وہین سے چلنے لگے۔ الغرض علویات کا انقلاب اُسکی قدرت کی دلیل ہے

اسکے بعد عالم مین ایک اور تصرف روزانہ سے اپنی قدرت کاملہ کا ثبوت دیتا ہے اور اسکو بھی وثوق دلانیکے لئے اسی قسم کے عنوان سے صادر فرماتا ہے فقال واللیل اذا عسعس اور قسم ہے رات کی جبکہ وہ ڈھلنے پر آنے لگے عسعس کے معنی رات ڈھلنے کے ہین (عسعس اللیل اذا ادبر کشاف) اور آنیکے بھی ہین رات ڈھلنا بھی اسکی قدرت کا نمونہ ہے یا تو دنیا پر اندھیرا چھایا ہوا تھا یا اب سمٹنے لگا اور یہ وقت بسبب ظہور نور کے برکت کا بھی وقت ہے اور صبح سے مناسبت رکھتا ہے اسلئے اسکی بھی قسم کھائی اسیطرح رات کا آنا اور دنیا پر چھا جانا بھی ایک تغیر عظیم ہے یا تو روشنی تھی یا اندھیرا ہونیلگا والصبح اذا تنفس اور قسم ہے صبح کی جبکہ روشن ہونیلگے یہ تیسری قسم ہے تنفس سانس لینا گویا رات ایک غمگین شخص دم گھونٹے بیٹھا تھا پھر سانس لیا تو راحت پائی اور یہ وقت راحت ہے یہ ایک لطیف استعارہ ہے پہلے ان پانچ ستارونکی قسم کھائی کہ جنکی حرکت و رفتار اسکی کبریائی کی روشن دلیل ہے جسمین اسطرف اشارہ تھا کہ دنیا مین یہ پانچ اولو العزم نبی ان پانچ ستارونکی طرح روشنی پھیلانیوالے تھے مگر انکی روشنی یعنی شریعت اقوام کے تغیرات کے لحاظ سے سدا کے لیئے ایک چال پر نہ تھی اور وہ پانچ ستارے یہ ہین حضرت آدم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام - ان پانچ ستارون نے ہر چند دنیا کو مذاہب باطلہ سے پاک کیا انکے جھگڑے نبٹے مگر جہل و کفر و بت پرستی کی تاریکی نے جہانکو گھیر لیا تھا یہانتک کہ رات اٹھتی چلی آتی تھی یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے ہوا پھر رات پھیلگئی یہ زمانہ حضرت عیسیٰ کے حواریون کے بعد سے لیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک کا ہے مگر اس رات کے بعد اُس رحیم و کریم نے جو اپنی حکمت بالغہ سے دنیا مین رات دن بدلتا ہے ستارونکو چلاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا مگر آپکی بعثت سے کچھ آگے وہ کفر و بدکاری کی اندھیری رات ڈھل چلی تھی اسلئے لوگونکو کچھ غیبی آثار نمودار ہونے لگے تھے کہین کسیکو بتون مین سے آواز سنائی دی گئی کہ ہماری پرستش کا زمانہ ختم ہوا جاتا ہے جہان کا ہادی آتا ہے آخر وہ آفتاب ہدایت مکہ کے پہاڑون مین طلوع ہوا اور دنیا کو روشن کر دیا - ان ہدایت کے ستارون اور ڈھلتی رات اور ہدایت کی صبح کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ انہ لقول رسول کریم کہ یہ قرآن جو صبح صادق کیطرح روشنی پھیلا رہا ہے از خود محمدؐ نے دل سے نہین بنا لیا ہے جیسا کہ اور شعرا یا مصنفین بنا لیا کرتے ہین بلکہ یہ ایک معزز رسول کی زبانی پہنچا ہے یعنی جبرئیل آپکے پاس وحی لاتے ہین اور پڑھکر سناتے ہین تب آپ اسکو تم لوگونکو سناتے ہین - اس مطلب کیطرف اور بہت سی آیات مین اشارہ و تصریح ہوئی ہے علمہ شدید القوی ذو مرۃ بس یہ ہین لقول رسول کریم کے معنی - اب اسپر یہ شبہ پیش کرنا (کہ جب یہ رسول کریم کا قول ہوا تو اللہ کا کلام کیونکر ہوا حالانکہ بالاتفاق قرآن مجید کلام اللہ ہے اسکا کوئی مسلمان بھی منکر نہین) محض لغو ہے کیلئے کہ قول سے یہ مراد نہین کہ جبرئیل کی تصنیف بلکہ یہ کہ جبرئیل نے کہا خدا کیطرف سے جیسا کہ اور آیات مین ان معنے کی تصریح ہے -

اسی جگہ سے بعض علما اسکے بھی قائل ہوئے ہین کہ قرآن مجید کی عبارت جبرئیل علیہ السلام کیطرف سے ہے اور معنی خدا کیطرف سے جبرئیل کو القا ہوتے اور جبرئیل وہ عبارت مع الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے مگر یہ بھی ایک لغو بات ہے کیلئے کہ جس جبرئیل علیہ السلام کو خدا کیطرف سے معنی القا ہوتے تھے اسکو الفاظ کی بندش بھی القا ہوتی تھی کیا خدا پاک کو الفاظ کی بندش نہین آتی تھی اور جبرئیل علیہ السلام کی کونسی بات اپنی طرف کی ہے ہر حرکت و سکون خدا تعالیٰ کے حکم سے ہے وہ تو اسطرح تابع ہین کہ جسطرح انسان کی زبان تابع ہے زبان از خود کیا بولتی ہے وہی جو انسان بولنا چاہتا ہے - پھر جبرئیل علیہ السلام کے چند اوصاف بیان فرماتا ہے جن سے وحی کی مضبوطی اور استحکام متعلق ہے اول کریم کہ وہ معزز فرشتہ ہے ایسا ویسا نہین بلکہ ناموس اکبر ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام چونکہ جامہ بشریت مین ہین انکا تجرد ایسا نہین کہ ہر وقت حق سبحانہ سے بغیر اس واسطے کے کلام کر سکین اسلیئے وحی لانے مین یہ نورانی شخص کہ جسکا تجرد اس مرتبہ پر پہونچا ہوا ہے کہ بلا واسطہ حق سبحانہ سے کلام کر سکتا ہے واسطہ قرار دیا گیا - (۲) ذی قوۃ قوت والا - تاریکی مین اگر قوت نہ ہے تو

کبھی پیغام بسرعت ادا نکر سکے۔ اور یہی قوت جبرئیلیہ ہے کہ جب کسی نبی کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو اسکے جمیع تخیلات و توہمات کو جو غلطی مین پڑنے کے اسباب ہین یکبخت باطل کردیتی ہے اور اسوقت انمین کوئی اثر قوی بہیمیہ کا باقی نہین رہتا۔ پھر جو کچھ وہ بولتے ہین وہی بولتے ہین اور جو کچھ کہتے ہین وہی کہتے ہین جو کوئی انکے سر چڑھکر بلواتا یا کہلواتا ہے جسطرح بانسری آپ نہین بولتی اسمین کوئی اور بولنے والا بولتا ہے یہی حال حضرات انبیاء بلکہ اولیاء کا ہے (۳) عند ذی العرش مکین عرش والے کے پاس جاپانیوالا یعنی یہ نہین کہ اسکو تخت تک رسائی نہین وہ اور وہ نیسے سنکر لاتے ہین بلکہ انکو بارگاہ قدس مین صرف رسائی ہی نہین بلکہ (۴) مطاع ثم وہان وہ سردار بھی ہین بیشمار ملائکہ انکے زیر فرمان ہین اور جو کسی نیک بندہ کو کوئی نیک بات الہام والقا کرنی ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام ان ملائکہ مین سے کسی ایک کو معین کردیتے ہین جیسا کہ حضرات اولیاء کرام کے الہام مین ہوا کرتا ہے اور یہ فرق ہے الہام انبیاء و الہام اولیاء مین۔ حدیث صحیح مین آیا ہے ان للشیطان لمۃ بابن آدم وللملک لمۃ فاما لمۃ الشیطان فایعاد بالشر وتکذیب بالحق واما لمۃ الملک فایعاد بالخیر وتصدیق بالحق الحدیث رواہ الترمذی کہ شیطان بنی آدم کے دلمین القا کرتا ہے اور فرشتہ بھی سو شیطان تو برائی ڈالتا ہے اور حق بات سے انکار کراتا ہے اور فرشتہ کا القاء نیکی پر ابھارنا اور حق کا تسلیم کرنا ہے (۴) امین کہ جبرئیل امین بھی ہین۔ یعنی اس وحی مین کوئی کمی زیادتی نہین کرتے کوئی آمیزش نہین ہونے پاتی۔

چونکہ کلام الٰہی کے بندون تک پہونچنے مین دو واسطہ ہین ایک جبرئیل علیہ السلام یہانتک تو انکے محامد بیان فرمائے تاکہ عدالت و حفظ جو شرط راوی ہے بدرجہ کمال انمین متحقق ہوجائے اور یہ بھی ثابت ہوجائے کہ انکا اعتبار ملاء اعلیٰ مین بھی از حد ہے۔ اور راوی گو ثقہ اور صحیح الحافظہ ہو مگر پھر بھی فرق ہے۔ ایک تو بادشاہ کا چوبدار یا خواص گو ثقہ اور صحیح الحافظہ ہو بادشاہ کا پیغام لائے اور ایک کوئی امیر کبیر بڑا رازدار بڑا معتبر ثقہ صحیح الحافظہ خبر لاوے دونون مین فرق ہے اسلیئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بارگاہ قدس مین سردار اور مطاع ہونا بھی بیان فرمادیا۔ دوسرا واسطہ پیغمبر ہے۔ اب انکی نسبت اسقدر کہنا کافی ہے کہ انکی عدالت اور تقویٰ اور راستبازی پر تو کفار مکہ بھی ایمان لائے ہوئے تھے۔ پھر ایسا سچا اور نیک آدمی کہ جس نے تمام عمر کبھی جھوٹ نہین بولا۔ کبھی کوئی طمع نفسانی اس سے سرزد نہین ہوئی جسکے بزرگانہ اخلاق اور صداقت ضرب المثل ہون وہ خدا پر بلا منفعت دنیا کوئی ایسا جھوٹ باندھے کہ جس سے ہزارون مصائب سر پر آپڑین مار دھاڑ ہونے لگے قوم اور کنبہ چھٹے دنیاوی فوائد یکقلم موقوف ہوجاوین عقلاء کی شان سے بعید ہے اسلیئے قسم کھانیکے بعد اس جملہ کو بھی ارشاد فرماتا ہے وما صاحبکم بمجنون کہ تمہارا صاحب یعنی دوست اور بہی خواہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیوانہ نہین جو ایسی جھوٹی بات کہکر مفت اپنے سر پر مصیبت لیتا۔ یہ بھی تم خود جانتے ہو کہ بڑے عاقل ہین دنیا کے بڑے بڑے قائل انکے عقل کے ہین پھر جب یہ بھی نہین تو اس واسطے کے سچے ہونے مین بھی کوئی کلام باقی نہین رہا۔

اسکے بعد انکو یہ شبہ باقی تھا کہ آپ سچے بھی ہین دیوانہ بھی نہین مگر ممکن ہے کہ جبرئیل سے آپنے یہ کلام نہ سنا ہو اور جبرئیل کو دیکھا بھی نہو کوئی اور شیطان ان سے آکر کہہ جاتا ہو اور وہ اسکو جبرئیل سمجھتے ہون اس کا جواب دیتا ہے ولقد رآہ بالافق المبین کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو آنکھ سے مشرقی کنارہ پر دیکھا ہے وہ انکو پہچانتے ہین۔ سورہ نجم مین فرمایا تھا کہ جبرئیل کو آنحضرت صلعم نے افق اعلیٰ پر دیکھا اور یہان افق مبین پر دیکھنا فرمایا۔ علماء فرماتے ہین کہ وہی افق اعلےٰ اور وہی افق مبین ہے مشرقی کنارہ مجاہد کہتے ہین کہ جبرئیل کو اجیاد کیطرف دیکھا تھا اور وہ مکہ سے مشرق رخ ایک میدان ہے۔ اور یہ دیکھنا ابتداء زمانہ نبوت مین ہوا تھا بعض کہتے ہین جب وحی آکر بند ہوگئی تھی تب کا یہ واقعہ ہے

اور بعض کہتے ہین جبکہ آپ غار حرا مین تشریف رکھتے تھے اور سورہ اقرأ نازل ہوئی تب کا واقعہ ہے کہ اول تو شرقی کنارہ پر آنحضرت صلعم کو جبرئیل علیہ السلام ایک زرین کرسی پر بیٹھے ہوئے دکھائی دیئے اپنی اصلی صورت مین نہایت عظمت و جلال کی صورت تھی اور کنارہ بھرا ہوا تھا اسلیئے جب اوپر کے کنارہ پر تھے تو اسکو افق اعلی سے تعبیر کیا اور ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی پھر حضرت جبرئیل نیچے اترے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوگئے (اس وقت کے لحاظ سے افق مبین کہا گیا) اور دونون مل گئے بعض کہتے ہین دوبار دیکھا تھا بعض محققین فرماتے ہین کہ عالم مثال کے دو افق ہین ایک افق اعلے جو عالم تجرد و تقدس سے ملی ہوئی ہے اور دوسری ادنی جو عالم شہود سے ملی ہوئی اور اسی سبب سے اسکو افق مبین کہتے ہین کہ عالم شہود کے قریب ہونیکے سبب ظہور و ابانت اسمین ہویدا ہے پھر جبکہ جبرئیل علیہ السلام نے چاہا کہ اپنے کمالات کے مناسب شکل مین آنحضرت صلعم کو دکھائی دین تو اول افق اعلی پر جسم و شکل مثالی کا لباس پہنے ہوئے نظر آئے اور پھر آہستہ آہستہ نزدیک ہوئے یہانتک کہ افق ادنی کے قریب پہونچگئے اور عالم شہود کے کنارہ پر آرہے اور آنحضرت صلعم سے باکل ملگئے پس افق اعلی اور افق مبین یہ افق مراد ہین استعارہ کے طور پر یہ اسلیئے کہ عوالم غیبیہ غالباً اہل کشف و شہود کی نظرون مین دوائر کی صورت مین نمودار ہوتے ہین۔

الحاصل جب آپ پر حقیقت جبرئیلیہ منکشف ہوگئی اور کئی بار عالم شہود مین بھی آپ انکو دیکھ چکے ولقد رآہ نزلة اخری عند سدرة المنتہی اور سدرة المنتہی کے پاس بھی شب معراج مین دیکھ چکے تو اب اشتباہ شیاطین و جنات کا شبہ پیدا کرنا محض حمق ہے ہم اپنے وجدانیات مین کبھی اشتباہ نہین پاتے اور نہ محسوسات مین تو پھر اور اک تام حضرات انبیاء علیہم السلام کا تو کیا کہنا ہے جنکے سامنے حقائق الاشیاء منکشف ہین۔

اب ایک شبہ یہ باقی رہجاتا تھا کہ ممکن ہی کہ پیغمبر علیہ السلام کاہن ہون کاہن بھی غیب کی باتین جنون سے سنکر بیان کیا کرتے ہین اسکا جواب یہ ہے کہ وما ہو علی الغیب بضنین کہ قرآن مجید غیب کی باتین بتانے مین بخل اور کمی نہین کرتا ہے برخلاف کلام کاہن کے کہ وہ نہ دار آخرت بیان کرسکتا ہے نہ انسان کی سعادت و شقاوت کا رستہ بتا سکتا ہے نہ مرضیات الٰہی اور اسکے نزدیک ناپسند باتون کی خبر دیسکتا ہی نہ پہلی امتون اور اگلے انبیاء علیہم السلام کے گذشتہ حالات بیان کرسکتا ہے جنمین عبرت و نصیحت کوٹ کوٹ کر بھری ہو نہ آیندہ آنیوالے واقعات ہولناک کی خبر دیسکتا ہے جن پر مطلع ہونا انسان کو ایک آنیوالی زندگی دائمی کیلئے ضرور پر ضرور ہے۔ صرف دنیاوی معاملات پیش آنے والون کا کچھ بے تکا حال بیان کیا کرتا ہے وہ بھی پورا نہین ایک بات سچ تو سو غلط یا محض مجمل طور پر کہ جسکے حواشی اور متعلقات محض قیاسی ہوا کرتے ہین۔ اور یہی بات نجوم و رمل و جفر وغیرہ علوم مین ہوتی ہے اور اسیطرح خواب کے انکشاف ہوتے ہین اور ذرا اس سے بڑھکر مکاشفات غیر انبیاء علیہم السلام کا حال ہے برخلاف الہام انبیاء اور خصوصاً اس وحی کے جو بذریعہ جبرئیل امین آتی ہے یعنی قرآن مجید اسمین علوم خمسہ پورے پورے ہین اور چھٹا علم بیکار ہے اسمین سے بھی بقدر ضرورت بہت ہی باقی زید و بکر کے مریض ہونے شفا پانے دولتمند ہونے فقیر ہونے کسی کام مین کامیابی حاصل کرنے یا ناکامی ہونے بارش ہونے یا ہوا چلنے سے جو منصب نبوت سے دور تھا درگذر کیا اسلیئے قرآن مجید غیب کی باتین بتانے مین کمی نہین کرتا برخلاف کاہن اور اسکے کلام کے کہ وہ ان باتون مین کمی کرتا ہی پورا بخیل ہے۔ ابن کثیر و ابو عمرو اور کسائی نے لفظ بضنین کو بظنین ظا سے پڑھا ہے جسکے معنی یہ ہین کہ وہ قرآن یا محمد صلے اللہ علیہ وسلم غیب کی باتین بتانے مین متہم نہین قیاسی باتین نہین کہتے گویا یہ جملہ پہلی دلیل کا نتیجہ ہے یعنی جب دونون واسطہ ثقہ اور معتبر ہین تو متہم نہین بلکہ جو کچھ وہ اللہ کی طرف سے روایت کرتے ہین اسمین ثقہ ہین ابن مسعود کی بھی یہی قرأت ہی اور عائشہ رض سے مروی ہے کہ نبی کریم بھی ظا ہی سے پڑہا کرتے تھے روایت کیا اسکو دار قطنی نے افراد مین اور حاکم نے

ف صاحب کشاف کہتے ہین والقان الفصل بین الظاء والضاد واجب الخ کہ ان دونون حرفون مین فرق کرنا ضروری ہے ض اور ظ مین اکثر عجم فرق نہین کرتے حالانکہ انکے مخرج جدا جدا ہین ظ کنارے زبان اور اگلے دانتون کی جڑ سے نکلتی ہے اور ض دائین یا بائین داڑھ سے اور زبان کی جڑ سے۔ ایک کی جگہ دوسرا پڑھنا ایسا ہی ہے کہ جیسا دال کی جگہ جیم اور سین کی جگہ شین ۔۔۔

اور باقی قراءنے ضاد سے پڑھا ہے جسکے معنی ہین کہ وہ بخیل نہین۔ وحی کے پہنچانے مین بخل نہین کرتے ابن عباس یہی معنی لیتے تھے۔
اسکے بعد ایک اور دلیل بیان کرکے اس بحث کا خاتمہ کرتا ہے فقال وما ہو بقول شیطان الرجیم کہ یہ قرآن شیطان رجیم کا کلام نہین
یعنی جب تم یہ کہتے ہو کہ قوت بشریہ سے تو یہ کلام بڑھکر ہے پھر یا تو کاہن کا کلام کہتے ہو سو یہ بھی نہین کس لیئے کہ کاہن غیب کے بیان مین تھیم
کچھ سچ ہے تو زیادہ جھوٹ اور یا اسکو شیطان یا جن خبیث کا کلام کہتے ہو انکے اعجوبہ افعال پر نظر کرکے تو یہ بھی نہین تم خود اس کلام مین غور کرلو
کس لیئے کہ پھل سے درخت پہچانا جاتا ہے نہ درخت سے پھل۔ اس قرآن مجید مین بیشتر یہ مطالب ہین توحید باری تعالے ذات وصفات
بلکہ افعال مین بھی۔ بت پرستی اور توہمات پرستی کی مذمت اچھے کامون کی ترغیب خیرات وصدقات صلہ رحمی عبادت عفت
صداقت رحمدلی راستبازی صبر وحلم کی تعلیم مکارم اخلاق کی خوبی برے کامون سے نفرت خصوصاً افعال شہوت وغضب تکبر وغرور
اور سخت دلی ظلم ایذا رسانی مکروزور کی مذمت اور ان کے خراب نتائج بیان فرمائے دنیا اور اسکے تجملات سے نفرت دلائی حیات جاودانی
اور دار آخرت کا شوق دلایا خدا کے اسماء وصفات ذکر فرمائے پہلی قومونکے عبرت انگیز حالات بیان کیئے صادقون کی خوبی بدکارون
نافرمانون کی مذمت مین انکے قصص ارشاد ہوئے باہمی عدل وانصاف کے قانون بتائے معاملات مین ظلم وتعدی روکنے کے لیئے مسائل ارشاد
ہوئے زمین وآسمان دیگر مخلوقات کے حالات سے اپنی قدرت ورحمت کے نشان بتلائے وغیرہ بھلا ان مضامین سے شیطان کو کیا واسطہ بلکہ انکی آنکھون
مین خار ہین خصوصاً جبکہ شیطان کی تمام سرگذشت ہی بیان کردی کہ اسنے تکبر کیا اور یون وہان سے دھکے دیکر نکالدیا گیا ان حالات کو
تو وہ سن بھی نہین سکتا آپ بیان کرنا تو کجا فاین تذہبون پھر اے نادانون تم کدھر جارہے ہو کیون راستی کی طرف نہین آتے ان ہو الا ذکر للعالمین
یہ قرآن تو بلحاظ مضامین مذکورۂ بالا اور دیگر خوبیون اور روحانی تاثیر کے جہان والون کے لیئے نصیحت وہدایت ہے لازم کہ اسکو یاد کرین
اسپر چلین مگر جہان والون مین سے وہی اس سے فائدہ اٹھاسکتا ہے اور اسی کے لیئے یہ ذکر ہے لمن شاء منکم ان یستقیم کہ جو تم مین سے
سیدھا ہونا چاہے اور اپنے امراض نفسانیہ کا علاج کرنا چاہے اور جسکا یہ قصد نہین بلکہ حجت آرائی اور کج بحثی تو اسکو اس سے نفع نہین
بلکہ مضرت ہے اور یہ ارادہ کسیکے بس کا نہین وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین جسکے لیئے اللہ سیدھے ہونے کا ارادہ کرتا ہے تو وہی اپنے
سیدھے ہونے کا بھی ارادہ کرسکتا ہے یہ توفیق اسکی طرف سے ہے۔ انسان قضا وقدر کی زنجیرون مین جکڑا ہوا ہے صرف اتنی بات ہے کہ
جو کچھ قضا وقدر اس سے کراتی ہے وہ اسی کے ارادہ واختیار سے کراتی ہے اور اسی ارادہ واختیار کے سبب بندہ ثواب وعقاب مدح وذم
کا مستحق ہوتا ہے۔

ف اس آیت مین جبر وقدر دونون کا ابطال ہے۔ جبر کا لمن شاء منکم ان یستقیم سے اور قدر یعنی تقدیر کے انکار اور بندہ کے فاعل مختار
ہونے کا ابطال جیساکہ وہ معتزلہ کا مذہب ہے اور فرقہ قدریہ کی ایک شاخ ہے اس آیت سے وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین
اور لفظ رب العالمین مین اشارہ ہے کہ بندہ کی ہدایت کے اسباب پیدا کرنا اور اسکی سعادت کی راہین بتانا برے کامون سے
روکنا یہ بھی اسکی شان ربوبیت ہے ورنہ اسکو کیا پڑی کوئی بدراہی اختیار کرے جہنم مین جائے اپنا سر کھپائے۔
اس سورہ کے ابتدا اور وسط اور مقطع کو غور کیا جائے تو بعد اسرار بلاغت پائیگا جو احسن مین رکھے ہوئے ہین۔ وللہ الحمد اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً ۔

سورۃ انفطار مکیہ ہے اس میں انیس آیات اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۙ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۙ

جبکہ آسمان پھٹ جاوے　اور جبکہ تارے جھڑ پڑین　اور جبکہ دریا بہہ پڑین　اور جبکہ قبرین اکھیڑی جاوین

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۗ

تب ہر شخص جان لیگا کہ کیا لیکر آیا　اور کیا چھوڑ آیا

والحشر بمعنی واحد وبما ... الکشان من البعث والبحث مع زاد مضمومة الیها ... انبثرت و قلب ... اعلاها و باطنها ظاهرها ... ١٧ کبیر

ترکیب

اذا شرطیہ السماء فاعل فعل محذوف یدل علیہ انفطرت والجملۃ معطوفۃ علیہا واذا الکواکب الخ عطف علیہا وکذا ما بعدہا من الجملتین علمت الجملۃ جواب الشرط۔ نفس فاعل علمت ماقدمت واخرت مفعولہ یقال بعثر یبعثر بعثرۃ اذا قلب التراب وقال الفراء اخرجت ما فیہا من الدفائن وذلک من اشراط القیامۃ ان تخرج الارض ذہبہا وفضتہا۔

تفسیر

یہ سورۃ بھی مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس وابن زبیر کا بھی یہی قول ہے۔ نسائی نے روایت کی ہے کہ معاذ نے جب عشاء کی نماز مین بڑی سورۃ پڑہی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تو فتنہ مین ڈالنے والا ہے کیون سبح اسم ربک الاعلی اور اذا السماء انفطرت نہین پڑہ لیا کرتا۔ یہ حدیث صحیحین مین بھی ہے مگر وہان اذا السماء انفطرت کا ذکر نہین صرف نسائی نے روایت کی ہے۔

ربط

اس سورۃ کا اول سے ظاہر ہے کہ جسطرح اسمین اسباب تخریب عالم کو اذا اذا کر کے بیان فرمایا تھا اور انکے بعد جزا مین نفوس انسانیہ کا اپنے کئے پر مطلع ہونا بیان فرمایا تھا اسیطرح اس سورۃ مین اس مضمون کو دوسرے عنوان سے شروع کیا اور بعد مین انسانی سعادت وشقاوت کی ایک دلکش انداز سے تصویر کھینچی ہے۔
فرماتا ہے اذا السماء انفطرت جبکہ آسمان پھٹ جائیگا تب کیا ہوگا اس کا اور اسکے بعد اذا الکواکب وغیرہ سب جملون کا جو اس مضمون کے ہین آپ ہی جواب دیتا ہے کہ علمت نفس ماقدمت واخرت ہر شخص جان لیگا کہ کیا لیکر آیا اور کیا چھوڑ آیا۔

آسمان کے پھٹنے کا مضمون متعدد آیات مین واقع ہے کہین یہ ہے السماء منفطر بہ اور کہین فاذا انشقت السماء فکانت وردۃ کالدہان اور کہین یہ ہے ویوم تشقق السماء بالغمام اور کہین اذا السماء انشقت اور کہین وفتحت السماء فکانت ابوابا ہے۔ غرض بیان یہ ہے کہ ایک روز ایسا آنیوالا ہے کہ یہ عالم خراب ہوجاویگا اور ایک دوسرا عالم ابدی قائم ہوگا جسکے لئے انسان اس دار فانی مین چند روزہ مہمان ہے کہ وہان کے لئے حسنات حاصل کر کے لیجائے کہ پھر اسکی تمام عمر عافیت وآرام سے بسر ہو اور اس عالم کی خرابی کا شروع اسکی چھت سے ہوگا یعنی آسمان سے کیونکہ جب مکان بناتے ہین تو شروع بنیاد سے کرتے ہین اسلئے زمین کا اول بنانا بیان فرما کر یہ فرمایا تھا ثم استوی الی السماء اور جب گراتے ہین تو شروع چھت سے کرتے ہین پس جب آسمان لپٹ جائیگا اور ٹوٹ پھوٹ جائیگا

تو ستارے بھی جھڑ پڑینگے اس لیئے اسکے بعد فرماتا ہے واذا الکواکب انتثرت اور جبکہ ستارے جھڑ پڑین ۔ ٹوٹ پھوٹ جاوین ۔ یہانتک علویات کی بربادی مذکور ہوچکی اب اسکے بعد عالم سفلی کی بربادی بیان فرماتا ہے فقال واذا البحار فجرت اور جبکہ دریا بہ پڑین ۔ بحر عربی زبان مین دریائے شور کو کہتے ہین (سمندر) اور دریائے روان کو خواہ وہ کیسا ہی عریض و عمیق ہو جیساکہ دجلہ ۔ فرات ۔ نیل ۔ گنگا ۔ جمنا ۔ سب کو نہر کہتے ہین اب سمندر تین حصہ زمین کو حاوی ہے اور ایک چوتھائی کے قریب کھلا ہوا ہے جسپر یہ تمام اقلیمین اور جنگل اور پہاڑ واقع ہین ۔ قیامت کے قریب جبکہ یہ دنیا برباد ہونے کو ہوگی (اب خواہ پہلے چھت یعنی آسمان اور ستارے برباد ہون یا زمین برباد ہوکر پھر علویات برباد ہون کس لیئے کہ یہ بات آیات سے صاف معلوم نہین ہوتی کہ پہلے کون برباد ہوگا ہان ترتیب ذکر وغیرہ قراین سے جو چاہو قرار دے لو) تب زلزلہ عظیم ہوگا جس سے پہاڑ اور بڑی بڑی عمارات بھی زیر و زبر ہوجاوینگی اور دریائے شور جو اب ایک جگہ ٹھہرا ہوا ہے آبادی پر پھیل پڑے گا اور دنیا کو اور بھی تہ و بالا کردے گا ۔ اور سورۂ تکویر مین جو واذا البحار سجرت آیا تھا اس سے بھی یہی مراد تھی ۔ دونون جملون کے ایک ہی معنی ہین جیساکہ ان دونون جملون کے ایک معنی ہین واذا النجوم انکدرت اور واذا الکواکب انتثرت ۔

جب ایسا زلزلہ عظیم ہوگا تو زمین بھی جابجا سے شق ہوجاویگی اور زمین کی مدفون چیزین نکل پڑین گی اس بات کو اس جملہ مین ذکر کرتا ہے واذا القبور بعثرت ۔ اور جبکہ قبرین اکھیڑی جاوین ۔ اور بعض کہتے ہین کہ یہ نفخ صور دوئم کا واقعہ ہے یعنے اسوقت کہ مردے قبرون سے زندہ کرکے اٹھائے جاوین ۔ اور جو زمین مین مدفون ہے باہر آپڑے زلزلہ مین ایسا ہوتا ہے ۔

یہ واقعات ہولناک تھے اس لیئے ہر ایک کو اذا کے لفظ سے یاد کیا تاکہ ان کی عظمت شان معلوم ہو ان واقعات کے بعد کیا ہوگا ۔ آپ ہی فرماتا ہے ۔ علمت نفس ما قدمت واخرت تب ہر شخص جان لے گا کہ اس نے کیا عمل کیا تھا اور کیا نہین کیا تھا ما قدمت سے مراد تقدیم فے العمل ہے وما اخرت سے مراد پیچھے ہٹنا ۔ کام نہ کرنا ۔ پس جس نے اعمال صالحہ کی تقدیم کی یعنی عمل مین لایا اور کبائر سے کوتاہی کی تو اسکا ٹھکانا جنت ہے ۔ اور جس نے اسکے برخلاف کیا اسکا ٹھکانا جہنم ہے ۔ بعض کہتے ہین کہ ما قدمت سے مراد وہ اعمال ہین کہ جو اس نے اول عمر مین کیئے وما اخرت سے مراد وہ جو اخیر عمر مین کیئے ۔ یہ ابو مسلم کا قول ہے بعض علماء اسکے معنی یون بیان فرماتے ہین کہ ما قدمت سے مراد وہ اعمال ہین جو اس سے سرزد ہوئے اور ما اخرت سے وہ رسوم مراد ہین کہ جنکی اس نے بنیاد ڈالی تھی جن کامون کی یہ بنیاد ڈالکر دنیا سے گیا ہے اگر وہ نیک کام ہین تو اسکو بھی ایسا ہی اجر ملتا رہتا ہے جیساکہ اسپر عمل کرنے والون کو ملتا ہے ۔ اور اگر بری رسم قائم کرکے گیا تھا تو اسکے لیئے بھی اسیقدر گناہ ہے جسقدر کہ اسپر عمل کرنیوالونکو ہے ۔ یہ مضمون ایک حدیث مین وارد ہے کہ جسکو حذیفہؓ سے حاکم نے بسند صحیح نقل کیا ہے بعض مفسرین کہتے ہین کہ ما قدمت سے مراد اعمال ہین نیک و بد وما اخرت سے مراد وہ مال و زر ہے جو اس نے وہان چھوڑا تھا ۔

سوال یہ واقعات تو نفخ صور اول کے ہین پھر اسوقت تو انسان یا مرے ہونگے یا قریب مرگ مصیبت مین مبتلا ان کو اعمال خیر و شر کیونکر معلوم ہونگے ؟ اسکا جواب یہ ہے کہ اذا سے وہی متصل زمانہ مراد نہین بلکہ وسیع زمانہ جسکی ابتدا یہ حوادث اور انتہا نفخ صور ثانی ہے ۔

یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِۙ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَۙ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَؕ

ارے او انسان بھلا تو اپنے پالنے والے داتا سے کاہے سے اکڑا جسنے تجھے بنایا پھر تجھے برابر کیا پھر تجھے اعتدال پر کیا جس صورت مین چاہا تیرے اعضا کو جوڑ دیا

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِۙ وَ اِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَۙ كِرَامًا كَاتِبِیْنَۙ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ۝

نہین نہین بلکہ تم جزا کو ہی نہین مانتے حالانکہ تمپر بزرگ لکھنے والے محافظ ہین یعنی (کراماً کاتبین) جو کچھ تم کیا کرتے ہو انکو معلوم رہتا ہے۔

ترکیب

الکریم صفۃ اولی للرب الذی الخ صفۃ ثانیۃ مقررۃ للربوبیۃ مبینۃ للکرم فسواک۔ فعدلک عطف علی صلۃ الذی اے خلقک فی ای صورۃ المتعلق برکبک وما مزیدۃ وشاء صفۃ لصورۃ اے رکبک فی ای صورۃ شاءہا وقیل متعلق بمحذوف علی انہ حال اے رکبک حاصلا فی ای صورۃ شاءہا وانما لم یعطف الجملۃ علے ماقبلہا لانہا بیان لعدلک وان علیکم خبران لحافظین اسمہا کراما صفۃ للحافظین وکذا کاتبین وکذا یعلمون وقیل ہذا حال من الکاتبین فان مع اسمہا وخبرہا وصفات الاسم جملۃ اسمیۃ فی محل النصب علی الحال من فاعل تکذبون اے تکذبون والحال ان علیکم من یرد تکذیبکم وقیل مستانفۃ مسوقۃ لبیان مایبطل تکذیبہم ؁

تفسیر

جب یہ حالت ہے کہ ایک روز قیامت آنیوالی ہے انسان اس روز اپنے نیک و بد اعمال کا ملاحظہ کر کے افسوس کریگا ہاتھ ملیگا تو آج اے بنی آدم تم کس خواب خرگوش مین پڑے ہوئے ہو اور خداتعالی کی کریمی کے سبب (کہ جلد دنیا مین افعال بد کی سزا نہین دیتا اور نیک و بد کو اپنی نعمتون سے بھرپور کر رکھا ہے) نیکی مین کوشش کرنا تو درکنار بلکہ اسکے رسولون سے مقابلہ کر رہے ہو۔ اس جانگداز مضمون کو ان آیات مین کن دلکش اور پُراثر الفاظ مین ارشاد فرماتا ہے فقال یا ایہا الانسان ماغرک بربک الکریم کہ اے انسان تجھے اپنے رب کریم سے کس نے مغرور کر دیا۔

ف بعض علماء فرماتے ہین کہ انسان سے مراد کافر ہے کیونکہ وہی قیامت کا منکر ہے اور یہ انکار قیامت اور اسپر دلیرانہ گناہ کرنا اس کا اللہ سے غرور ہے یعنی سزا کی کچھ پروا نہین کرتا شتر بے مہار بنا ہوا ہے کسیکی نہین سنتا عطاء فرماتے ہین کہ یہ ولید بن مغیرہ کے حق مین ہے۔ کلبی اور مقاتل کہتے ہین یہ ابن الاسد بن کلدہ بن اسید کافر کے حق مین ہے کہ اسنے آنحضرت صلعم کی گستاخی کی مگر اسپر خدا نے دنیا مین اسکو سزا نہ دی جس سے وہ اور بھی اتر گیا تب یہ آیت نازل فرمائی۔ اور علماء فرماتے ہین کہ کافر اور گناہگار مومنون سب کو شامل ہے۔ مومن ہی سہی مگر جب وہ ایک گناہ کرتا ہے اور باز نہین آتا تو گویا اسکا حال سزا و جزا کا برپا ہونا نہین مانتا اور سزا کا اندیشہ دلمین نہین اور یہ اندیشہ نہ ہونا غرور اور عدالت آسمانی کا انکار ہے۔ اتفاقاً گناہ ہو جانا اور اسپر تائب و نادم ہونا منافی شان ایمان نہین ایسے ہی شفاعت کے مستحق ہین۔ نہ کہ عیسائیون کیطرح یہ دلمین ٹھان لینا کہ ہمارے گناہ ہونگا تو حضرت مسیح علیہ السلام کفارہ ہو چکے اب جو چاہو کرو دل کھول کر حرامکاری مے نوشی مکر و فریب کرو جھوٹ بولو۔ لوگون پر ظلم کرو کچھ پروا نہین۔ یہ بھی رب کریم سے غرور ہے اور بڑا دھوکا ہے اس قسم کے خیالات فاسدہ یہود مین بھی تھے وہ حضرت ابراہیم و اسحاق علیہما السلام کی اولاد سے ہونا کافی جانتے تھے لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ وسیغفر لنا کہا کرتے تھے جیسا کہ جاہل بزرگزادے اور جاہل سید یہ کہا کرتے ہین کہ ہمارے بزرگ یعنی باپ دادا فلان ولی یا غوث و قطب تھے ہمکو سب گناہ معاف ہین مواخذہ نہوگا اور ہوا تو وہ چھڑا لینگے۔ اور بنی فاطمہ پر تو آگ حرام ہے اور اسی لیے بعض جاہل دنیا دار آگ مین کود کر سالم نکلنا فاطمیت کی دلیل سمجھا کرتے ہین

یہ بھی رب کریم سے غرور اور بڑا دھوکا ہے۔ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی اور نصرانی خیال کو باطل کر دیا جبکہ اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرما دیا تھا کہ دنیا کا مال واسباب جو میرے پاس ہے لے اور قیامت کے بارہ مین یہ غرور نکرنا کہ مین محمدؐ کی بیٹی ہون مین خدا کے مقابلہ مین کچھ کام نہ آونگا۔ یہ مضمون احادیث مین موجود ہے اور نیز آیندہ آیات مین بھی یہی مضمون ہے۔ اسلام اسبات پر فخر کرتا ہے کہ اسنے خدا اور بندے کے مرتبہ کو ایسا الگ کر کے بتایا کہ جسمین کوئی شائبہ اشتراک کا لگا نہین رکھا اور پھر بندون مین بھی موروثی اعزاز قائم نہین رکھا بلکہ تقوی اور ایمان پر اور یہی شایان شان دین حق ہے۔
ہنود مین برہمنونکا بھی یہی خیال ہے کہ ہم برہماجی کی اولاد ہین۔ برہمن نرک مین نہ جائیگا وہ جو چاہے کرے اسکو کچھ دوزخ باز پرس نہین۔ الغرض یہ غرور اور یہ دھوکا بنی آدم مین وبا سے عام کیطرح پھیلا ہوا تھا جسکو اسلام نے رد کیا۔ اور اسیطرح انکار قیامت اور باز پرس تو ان غرورون سے بھی زیادہ خطرناک غرور تھا۔ جو بیشتر عرب مین پھیلا ہوا تھا۔
ف ۲ غرور کو رب اور پھر کریم کے ساتھ متعلق کرنے مین اشارہ ہے کہ اپنے رب یعنی وقتاً فوقتاً پرورش کرنیوالے سے غرور (جسکی طرف ہر وقت حاجت پڑتی رہتی ہے اور پھر اسکی پرورش بھی کریمانہ ہو ہر بات مین کرم وفضل کرتا ہو) انسانیت کا مقتضے نہین ایسا انسان جو ایسا احسان فراموش ہو انسان نہین بلکہ حیوان سے بھی بدتر ہے اسکو عقل بھی نہین کہ جس سے ہر دم حاجت متعلق ہو اس سے بگاڑے اور چند عطا کردہ نعمتون پر ایسا مغرور ہو کہ اپنے آقا ومحسن کیطرف ذرا بھی نہ جھکے سر نیاز اسکے آگے نہ رکھے کیسی نالایقی ہے مگر لفظ کریم مین یہ بھی بتلا دیا کہ اس اکڑفون کا سبب ہمارا کرم ہے اگر فوراً سزا دیدیا کرین یا اپنے کرم کو باز رکھین حاجت روا نکرین تو سارا غرور خاک مین ملجاوے ؎ لطف حق با تو مواساہا کند ٭ چونکہ از حد بگزرد رسوا کند ٭
بدکار بدی کر رہا ہے اور جانتا ہے کہ میرا اقبال اور جاہ وبخت اسی مین ہے۔ بت پرست بت پرستی کر رہا ہے اور سمجھ رہا ہے کہ یہ نعمتین میرے خیالی معبودوں سے ہین۔ گمراہ گمراہی مین اڑا ہوا ہے اور اس گمراہی کو راہ راست سمجھ رہا ہے۔ یہ بھی غرور ہے اور سیکڑون خیالی اور فرضی عقائد ہین کہ جنپر فلاح وسعادت کا انحصار سمجھ رہا ہے یہ بھی غرور ہے۔ یہ غرور اسکے جہل اور شیطان کے بہکانے کا نتیجہ ہے۔ جہل کا اسلئے کہ اسکے قہر اور صفت انتقام کو نہ جانا اور شیطان نے دلمین یہ ڈالا کہ یہ جو تو کر رہا ہے یہی اسکی رضامندی کا سبب ہے۔ کسین کہہ دیا کرتی ہو کہ اگر وہ ہمارے کام سے ناراض ہوتا تو ہمکو یہ دولت وثروت کیون دیتا چور اور ظالم بھی یہی کہا کرتے ہین۔ بت پرست اور توہمات باطلہ کے بندے بھی یہی کہا کرتے ہین اور غضب یہ کہ الٹے اور قیامت مین جزاء خیر کے مستحق اپنے آپ کو ان بد باتون پر سمجھتے ہین۔ نعوذ باللہ من الغرور بہ۔
ف واضح ہو کہ غرور اور تمنی اور رجاء یا امید مین فرق ہے۔ غرور اور تمنا مذموم ہین غرور کی بابت یہ ہے ولا یغرنکم باللہ الغرور۔ اور تمنی کی مذمت یہ ہے تلک امانیہم ولیس بامانیکم ولا امانی اہل الکتاب۔ اور امید کی مدح آئی ہے اولئک یرجون رحمۃ اللہ۔ سو امید یا رجاء وہ ہے کہ ایک مرغوب چیز کا انتظار کیا جاوے۔ اسکے اسباب مناسب بہم پہنچانے کے بعد جیسا کہ زمین عمدہ کو خوب بوجوت کر کاشتکار غلہ کی انتظاری کرے یا نوکر آقا کی خدمت بجالا کر انعام کی توقع کرے یا نیک کام کر کے ایمان واعمال صالحہ مین کوشش کر کے نجات آخرت کی توقع رکھے سو یہ عمدہ بات ہے اور جب اسپر کچھ کامیابی کا اشارہ ہو جاتا ہے تو اسی کو اطمینان کہتے ہین جو بوقت اخیر[1] اہل اللہ کو نصیب ہوتا ہے اور دنیا مین حاصل ہو تو یقین کہلاتا ہے اور اس آیت (واعبد ربک حتی یاتیک الیقین کہ اپنے رب کی عبادت کر یہانتک کہ تجھے یقین آجاوے) مین یہی یقین مراد ہے۔ رہا غرور سو وہ

[1] اور اسی اطمینان کے لحاظ سے بوقت مرگ اہل اللہ سے فرشتے کہتے ہین یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک الخ ۱۲ منہ۔

فرق غرور اور تمنی اور رجاء میں

ایسی چیز کی توقع کرنا ہے کہ اُسکے برخلاف اسباب بہم پہنچا چکا ہے مثلاً آقا کی بغاوت کر کے بخشش کی امید رکھے یا مال برباد کر کے نفع کی امید رکھے کھیت اجاڑ کر غلہ کی آرزو کرے۔ بُرے کام کر کے نجات کی امید کرے ؎ ہر آنکہ تخم بدی کشت وچشم نیکی داشت ٭ دماغ بیہدہ بخت وخیال باطل بست ٭ اور تمنی وہ ہے کہ کسیقدر اسباب بہم پہنچا کر کامیابی کی توقع کرے یا اسباب کے حصول مین شک ہو تب امید کرے۔ حاصل کلام اسباب بہم پہنچا کر توقع کرنا رجا ہے اور جسکی حالت مین تمنی ہے اور اسباب بالکل بہم نہ پہنچائے ہون یا برخلاف اسباب جمع کیئے ہون تب توقع نیک نتیجہ کی کرنا غرور یعنی دہوکا ہے دنیا کے لوگ اس اندہیری رات مین کہ جسکو حیات کہتے ہین دہوکے مین پڑے ہوئے ہین مگر وہ کہ جنکو روشنی عطا ہوئی ہے۔

اسکے بعد رب کے کرم کی تفصیل سناتا ہے تاکہ اس مغرور کی آنکھین کھلین اور معلوم ہو کہ مین کس کے ساتھ غرور کر رہا ہون فقال الذی خلقک وہ کہ جس نے تجھکو پیدا کیا عدم سے ہستی مین اپنے کرم سے لایا نہ تیرا سوال تھا نہ تیری دعا تھی۔ پھر یون ہی بیڈول اور اینڈا نہین پیدا کر دیا بلکہ اس طور سے کہ فسواک تجھے برابر کیا۔ اعضاء جسم مین تناسب رکھا کان کی جگہ کان ناک کی جگہہ ناک آنکھ کی جگہ آنکھ رکھی اور فعدلک قویٰ و مزاج مین بھی تعدیل ملحوظ رکھی جس عضو مین جسقدر گرمی درکار تھی اتنی ہی عطا کی جسکو جسقدر رطوبت درکار تھی اُتنی ہی عطا فرمائی۔ یہ دو وصف ہین ایک تسویہ جو ظاہری بناوٹ سے متعلق ہے سو پہلے مان کے پیٹ مین تسویۂ اعضاء جسم ہو لیتا ہے تب ہر ایک مین اسکی قوت ودیعت رکھی جاتی ہے اور دوسرا وصف تعدیل ہے جو اسکی باطنی استحکام سے متعلق ہے مزاج کی تعدیل سے لیکر اسکے جمیع قوی کی تعدیل تک کو شامل ہے۔ اسلیئے خلق کی تفصیل مین اول تسویہ کو ذکر کیا فسواک فرمایا پھر تعدیل کو فعدلک فرمایا۔ ان دونون باتون کے بعد اور کوئی حالت منتظرہ باقی نہین رہتی بلکہ سماً ایک صورت خاصہ عطا ہوتی ہے جسکو صورت شخصیہ کہتے ہین خواہ مرد کی خواہ عورت کی پھر ان مین بھی ایک خاص نقشہ خوبصورت بدصورت جیسا واہب العطایا کی طرف سے عطا ہو دیا جاتا ہے اسلیئے اس بات کو بغیر عطف کے یون فرمایا فی ای صورۃ ماشاء رکبک کہ جس صورت خاص مین چاہا اے انسان تجھے مرکب کر دیا۔ ان مین سے کوئی بات بھی تیرے اختیار کی نہین نہ تیرے سوال پر عطا ہوئی ہے یہ اُسیکا کرم ہے جو آج تو اپنی صورت اور حسن و جمال پر اتنا غرور کرتا ہے کیا خوب کہا ہے کسیے ؎ تناسب پا اعضا کے اتنا تبختر ٭ بگاڑا تجھے خوبصورت بنا کے ٭ اکثر انسان کے غرور کے اسباب تین ہین ایک حسب و نسب دوسرا حسن تیسرا مال و زر حکومت و شوکت ان تینون کی حقیقت اسی ایک جملہ مین بیان فرما دی۔ اب اس انسان کے کرتوت بیان فرماتا ہے کہ جسکو اُس رب کریم نے یہ کچھ دیا ہے اُسکے مقابلہ مین کیا شکرگزاری کرتا ہے؟ فقال کلا ہرگز نہین بل تکذبون بالدین بلکہ اے بنی آدم تم جزا کا انکار کر رہے ہو شتر بے مہار بنکر حصول لذات و شہوات مین غرق ہو اور جانتے ہو کہ اسمین مزہ اڑانے کے لیئے پیدا کیئے گئے ہین نہ مر کر جینا ہے نہ حساب کتاب ہے نہ اعمال کی جزا ہے نہ سزا ہے وان علیکم لحافظین حالانکہ اُسنے اپنے کرم سے تمپر نگہبان فرشتے مقرر کر رکھے ہین انکی محافظت نہو تو تلف ہو جاؤ وہی تمہارے دلمین حفاظت کے علوم القا کرتے ہین یعنی صرف پیدا ہونے ہی مین اسکی محتاجی نہ تھی بلکہ پیدا ہونیکے بعد بھی بقا اور وجود مین بھی احتیاج باقی ہے سوتے مین وہی سانپ بچھو وغیرہ مہلکات سے بچاتے ہین یہ محافظت بڑی شرح طلب ہے اور صرف وہ محافظت ہی نہین کرتے بلکہ کراماً کاتبین کرم کرتے ہین مباشرت کے وقت اور شرمناک کام کیوقت تمہارے روبرو نہین ہوتے کسی پر افشاء راز نہین کرتے لیکن جو کچھ نیک و بد تم کرتے ہو اُسکو دفتر غیب مین لکھ لیتے ہین۔ حدیث شریف مین آیا ہے کہ دو فرشتے شام کو آتے ہین صبح تک رہتے ہین پھر صبح کو اور دو آتے ہین شام تک رہتے ہین پہرہ بدلتا رہتا ہے اور یہ لکھنا ان کا بیخبری سے نہین بلکہ یعلمون ما تفعلون جو کچھ تم کرتے ہو اُسکو جانتے ہین اُنسے تم کچھ چھپا نہین سکتے۔ پھر جب یہ ہے تو یہ سمجھ لو کہ تم کو اُس رب کریم نے شتر بے مہار نہین پیدا کیا بلکہ اس جہان مین نیکی کمانے کیلیئے اسلیئے ہر ایک کام کی جزا و سزا ہے ٭

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ

یقیناً نیک بندے تو بہشت میں — اور بدکار دوزخ میں ہونگے — انصاف کے دن اسمیں داخل ہونگے — اور وہ اس دوزخ سے کہیں جانے نہ پاوینگے — اور تجھے کیا معلوم

مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ۝ ع

کیا ہے انصاف کا دن — پھر (کہتے ہیں) تجھے کیا خبر کہ انصاف کا دن کیا ہے؟ — جس دن کسی کا کسی کیلئے کچھ بھی بس نہ چلے گا۔ — اور اُس دن اللہ ہی کی حکومت ہوگی۔

ترکیب

ان الابرار الجملۃ وما ہو معطوف علیہا اعنی الجملۃ الثانیۃ مستانفۃ لبیان نتیجۃ الحفظ والکتاب من الثواب والعذاب یصلونہا الجملۃ اما صفۃ جحیم او مستانفۃ جواب لسوال مقدر کانہ قیل ما حالہم فقال یصلونہا الخ وقیل حال من الضمیر فی متعلق الجار والمجرور ویوم منصوب بیصلون قرأ الجمہور مخففا مبنیا للفاعل وقری مشددا مبنیا للمفعول۔ وما ہم الخ وہذہ الجملۃ ایضا صفۃ جحیم وما ادراک تفخیم لشان یوم الدین ولذا کررہ۔ یوم لا تملک قری یوم بالرفع قرأ ابن کثیر وابو عمرو علی انہ بدل من یوم الدین او خبر مبتدء محذوف وقرأ ابو عمرو فی روایۃ عنہ بالتنوین والقطع عن الاضافۃ وقرأ الباقون بفتحۃ وفیہ وجوہ الاول باضمار یدانون لان الدین یدل علیہ والثانی باضمار اذکر والثالث قول الزجاج وہو ان یکون فی موضع رفع الا انہ مبنی علی الفتح لاضافۃ الی قولہ لا تملک والمضاف الی غیر المتمکن یبنی علی الفتح وان کان فی موضع رفع وجر قال الواحدی قول الزجاج انما یجوز عند الخلیل وسیبویہ اذا کانت الاضافۃ الی الفعل الماضی نحو قولک علی حین عاتبت واما اذا کانت الاضافۃ الی المستقبل فلا یجوز عندہم ویجوز عند الکوفیین الرابع قول ابو علی وہو ان الیوم لما جری فی اکثر الامر ظرفا ترک علی حالۃ الاکثریۃ والدلیل علیہ قول العرب والامر مبتدء یومئذ خبرہ رفع ابن کثیر یوم علی البدل من یوم الدین او خبر محذوف۔

تفسیر

اب یہاں سے اس جزا کی تفصیل و تشریح فرماتا ہے کیلئے کہ پہلے اسکو ثابت کرلیا فقال ان الابرار لفی نعیم کہ بیشک نیک بندے نعمت میں ہونگے یعنی بہشت میں کس لیئے کہ بہشت سے زیادہ اور کیا نعمت ہے جہاں کھانے اور پینے اور مکان و لباس و ہمجلیس کے متعلق سب دلخواہ سامان ہیں اور پھر حیات ابدی بھی ہے اور کوئی مرض رنج موت بڑھاپا نہیں اور سب سے بڑھکر وہاں دیدار الٰہی بھی ہے۔ یہ جگہ کسی ملک کے باشندوں یا کسی قوم یا خاندان کے لوگوں کا حصہ نہیں بلکہ ابرار کا ہے کوئی ہو۔ بر یعنی نیکی کی تفسیر خود خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمادی ہے لیس البر الخ کہ نیکی یا نیک کون ہے جو ایمان لاوے اور پھر نیک کام کرے ایمان و عمل صالح ہوں تو نیک ہو ورنہ دنیا کی مشہور نیکی کسی کام کی نہیں۔ یہ تو نیکوں کا انجام کار تھا اب بندوں کا انجام کار بیان فرماتا ہے فقال وان الفجار لفی جحیم اور بد یعنی جو ایمان اور عمل صالح دونوں نہیں رکھتے یا ان دونوں میں سے ایک نہیں رکھتے اگر ایمان نہیں تو بھی فاجر ہے۔ اور ایمان ہے مگر نیک کام نہیں بلکہ گناہ کرتا ہے چوری زنا شراب خواری ترک صوم و صلوٰۃ حج و زکوٰۃ ظلم و دغا ناچ و رنگ میں مبتلا ہے تو بھی فاجر ہے مگر اوسے کم کس لیئے کہ ایمان کی بدولت آخرکار اسکی نجات ہے۔ فاجر بھی کوئی ہو امیر ہو غریب ہو بادشاہ ہو عزت دار ہو خواہ ذلیل ہو کسی بزرگ کی اولاد ہو کسی مقدس شہر کا رہنے والا ہو سب کے لیئے حکم عام ہے

ف علماء بدیع کہتے ہیں کہ اس آیت میں کئی صنعتیں موجود ہیں اول جمع و تقسیم وہ یہ کہ اول چند اشیاء کو جمع کرلیا جاوے اور پھر تقسیم کیا جاوے سو یہاں کئی

نیکی کی تعریف

ایسا ہی ہوا ہے جمع وان علیکم لحافظین الخ مین تھا کہ سب کو ایک حکم مین جمع کر لیا کہ سب پر محافظ کراما کاتبین مقرر ہین پھر یہان تفریق کر دی کہ ان مین سے نیک نعیم مین اور بد جحیم مین ہونگے۔ دوم صنعت ترصیع ہے۔ اور کلام مرصع وہ ہے کہ دونون فقرون مین ایسے الفاظ استعمال ہون کہ جنکا وزن برابر ہو سجع یعنی اخیر کا حرف ایک ہو۔ یہان یہ بات بھی ہے ابرار کے مقابلہ مین فجار نعیم کے مقابلہ مین جحیم ہموزن ہے۔ سوم صنعت تضاد بھی ہے جسکو اطباق و تطبیق کہتے ہین کسلیئے کہ ابرار کی ضد فجار اور نعیم کی ضد جحیم ایک کلام مین جمع ہین۔ اسکے بعد کسیقدر جحیم کے ہولناک احوال بیان فرماتا ہے تاکہ انکو سنکر لوگ فجور سے باز آوین (اول) یصلونہا یوم الدین کہ اس جحیم مین جزا کے دن فاجر داخل ہونگے یعنی جسطرح دنیا مین حیلہ بہانہ سے یا بھاگ کر قید خانہ سے بچ جاتے ہین یا قید خانہ کے حکام کو رشوت دیکر خوشامد و منت کر کے بچ جاتے ہین ایسا وہان نہوگا وہ قید خانہ ایسا نہین کہ جو مجرم اس سے بچ سکے معاذ اللہ۔ دوم وما ہم عنہا بغائبین کہ اس جحیم سے وہ غائب بھی نہو سکین گے۔ قید خانہ سے خلاصی کی ایک یہ بھی صورت ہوتی ہے کہ قیدی مر جائے اور مر کر چھوٹ جاوے اور دوسری صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ کسی تدبیر سے داخل ہو کر نکلجائے دیوار پھاند کر بھاگ جائے یا نگاہبانون سے چھپکر نکلجائے یا زبردستی سے نکلجاوے یا رشوت دیکر نکلجاوے سو یہ بھی وہان نہوگا ان سب باتونکی نفی اس ایک جملہ وما ہم عنہا بغائبین مین کر دی کہ وہان یہ باتین نہونے پاوین گی۔ **ف ۲۔ اسجگہ سے معتزلہ** نے یہ ثابت کیا ہے کہ مسلمان کبیرہ گناہ کرنے والے بھی ہمیشہ جہنم مین رہین گے کسلیئے کہ وہ بھی فاجر ہین اور فاجرونکی نسبت آگیا ہے وما ہم عنہا بغائبین کہ وہ وہان سے غائب نہونگے یعنی کبھی نہ نکلین گے جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے وما ہم بخارجین منہا **اسکا جواب** امام رازی رحمہ اللہ نے یون دیا ہے کہ یہ تمہارا عقیدہ قطعی ہے اور الفاظ کی عموم پر دلالت ظنیہ ہے پھر اس سے ثبوت کرنا بیکار ہے اور ظن اسلیئے ہے کہ استعمال جمع معرف باللام کا معہود سابق مین اکثر ہوا کرتا ہے پس محتمل ہے کہ یہان الفجار سے مراد کافر ہون جنکا ذکر چلا آتا ہے جو روز جزا کی تکذیب کرتے ہین۔ اگر عموم کو قطعی بھی مان لیا جاوے تو ہم یہ تسلیم نہین کرتے کہ اہل کبیرہ فاجر ہین کس لیئے کہ پہلے آچکا ہے اولئک ہم الکفرۃ الفجرۃ کہ کفار ہی کافر و فاجر ہین اسلیئے یہ بات کہ اصحاب الکبائر ہی علے الاطلاق فاجر ہین غیر مسلم ہے اور اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جاوے تو وما ہم عنہا بغائبین کے صدق کے لیئے ان فاجرون مین سے کفار کا خلود کافی ہے۔ مگر راقم الحروف کہتا ہے کہ معتزلہ کا اس آیت سے استدلال ہی صحیح نہین کس لیئے کہ مراد یہ ہے کہ وہ از خود کسی مکر و تدبیر سے وہان سے نہ نکل سکین گے نہ یہ کہ خود خدا تعالیٰ انہین نہ نکالیگا سو یہ ممکن ہے کہ وہ ان مین سے اہل الکبائر کو رہائی دیدے ممکن ہے کہ ایک مدت کے بعد اپنے فضل و کرم سے یا شفاعت سے انہین رہائی دے جیسا کہ احادیث صحیحہ مین موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

معتزلہ کا مذہب اور اسکا رد

اسکے بعد اس روز کی شدت کے اظہار کے لیئے آپ ہی پوچھتا ہے وما ادراک ما یوم الدین کہ اے انسان تو کیا جانے کہ کیا ہے جزا کا دن؟ پھر اسکا اعادہ کرتا ہے ثم ما ادراک ما یوم الدین پھر تو کیا جانے کہ کیا ہے جزا کا دن؟ یہ اسلیئے کہ دنیا کے جسقدر مصائب ہین اس روز کے مصائب کے آگے کچھ بھی نہین پھر انسان اسکی حقیقت سے کیونکر واقف ہو سکے اسکے سوا جزا کا معاملہ بھی عقل مین اچھی طرح سے نہین آسکتا کہ انسان کے اعمال کیونکر اپنی مناسب اشکال مین متشکل ہو کر راحت و رنج کا باعث ہونگے ہان خیر حقیقت جزا تو کیا جانینگے اسلیئے وہانکی ایک ہی بات پر سخن تمام کرتے ہین یوم لا تملک نفس لنفس شیئا کہ اس روز کوئی کسیکے لیئے کچھ بھی اختیار نہ رکھیگا نہ بھائی نہ باپ نہ یار نہ کوئی اور اہل قرابت کچھ کام آئیگا جیسا کہ دنیا مین شریک ہو جاتے ہین اور دفع مصیبت مین کوشش کرتے ہین وہان یہ نہوگا۔

ف ۲۔ نفس نکرہ لنفس نکرہ شیئا نکرہ تینون نکرون کے عموم نے یہ بات بتلادی کہ اس روز کسیکا بھی اختیار نہوگا والامر یومئذ للہ اس روز اللہ ہی کا اختیار ہوگا برخلاف دنیا کے کہ بیوی پر میان کی حکومت ہوتی ہے آقا کی نوکر اور غلام پر بادشاہ کی رعیت پر مگر اس روز بجز اسکے اور کسیکی حکومت نہوگی۔ **ف ۳۔** اس آیت سے شفاعت کا رد کرنا جیسا کہ معتزلہ کرتے ہین غلط فہمی ہے کسلیئے کہ شفاعت اپنا اختیار نہین بلکہ خدا کی طرف سے اور اسکے حکم سے سو وہ بھی اسیکا امر ہے۔

سورۂ تطفیف مکیہ ہے اسمین چھتیس آیات ہین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝

خرابی ہے کم تولنے والون کی　وہ جو لوگون سے ماپ کرین تو پورا پورا لین　اور جب اُن کو ماپ کر یا تول کر دین تو گھٹا کر دین

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

کیا وہ خیال نہین کرتے کہ انکو ایک بڑے دن مین اُٹھایا جاویگا (قیامت مین)　جس دن کہ سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے

ترکیب

ویل مبتدء وجاز الابتداء بہ لکونہ دعاء - قال مکی ویل وشبہہ اذا کان غیر مضاف فالمختار الرفع ویجوز النصب واذا کان مضافا او معرفا فالمختار فیہ النصب - والویل کلمۃ تذکر عند وقوع البلاء یقال ویل لک وویل علیک - وقیل واد فی جہنم للمطففین خبرہ المطفف ماخوذ من الطفف وہو الجانب او الشئ الیسیر یقال طفّ الوادی والاناء اذا قارب الامتلاء ولم یمتلئ بعد قال الزجاج انما قیل للذی ینقص المکیال والمیزان مطففٌ لانہ یسرق الشئ الیسیر والتطفیف البخس فی الکیل والوزن الذین صفۃ کاشفۃ للمطففین اذا اکتالوا الاکتیال الاخذ بالکیل علی الناس قال الفراء علی ومن فی ہذا الموضع یعتقبان یقال اکتلت منک ای استوفیت منک وتقول اکتلت علیک ای اخذت ما علیک یعنی الاکتیال یستعمل بمن وعلی - وفی الکشاف لما کان اکتیالہم اکتیالا یضرہم ابدل علی مکان من للدلالۃ علی ذلک - واذا کالوہم ای کالوا لہم او وزنوا لہم حذفت اللام فتعدی الفعل الی المفعول فہو من باب الحذف والایصال - قال الکسائی والفراء ہذا من کلام اہل الحجاز ومن جاورہم یقولون نصحتک ونصحت لک وکسبتک وکسبت لک قال الزجاج لا یجوز الوقف علی کالوا حتی توصل بالضمیر ویروی عن عیسی بن عمر وحمزۃ انہما کانا یجعلان الضمیرین توکیدا لما فی کالوا ویقفان عند الواوین ای علی کالوا او وزنوا ثم یقولان ہم یخسرون وزعم الفراء والزجاج انہ غیر جائز - الا یظن جملۃ مستانفۃ - یوم منصوب باعنی وقیل بمبعوثون او مرفوع المحل خبر المبتدء محذوف او مجرور بدلا من لیوم عظیم مبنی علی الفتح لاضافتہ الی الفعل وان کان مضارعا علی مذہب الکوفیین -

تفسیر

یہ سورہ بقول ابن مسعود وضحاک ومقاتل مکہ مین نازل ہوئی ابن عباس وابن الزبیر سے بھی یہی منقول ہے کہ آخر جو مکہ مین نازل ہوا وہ یہ سورہ ہے - مگر حسن وعکرمہ کہتے ہین کہ یہ مدینہ مین نازل ہوئی - اور سب سے اول جو مدینہ مین آکر آنحضرت صلعم پر نازل ہوا وہ یہی سورہ ہے قول اول قوی ہے اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ مین تشریف لائے تو یہان کے لوگون کو لینے دینے مین پیمانہ اور تول مین کمی زیادتی کرتے پایا سو سب سے اول جو ایک مجلس مین انکو قرآن سُنایا تو انکے حسب حال یہی سورہ سنائی جسمین پیمانہ

تول میں کمی زیادتی کرنے کی سخت برائی ہے اس سبب سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ مگر سبحان اللہ کیا وعظ تھا کہ اس روز کے
بعد سے اب تک اہل مدینہ سے بڑھ کر کوئی شہر اور بستی پورا تول لینے اور پیمانہ بھرنے میں نہ ہوگی ایک لخت سب نے وہ کام چھوڑ دیا۔

ربط

اس سورہ کا سورہ اذا السماء انفطرت سے یہ ربط ہے کہ اُس سورہ کے اخیر میں حشر کا معاملہ ذکر کیا تھا کہ نیک نعیم میں اور بد جحیم میں ہوں گے
اور کوئی کسی کے کچھ کام نہ آویگا۔ اس لیے اس سورہ میں اُس بدی کی شرح کر دینا مناسب ہوا جو حقوق العباد سے متعلق ہے کس لیے
کہ حقوق اللہ سے زیادہ تر بازپرس ہوگی۔ اور وہ بدی کیا ہے؟ حقوق العباد میں دیدہ و دانستہ کمی زیادتی کرنا جس کو عربی میں تطفیف
اور اسکے مرتکب کو مطفف کہتے ہیں خصوصًا لین دین میں زیادہ لینا اور کم دینا قول یا پیمانہ کے ذریعہ سے۔

اس لیے فرماتا ہے ویل للمطففین خرابی ہے حقوق العباد تلف کرنے والوں کی پیمائش اور وزن میں۔ ہرچند لفظ تطفیف کے
معنی لغوی پیمائش اور وزن میں خیانت کرنے کے ہیں مگر شیخ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ العزیز اور دیگر بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ
وسیع المعنی ہے پیمائش اور تول کی خیانت کو بھی شامل ہے اور اسکے سوا ہر قسم کی خیانت اور تقصیر کو بھی جیسا کہ اپنے عیب کو
چھپانا اور لوگوں کے وہی عیب ظاہر کرنا۔ لوگوں سے انصاف طلب کرنا اور آپ انصاف نہ کرنا۔ لوگوں کی عیب جوئی کرنا اپنے
عیب کی پروا نہ کرنا لوگوں سے تعظیم طلب کرنا اور خود کسی کی تعظیم و تکریم نہ کرنا نوکروں غلاموں شاگردوں سے خدمت تو ٹھیک پورا
لینا اور تنخواہ اور اُجرت دینے میں کمی کرنا۔ اپنے لیے جو پسند کرنا وہ دوسروں کے لیے پسند نہ کرنا۔ رزق عزت و عافیت تو
خداتعالیٰ سے بہت کچھ مانگنا اور اسکی حکم برداری سے دل چرانا۔ لوگوں سے اللہ کے لیے سوال کرنا آپ اللہ کے لیے کچھ نہ دینا۔ اوروں کو
نصیحت کرنا خود مبتلا ہونا۔ حال خراب رکھنا قال ٹھیک رکھنا۔ بزرگوں کی صورت بنانا۔ باطن میں شیطانی کام کرنا ریاکاری کرنا
وغیرہ۔ یہ سب لوگ مطفف ہیں ان سب کے لیے ویل یعنی خرابی ہے۔

پھر اس خرابی کی جو دنیا اور آخرت میں مطفف کو پیش آتی ہیں سیکڑوں صورتیں ہیں۔ لوگوں کی آنکھوں میں ذلیل و خوار ہونا
اسکے کاموں میں برکت نہ ہونا مرض و وبا و دیگر دنیا کے اشد مصائب میں مبتلا ہونا اور آخرت میں جہنم اور اسکی پیپ اور لہو اور وادی ویل
جہاں عمر بھر رہنا اور رونا اور سر پیٹنا ہوگا۔ دنیا کی خرابیوں کی بابت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں تفسیر کی ہے کہ خمس بخمس
یعنی سن لو پانچ چیزوں پر پانچ سزائیں مقرر ہیں۔ جو قوم عہد شکنی کرتی ہے تو اُسکے دشمن اُس پر مسلط ہو جاتے ہیں اور جو قوم احکام الٰہی کو
خواہش نفسانی اور رشوت ستانی سے ترک کرتی ہے تو فقر و افلاس میں مبتلا ہوتی ہے۔ جس قوم میں زنا و اغلام کی کثرت ہوگی
وبا وغیرہ حوادث سے ہلاک ہوگی جو قوم ناپ اور تول میں خیانت کریگی قحط میں مبتلا ہوگی باغ اور کھیتوں کی پیداوار سے محروم ہوگی
جو قوم زکوٰۃ اور حقوق مساکین سے دست کشی کرے گی اُن سے بارش روک لی جاوے گی۔

مگر خداتعالیٰ جب کسی قوم اور ملک کو بالکل برباد کرنا چاہتا ہے تو اُن سے ان سزاؤں کو چند مدت کے لیے روک لیتا ہے تاکہ دلیر ہو کر ان
افعال کو کریں اور پھر دفعتًا برباد ہو جاویں۔ [illegible] معاذ اللہ۔

اس کے بعد اُن کے مکر و خیانت کی تشریح فرماتا ہے فقال الذین اکتالوا علی الناس یستوفون کہ جب اوروں سے ماپ کر لیں تو بھر کر لیں۔ عرب میں عموماً اور دیگر ملکوں میں بھی رواج تھا بلکہ اب بھی ہے کہ غلہ وغیرہ انسان کی غذا اور کارآمد چیزوں کو تولنے کی جگہ پیمانہ سے لیتے دیتے تھے۔ مثلاً آدھ سیر کا ایک لکڑی کا برتن بنا رکھتے ہیں۔ آدھ سیر غلہ دینا ہو یا لینا ہو تو اس میں بھر کر لیتے دیتے ہیں۔ اس میں آسانی بہت ہے۔ اور پیمانہ کو کیل اور مکیال کہتے ہیں اور کیلہ اسم ہے اور جو چیزیں پیمانہ سے لی دی جاتی ہیں انکو مکیل کہتے ہیں۔ اور جو چیزیں تول کر بکتی ہیں اُن کو موزون کہتے ہیں سو وہ تول کی چیزوں میں بھی خیانت کرتے تھے واذا کالوھم او وزنوھم یخسرون اور جب اورونکو ماپ کر دیتے تھے او وزنوھم یا تول کر دیتے تھے یخسرون کمی کرتے تھے۔

ف پیمانہ اور وزن سے لینا ایک حالت ہوئی اور انہیں سے ناپ یا تول کر دینا دوسری حالت ہے لینے میں دھوکا دیکر زیادہ لے لینا پیمانہ میں اکثر ہوتا ہے۔ دوسرے نے اسکو پیمانہ بھر کر دیا اس نے زیادہ دبا دیا یا اوپر سے چوٹی باندھ دی اس لیئے لینے کی صورت میں پیمانہ کا ذکر کیا برخلاف دینے کے کہ وہاں پیمانہ میں بھی خیانت ہوا کرتی ہے اور تولنے میں بھی جسکو ڈنڈی مارنا کہتے ہیں اور عرب میں ایسا دستور بھی تھا اس لیئے اس صورت میں پیمانہ اور وزن دونوں کا ذکر کیا۔

ف اہل زبان اس مقام پر کہتے ہیں کہ اکتیال کا استعمال من کے ساتھ ہوتا ہے مگر علیٰ کے ساتھ اسلیئے کیا کہ علیٰ مضرت کے لیئے آتا ہے اور خیانت میں دوسرے کی مضرت ہے۔ اسیطرح کالوھم اور وزنوھم لام کے ساتھ استعمال ہوتا ہے یہاں بغیر لام کے اسلیئے استعمال ہوا کہ انکے اس کاروبار کی کثرت بیان کرنی مقصود تھی اور کثرت استعمال میں ایسے حروف محذوف ہو جایا کرتے ہیں عرب کا خاص محاورہ ہے۔

ف بقول علماء محققین یہاں بھی تول اور پیمانہ کی خاص خیانت مراد نہیں بلکہ عام خیانت مراد ہے آپس کے معاملات میں اور خدا کے معاملات میں بھی جیسا کہ علامہ قشیری قدس سرہ کے قول میں تشریح کی گئی۔

فرماتا ہے الا یظن اولئک انہم مبعوثون لیوم عظیم کہ یہ جو ایسی گندم نمائی جو فروشی کرتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ ان کو ایک بڑے سخت اور مصیبت کے روز کھڑا ہونا اور عدالت الٰہی میں حاضر ہونا ہے؟ گویا ان کا بیباکانہ ایسی حق تلفی اور خیانت کام میں لانا قیامت کے دن میں کھڑے ہونے کا انکار کرنا ہے گو زبان سے انکار نہ ہو ورنہ جو اُس دن کھڑے ہونے کا دل میں یقین رکھتا ہوگا اس سے یہ بیباکی سرزد نہ ہوگی خلاصہ یہ کہ اُنکو اپنے اعمال کے وزن اور تول کا خیال نہیں کہ حشر میں ہونا ہے۔

وہ دن کیسا ہوگا یوم یقوم الناس لرب العالمین ایسا ہوگا کہ جس میں تمام لوگ رب العالمین کے آگے کھڑے ہونگے اور لفظ رب العالمین میں اشارہ ہے کہ لوگوں کے حقوق کا انصاف کرنا بھی اُسکی ربوبیت عامہ کا مقتضے ہے اور یہی صفت اُس روز مظلوموں کے بدلے لینے پر محرک ہوگی۔

حقیقت میں نفوس سرکش کی باگ تھامنے والی اگر کوئی چیز ہے تو یہی خیال ہے ورنہ حکام وقت کی قانونی بندش یا اور کوئی ترغیب و ترہیب باز نہیں رکھ سکتی جیسا کہ آجکل ہم لوگوں میں بدکاری اور خیانت کا زیادہ رواج اس لیئے دیکھتے ہیں کہ قیامت کا اعتقاد کم ہوتا جاتا ہے۔

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ ۝ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝

نہیں نہیں بدکاروں کا روزنامچہ سجین میں ہے اور تو کیا جانے کیا ہے سجین دفتر ہے نشانی کیا ہوا خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی

الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ

ان کی جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں اور اسکو وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے بڑھا ہوا گنہگار ہو جبکہ اسکو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے

أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝

(یہ تو) پہلوں کی کہانیاں ہیں

ف قال قتادة مرقوم رقم لہم بشر کانہ اعلم بعلامة یعرف بہا انہ کافر وبہ قال مقاتل ۱۲ منہ

ترکیب

كلا الاكثرون على انها كلمة ردع وتنبيه اے ليس الامر كما زعمتم من انه لا حساب ولا جزاء۔ وقال ابوحاتم كلا ابتداء يتصل بما بعده على معنى حقا هو قول الحسن۔ كتاب الفجار اسم ان لفي سجين خبرها۔ وفي السجين قولان الاول وهو قول الجمهور انه اسم علم لشئ معين فعلى هذا فيه اقوال عند الاكثر هو الارض السابعة السفلى وهو قول ابن عباس وقيل جب في جهنم۔ والقول الثاني انه مشتق فهو فعيل من السجن بمعنى الحبس والتضييق كالفسيق من الفسق وهذا قول المبرد والزجاج وابي عبيدة۔ ورده الواحدي۔ وقال صاحب الكشاف ان السجين فعيل من السجن ثم انه صار اسما علما منقولا من وصف كحاتم۔ وهو منصرف لانه ليس فيه الا سبب واحد وهو التعريف۔ كتاب مرقوم اے هو محل كتاب۔ فلا يرد ما قيل ان الله سبحانه اخبر عن كتاب الفجار بانه في سجين ثم فسر السجين بانه كتاب مرقوم فكانه قال ان كتابهم في كتاب مرقوم۔ واجاب القفال بان قوله كتاب مرقوم ليس تفسير السجين بل التقدير ان كتاب الفجار لفي سجين وان كتاب الفجار كتاب مرقوم فيكون هذا وصفا لكتاب الفجار بوصفين احدهما انه في سجين والثاني انه مرقوم وقوله وما ادراك ما سجين جملة معترضة۔ واجاب الرازي بانه لا استبعاد في كون احد الكتابين في الآخر بان يوضع كتاب الفجار في الكتاب الذي هو الاصل المرجوع اليه في تفصيل احوال الاشقياء او بان ينقل ما في كتاب الفجار الى ذلك الكتاب المسمى بالسجين۔ وفيه وجه آخر وهو ان يكون المراد من الكتاب الكتابة فالمعنى كتابة الفجار في سجين ثم وصف السجين بانه كتاب مرقوم فيه جميع اعمال الفجار۔ من الكبير۔

قال ابن عطية من قال ان سجينا موضع فكتاب مرفوع على انه خبر والظرف وهو قوله لفي سجين ملغى ومن جعله كتابا فكتاب خبر مبتدأ محذوف والتقدير هو كتاب۔ الذين يكذبون بدل من المكذبين او صفة۔ اساطير جمع اسطورة او اسطارة۔

تفسیر

جب قیامت کے دن دربار الٰہی میں کھڑے ہونے اور نیکی بدی کے حساب دینے جزا و سزا پانے کا ذکر آیا تو مناسب ہوا کہ نیکوں اور بدوں کے ان حالات کا بھی بیان کیا جاوے جو مرنے کے بعد حسب اعمال پیش آوینگے۔ ہرچند جزا و سزا کا مسئلہ بہت جگہ بیان ہوا لیکن اس مسئلہ کے سخت منکروں کے مقابلہ میں بار بار مختلف عنوانوں سے بیان کرنا انکے دل پر نقش کر دینا مقصود ہے جو نبوت کے اہم مقاصد میں سے ہے اسلئے فرماتا ہے کلا نہیں نہیں یعنی تم جو یہ سمجھے ہوئے ہو کہ مر کر خاک ہو جائینگے نہ سزا ہے نہ جزا ہے جو چاہو دل کھول کر کرو مزے اڑاؤ کوئی پوچھنے والا نہیں یہ خیال غلط ہے ہرگز ہرگز ایسا نہیں۔ پھر اسکے بعد جزا و سزا کا حال بیان فرماتا ہے بعض مفسرین کلا کو

سنے حوالے لیتے ہین تب یہ آیندہ کلام سے متعلق ہوگا کہ بیشک ان کتاب الفجار لفی سجین کہ روزنامچہ بدکارون کا جسمین انکے اعمال لکھے ہوئے ہین سجین مین ہے ۔ سجین سے وہ واقف نہ تھے اس لیئے آپ ہی فرماتا ہے وما ادراک ما سجین کہ اے مخاطب تو کیا جانے کیا ہے سجین؟ پھر آپ ہی فرماتا ہے کتاب مرقوم وہ کہ ایک نشانی لگے ہوئے دفتر کی جگہ ہے ۔ یعنی وہان ایک دفتر ہے جسمین مجرمون کے نام ونشان اور اعمال کی کیفیت سب لکھی ہوئی ہے ۔

سجین سجن سے مشتق ہے جسکے معنے ہین قیدخانہ ۔ اس قیدخانہ کی کہ جہان مرنیکے بعد ارواح جاتی ہین ۔ احادیث و اقوال صحابہ و تابعین مین یون تشریح آئی ہے کہ وہ جہنم کا طبقہ ہے اور ساتوین زمین کے تلے ہے یعنے عالم بالا یا علوی کے برخلاف عالم سفلی مین جو تنگ و تاریک اور پرحزن جگہ ہے جہان درد وغم کے سوا اور کچھ نہین جہان طرح طرح کی تکالیف اور آگ کی لپٹین اور سانپ اور بچھو ہین ۔

امام احمد نے براء بن عازب سے اور امام احمد و نسائی نے ابوہریرہ سے اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے باسناد مختلف اس بارہ مین ایک حدیث نقل کی ہے ۔ اگرچہ ہر ایک کی سند مین الفاظ و مطالب مین کمی بیشی ہے مگر سبکا قدر مشترک یہ مضمون ہے کہ جب یا اذا نیک بندہ مرنے کو ہوتا ہے تو نورانی فرشتے اسکے روبرو آبیٹھتے ہین اور اسکے قریب ہوکر نہایت نرمی اور لطف سے کہتے ہین لو چلو خدا کی رحمت و مغفرت اور باغ و بہار اور عیش دلپسند کیطرف تب اسکی روح فرحت و نشاط سے بدن سے نکلکر انکے ساتھ ہو لیتی ہے اور وہ اسکو لیکر عالم بالا کیطرف جاتے ہین رستے مین جہان ملائکہ ملتے ہین تو پوچھتے ہین یہ کون معطر اور روشن روح ہے تب وہ ملائکہ جو لیئے جارہے ہین اسکا بڑی تعظیم سے نام بتلاتے ہین یہانتک کہ اسکو وہان تک لیجاتے ہین کہ جہانتک اسکی رسائی اسکی نورانیت و صفائی کیوجہ سے ہوتی ہے پھر کسیکو اول آسمان تک کسیکو دوسرے تک کسیکو ساتوین تک پھر وہین اسکو اپنے رب سے بیشی ہوتی ہے اور تجلی ہوکر شرف ہمکلامی حاصل ہوتا ہے تب حکم ہوتا ہے اکتبوا کتاب عبدی فی علیین کہ میرے بندہ کا نام علیین کے دفتر مین لکھو ۔ یعنے علیین جو عالم بالا مین ایک فرحت بخش جگہ ہے اور جہان اہل ایمان وارد نیک روحین رہتی ہین اور وہان عیش اور بہار ایسی ہے کہ جسکا بیان ممکن نہین وہان بھی ہے اور وہان جو ایک دفتر ہے جسمین وہان کے رہنے والون کے نام ہین اسکا نام بھی وہین درج کرو ۔ تب وہ روح وہان آتی ہے اور جو اس سے پہلے وہان آئے ہین اس سے بڑی خوشی کے ساتھ ملتے ہین اور جسطرح سفر سے واپس آنے والے سے لوگ خوش ہوتے ہین اس سے بھی زیادہ انکو خوشی ہوتی ہے تب وہان کے لوگ اپنے دنیاوی اقارب کا حال اس سے دریافت کرتے ہین کہ فلان کیسا ہے فلان کا کیا حال ہے پھر جو یہ بعض کی نسبت کہتا ہے کہ وہ تو مرگیا کیا تمہارے پاس نہین آیا تب وہ کہتے ہین افسوس وہ ہاویہ مین گرایا گیا ۔ اور اگر کافر و منافق ہے تو اسکے مرنے کے وقت اسکے سامنے ہیبتناک اشکال کے فرشتے آتے ہین جنکے چہرون سے غضب کے آثار دیکھنے والے کے زہرہ کو پانی پانی کیئے دیتے ہین جہانتک اسکی نظر جاتی ہے وہی بیٹھے نظر آتے ہین تب وہ کہتے ہین اے روح خبیثہ اس ناپاک بدن سے نکل اور اپنی سزا اور عذاب کی جگہ چل تب وہ اسکو کھینچ کر لیجاتے ہین اور اس مین بدبو آتی ہے جس جگہ سے لیکر گزرتے ہین وہان کے فرشتے پوچھتے ہین یہ کون روح خبیث ہے؟ تب وہ کہتے ہین فلان بن فلان برے نام سے یاد کرتے ہین پہلے آسمان تک لیکر آتے ہین اور دروازہ کھلواتے ہین مگر اوپر چڑھنے کے لیئے دروازہ نہین کھلتا اس مقام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط کہ انکے لیئے آسمان کے دروازے نہ کھلین گے اور نہ وہ جنت مین داخل ہونگے

ف سجین وعلیین کا بیان

یہانتک کہ اونٹ سوئی کے ناکے مین سے گزر جاوے ۔ تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسکا نام سجین مین لکھو جو نیچے زمین مین ہے تب اسکی روح اوپر سے
نیچے پھینکدی جاتی ہے اور اس مقام پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑہی ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء الآیہ کہ جس نے اللہ سے شرک
کیا گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا الآیہ ۔ تب سجین مین اسکو طرح طرح سے عذاب ہوتا رہتا ہے ۔
ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مرنیکے بعد روح کو خبر رہتی ہے اور اسکو عذاب و ثواب ہوتا ہے جسم یہان پڑا رہتا ہے ۔ اور یہ بھی معلوم ہوا
کہ سجین مجرمون کا قیدخانہ عالم پستی مین ہے اور وہان نام لکھنے سے یہ مراد ہے کہ وہان دفتر رہتا ہے جیسا کہ جیلخانون مین قیدیونکے لیے
دفتر رہا کرتا ہے اور جب کوئی قیدی آتا ہے تو اسکا اسمین نام لکھ لیا جاتا ہے اس لحاظ سے اس سجین کو دفتر کی جگہہ بھی کہنا نامناسب نہین اور ہے
در اصل قیدخانہ ۔ اور علیین جسکا ذکر اگلی آیتون مین آتا ہے عالم بالا مین ایک پرفزا اور فرحت کی جگہ ہے ۔ قیامت تک بد سجین مین پھر
جہنم مین اور نیک علیین مین اور پھر جنت مین رہین گے اور سجین جہنم کا ابتدائی طبقہ ہے جیسا کہ علیین جنت کا ابتدائی مقام ہے ۔
حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی سجین اور علیین کا کچھ حال بیان فرمایا ہے چنانچہ انجیل لوقا کے سولہوین[۱۶] باب مین حضرت کا یہ قول منقول ہے
۱۹۔ ایک دولتمند تھا جو لال اور مہین کپڑے پہنتا اور روز روز شان و شوکت سے عیش کرتا تھا (۲۰) اور لعزر نام ایک غریب آدمی جو
ناسورون سے بھرا تھا جسکو اسکی ڈیوڑھی پر ڈال جاتے تھے ۲۱۔ اور وہ آرزو رکھتا تھا کہ ان ٹکڑون سے جو دولتمند کی میز سے گرتے
تھے اپنا پیٹ بھرے بلکہ کتے آکے اسکے گھاؤ چاٹتے تھے ۲۲۔ اور ایسا ہوا کہ وہ غریب مرگیا اور فرشتون نے اُسے لیجا کے ابراہیم
کی گود مین رکھا (کس لیئے کہ عالم روحانی مین ارواح اُنکے ظل عاطفت مین رہتی ہین یہ کام اُنکے سپرد ہے) اور دولتمند بھی مرگیا اور گاڑا گیا ۲۳
اُس نے دوزخ کے درمیان عذاب مین ہو کے اپنی آنکھین اٹھائین اور ابراہیم کو دور سے دیکھا اور اسکی گود مین لعزر کو اور اُسنے پکار کے کہا
کہ اے باپ ابراہیم مجھپر رحم کر اور لعزر کو بھیج کہ اپنی انگلی کا سرا پانی سے بھگو کے میری زبان ٹھنڈی کرے کیونکہ مین اس لو مین تڑپتا ہون
۲۵ تب ابراہیم نے کہا اے بیٹے یاد کر کہ تو اپنی زندگی مین اچھی چیزین لے چکا اور لعزر بری چیزین سو وہ تسلی پاتا ہے اور تو تڑپتا ہے
۲۶۔ اور ان سب کے سوا ہمارے تمہارے درمیان ایک بڑا گڑھا حائل ہے ایسا کہ وے جو یہان سے تمہارے پاس جایا چاہین نہ جاسکین
اور نہ وے لوگ جو وہان ہین اس پار ہمارے پاس آسکین ۲۷ تب اُسنے کہا اے باپ تیری منت کرتا ہون کہ تو اُسے میرے باپ کے گھر
بھیج ۲۸۔ کیونکہ میرے پانچ بھائی ہین تاکہ ان پر گواہی دے ایسا نہو کہ وہ بھی اس عذاب کے جگہ مین آوین ۲۹۔ ابراہیم نے کہا کہ ان کے پاس
موسےٰ اور انبیاء ہین چاہیئے کہ وے اُنکی سنین ۳۰۔ اُسنے کہا نہین اے باپ ابراہیم پر اگر کوئی مردون مین سے اُنکے پاس جاوے تو وہ توبہ
کرینگے ۳۱۔ اس نے اسے کہا کہ جب وہ موسےٰ اور نبیون کی نہ سنتے ہین تو مردون مین سے اگر کوئی اٹھ کر جاوے تو اسکی کب سنین گے ۔
یہانسے یہ باتین معلوم ہوئین (۱) یہ کہ مرنیکے بعد عذاب و ثواب ہوتا ہے اور بد طرح طرح کا عذاب پاتے ہین اور نیک راحت اور اسکو شرع محمدی
مین قبر کا عذاب و ثواب کہتے ہین (۲) یہ کہ نیکونکا مقام بالاتر ہے جہان دور سے ابراہیم کو دیکھا اور انکے پاس لعزر کو بھی اور اسکو شرع محمدی مین علیین کہتے
ہین اور بدون کا مقام پستی مین ہے جہان گڑھا حائل ہے اسکو سجین کہتے ہین جس قیدخانہ سے نکلنا مشکل ہے (۳) مرنیکے بعد دنیا کی باتین اور اپنے
اقارب کی محبت بھی باقی رہتی ہے اور سبکو جانتا ہے (۴) مرنیکے بعد جو واقعات پیش آتے ہین انکی حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے بھی

خبر دی ہی جو مردے کے زندہ ہو کر دنیا مین جا کر خبر دینے سے زیادہ معتبر ہے (۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام روحانی باپ ہین اسلیئے اسلامی انپر بھی نماز مین درود بھیجتے ہین۔
فرماتا ہے ویل یومئذ للمکذبین کہ اسروز (یعنی جس روز کہ بدکار اور منکر سجین مین داخل ہونگے اور وہ دن بہت دور نہین صرف مرنیکی دیر ہے)
جھٹلانے والونکی بڑی خرابی ہوگی۔ جو الہامی باتون کو آج دنیا مین جھٹلاتے ہین بعض تو اللہ تعالی ہی کو نہین مانتے کہتے ہین کوئی خدا نہین آپ ہی
چیزین پیدا ہوتی ہین آپ ہی سٹ جاتی ہین خدا صرف ایک وہمی بات ہے جو مدتون سے کانون مین پڑتی چلی آئی ہے۔ یہ ملحد آجکل فرنگستان مین بہت ہین جو سائنس
کے چند علوم سے جنکی غلطیان روز بروز نکلتی جاتی ہین انکو تاریک گڑھے مین ڈال رکھا ہے۔ پھر ان مین کچھ طبعی ہین جنکو نیچری کہنا چاہیئے اور کچھ دہری اور کچھ مادی ہین
اور کچھ خیالی ہین کہ سب باتونکو توہمات و خیالات ہی کہتے ہین۔ اور بعض خدا تعالی کو تو نہین جھٹلاتے اسکے قائل ہین مگر پھر اسکی صفات توحید و تنزیہ و قدرت کے منکر ہین
پھر کسی نے مخلوقات مین سے اسکے وسائل قرار دیکر شریک بنا رکھے ہین جیسا کہ مشرکین عرب و مشرکین ہند۔ و فرقہ مجوس پھر کسی نے خدا تعالی کو ممکنات
پر قیاس کر کے اسکی ذات مقدسہ کے حصے کر ڈالے ہین جنکو اقانیم کہتے ہین باپ۔ بیٹا۔ روح القدس پھر اسکے توجیہ مین کیا کیا باتین بناتے ہین کہین ریاضات
سے اور مثلث شکل سے ثابت کرتے ہین بعض کرسٹان جو کچھ مسلمانون کے علوم سے واقف ہین بے سمجھے بوجھے انکو تعینات اور تنزلات کے قالب مین ڈھالتے
ہین اور صوفیہ کرام کے اقوال و اشعار سے عامہ کو دھوکا دینے کے لیئے سندین لایا کرتے ہین حالانکہ نہ تعینات کو سمجھے نہ تنزلات سے واقف نہ مصطلحات صوفیہ
کرام سے آگاہی مگر یورپین پادری انکی اس موشگافی سے جو محققین اہل اسلام کے نزدیک قابل تمسخر ہے انکی خوب قدردانی کرتے ہین۔ اور بعض نے جملہ اصول
عالم حسی کو قدیم مانا ہی اور انکے پیدا اور فنا کرنے سے اسکو عاجز سمجھتے ہین جیسا کہ آجکل فرقہ آریہ اور بعض نے حضرات انبیا کو جھٹلایا وہ کسی نبی کو بھی نہین
مانتے نہ نبوت کی کچھ ضرورت سمجھتے ہین جیسا کہ فرقہ آریہ اور برہمو۔ اور بعض انبیا کو تو مانتے ہین۔ لیکن خاص خاص کو نہین مانتے
جیسا کہ یہود حضرت عیسے علیہ السلام اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو نہین مانتے اور عیسائی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب
کرتے ہین یہ سب مکذبین ہین اور ان کے سوا آیات قدرت کے منکر بھی مکذبین ہین جو ہر روز دنیا مین انکی قدرت کے کرشمے
دیکھتے ہین پر نہین مانتے اور قیامت اور جزا و سزا کے منکر تو مکذبین مین سے بہت ہی بڑے مکذبین ہین کس لیئے کہ دل کھول کر بدکاری کرنے
کا یہ عمدہ ذریعہ ہے اس لیئے بالخصوص مکذبین مین سے اسی گروہ کا ذکر کرتا ہے فقال الذین یکذبون بیوم الدین وہ مکذبین جو روز جزا کی
تکذیب کرتے ہین اسکو نہین مانتے اس لیئے دل کھول کر کے بدکاری کرتے ہین۔ اس مضمون کو اس جملہ مین بیان فرماتا ہے وما
یکذب بہ الا کل معتد اثیم کہ روز جزا کو وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے گذرا ہوا اور بدکار ہے۔ اسکی یہ سرکشی اور بدکاری روز جزا کے
خیال کو بھی دل مین نہین آنے دیتی جیسا کہ عرب کے بت پرست تھے اور اب یورپ کے عیش پسند حرامکار بدکار لوگ ہین
اذا تتلی علیہ آیاتنا قال اساطیر الاولین۔ جب ان کو ہماری آیتین سنائی جاتی ہین بالخصوص وہ کہ جنمین جزا کا حال ہے
تو مسخرہ ٹھٹھو مین اڑاتے اور کہدیتے ہین یہ پہلی کہانیان ہین یون ہی کہتے چلے آئے ہین کسنے دیکھا ہی۔ آجکل تعلیم انگریزی کا یہ اثر دیکھا جاتا ہے
کہ ابتدا ہی سے جوان ملحدون کے خیالات انکے دل پر نقش کیئے جاتے ہین اور کسیقدر علوم جدیدہ کے کرشمے دکھائے جاتے ہین تو وہ الہامی باتون سے تمسخر
کرتے ہین اور مرنے کے بعد جزا و سزا کے قائل نہین رہتے پھر تو خوب سے فحشی اور زناکاری کرتے ہین پاک ناپاک حلال و حرام کی کچھ بھی پروا نہین
کرتے۔ خرابی کی شرح نہین کی کس لیئے کہ کئی جگہ ہوتی ہے۔ آگ۔ سانپ۔ بچھو۔ درد شکم۔ لو۔ پیاس۔ وغیرہ۔

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ○ كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ○ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ○

نہین نہین بلکہ انکے (برے) کامون سے انکے دلونپر زنگ لگ گیا ہو ۔ ضرور وہ اسدن اپنے رب کے سامنے آنے نہین پائینگے ۔ پھر وہ جہنم مین ڈالے جائین گے ۔

ثُمَّ يُقَالُ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ○

پھر اُن سے کہا جاویگا یہ ہے وہ جسکو تم جھوٹ جانتے تھے

ترکیب

کلا ردع وزجر للمعتدی الاثیم ۔ وقال الحسن بمعنے حقا ۔ ما کانوا یکسبون والعائد محذوف اے یکسبونہ ۔ والجملۃ فاعل ران رین زنگ و زنگ گرفتن ومنہ قولہ تعالی بل ران الخ اے غلب وقیل ہو الذنب علی الذنب حتے یسود القلب (صراح) لمحجوبون خبر ان عن ربہم متعلق بہ یومئذ ظرف لہ ۔ ثم انہم ثم لتراخی الرتبۃ ہذا الذی الخ الجملۃ مفعول مالم یسم فاعلہ لیقال

تفسیر

ان حد سے بڑہنے والے گناہگاروں کے خیال کو باطل کرتا ہے بقولہ کلا کہ جو تم سمجھے ہوئے ہو وہ ہرگز نہین پھر ان کے اس انکار اور آیات کو پہلونکی کہانیان کہنے کا سبب بیان فرماتا ہے فقال بل ران علے قلوبہم ما کانو یکسبون کہ انکے دلون پر انکے اعمال بد کا زنگ چڑہ گیا ہے جس لیئے وہ ایسی باتین بناتے ہین ۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سیاہ نقطہ ہوجاتا ہے پھر اگر توبہ و استغفار کر لیا تو صاف ہوگیا اور اگر اور گناہ کیا تو وہ نقطہ بھی بڑھتا چلا جاتا ہے یہان تک کہ اسکے دل پر چھا جاتا ہو بس یہی وہ رین ہے کہ جس کا ذکر اس آیت مین ہے کلا بل ران علے قلوبہم ما کانو یکسبون (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ) پھر گناہ کرتے کرتے جب دل سیاہ ہوجاتا ہے تو کوئی حق بات اسمین نہین آتی پھر اگر اس سے بھی بڑہ گیا تو دل پر ایک حجاب ہوجاتا ہے جسکو مُہر لگنے سے تعبیر کیا جاتا ہو اور پھر اس سے بھی بڑھکر قفل کا مرتبہ ہے اب دل مین صلاحیت ہی نہین رہی کہ کوئی اسکو صاف کرے گویا مر گیا پہلے تو بیمار ہی تھا اس سے یہ مراد نہین کہ مضغہ گوشت پر کوئی سیاہ نقطہ ہوجاتا ہے اور پھر پھیلتے پھیلتے سب کو سیاہ کر ڈالتا ہے یہانتک کہ چیرنے کے بعد وہ سیاہ معلوم ہونے لگتی ہو کس لیئے کہ قلب سے مراد شرع مین وہ انسان کی روحانی قوت ہے جو ادراک کرتی ہو گناہ کرنے سے اسپر تاریکی آجاتی ہو اور آخر اس تاریکی کا ایک حجاب بنجاتا ہے جو اسکو انوار آلہیہ کی تجلی سے اور مرنیکے بعد دیدار سے محروم کرتا ہے کما قال کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون کہ بیشک یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روکے جاوینگے حجاب یعنی پردہ حائل ہوجاوے گا دیدار کے شرف سے محروم ہونگے ۔

پھر جب وہ ایسے ناپاک اور گندے ہین تو ثم انہم لصالوا الجحیم اُنکو جہنم مین پھینک دیا جاوے گا اسی کے لائق تھے ثم یقال ہذا الذی کنتم بہ تکذبون پھر اُن کو شرمندہ کرنے کے لیئے کہا جاوے گا کہ وہ جہنم جسکا تم دنیا مین انکار کرتے اور جھٹلاتے تھے یہی تو ہے اب تو یقین آیا کہ نبیون کا فرمانا برحق تھا ۔

جسطرح پہلی آیات مین اشقیاء کا وہ حال بیان ہوا تھا جو مرنے کے بعد سے لیکر حشر تک ہوگا یعنی عالم برزخ کا اسیطرح ان آیات مین عالم حشر اور اسکے بعد کا حال بیان فرمادیا ۔ اور اسکے بعد نیک لوگونکا حال بیان کرتا ہے اور بدونکا حال پہلے اسلیئے بیان فرمایا کہ اس سے پہلے کم تولنے وغیرہ جرائم کا ذکر تھا ۔

كَلَّا إِنَّ كِتَٰبَ ٱلْأَبْرَارِ لَفِى عِلِّيِّينَ ۝ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا عِلِّيُّونَ ۝ كِتَٰبٌ مَّرْقُومٌ ۝ يَشْهَدُهُ ٱلْمُقَرَّبُونَ ۝ إِنَّ

تحقیق نیکون کا روز نامچہ علیین مین ہے　اور تو کیا جانے کیا ہے علیین　ایک دفتر ہے لکھا ہوا　کہ جسکو لا انکہ مقرب دیکھا کرتے ہین　بلاشک

ٱلْأَبْرَارَ لَفِى نَعِيمٍ ۝ عَلَى ٱلْأَرَآئِكِ يَنظُرُونَ ۝ تَعْرِفُ فِى وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ ٱلنَّعِيمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِن

نیک لوگ عیش مین ہونگے　تختون پر بیٹھے نظارہ کیا کرینگے　تجھے انکے چہرون پر عیش کی تازگی دکھلائی دیگی　ان کو شراب

رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ۝ خِتَٰمُهُۥ مِسْكٌ ۚ وَفِى ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ ٱلْمُتَنَٰفِسُونَ ۝ وَمِزَاجُهُۥ مِن تَسْنِيمٍ ۝

خالص پلائی جاویگی　جسپر مشک سے مہر لگی ہوگی　اور للچانے والون کو للچانا تو اسی کے لیئے چاہیئے　اور اس شراب مین تسنیم کی بھی آمیزش

عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا ٱلْمُقَرَّبُونَ ۝

ہوگی وہ ایک چشمہ ہے جس سے مقرب پیا کرتے ہین۔

ترکیب

كلا الخ جملة مستانفة لبيان حال الابرار۔ عليين قال ابو الفتح الموصلي جمع علي وهو فعيل من العلو وقال الفراء والزجاج جمع واعرابه كاعراب الجمع رفعا ونصبا وجرا ولكن لا واحد له من لفظه نحو ثلاثين وقنسرين ۔ والمراد به المقام الاعلى فقيل على السماء السابعة وهناك تجتمع ارواح الابرار۔ يشهده صفة اخرى للكتاب اي يحضرون ذلك الكتاب ويحفظونه وقيل يرون ما فيه فعلى الاول من الشهود وعلى الثاني من الشهادة۔ ينظرون حال ويجوز ان يكون مستانفا وعلى يتعلق به والارائك جمع اريكة وهي السرير في حجلة والحجلة بيت مربع من الثياب الفاخرة ترخى على السرير۔ ويقال في الهندية (چھپر کھٹ و مسہری) تعرف الخ الجملة مستانفة لبيان حال الابرار وكذا يسقون قال المبرد والزجاج الرحيق من الخمر ما لا غش فيه وفي الصحاح الرحيق صفوة الخمر مختوم صفة لرحيق ختامه مسك صفة اخرى۔ التنافس شدة الحرص ومزاجه معطوف على ختامه مسك صفة اخرى. من تسنيم هو شراب ينصب من علو۔ والتسنيم في اللغة الارتفاع ومنه سنام البعير لعلوه من بدنه ومنه تسنيم القبور فهي عين تجري من علو الى سفل وقال ابن مسعود عين في الجنة تمزج للابرار ويشرب بها المقربون كما فسره الله تعالى بقوله عينا الخ وفي نصب عينا وجوه الاول انه على المدح والثاني انه على الحال وانما جاز كونها حالا مع انها جامدة غير مشتقة لاتصافها بقوله يشرب بها وقال الاخفش منصوبة بيسقون وقال الفراء بتسنيم۔ والباء في بها زائدة او بمعنى من

تفسیر

فقال كلا کہ جیسا تم سمجھے ہوئے ہو کہ نیکون کی نیکی بیکار ہے ایسا ہرگز نہین بایون کہو کہ بے شک و شبہ ان كتاب الابرار لفي عليين ابرار کا روزنامچہ کہ جہان انکے کام اور نام لکھے ہوئے ہین علیین مین ہے پھر جسکا اس دفتر مین نام ہے وہ محو نہین ہوسکتا نہ وہ مرنیکے بعد اکرام و اعزاز سے محروم رہتا ہے ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما ۔ وہ جریدہ بقا ہے ان کے لیئے حیات جاودانی اور ابدی عیش کامرانی مین کوئی شبہ نہین ۔

چونکہ علیین پر آگاہی اُنکے افہام ناقصہ کو نصیب نہین اس لیئے آپ ہی پوچھتا ہے وما ادراک ما علیون کہ اے انسان تو کیا جانے کیا ہے
علیین؟ کس لیئے کہ انسان محسوسات کا ادراک کرتا ہے اور حس سے باہر جو کچھ ہے اُسکا ادراک یا ترتیب معقولات سے بطور
نظر و فکر کے کرتا ہے سو اسمین سیکڑون غلطیان ہوجاتی ہین اور اسی لیئے عقلاء کا ایسے امور مین اختلاف ہوا ہے۔ پھر اگر ادراک صحیح ہے تو کشف و شہود
سے ہے۔ اور اسمین کامل حصہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو نصیب ہے پھر جو کوئی ایسی باتونکے دریافت کرنیکا ارادہ کرے تو اسکو وحی کا اتباع لازم
ہے اس لیئے بذریعہ وحی آپ ہی بتاتا ہے کتاب مرقوم کہ وہ ایک بالاتر اور عالم قدس کی عمدہ جگہ ہے جہان وہ لکھا ہوا دفتر ہے جسمین نیکون
کے نام ہین۔ اور وہ مقام چونکہ بہت بلند ہے وہان نیکون مین سے بھی ہر ایک نہین پہنچتا بلکہ یشہدہ المقربون وہان مقربین حضرات انبیاء علیہم السلام
و اولیاء کرام ہی پہنچتے ہین عام مومنین و صلحاء امت اُنکے نیچے اپنے درجات کے موافق عالم قدس کے اور مقامات مین ہوتے ہین مگر نام اُنکے
اس بلند مقام مین درج ہوتے ہین کہ ترقی کرکے وہان تک پہونچنے کی اُنکے لیئے امیدواری ہو۔ یہ تفسیر اس تقدیر پر ہے کہ جملہ یشہدہ المقربون کو علیین کی صفت
قرار دیا جاوے اور بسبب تقدم ہونیکے ضمیر مفرد اُسکی طرف پھرائی جاوے اور اگر کتاب مرقوم کی صفت مانا جاوے تو یہ معنی ہونگے کہ اس دفتر تک ہر ایک
کی رسائی نہین بلکہ ملائکہ مقربین کی کہ وہی اس دفتر کے محافظ اور کارپرداز ہین۔ یہانتک عالم برزخ کا حال تھا جو مرنے کے بعد ابرار اور
مقربین پر گزرتا ہے نفخ صور سے پہلے تک اور اسکے بعد کا حال آیندہ آیات مین بیان فرماتا ہے۔

ف اکثر سورتون مین نیک بندون کو دو جماعت مین تقسیم کیا ہے ایک اصحاب الیمین اور ان سے بڑھکر السابقون اور پھر بعض مقامات
پر اصحاب الیمین کو ابرار اور سابقین کو مقربین سے تعبیر کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اصحاب الیمین اور ابرار ایک ہی جماعت کا نام ہے
اور سابقین اور مقربین دوسری جماعت کا نام ہے۔ پہلی جماعت مین صلحاء و شہداء امت داخل ہین اور دوسری مین حضرات انبیاء و اولیاء
جنکو صدیقین سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ایسے لوگون کو انہین چار قسمون مین داخل کیا ہے من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین الآیہ
اب بتلا دیا گیا کہ مرنیکے بعد ابرار کا نام علیین مین ہے وہ خاص علیین مین یا اُسکے متعلق کسی بلند جگہ مین رہینگے اور مقربین علیین مین۔

ف علیین اور سجین کی تصویر بعض عرفاء نے یون کھینچی ہے کہ نوع انسانی کا بسبب وسعت معرفت اور اسکی تنگی کے اور باعتبار
تہذیب اخلاق و تحصیل انوار ملکیہ اور اسکے تکدر اور ظلمات بہیمیہ و سبعیہ کے بڑا وسیع میدان ہے جسکو ایک وسیع دائرہ خیال
کرنا چاہیئے کہ جسکا مرکز ادنے مرتبہ انسانیت کا ہے جو بہت ہی فروتر مرتبہ ہے اور محیط اسکا اعلے مرتبہ ہے اور جب عالم غیب
مین اس شکل تخیل نے ایک صورت پیدا کی ہے تو اسکے مرکز کا نام سجین اور محیط کا علیین نام ہوگیا اور یہ ثابت
ہے کہ جسقدر دائرے مرکز کے قریب ہونگے وہ بہت ہی چھوٹے ہونگے درجہ بدرجہ۔ اور جو دائرے محیط کے قریب ہونگے
وہ بہت ہی بڑے ہونگے درجہ بدرجہ۔ اس لیئے انسانیت فجار کے مراتب درجہ بدرجہ قریب مرکز کے ہین یہانتک کہ بعض
تو عین مرکز ہی تک پہونچے ہوئے ہوتے ہین اور اسیطرح انسانیت ابرار کے مراتب ترقی کرتے ہوئے درجہ بدرجہ قریب
محیط کے ہوتے ہین اور وسعت و فراخی مین ایک دوسرے سے زائد یہانتک کہ نوبت اعلے علیین تک پہونچ جاتی ہے۔ اعلے علیین
جسکو فوق الفلک سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے خاص مقربین کا مقام ہے اور ابرار اُنکے طفیل سے اس مقام پر عبور کرتے ہین لیکن اُنکا مشہد

یعنے ٹہرنے کی جگہ وہ نہین اور یہ عبور روحانی بعد مفارقت جسم کے روح کو حاصل ہوتا ہے کہ مقربین کی ارواح کو اعلی علیین مین لیجاتے ہین اور ابرار اُنکے قریب جگہ پاتے ہین اور فجار سجین مین لائے جاتے ہین - اور اسی لیئے سجین کو بطور استعارہ کے زمین کے طبقۂ سفلی اور علیین کو ساتوین آسمان پر بیان کیا گیا محیط اور مرکز کے لحاظ سے ۔

اسکے بعد وہ حالات بیان فرماتا ہے جو حشر مین ابرار کو پیش آوینگے فقال ان الابرار لفی نعیم کہ بیشک ابرار یعنے نیک بندے نعمتون مین ہونگے - جتنی نعمتین کہ انکو انسان کا دل چاہے عمدہ مکان باغ وانہار نفیس کپڑے حور وغلمان سواری اور خادمان پری رو اور کھانے کی دلپسند چیزین اور فرحت وسرور جاودانی کے وہ سب سامان وہان موجود ہونگے جنکو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کے کان نے سنا نہ کسی کے ذہن مین آئے لفظ نعیم سب کو شامل ہے - مگر اسکے سوا انکو بادشاہت کے تخت پر بھی بٹھایا جاویگا جیسا کہ فرماتا ہے علے الارائک ینظرون کہ تختون پر بیٹھے ہوئے نظارہ کیا کرینگے - اور وہ تخت ایسے معمولی تخت نہونگے بلکہ سایہ دار جو بیش بہا جواہرات اور بیش بہا کپڑون اطلس ودیبا وغیرہ سے مزین ہونگے کہ انکو کوئی نہ دیکھے اور انہین سے وہ سب کچھ دیکھین گے اسی لیئے ینظرون کا مفعول حذف کردیا کہ تعمیم سمجھی جاوے جنت کے سب تماشے اور عیش ونشاط کے سامان بھی دیکھین گے اور دوزخیون کی حالت زبون کا بھی ملاحظہ کرینگے مگر تعرف فی وجوہہم نضرۃ النعیم انکو انکی یہ حالت زار دیکھنے سے کچھ ملال اور پریشانی نہوگی یہان تک کہ اگر کوئی دوست اور قرابت دار کافر ومشرک عذاب مین مبتلا نظر آئیگا تو انکی محبت کا رشتہ اس سے بالکل منقطع ہوجاویگا اور انکے عیش ونشاط مین انکے چہرے حال کے دیکھنے سے کوئی تغیر پیدا نہوگا بلکہ انکے چہرون پر وہی شادمانی اور نعمت کے آثار اور تازگی نمایان ہوگی اور چودھوین رات کے چاند کیطرح انکے نورانی چہرے جگمگا دینگے - ف - عرفاء فرماتے ہین کہ ارائک جس کا ذکر قرآن مجید مین جابجا آیا ہے وہ اہل اللہ کے مخفی حالات ومقامات ہین اور انکی رات مین لوگون سے چھپکر تہجد ودعا واستغفار وتسبیح وتہلیل ہے اور انکے دلون کا وہ سوز وگداز ہے جو لوگون سے مخفی تھا اور انکی وہ محبت الٰہی ہے جو کسیکو نظر نہ آتی تھی آج وہ ارائک کی شکل مین جلوہ گر ہوگی اور انکے چہرون کی وہ پژمردگی جو دنیا مین محبت الٰہی اور فاقہ کشی اور غربت وفقر سے تھی آج تازگی بنجاوے گی - اور اس نظارہ کا لطف زیادہ کرنے کے لیئے یسقون من رحیق انکو شراب خالص بھی پلائی جاویگی کہ نہ جسمین تلخی ہوگی نہ بدبو نہ بعد مین خمار وددسر نہ بیہوشی نہ بدحواسی جو تمام لطف کو درہم برہم کردے بلکہ وہ ایک ایسی شراب ہوگی جو ان باتون سے خالص ہوگی اور اس سے ایک سرور پیدا ہوگا اور وہ ایسی ویسی مبتذل شراب نہوگی کہ جس تک ہر ایک کا ہاتھ پہنچتا ہو بلکہ اسپر مہر لگی ہوگی نہ دنیا کی شرابونکی طرح کہ جن پر مٹی یا لاکھ کی مہر ہوتی ہے بلکہ ختامہ مسک انکی مہر مشک سے ہوگی جسکی خوشبو انمین سرایت کرجاویگی اور فرحت وسرور بڑہاویگی اور نیز مشک ایک مناسب گرمی بھی پیدا کرے گا جو ہضم بڑہاتا ہے -

بعض مفسرین ختام سے مراد تمامی لیتے ہین کہ پینے کے بعد مشک سے انکے منہ خوشبودار کیئے جاوینگے جیسا کہ کھانا کھانے اور شربت پینے کے بعد پان یا الائچی کھاتے ہین اور یہ اسکا ختام ہوتا ہے اسیطرح وہان بعد مین ایسی خوشبودار فرحت خیز چیز دیجاویگی جسکو مشک سے تشبیہ ہے - واضح ہو کہ یہان تک ابرار یعنی اصحاب الیمین کے انعام بیان ہوئے ہین کہ جو تختون پر بیٹھے ہونگے شراب رحیق پئینگے یہ شراب رحیق وہ محبت خالص ہے جو دنیا مین شرک وبدکاری کا ملاؤ نہین رکھتی تھی اسلیئے جنت مین وہ شراب خالص بنکر انکے رگ وریشہ

مین سرایت کریگی - مگر یہ شراب رحیق تسنیم سے جو خاص مقربین کا حصہ ہے جیسا کہ آگے آتا ہے کم مرتبہ ہے اس لیئے اس رحیق مین
کبھی کبھی اُس تسنیم سے کچھ ملا دیا جاوے گا جیسا کہ دنیا مین شراب مین گلاب وغیرہ چیزین ملا کر پیتے ہین - اور کم اس لیئے کہ رحیق
وہ فرحت و شادمانی ہے جو موجودات عالم علوی کے ملاحظہ سے ہوگی جیسا کہ دنیا مین یہ جماعت ابرار مصنوعات کے ملاحظہ سے
صانع کو پہچانتے تھے اور ہر ایک آیت قدرت کو اُسکے جمال کا آئینہ سمجھکر شادمانی کرتے تھے اسیطرح اُس جہان مین
انکو ایک شراب خاص پلائی جاویگی کہ جو وہان کے عجائب موجودات کو ملاحظہ کرکے اُنہین اُسکے جمال باکمال کا مشاہدہ کرینگے
اور نہایت شادمانی ہوگی - بخلاف تسنیم کے کہ وہ خاص ذات حق کے مشاہدہ کے لیئے ہے بغیر اسکے کہ موجودات کے آئینون مین
جھلک دکھائی جاوے اس لیئے اس شراب مین سے بھی کبھی اُن کو حصہ ملے گا کہ کبھی ذات پاک کا مشاہدہ کرینگے اسکے بعد
فرماتا ہے وفی ذٰلک فلیتنافس المتنافسون اور چاہیئے کہ للچانے والے اسپر للچائین اور اُسیکی آرزو اور خواہش کرین نہ کہ دنیا
کی نعمتون کی جو کدورت سے خالی نہین اور اسپر بھی انکو دوام و بقا نہین - جوانی باد صبا کیطرح ایک دم کے لیئے آئی اور چلی گئی
پھر جب جوانی نہین اور نعمتون کا کیا مزہ باقی رہا - پھر دنیا کی شراب کی کیا رغبت کرنی چاہیئے جو بدمزہ اور بدبودار اور مزیل عقل و
حواس باعث صدہا امراض و خرابی ہے - اور کم تو لفظ یا حقوق العباد تلف کرتے ہین بے حقیقت چیزون پر کیا سمجھنا اور عاقبت برباد کرنا چاہیئے
جہان کا مال و منصب اور یہان کے اسباب عیش و نشاط دی گیا ہین - ان بے حقیقت چیزون پر یہ سمجھ کر عقبیٰ برباد کرتے ہو
غنیمت اور سمجھنے کی چیز تو آخرت کی نعمتین ہین -

اسکے بعد کچھ حال مقربین کا بھی بیان کیا جاتا ہے اُنہین ابرار کے ضمن مین تاکہ معلوم ہو جاوے کہ جب مقربین کے روز کے پینے کی چیز
کبھی کبھی اُن ابرار کی شرکت مین مزید لطف و اکرام و اعزاز کے لیئے لائی جاتی ہے اور یہ ابرار اُن نعمتون مین ہین تو پھر مقربین کا تو اُن کا
مرتبہ شرکت مین اُنکے نعیم کا کیا کہنا ہے اس لیئے فرماتا ہے ومزاجہ من تسنیم کہ اُس رحیق کی آمیزش تسنیم سے ہوگی - یعنی تسنیم اُسمین
ملائی جاوے گی - تسنیم کے لغوی معنی بلندی کے ہین اور اونٹ کے کوہان کو اسی لیئے سنام کہتے ہین کہ وہ بلند ہوتا ہے اس لغوی
معنی کے لحاظ سے تسنیم کے بارہ مین مفسرین کے چند اقوال ہین (۱) یہ کہ وہ اونچے سے نیچے کو گرتا ہوا چشمہ ہے ایسا چشمہ بہ نسبت اسکے
کہ ہموار زمین مین بہتا ہو نہایت صاف اور پرلطف ہوتا ہے (۲) یہ کہ وہ ہوا مین بہتا ہے اس بلندی و ارتفاع سے اُسکی لطافت کا اندازہ
کرسکتے ہین کیسی ہوگی (۳) یہ کہ وہ بلند قدر عالی مرتبہ چیز ہے اس لیئے اُسکو تسنیم کہتے ہین اور اسی لیئے عکرمہ کہتے ہین تسنیم کے
معنی تشریف کے ہین یعنے عالی و بلند مرتبہ - ابن عباس و حسن بصری فرماتے ہین اسکی حقیقت سے بجز پروردگار کے کوئی واقف نہین
وہ ایک نہایت عمدہ اور بے بہا چیز ہے جسکی نسبت حق سبحانہ کا اسقدر بیان کافی ہے عینا یشرب بہا المقربون کہ وہ ایک چشمہ ہے کہ جس
سے مقربین پیا کرتے ہین - اور ابرار کو اس مین سے ملا کر دیا کرتے ہین اس سے ابرار کی شان بھی معلوم ہوئی کہ پلائی تو انکو رحیق جاتی
ہے مگر اس مین لطف بڑھانے کے لیئے تسنیم ملا دیتے ہین اور مقربون کا بھی حال معلوم ہوا کہ وہ خاص اسی تسنیم کو پیا کرتے ہین جو ایسی
قدر و قیمت کی چیز ہے کہ جس مین سے کچھ ابرار کی شراب مین ملائی جاتی ہے -

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ۝ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ۝ وَإِذَا انْقَلَبُوا

یقیناً نافرمان (دنیا میں) ایمانداروں سے ہنسی کیا کرتے تھے اور جب ان کے پاس سے نکلتے تو آنکھیں مارتے اور جب اپنے گھر

إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ۝ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ۝ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ ۝ فَالْيَوْمَ

اوٹ کر جاتے تو ہنستے ہوئے جاتے تھے اور جب ایمانداروں کو دیکھتے تو کہا کرتے بیشک یہی لوگ گمراہ ہیں حالانکہ یہ ان پر نگہبان بھی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے پھر آج

الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ۝ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ۝ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ ع

تو ایماندار کافروں سے ہنسی کر رہے ہیں تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں اب تو کافروں نے اپنے کیے کا بدلہ پایا۔

ترکیب

الذین مع صلتہ اسم ان۔ کانوا اسم کان ضمیر متصل یضحکون خبرہ من الذین امنوا متعلق بیضحکون اے یستہزؤن منہم والجملۃ کانوا الخ خبر ان۔ واذا مروا اے المسلمون بہم بالکفار وہم فی مجالسہم یتغامزون الکفار من الغمز وہو الاشارۃ بالجفون والحواجب واذا انقلبوا اے الکفار شرط انقلبوا جواب اذا فکہین حال منہ قرء عاصم فی روایۃ حفص عنہ فکہین بغیر الف فی ہذا الموضع وحدہ وقرء الباقون فاکہین بالالف قیل معناہما واحد وقیل ان الفکہ الاشر البطر والفاکہ الناعم المتنعم۔ واذا شرطیۃ رأوہم اے الکفار ہم المسلمین قالوا جواب الشرط وما ارسلوا الجملۃ حال من فاعل قالوا۔ فالیوم منصوب بیضحکون وفاعلہ الذین آمنوا وتقدیم الفاعل للتخصیص او لرعایۃ الفواصل۔ علی الارائک ینظرون الجملۃ حال من یضحکون اے یضحکون منہم ناظرین الیہم والی احوالہم۔ ہل ثوب الجملۃ مستانفۃ۔ وقیل فی محل نصب بینظرون وقیل ہی علی اضمار القول اے یقول بعض المومنین لبعض۔ قرء حمزۃ والکسائی وابو عمرو بادغام لام ہل فی تاء ثوب والباقون بترک الادغام۔

تفسیر

فرمایا تھا کہ آخرت کی نعمتوں کی رغبت کرنی چاہیئے اور یہی رغبت کرنے کے قابل چیز بھی ہے۔ اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ جب کوئی دنیا پر فریفتہ ہے اور یہاں تک فریفتہ ہوتا ہے کہ دار آخرت پر رغبت کرنا تو کجا سرے سے اسکا انکار بھی کر بیٹھتا ہے اور اسپر بھی بس نہیں بلکہ جو دار آخرت پر یقین کر کے وہاں کیلئے تیاری کرتا ہے تو اپنے مشرب کے خلاف سمجھ کر اس سے نفرت کرتا ہے اور ایذا دینے پر آمادہ ہوتا ہے اور اسکو برا بھلا بھی کہتا ہے پھر ان برے افعال کا بدلہ پاتا ہے خدا سے عادل (جو میزان عدل ہاتھ میں لیے بیٹھا ہے اور دنیا میں بھی ناپ تول پورا کرنے کا حکم دیتا ہے اور کمی کرنیوالوں کی خرابی بیان فرماتا ہے) قیامت کے دن ان دنیا کے فریفتہ لوگوں کو بھی ترازو سے تول کر اسی پیمانہ سے ناپ کر دیگا جس سے انہوں نے خداپرستوں کو تول کر اور ناپ کر دیا تھا یعنی ایماندار آخرت پر رغبت کرنے والے اس روز اپنی کامیابی پر خوش ہونگے ان احمقوں پر ہنسینگے ان مطالب کی ان آیات میں تصویر کھینچی جاتی ہے تاکہ دنیا سے نفرت اور دار آخرت سے رغبت ہو فقال ان الذین الخ کہ وہ لوگ جنہوں نے جرم کیا ہے (دار آخرت سے بے خبری اور نفرت دنیا کی رغبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اسی لیے حدیث میں آیا ہے حب الدنیا راس کل خطیئۃ) اور اسی جرم میں یہاں تک دلیر ہوگئے ہیں کہ جو خدا کے مجرم نہیں بلکہ مطیع ہیں انپر ٹھٹھا کیا کرتے ہیں۔ ان کا ایک فعل یہ ہے یا تھا۔ اول تو کسی پر ہنسنا اور کسی کی برائی کا کرنا بے تہذیبی کا باعث ہے اور برے اخلاق اور خرابی انسانی سے کچھ ہے۔ اسکے سوا

یہ بھی ہے کہ جو کوئی کسی پر ہنستا ہے تو ضرور اپنے آپ کو بہتر اور دوسرے کو کمتر سمجھتا ہے یہ بھی سخت عیب ہے۔ سوم جو کوئی کسی پر ہنستا ہے تو اپنے آپ کو اُس
بات سے کہ جس پر ہنس رہا ہے محفوظ سمجھتا ہے اور یہ نہین خیال کرتا ہے کہ مجھ پر بھی کوئی بلا آسکتی ہے ممکن ہے کہ مجھے اس سے بھی بدتر کر دے اور اسکو مجھ سے بہتر بنا دے۔ ایسا
گویا حوادث دہر و قدرت کے انقلابات سے غافل ہے اور یہ بڑی کم ظرفی ہے اور خدا تعالیٰ کو غصہ مین لانیوالی بات ہے۔ اسی لیئے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے
جو کوئی کسی پر طعن کرے گا خود اسی مین مبتلا ہوگا۔ اور بزرگون نے فرمایا ہے جو کسی پر ہنسے گا ہنسا جاویگا۔

دوسرا فعل بد انکا یہ تھا کہ واذا مروا بہم یتغامزون کہ جب وہ دیندار انکے پاس سے گزرتے تحقیر کیلئے آنکھونکے اشارے کرتے یہ بھی ایک بڑی کمینہ خصلت ہے
اور اکثر نالایق طعن و طنز کی راہ سے دوسرونکی طرف آنکھین بھوئین مار کے بین منہ بنا کے اشارے کیا کرتے ہین سو وہ دنیاپرست ان خداپرستون کے ساتھ یہ بھی
کیا کرتے تھے۔ اور انکی غرض ان دونون فعلون سے انکی تحقیر ہوتی تھی جو انکے ظاہر حال شکستہ پر اپنی ثروت دولت و اقبال کے زور مین ہنستے آنکھین مارتے تھے
کہ یہ بھی جنت کے واسطے روتے مرتے ہین۔ جب انکی دنیا مین یہ حالت ہے تو وہان کیا ہوگی اور ہم پر فضل ہے ایسے عزت والے ہین ہمکو کیا وہان انسے بڑھکر رتبہ ملیگا
اور وہان کچھ ہے ورنہ خالی ڈھکوسلے ہین۔ حالانکہ یہ نہین جانتے کہ اس عالم کا معاملہ یہان کے برعکس ہے ؎ بسا امیر کہ آنجا اسیر خواہد شد ؛ بسا پیادہ کہ آنجا سوار خواہد بود ؛
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الا اخبرکم باہل الجنۃ کل ضعیف متضعف لو اقسم علی اللہ لابرہ الا اخبرکم باہل النار کل عتل جواظ مستکبر متفق علیہ
کیا مین تمہین اہل جنت بتلاؤن ہر ایک ضعیف بیکس اگر خدا پر کوئی قسم کھا بیٹھے تو اللہ اسکو پورا ہی کر دے اور دوزخی بتلاؤن ہر ایک سخت کٹر متکبر
آخرت کے مستحق وہی ہین جو دنیا مین مسکین کمزور عاجز متواضع خداپرست ہین ؎ کہ ساکنان در دوست خاکساران اند ؛

تیسرا فعل بد ان کا یہ تھا واذا انقلبوا الی اہلہم انقلبوا فکہین کہ باہر تو یہ کچھ کرتے ہی تھے مگر جب اپنے گھر وہین جایا کرتے تھے تو وہان بھی
ہنستے ایمانداروں پر دل لگیان کیا کرتے۔ یا یہ معنی کہ انکو آخرت کا اندیشہ اور آنے والے مصائب کا کچھ بھی خیال نہین آتا تھا۔ گھرون مین رات دن
اٹکھیلیان ہی کرتے تھے۔ یہ بھی دنیاپرست کی شان ہے جسکو کبھی مرنیکا بھی خیال نہین آتا۔ باخدا لوگ ہمیشہ مغموم رہا کرتے ہین انکے دلون پر
ایک اندیشہ چھایا رہتا ہے پھر ہنسی کیسی لہو و لعب کیسی رنگ رلیان کہان انکی یہ مجلسین کہ رات دن ناچ رنگ عیش و نشاط کے سامان بہم پہنچانا
اُس جہان سے غافلون کا ہی کام ہے اور اسکا نتیجہ حزن دائمی اور مصائب کا نازل ہونا ہے جن گھرون مین یہ سامان تھے ہمنے وہان خاک اُڑتی دیکھی
ہے۔ دردمندان محبت الٰہی کو اسکی فرصت کہان ؎ کمر باندھے ہوئے چلنے پہ یان سب یار بیٹھے ہین ؛ بہت آگے گئے باقی جو ہین تیار بیٹھے
ہین ؛ نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی ؛ تجھے اٹکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین ؛۔

چوتھا فعل بد انکا یہ تھا کہ واذا راوہم قالوا ان ہؤلاء لضالون کہ جب ان دیندارونکو دیکھتے تو کہتے یہ بھی گمراہ ہین دنیا کے مزے چھوڑ کر کس مصیبت مین پڑے ہین
یہ بہشت کی گفتگو اور حور و قصور کی باتین ہمانہ وہان یون فرمایگا کہ دنیا مین یہ ایسا ایسا کرتے تھے۔ پھر انکی بیہودہ بات کا آپ ہی جواب دیتا ہے وما ارسلوا علیہم حافظین کہ یہ کفار ان
دیندارونکے داروغہ یا محافظ بنا کر تو نہین بھیجے گئے ہین ان کو انکی کیا پڑی جو ایسا کرتے ہین اب جو قیامت مین ان کو ان افعال کی جزا ملیگی اسکو بیان فرماتا ہے
فالیوم [illegible] کہ اس دن ایماندار ان کفار پر تختون پر بیٹھے نظارہ کرتے ہوئے ہنسینگے یا یون کہو کفار سے کہین گے کہ وہ تمہارے جاہ و جلال کیا ہوئے اب یہ تمسے
کیا ہوئے اور تختون پر بیٹھے بادشاہت سے نظارہ کرینگے اور فرشتے پکار دینگے کہ اب تو کفار نے اپنے کیئے کا بدلہ پایا اور وہ جو ہنستے تھے آج اُنپر ہنسا جا رہا ہے
کس لطف کے ساتھ دار آخرت کی جزا و سزا کا نقشہ کھینچا ہے اور کس انداز سے انسان کو بُری باتون سے روکا ہے۔ و للہ الحمد ۔ ؛

اور جو کچھ دنیا مین نیک و بد کیا تھا اسکی جزا و سزا دیجاوے اور اس نئے جہان کی ابتدا کب ہے آپ ہی فرماتا ہے اذا السماء انشقت جبکہ آسمان پھٹ جاوے اور یہ بات کچھ محال نہین کس لیئے کہ واذنت لربہا وہ اپنے رب کے حکم پر کان رکھے گا یعنی جو کچھ امر تکوینی اسکی نسبت صادر ہوگا اسکو وہ فوراً قبول کریگا فوراً آسمان پر وہی حالت طاری ہوجاویگی جو خداے قادر ذو الجلال چاہیگا وحقت اور آسمان کو لایق بھی یہی ہے کہ وہ تعمیل حکم کرے کس لیئے کہ وہ ممکن ہے ہر وقت اپنے وجود اور بقا مین اسیکا محتاج ہے۔ اور جب ممکن اور محتاج ہے تو اسکا وجود اور عدم دونون اسکے آگے یکسان ہین جب چاہے نیست نابود کردے۔ ان آیات مین بہت سے اوہام باطلہ کا جنکو لوگون نے مذہب بنا رکھا ہے ابطال کر دیا گیا۔ بہت سے لوگ آسمان ہی کو انسانی سعادت و نحوست کا مالک و مختار جانتے تھے۔ اسی لیئے شعراء ناکامی کے وقت آسمان کو بُرا بھلا کہا کرتے ہین اور بہت سے اقوام اجرام سماویہ کو معبود جانتے تھے کوئی زہرہ کو کوئی آفتاب کو کوئی کسی اور ستارے کو اسی خیال سے پوجتا تھا انسے مدد مانگتا تھا۔ فرقہ صابیہ اور اسکی شاخین مجوس و ہنود اب تک ایسا کرتے ہین اور عرب مین بھی یہی خیال تھا ان سب کے خیال کو باطل کر دیا کہ ایک روز آسمان پھٹ جاویگا اور اسکے بعد ستارے بے نور ہوکر جھڑ پڑینگے یہ سب ہماری مخلوق اور حکم کے تابعدار ہین یعنی یہ مخلوق ہین حادث ہین فانی ہین حکم بردار ہین یہ اس عالم کی چیزین ہین ایک وقت معہود تک باقی ہین پھر ہم ایک اس عالم سے وسیع عالم پیدا کرینگے تو ان کو نیست و نابود کر دینگے۔ یہانتک تو عالم علوی کی کیفیت بیان ہوئی اسکے بعد عالم سفلی کی حالت بیان فرماتا ہی واذا الارض مدت اور جبکہ زمین پھیلائی جاوے یا بڑھائی جاوے زمین بالفعل گول کروی الشکل ہے۔ جب حق سبحانہ اسکو بھی نیست کرنا چاہیگا تو یہ چپٹی ہو جاویگی اسکی صورت جو محافظ تھی اس سے چھین لیجاویگی اور عادتاً بھی یون ہی ہے کہ کروی چیز ٹوٹتے وقت پھیلجاتی ہے۔ یہ نفخ صور اولی کے وقت کا حادثہ ہے جیسا کہ آسمان کا پھٹنا بھی اسیوقت کا حادثہ ہوگا اور بعد مین تو نیا آسمان اور نئی زمین پیدا ہوگی کما قال یوم تبدل الارض غیر الارض والسماوات

اور جب زمین کی یہ حالت ہوجاویگی تو والقت ما فیہا وتخلت تو جو کچھ اسکے اندر ہے اس کو باہر ڈالدے گی اور خالی ہو جاوے گی اور یہ ظاہر ہے کس لیئے کہ جب یہ درہم برہم ہوگی اور اسکی صورت و شکل بگڑ جاوے گی جسطرح کہ مرتے وقت ہر جاندار کی اور ڈھتے وقت مکانات کی بگڑتی ہے اور اسوقت اسکے اندر جو کچھ مخفی ہے جس سے مراد خزائن و دفائن زر و جواہر اور مردے ہین جو اس مین دفن ہوگئے تھے یا جو کچھ اسکے رب نے اس مین ودیعت رکھا ہے وہ سب اوپر آپڑے گا۔

اس مین اشارہ ہے کہ آج جن چیزون کو عزیز از جان سمجھکر زمین کی تہ مین چھپاتے اور زمین کو اپنا خزانچی جانتے ہو ایک روز یہ سب کچھ باہر آجاوے گا۔ اور یہ بات کچھ محال نہین کس لیئے کہ واذنت لربہا کہ زمین بھی اپنے رب کے حکم کی طرف کان لگاوے گی یعنی مانیگی اور کوئی وجہ سرتابی کی اسکو حاصل نہوگی وحقت اور ماننا بھی چاہیئے اسکو لایق بھی یہی ہے کہ حکم الٰہی مانے کیونکہ یہ بھی ممکن ہے اسکا وجود اور عدم دونون اسی کے ہاتھ مین ہین جسکو چاہے بلند کرے جسکو چاہے پست۔

ان حوادث کی نسبت اذا اذا کرکے یہ تو بیان فرمایا کہ جب ایسا ہوگا اور جب ایسا ہوگا مگر یہ نہین فرمایا کہ جب یہ ہوگا تو کیا ہوگا یعنی اذا شرطیہ کی جزا یا شرط کا جواب بیان نہین فرمایا اسکو اہل زبان کے مذاق پر چھوڑ دیا کہ وہ خود سمجھ لین گے کہ اسوقت ضرور انسان کا یہ خیال غلط ثابت ہوجاوے گا کہ اسکو مر کر کسی دار جزا و سزا کیطرف جانا نہین ہے۔ اور اسی لیئے بعد مین اسی مقصود کی تصریح بھی کر دی جسکو بعض نے جواب شرط سمجھ لیا۔ فقال۔

يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ۞ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۙ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ

اے آدمی تو تو کشتا کشت اپنے رب کیطرف چلا جارہا ہے پھر تجکو تو اُس سے جا ملنا ہے پھر جسکا نامۂ اعمال اُسکے داہنے ہاتھ مین دیا گیا تو اُس سے آسانی سے

حِسَابًا يَسِيرًا ۙ وَيَنقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۞ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۙ فَسَوْفَ

حساب لیا جاوے گا۔ اور وہ اپنے گھر والون پاس خوش ہوتا ہوا آوے گا اور جسکو نامۂ اعمال پیٹھ پیچھے سے دیا گیا تو وہ

يَدْعُو ثُبُورًا ۙ وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ۞ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۙ إِنَّهُ ظَنَّ أَن لَّن يَحُورَ ۞

موت کو پکارے گا اور آگ پر جلے گا کیونکہ وہ تو اپنے گھر مین خوشیان منایا کرتا تھا اُسنے سمجھا تھا کہ پھر کر تو جانا ہی نہین

بَلَىٰ ۚ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا ۞

کیون نہین اُسکا رب تو اُسے دیکھتا ہی رہتا تھا

ترکیب

انک الخ الجملة نداء الکدح السعی فی الشیء بجھد۔ کدح۔ ورزیدن وکار کردن وکوشش نمودن۔ ودوی خراشیدن یقال بہ کدح وکدوح ای خدوش وفی الحدیث فی وجہہ کدوح وھو یکدح لعیالہ ای یکسب لھم۔ از صراح۔ فامامن فیہ معنی الشرط فسوف جوابہ وینقلب معطوف علے یحاسب مسرورا حال وراء ظھرہ ظرف لاوتی لن یحور قال الراغب الاصفہانی الحور التردد فی الامر ومحاورة الکلام مراجعتہ والمحار المرجع۔ الحور الرجوع یقال حار یحور اذا رجع ومنہ قولہ علیہ السلام اللھم انی اعوذبک من الحور بعد الکور یعنی من الرجوع الی النقصان بعد الزیادة۔ بلی ایجاب للمنفی بلن ای بلی یحور۔ ان ربہ جواب قسم مقدر والجملة تعلیل لما افادتہ بلی ۔

تفسیر

فقال یا ایھا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملاقیہ۔ کدح کے معنی لغت مین حرکت کرنا اور کوشش کرنا ہے اس لحاظ سے مفسرین نے اسکے کئی معنی بیان فرمائے ہین اور ہر ایک معنی کے لحاظ سے انسان سے بھی کبھی کافر مراد لیا ہے فرد ناقص سمجھکر اور کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرد کامل جانکر اور کبھی مطلقاً پس بعض نے یون معنی بیان کیے ہین کہ اے انسان یعنی نبی کریم تو ابلاغ رسالت مین اور ارشاد و تعلیم مین جو کوشش بلیغ اور سرگرمی کر رہا ہے ضرور تو اسکا بدلہ نیک پاویگا تیری کوشش رائگان نہ جاویگی بعض نے کہا یہ معنی ہین کہ اے کافر ابوجہل وابی بن خلف تو جو طلب دنیا اور ابطال رسالت اور اصرار کفر پر کوشش کر رہا ہے اسکا بدلہ پاویگا یہ تیرا کام تجھے ملیگا ایک دن ہیبتناک شکل مین تیرے سامنے آئیگا۔ تیسرے یہ معنی ہین کہ اے انسان (سب کی طرف خطاب ہے مومن ہو یا کافر نیک ہو یا بد) تو جو دنیا مین سرگرمی کر رہا ہے نیک حسنات مین یا فسق و فجور و طلب دنیا اور اسکے لذات و شہوات مین تجھے یہ تیری کوشش اور عمل کا نیک و بد پھل ضرور ملنا ہے یون ہی عبث نہین چھوڑا جائیگا۔ اس مین کمال درجہ کی تنبیہ ہے کہ جو کچھ کرو آنکھ بند کرکے تقلید آبائی و پابندی رسم و رواج مین اندھے بنکر مگر سوچ بچار لو کہ کیا کر رہے ہو یہ جو تم کر رہے ہو ایک روز تمہارے سامنے آئیگا۔ چوتھے معنی یہ ہین اور وہ زیادہ تر چسپان ہین کہ اے انسان سبکی طرف خطاب ہے کہ تو یہ نہ سمجھ کہ مین سدا دنیا ہی مین رہونگا مجھے اپنے خدا پاس نہین جانا ہی مر کر خاک ہو جاؤنگا یا اس میدان ناسوت مین تناسخ کے ذریعہ سے قالب بدلتا رہونگا اس جہان مین ٹھوکرین کھاتا رہونگا یہ ہرگز نہین بلکہ تو کشتا کشت ہماری طرف چلا آرہا ہے یہ رات اور دن

تیری سواری کے دو پہیے ہیں یا تیرے سفر کرنیکے لیئے دو پاؤں ہیں تو بے اختیار اس میدان وجود کو طے کر رہا ہے ایکدن حمل میں تھا پھر باہر آیا لڑکا بنا پھر جوان ہوا بڈھا ہوا مر گیا۔ یہ حمل اور لڑکپن اور جوانی اور بڑہاپا تیرے اس تیز سفر کے منازل ہیں آخر ایک روز ہمارے پاس آئیگا مرنے کے بعد ہمارے سامنے کھڑا کیا جاویگا پھر تیرے نیک و بد اعمال تول تول کر تیرے پلے میں ڈالے جاوینگے فاما من اوتی کتابہ بیمینہ فسوف یحاسب حسابا یسیرا وینقلب الی اہلہ مسرورا پھر جسکا نامۂ اعمال اُسکے داہنے ہاتھ میں دیا گیا اور یہ نیک لوگ ہونگے یمین میں خیر و برکت کی طرف اشارہ کر رہا ہو اور اس ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جانا اسکے لیئے بشارت ہو کہ یہ اہل خیر میں سے ہو تو اسکے بعد جھٹ پٹ اُس سے حساب آسان لیا جاویگا۔ اور حساب آسان یہ ہے کہ اُسکے زلات اور اُن جرائم سے جسکے بعد اُسنے توبہ و استغفار کیا اور نادم ہوا درگذر کیا جاویگا اور در اصل یہ حساب نہیں بلکہ ایک ملاحظہ کرانا ہے کہ بندہ اپنے اعمال اور اسپر اُسکے بیحد افضال کا اندازہ کرلے۔ اسلیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے حساب لیا گیا وہ تو ہلاک ہوا۔ عائشہ رضی اللہ عنہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ تو یون فرماتا ہے فسوف یحاسب الخ یعنی یہ آیت پڑہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ حساب نہیں جو مومن سے آسانی سے لیا جاویگا یہ تو ایک ملاحظہ کرانا ہو اور جس سے حساب لیا جاویگا وہ تو ہلاک ہو جاویگا (رواہ البخاری و مسلم وغیرہما) اور اسلیئے آنحضرت صلعم بعض اوقات یہ دعا بھی مانگا کرتے تھے امت کو تعلیم کرنیکے لیئے اللہم حاسبنی حسابا یسیرا کہ اے اللہ مجھ سے حساب یسیر لینا (اخرجہ احمد) اور اس حساب یسیر سے فرصت پاکر وہ شخص اپنے گھر کیطرف جو پہلے سے جنت میں تیار کیا گیا ہے جہاں اُسکے دنیاوی اقارب زن و فرزند اُس سے پہلے گئے ہیں اور حورعین بھی ہے خوشی خوشی سے جاویگا اور وہ گھر اسکو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا وہیں رہا کرتا تھا اور اب لوٹ کر وہیں جاتا ہے لفظ ینقلب اسیطرف اشارہ کر رہا ہے اور یہ سچ ہے کیونکہ یہ دار آخرت کا گھر اُسکے اُن اعمال حسنہ اور محبت الٰہی کا تو مظہر ہے جو ہمیشہ اُسکے پاس رہا کرتے تھے گویا اُنہیں رہا کرتا تھا۔

اسکے بعد بدونکا حال بیان فرماتا ہے واما من اوتی کتابہ وراء ظہرہ اور جسکا نامہ اعمال اُسکی پیٹھ کیطرف سے دیا گیا تھا کہ پہلے سے معلوم ہوکہ بد ہے اور آیات میں وراء ظہرہ کی جگہ بشمالہ کا لفظ آیا ہے مگر یہاں مجبوری نہیں کساہوگا مشکین بندھی ہونگی ہاتھ پیٹھ کیطرف پیچھے بندھے ہونگے اسلیئے پیٹھ کے پیچھے سے دیا یہاں ذکر فرمایا تاکہ اُسکی مشکین بندھی ہونیکو بھی ثابت کرے (اسلیئے دونوں لفظوں میں کوئی تعارض نہیں) تو وہ ہلاکی اور موت کو پکاریگا ہائے مرگیا اور کہیگا کہ موت آجاوے تو میں مر کر اس مصیبت سے بچ جاؤں پھر وہاں موت کہاں ویصلی سعیرا وہ تو دہکتی آگ میں ڈالا جاویگا وہیں پڑا جلا کریگا۔

اب اسکا سبب بھی بیان فرماتا ہے کہ وہ کیوں دہکتی آگ میں ڈالا جاویگا انہ کان فی اہلہ مسرورا کہ وہ اپنے گھر میں مگن تھا شہوات و لذات کے گھوڑے پر سوار تھا آخرت کی کچھ فکر نہ تھی بلکہ سرے سے قائل ہی نہ تھا رات دن طلب مال و زر میں مصروف تھا حرام و حلال کی کچھ پروا نہ کرتا تھا شراب زنا ناچ گانا راگ رنگ میں مسرور تھا اور اسکے سوا انہ ظن ان لن یحور وہ یہ بھی سمجھے ہوئے تھا کہ اللہ کے پاس جانا نہیں حساب دینا نہیں کوئی پوچھنے والا نہیں جو چاہو کرو یہ بھی معنی ہوسکتے ہیں کہ وہ اس خیال میں تھا کہ اسکی یہ حالت کبھی متغیر نہوگی ہمیشہ یون ہی رہیگا یہ دو باتیں سبب ہیں اُسکے آگ میں پڑنے کا۔ اسکی وہ خوشی اور وہ اعتقاد کہ جس میں یہ پڑا ہوا تھا آج آتش جہنم بنگئی گویا یہ خود ہی جہنم میں پڑا ہوا تھا۔ بلی ہاں ہاں اسکا یہ خیال غلط تھا کیونکہ ان ربہ کان بہ بصیرا اُسکا رب تو اُسکو دیکھا کرتا تھا کوئی حرکت و سکون اسکی نظر سے غائب نہ تھا۔

ف بلی کا کلمہ نفی کا اثبات کرتا ہے یعنی وہ جو سمجھتا تھا کہ خدا کے پاس نہ جاؤنگا اسکے جواب میں ہے بلی ہاں جاویگا۔ اور یہ کلمہ اول کلام سے بھی متصل ہے اور بعد سے بھی اس لیئے اسپر وقف بھی درست ہے اور ملاکر بھی پڑہا جاتا ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۙ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۙ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۭ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ

پھر مین قسم کھاتا ہون شفق کی اور رات اور اسکے سمٹنے کی اورچاند کی جبکہ پورا ہوجاوے کہ تمکو تو ایک منزل سے دوسری منزل پر چڑہنا ہوگا پھر انہین ہوا کیا جو ایمان نہین لاتے

وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۞ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۞ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۞

اور جب انکے روبرو قرآن پڑہا جاتا ہے تو سجدہ نہین کرتے بلکہ منکر تو جھٹلا رہے ہین اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ دل مین بھر رکھتے ہین

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۧ

سو تو اُن کو عذاب الیم کا مژدہ سنا مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیئے اُن کو تو بے انتہا اجر ملے گا۔

ترکیب

فلا لا زائدۃ کما مر الشفق الحمرۃ التی تبدو بعد غروب الشمس وسُمّی شفقا لرقتہ ومنہ الشفقۃ علے الانسان وہی رقۃ القلب علیہ۔ واللیل عطف علے الشفق وکذا ما وسق الوسق فے اللغۃ ضم الشئے بعضہ الے بعض یقال استوسقت الابل اذا اجمعت وانضمت والراعی یسقہا اے یجمعہا اے جمع وضم ما کان منتشرا فے النہار لان اللیل اذا اقبل اوی کل شئ الی منزلہ قال قتادۃ والضحاک ومقاتل بن سلیمان اے ما حل من الظلمۃ او من الکواکب وقال سعید بن جبیر اے ما عمل فیہ من التہجد والاستغفار والقمر معطوف علے اللیل اتسق ہو افتعل من الوسق وہو الجمع اے تکامل فے النور لترکبن جواب القسم لترکبن بفتح التاء وضم الباء صیغۃ جمیع المذکر الحاضر من الرکوب وقرئ بفتح الباء خطاب للواحد وہو النبی صلے اللہ علیہ وسلم او کل فرد من افراد الانسان وقرئ لیرکبن بالتحتیۃ وضم الموحدۃ علے الاخبار طبقا منصوب علے انہ مفعول ترکبن عن طبق صفۃ لطبقا اے طبقا حاصلا عن طبق اے حالا عن حال۔ واذا قرئ الجملۃ فی محل النصب علے الحال الا الذین استثناء منقطع او متصل۔

تفسیر

یعنے اگر تمہاری سمجھ مین یہ بات نہین آتی کہ مرنے کے بعد جزا و سزا ہے اور تمہارے عقول منکدرہ کو وہان تک رسائی نہین تو ہمارے کہنے سے مان لو اور اگر اسطرح سے کہنے پر بھی اعتبار نہین کرتے ہو تو لو فلا اقسم بالشفق مین ان تین چیزونکی قسم کھاتا ہون جو ہماری قدرت کاملہ کا پورا نمونہ اور تمہارے متبدل حالات کا کامل آئینہ ہے۔ اول شفق کی۔ شفق آفتاب غروب ہونے کے بعد کی سرخی کو کہتے ہین۔ ذرات پر جو آفتاب کی شعاعین پڑتی ہین تو ایک سرخ رنگ آسمان کے کنارون پر نمودار ہوتا ہے طلوع کے وقت بھی اور غروب کے وقت بھی۔ اور چونکہ یہ رقیق ہوتی ہے اس لیئے اسکو شفق کہتے ہین۔ اور اسی لیئے مہربان کو شفیق کہتے ہین کہ اسکے دل مین اپنے دوست کی طرف سے رقت ہوتی ہے یعنے نرمی۔

ف جمہور کے نزدیک نماز مغرب کا وقت غروب آفتاب سے لیکر اس سرخی کے غائب ہونے تک رہتا ہے مگر امام ابوحنیفہ سے ایک روایت ہے کہ اس سرخی کے بعد سفیدی بھی شفق ہے اس تک مغرب کا وقت رہتا ہے اور جب یہ سفیدی جاتی رہے اور سیاہی اٹھ آوے تو عشا کا وقت آجاتا ہے جمہور کے نزدیک اس سفیدی کے وقت سے عشاء کا وقت آجاتا ہے مغرب کا وقت باقی نہین رہتا

تیری سواری کے دو پہیئے ہیں یا تیرے سفر کرنیکے لیئے دو پاؤن ہیں تو بے اختیار اس میدان وجود کو طے کر رہا ہے ایکدن حمل میں تھا پھر باہر آیا لڑکا بنا پھر جوان ہوا بڈھا ہو امر گیا۔ یہ حمل اور لڑکپن اور جوانی اور بڑہاپا تیرے اس تیز سفر کے منازل ہیں آخر ایک روز ہمارے پاس آئیگا مرنے کے بعد ہمارے سامنے کھڑا کیا جائیگا پھر تیرے نیک و بد اعمال تول تول کر تیرے پلّے میں ڈالے جائینگے فاما من اوتی کتابہ بیمینہ فسوف یحاسب حسابا یسیرا وینقلب الی اہلہ مسرورا پھر جسکا نامۂ اعمال اُسکے داہنے ہاتھ میں دیا گیا اور یہ نیک لوگ ہونگے یمین میں خیر و برکت کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور اس ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جانا اسکے لیئے بشارت ہو کہ یہ اہل خیر میں سے ہے تو اسکے بعد جھٹ پٹ اُس سے حساب آسان لیا جاویگا۔ اور حساب آسان یہ ہے کہ اُسکے زلات اور اُن جرائم سے جسکے بعد اُسنے توبہ و استغفار کیا اور نادم ہوا در گذر کیا جاویگا اور در اصل یہ حساب نہین بلکہ ایک ملاحظہ کرانا ہے کہ بندہ اپنے اعمال اور اسپر اُسکے بیحد افضال کا اندازہ کرلے۔ اسلیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے حساب لیا گیا وہ تو ہلاک ہوا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہین مین نے عرض کیا کہ اللہ تعالی تو یون فرماتا ہے فسوف یحاسب الخ یعنی یہ آیت پڑہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ حساب نہین جو مومن سے آسانی سے لیا جاویگا یہ تو ایک ملاحظہ کرانا ہے اور جس سے حساب لیا جاویگا وہ تو ہلاک ہو جاویگا (رواہ البخاری و مسلم وغیرہما) اور اسلیئے آنحضرت صلعم بعض اوقات یہ دعا بھی مانگا کرتے تھے امت کو تعلیم کرنیکے لیئے اللہم حاسبنی حسابا یسیرا کہ اے اللہ مجھ سے حساب یسیر لینا (اخرجہ احمد) اور اس حساب یسیر سے فرصت پا کر وہ شخص اپنے گھر کیطرف جو پہلے سے جنت میں تیار کیا گیا ہے جہان اُسکے دنیاوی اقارب زن و فرزند اُس سے پہلے گئے ہین اور حور عین بھی ہے خوشی خوشی سے جاوے گا اور وہ گھر اسکو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا وہین رہا کرتا تھا اور اب لوٹ کر وہین جاتا ہے لفظ ینقلب اسیطرف اشارہ کر رہا ہے اور یہ سچ ہو کیسلیئے کہ یہ دار آخرت کا گھر اُسکے اُن اعمال حسنہ اور محبت الٰہی کا تو مظہر ہے جو ہمیشہ اُسکے پاس رہا کرتے تھے گویا اُنہین رہا کرتا تھا۔

اسکے بعد بدونکا حال بیان فرماتا ہے واما من اوتی کتابہ وراء ظہرہ اور جسکا نامہ اعمال اُسکی پیٹھ کیطرف سے دیا گیا تھا کہ پہلے سے معلوم ہو کہ بد ہے اور آیات مین وراء ظہرہ کی جگہ بشمالہ کا لفظ آیا ہے گو یہ بلفظ صریح نہین کہا ہوگا مشکین بندھی ہونگی ہاتھ پیٹھ کیطرف پیچھے بندھے ہونگے اسلیئے پیٹھ کے پیچھے سے دینا یہان ذکر فرمایا تاکہ اُسکی مشکین بندھی ہونیکو بھی ثابت کرے (اسلیئے دونون لفظون مین کوئی تعارض نہین) تو وہ ہلاکی اور موت کو پکاریگا ہاے ہاے کریگا اور کہیگا کہ موت آجاوے تو مین مر کر اس مصیبت سے بچ جاؤن پھر وہان موت کہان ویصلی سعیرا وہ تو دہکتی آگ مین ڈالا جاویگا وہین پڑا جلا کریگا۔

اب اسکا سبب بھی بیان فرماتا ہے کہ وہ کیون دہکتی آگ مین ڈالا جاویگا انہ کان فی اہلہ مسرورا کہ وہ اپنے گھر مین مگن تھا۔ شہوات و لذات کے گھوڑے پر سوار تھا آخرت کی کچھ فکر نہ تھی بلکہ سرے سے قائل ہی نہ تھا رات دن طلب مال و زر مین مصروف تھا حرام و حلال کی کچھ پروا نکرتا تھا شراب زنا ناچ تماشہ راگ رنگ مین مسرور تھا اور اسکے سوا انہ ظن ان لن یحور وہ یہ بھی سمجھے ہوئے تھا کہ اللہ کے پاس جانا نہین حساب دینا نہین کوئی پوچھنے والا نہین جو چاہو کرو یہ بھی معنی ہوسکتے ہین کہ وہ اس خیال مین تھا کہ اسکی یہ حالت کبھی متغیر نہوگی ہمیشہ یون ہی رہیگا یہ دو باتین سبب ہین اُسکے آگ مین پڑنے کا۔ اسکی وہ خوشی اور وہ اعتقاد کہ جس مین یہ پڑا ہوا تھا آج آتش جہنم بنگئی گویا یہ خود ہی جہنم مین پڑا ہوا تھا۔ بلی ہان ہان اسکا یہ خیال غلط تھا کیونکہ ان ربہ کان بہ بصیرا۔ اُسکا رب تو اُسکو دیکھا کرتا تھا کوئی حرکت و سکون اسکی نظر سے غائب نہ تھا۔

ف بلی کا کلمہ نفی کا اثبات کرتا ہے یعنی وہ جو سمجھتا تھا کہ خدا کے پاس نہ جاؤنگا اسکے جواب مین ہے بلی ہان جاویگا۔ اور یہ کلمہ اول کلام سے بھی متصل ہے اور بعد سے بھی اس لیئے اسپر وقف بھی درست ہے اور ملا کر بھی پڑہا جاتا ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۙ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۙ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ؕ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ

پھر میں قسم کھاتا ہوں شفق کی اور رات اور اسکے سمیٹنے کی او چاند کی جبکہ پورا ہو جاوے کہ تمکو تو ایک منزل سے دوسری منزل پر چڑھنا ہوگا پھر انہیں ہو کیا جو ایمان نہیں لاتے

وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۞ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۞ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۞

اور جب انکے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے بلکہ منکر تو جھٹلا رہے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ دل میں بھر رکھتے ہیں

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۞ ع

سو تو اُن کو عذاب الیم کا مژدہ سنا مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیئے اُن کو تو بے انتہا اجر ملے گا۔

ترکیب

فلا لا زائدۃ کما مر الشفق الحمرۃ التی تبدو بعد غروب الشمس وسمی شفقا لرقتہ ومنہ الشفقۃ علی الانسان وہی رقۃ القلب علیہ۔ واللیل عطف علی الشفق وکذا ما وسق الوسق فی اللغۃ ضم الشئ بعضہ الی بعض یقال استوسقت الابل اذا اجتمعت وانضمت والراعی لیسقہا ای یجمعہا ای جمع وضم ما کان منتشرا فی النہار لان اللیل اذا اقبل اوی کل شئی الی منزلہ قال قتادۃ والضحاک ومقاتل بن سلیمان ای ما حل من الظلمۃ او من الکواکب وقال سعید بن جبیر ای ما عمل فیہ من التہجد والاستغفار والقمر معطوف علی اللیل اتسق ہو افتعل من الوسق وہو الجمع ای تکامل فی النور لترکبن جواب القسم لترکبن بفتح التاء وضم الباء صیغۃ جمیع المذکر الحاضر من الرکوب وقرئی بفتح الباء خطاب للواحد وہو النبی صلے اللہ علیہ وسلم او کل فرد من افراد الانسان وقرئی لیرکبن بالتحتیۃ وضم الموحدۃ علی الاخبار طبقا منصوب علی انہ مفعول ترکبن عن طبق صفۃ لطبقا ای طبقا حاصلا عن طبق ای حالا عن حال۔ واذا قرئی الجملۃ فی محل النصب علی الحال الا الذین استثناء منقطع او متصل۔

تفسیر

یعنے اگر تمہاری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ مرنے کے بعد جزا و سزا ہے اور تمہارے عقول متکدرہ کو وہان تک رسائی نہیں تو ہمارے کہنے سے مان لو اور اگر اسطرح سے کہنے پر بھی اعتبار نہیں کرتے ہو تو لو فلا اقسم بالشفق میں ان تین چیزونکی قسم کھاتا ہون جو ہماری قدرت کاملہ کا پورا نمونہ اور تمہارے متبدل حالات کا کامل آئینہ ہے۔ اول شفق کی۔ شفق آفتاب غروب ہونے کے بعد کی سرخی کو کہتے ہین۔ ذرات پر جو آفتاب کی شعاعین پڑتی ہین تو ایک سرخ رنگ آسمان کے کنارون پر نمودار ہوتا ہے طلوع کے وقت بھی اور غروب کے وقت بھی۔ اور چونکہ یہ رقیق ہوتی ہے اس لیئے اسکو شفق کہتے ہین۔ اور اسی لیئے مہربان کو شفیق کہتے ہین کہ اسکے دل مین اپنے دوست کی طرف سے رقت ہوتی ہے یعنے نرمی۔

ف جمہور کے نزدیک نماز مغرب کا وقت غروب آفتاب سے لیکر اس سرخی کے غائب ہونے تک رہتا ہے مگر امام ابوحنیفہ سے ایک روایت ہے کہ اس سرخی کے بعد سفیدی بھی شفق ہے اس تک مغرب کا وقت رہتا ہے اور جب یہ سفیدی جاتی رہے اور سیاہی اٹھ آوے تو عشا کا وقت آجاتا ہے جمہور کے نزدیک اس سفیدی کے وقت سے عشاء کا وقت آجاتا ہے مغرب کا وقت باقی نہین رہتا

اس شفق کے وقت ایک درمیانی حالت رہتی ہے نہ تو پورا پورا دن ہی رہتا ہے نہ پوری رات ہی آجاتی ہے - اس شفق کی قسم کھانے مین انسان کو اُسکے مرنے کے بعد سے لے کر حشر تک کے زمانہ کو یاد دلاتا ہے ایک پوری تشبیہ مین تصویر کھینچ دیتا ہے کس لیئے کہ جب انسان کا آفتاب روح غروب ہوجاتا ہے یعنی اس جسم عنصری کو چھوڑ دیتا ہے تو اُسوقت روح پر شفق کے وقت جیسی حالت طاری ہوتی ہے کیقدر دن سا ہوتا ہے تو ایسا ہی روح پر کسیقدر ہنوز آثار زندگی باقی رہتے ہین اپنے اقارب سے محبت دنیا وی مالوفات کے ترک کا رنج اسی لیئے تھوڑے دنون تک مردہ خواب مین بکثرت آتا اور پتے پتے کی باتین جو دنیا مین اُسکے متعلق تھین بتا جاتا ہے - ایک بوڑھیا ماما کا انتقال ہوگیا بظاہر اُسنے کچھ نہین چھوڑا تھا - ایک رات ایک عورت کی خواب مین آکر کہا کہ میرے اتنے روپے اتنے پیسے میرے اُس بوسیدہ تکیہ مین سیے ہوئے ہین کہ جسکو تمنے گندہ جان کر کوڑے کی جگہ پھینک رکھا ہے - صبح کو کھولا تو اُسیقدر روپے اور پیسے برآمد ہوئے - یہ معاملہ اور اس قسم کے اور صدہا واقعات کاتب الحروف کے سامنے کے ہین - اور اسی لیئے مردہ اُسوقت اپنے تئین زندہ سمجھتا اور کہتا ہے دعونی اصلی کہ ذرا مجھ[1] چھوڑدو کہ نماز پڑھ لون اور اپنے اس حال کی اپنے لوگون کو خبر کر آؤن ارجع الی اہلی فاخبرہم[2] اور اسی لیئے احیاء کیطرف سے صدقات و دعا کا زیادہ منتظر رہا کرتا ہے اور اسوقت رات کے آثار بھی نمودار ہوتے ہین تو ایسا ہی میت پر بھی دوسری حالت طاری ہوتی ہے کہ اُسکے نیک و بد اعمال کے آثار اُسپر وہان منکشف ہوتے ہین - اور جون جون وقت زیادہ گزرتا جاتا ہے اُتنا ہی دنیا سے تعلقات کا انقطاع ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ ایک استغراق عظیم ہے جن کی اُن کیفیات کے مشاہدہ مین اُسپر طاری ہوتا ہے جو اُسکے نیک یا بد اعمال کا نتیجہ ہین اور اُسکے قوی مدرکہ کو منصرفہ اس جہان سے بالکل منقطع ہوجاتے ہین اور اُسکے اور دنیا کے درمیان ایک پردہ اندھیری رات جیسا حائل ہوتا جاتا ہے اسلیئے اسکے بعد رات کی قسم کھاتا ہے واللیل وما وسق اور قسم ہے رات کی اور اُس چیز کی کہ جسکو رات سمیٹے یعنے جمع کرے - دن کو لوگ اور حیوانات پھرا کرتے ہین رات مین اپنے اپنے ٹھکانون پر آجاتے ہین گویا رات دن کے بچھڑے ہوؤن کو جمع کرلیتی ہے اسلیئے اسکا نام عشاق کے نزدیک جامع المتفرقین ہے اور ما کو مصدریہ بھی کہہ سکتے ہین تب یہ معنی ہونگے کہ رات کے سمٹنے کی قسم کہ بے اختیار سب سمٹے چلے آتے ہین اشیاء بھی آفتاب کا نور بھی سمٹ جاتا ہے - یہ دوسری قسم تھی جسمین رات کی اور رات مین سمٹنے والون کی قسم تھی انکا سمٹنا بھی ایک شان ہے جو اُسکی طرف رجوع کرنے کو اور موت کو یاد دلاتی ہے اور اسی لیئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب رات کو سوتے تو ایسی دعائین پڑھتے جن مین مرنے کیطرف اور خدا کے پاس جانے کی طرف اشارہ ہوتا تھا اور لوگونکو بھی اسکی تعلیم دیا کرتے تھے چنانچہ بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جو سونیکا قصد کرتے تو اپنا ہاتھ داہنے رخسارہ کے نیچے رکھکر یہ کہا کرتے تھے اللہم باسمک اموت واحیے کہ الٰہی تیرے ہی نام سے مرتا اور جیتا ہون اور جب بیدار ہوتے تو یہ کہتے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور کہ سب تعریف اُس اللہ کو ہے کہ جسنے ہمکو مرنے کے بعد زندہ کردیا اور اُسکے پاس جاکر جمع ہونا ہے - اور صحیحین مین اس دعا کا پڑھنا بھی بوقت خواب ثابت ہوا ہے اللہم اسلمت نفسی الیک ووجہت وجہی الیک وفوضت امری الیک والجأت ظہری الیک رغبۃ ورہبۃ الیک لا ملجأ ولا منجا منک الا الیک آمنت

[1] رواہ ابن ماجہ ۱۲ منہ
[2] رواہ الترمذی ۱۲ منہ

بحتابک الذی انزلت و نبیک الذی ارسلت - بہر حال خواب و بیداری مین خصوصاً رات کے وقت منازل پر جمع ہونے اور سونے
مین جسکو رات کے سمٹنے سے تعبیر کیا اُسکی قدرت کاملہ کا پورا نمونہ ہے کہ تھوڑی دیر پہلے تو دنیا آباد تھی اب ہے کہ سناٹا ہے
موت کا نمونہ طاری ہے - اسی لیئے ایسے انقلابات پر اہل اللہ اُسکی تسبیح و تہلیل اور یاد کرتے ہین جو روح کے منور کرنے مین بڑا اثر رکھتا ہے -
اسکے بعد یعنی اس رات کے بعد چاند روشن ہوگا وہ کیا قیامت برپا ہوکر ابدان کو ایک نئی زندگانی عطا ہوگی اس لیئے اس تیسری قسم
مین یہ تیسری حالت مذکور ہوتی ہے فقال والقمر اذا اتسق کہ قسم ہے چاند کی جبکہ اُسکی روشنی پوری ہوجاوے تیرہوین چودہوین
پندرہوین رات کا چاند اُس وقت حجاب دور ہوجاوینگے ہر ایک پر حقائق منکشف ہوجاوینگے نیکی بدی کا راز کھل جاویگا -
ان تینون حالات کی قسم کھا کر فرماتا ہے لترکبن طبقا عن طبق کہ ضرور اے بنی آدم تمکو ایک سیڑہی پر دوسری سیڑہی کے بعد چڑہنا ہے
یعنے ایک منزل کے بعد دوسری منزل طے کرنی پڑے گی پہلے ماں کے پیٹ مین رہنے کی ایک منزل تھی جب اسپر چڑھ چکے تو دوسری
منزل پہ چڑھے کہ پیدا ہوئے باہر آئے اب لڑکپن کی منزل پر چڑھے ہے اسکو طے کرکے جوانی کی منزل پر چڑھے اسکے بعد بڑھاپے کی سیڑہی
طے کی اسکے بعد موت کی اور عالم برزخ مین رہنے کی اسکے بعد حشر کی پھر حشر سے جنت یا دوزخ کی - تغیرات عالم خصوصاً انسان کا تغیر و تبدل باواز
بلند پکار پکار کے کہہ رہا ہے کہ انسان کہین سے آیا ہے اور بے اختیار یہ مسافر کہین جا رہا ہے جو کسیکے روکنے سے نہین رکتا -
اور چونکہ ان حالات کا طے کرنا قطع مراحل و طے منازل سے مشابہ تھا اسلیئے لفظ رکوب کو جسکے معنے سوار ہونا ہے استعمال کیا -
اور چونکہ یہ حرکت صعودی ہے کہ اس خاکدان پست سے عالم بالا کی بلندی پر جاتا ہے اسلیئے ان حالات و مقامات کو طبقا عن طبق سے
تعبیر فرمایا کس لیئے کہ طبقا عن طبق تہ پر تہ کو کہتے ہین جیسا کہ آسمان کے سات طبق اور بلند مکانات کے طبقات یعنی درجات
عرف مین مستعمل ہین اور یہ آیت گویا پہلی آیت یاایہا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملاقیہ کی تفصیل و تشریح ہے -
ف طبق اُسکو کہتے ہین جو دوسرے سے مطابق ہو کہتے ہین ماہذا الطبق کذا اے لایطابقہ ومنہ قیل للغطاء الطبق ثم قیل
للحال المطابقۃ لغیرہا طبق ومنہ قولہ تعالی طبقا عن طبق اے حالا بعد حال کل واحدۃ مطابقۃ لاختہا فے الشدۃ والہول
ویجوز ان یکون جمع طبقۃ وہی المرتبۃ من قولہم ہو علی طبقات (کبیر)
لترکبن کی مختلف قرأتون کی وجہ سے معنی بھی متعدد پیدا ہو سکتے ہین صیغہ جمع مذکر حاضر کی صورت مین ایک تو یہی معنی ہین جو ہمنے
بیان کیئے دوسرے معنی یہ ہین کہ اے لوگو تم قیامت کا انکار کیا کرتے ہو - ہم ان تین چیزون کی قسم کھا کر کہ جو علویات
مین تغیر و تبدل پیدا کرنے کے سبب ہماری قدرت و جبروت پر دلیل بین ہے یہ کہتے ہین کہ وہ دن ہوکر ہی رہیگا اور اسروز
شدائد و اہوال پیش آوینگے اور ایک مصیبت کے بعد دوسری کا سامنا ہوگا - تیسرے معنی یہ ہین کہ دنیا کے لوگونکا اسروز
حال متبدل ہوجاویگا بہت سے امیر فقیر ہوجاوینگے اور ذلیل عزیز ہوجاوینگے ع بسا امیر کہ آنجا اسیر خواہد شد ۔ بسا پیادہ کہ آنجا
سوار خواہد بود ۔ خافضۃ رافعۃ چوتھے یہ کہ تم پہلو نکے طریقہ کو اختیار کروگے شبرا بشبر - یہ معنی یہان مناسبت نہین رکھتے
اور جس نے لترکبن کو واحد مذکر حاضر کا صیغہ پڑھا ہے تب آیت کے معنی بلحاظ مخاطب کے بھی متعدد ہونگے اگر مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین

تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے ایک بشارت ہی اعداپر فتح وظفر پانے کی کہ اے محمدؐ تو ایک حال پر مسلط ہوکر دوسرے حال پر مسلط ہوگا
ایک فتح وظفر کے بعد دوسری پرتمکن ہوگا۔ یہ کفار جو آج تیری تکذیب کرتے ہین نادم ہونگے (۲) یہ کہ تجکو رفعت پر رفعت
نصیب ہوگی۔ رفعت ظاہری معراج مین اور باطنی ترقی مراتب قرب ووصال مین ہر روز اور ہر آن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایک مرتبہ قرب کے بعد دوسرے کو طے کرتے جاتے تھے جیسا کہ فرمایا ہے وللآخرۃ خیرلک من الاولٰی کہ پچھلی ساعت تیرے لیے ترقی قرب
کے لحاظ سے اول ساعت سے بہتر ہے۔ واللہ اعلم باسرار کلامہ۔

چونکہ یہ تغیرات عالم اور خاص انسان کے تبدلات برہان ہین اس بات پر کہ ضرور انسان کو کسی اور جگہ جانا اور اپنے کیئے کا بدلا پانا ہے
یہ ایسی بات ہے کہ ذرا غور کرنے سے بھی واضح ہوجاتی ہے اسلیئے فرماتا ہے فمالہم لایؤمنون کہ انہین کیا ہوگیا جو ایمان نہین لاتے
اور آخرت کے لیئے کوئی سامان نہین کرتے مصیبت سر پر آنے والی ہے اس سے کسقدر غافل ہوکر دنیاوی مشاغل مین غرق ہین۔
عاقل کو ذرا بھی کھٹکا ہوتا ہے تو اسکی تدبیر سے غافل نہین رہتا۔ اور اس دار آخرت کے لیئے ہادی ہی تو صرف قرآن ہے۔ اور ان کا
قرآن سے یہ حال ہے واذا قرئ علیہم القرآن لایسجدون کہ جب ان کو قرآن سنایا جاتا ہے آپ پڑھنا اور غور وتدبر
کرنا تو کجا اسکے آگے نہین جھکتے۔ یعنے اسکے پابند نہین ہوتے بلکہ قہقہے اڑاتے ہین یا یون کہو کہ ایسے مشکر نازل کرنیوالے
کے آگے اس شکر یہ مین کہ اسنے ہمارے لیئے ایسی کتاب نازل کی جو ہماری مشکلات دنیا وآخرت کی رہبر ہے سجدہ نہین کرتے
اور حق سبحانہ کی عبادت جو آخرت کا سرمایہ اور قرآن کی تعلیم کا اعلٰے تر مقصود ہے ادا نہین کرتے۔

ف جمہور علماء کے نزدیک اس آیت کے پڑھنے اور سننے والے کو سجدہ کرنا چاہیئے کس لیئے کہ یہان سجدہ نکرنے والونکی برائی مذکور
ہے۔ احادیث صحیحہ سے سجدہ کرنے کا ثبوت ہم شروع مین کرچکے ہین۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ سجدہ واجب ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ سجدہ کرنا تو کجا بل الذین کفروا یکذبون بلکہ منکر تو جھٹلاتے ہین۔ اور گو بعض زبان سے نہین جھٹلاتے لیکن
دل مین قائل نہین واللہ اعلم بمایوعون اور اللہ خوب جانتا ہے جو انکے دلون مین مخفی ہے۔ اسکی حب شہوات ولذات اور انکار آخرت
کے متعلق انکے دلون مین جو گند گی بھری پڑی ہے اور زبان سے بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہین انکو خدا خوب جانتا ہے۔

ف اس مین ان ریاکارون کیطرف تعریض ہے کہ زبان سے دعوی اسلام ومحبت خدا ورسول اور دلمین حب شہوات ولذات۔
جب ان بدنصیبون کی یہ حالت ہے تو اے نبی کریم فبشرہم بعذاب الیم انکو مژدہ سنادے سخت عذاب کا۔ بشارت کا
لفظ علےٰ سبیل تہکم واستہزاء استعمال کرنا عین بلاغت ہے اسلیئے کہ وہ اپنی بت پرستی اور بیہودگی پر نتائج نیک کے امیدوار تھے
کوئی شخص اس جہان مین فلاح نہین پاسکتا الا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت مگر وہ جو ایمان لائے اور ایمان لانیکے بعد انہون نے
نیک کام بھی کیئے لہم اجر انکے لیئے اجر ہے انکے ایمان اور نیک کامون کا نیک بدلہ ہے اور بدلہ بھی کیسا غیر ممنون بے انتہا اگرچہ ایمان
وعمل محدود تھا کیونکہ عمر کا زمانہ بھی محدود ہے وہ کریم ورحیم اپنے فضل وکرم سے ابد الآباد تک کا بدلہ دیتا رہیگا جو غیر محدود ہے
(الٰہی ہمارا خاتمہ بالخیر کر آمین)

سورۂ بروج مکیہ ہے اسمین بائیس ۲۲ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالسَّمَاۗءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ النَّارِ

قسم ہے برجون والے آسمان کی　اور وعدے کے دن کی　اور حاضر ہونیوالے کی اور جس پاس حاضر ہون　مارے جائین دہکتی آگ بھری

ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۙ وَّهُمْ عَلٰي مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ وَمَا نَقَمُوْا

خندقون والے　جبکہ وہ اُسکے کنارہ پر بیٹھے　ایمان دارون سے جو کچھ کر رہے تھے اسکو دیکھ رہے تھے　اور اُن سے

مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

اسیکا تو بدلہ لیتے تھے کہ وہ اللہ زبردست خوبیون والے پر ایمان لائے تھے　اُس پر کہ جسکے قبضہ مین آسمان اور زمین ہین۔

وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

اور اللہ کے سامنے ہر چیز ہے۔

ترکیب

والسماء الواو القسم۔ ذات البروج صفۃ السماء والیوم موصوف الموعود صفۃ والمجموع معطوف علی السماء وکذا شاہد ومشہود وجواب القسم محذوف ای لتبعثن ونحوہ وقیل جوابہ قتل اصحاب الاخدود الخ وقیل جوابہ ان بطش ربک لشدید الاخدود جمع خدود ہو الشق العظیم المستطیل فی الارض کالخندق ومنہ الخد لمجاری الدموع النار قرء الجمہور بالجر علی انہا بدل اشتمال من الاخدود ولان الاخدود مشتمل علیہا وقیل التقدیر ذی النار وقرئ بالرفع علی انہا خبر مبتدء محذوف ای ہی النار ذات الوقود صفۃ النار بانہا نار عظیمۃ والوقود عند الجمہور بفتح الواو وقرئ بضمہا وہو الحطب اذ ہم ظرف لقتل ای لعنوا حین احرقوا بالنار قاعدین علی جوانبہا الذی الخ نعت للہ

تفسیر

یہ سورہ بھی بالاتفاق مکہ مین نازل ہوئی ہے اسمین بائیس آیات ہین۔ ابوہریرہ رضی سے روایت ہو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم عشاء مین والسماء ذات البروج والسماء والطارق پڑھا کرتے تھے۔ اخرجہ احمد۔ رات مین ستارون کی کیفیت اس سورہ کے معانی کو اور بھی ذہن نشین کر دیتی ہے۔

مناسبت اسکی پہلی سورہ سے الفاظ و معانی مین ظاہر ہے کیونکہ اسمین آسمان کا پھٹنا مذکور ابتداء مین تھا تو یہان اسکے بروج کی صفت مذکور ہوئی تاکہ محل تجزیہ و تقسیم و انشقاق کا اظہار ہو۔ اور مضامین مین بھی اور مقطع مین بھی مناسبت تامہ ہے۔

سبب نزول اس سورہ کا یہ ہے کہ مکہ مین جبکہ آفتاب نبوت جلوہ گر ہوا اور صدیون کے ظلمات کم ہونے شروع ہوئے تو قریش مکہ کو ناگوار گزرا کیونکہ اُنکے مالوف و مرغوب دستور کے خلاف تھا اسلئے اُنہون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ستانا شروع

ہی کیا تھا مگر وہ جو غریب غربا مسلمان ہوئے تھے ان پر تو آفت ہی برپا کر دی تھی - مار پیٹ گالی گلوج سے گزر کر دھوپ میں باندھ کر ڈال دینا اور پتھر کوٹے سے برسانا - اور پیٹ میں نیزہ گھونپ دینا - عورتوں کو بے ستر کر کے ذلیل کرنا اپنی پشت پر پشت مذہب کی حمایت سمجھ رکھی تھی غربا مسلمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر شکوہ کرتے آپ تسلی دیتے کہ تھوڑی دیر کی بات رہ گئی ہے ان کا یہ زور ٹوٹ جاوے گا یہ تمہارے آگے ذلیل و مقہور ہونگے بہت سے کفار قریش اور بھی تمسخر کرتے تھے اسلئے مسلمانوں کو تسلی دینے کیلئے اور متکبروں کو متنبہ کرنے کے لئے یہ سورہ نازل فرمائی -

اور اس کے ابتدا ہی میں وہ کلمات ارشاد فرمائے (جو خدا کی جبروت اور دنیا کا اسکے آگے مسخر ہونا اور دنیا میں انقلاب برپا ہونے کو بتا رہے ہیں - فقال والسماء ذات البروج کہ ہمکو قسم ہے آسمان برجوں والے کی - والیوم الموعود اور اس دن کی کہ جسکا وعدہ کیا گیا ہے وشاہد ومشہود اور حاضر ہونے والے کی اور جسکے پاس حاضر ہونگے اسکی بھی قسم ہے - ان تین چیزوں کی قسم کھا کر یہ فرمایا ان بطش ربک لشدید کہ تیرے رب کی گرفت بڑی سخت ہے جب کسیکو پکڑتا ہے تو پھر اسکو کوئی چھڑا نہیں سکتا - جس قوم اور جس شخص کو پکڑتے ہیں تو پہلے اسکی عقل مار دیتے ہیں - اقبال لے لیتے ہیں - لوگوں کی آنکھوں میں ہیبت و عزت باقی نہیں رہتی - شہوت پرستی اور جفاکاری پیشہ ہو جاتا ہے - کاہلی اور آپس بد مزاجی اور غرور و نخوت اور جملہ بد اخلاقی گھر کر لیتی ہے - خدا ترسی اور راستبازی کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا دشمنوں کا غلبہ اور افلاس کو ترقی ہوتی جاتی ہے بے وقت موت واموات سے شکست مقاصد میں ناکامی پیش آنے لگتی ہے آخر کوئی ایسا زبردست اُنپر مسلط ہوتا ہے کہ کام ہی تمام کر دیتا ہے اور کبھی دفعۃً کوئی آسمانی بلا بھیج کر غارت کر دیتے ہیں زلزلہ اور ژالہ باری اور ہوا اور پانی کا طوفان بجلی اور وبا بھی اُسکے آلات تیار رہتے ہیں - یہانتک تو دنیا کی پکڑ تھی پھر آخرت میں تو مرنے کے بعد سے لیکر حشر تک اور حشر سے ابد الآباد تک جہنم اور دہکتی آگ اور طوفان اور طوق و زنجیر طیار ہے عیاذاً باللہ من بطشہ اس اجمال بیان میں جس طرح کفار کو تنبیہ ہے اسیطرح مسلمانوں کو تسلی بھی ہے کہ وہ ہماری قدرت و قبضہ سے باہر نہیں مگر ان تینوں چیزوں میں کہ جنکی قسم کھائی ایک کو دوسرے سے نہایت ارتباط ہے - اسلئے ہم ان تینوں چیزوں کی تفسیر کرتے ہیں اوّل برجوں والے آسمان سے کیا مراد ہے ؟ اور پھر اس صفت کے ذکر کرنے سے کیا مقصد ہے جو آسمان کے وجود بلکہ جسم کے قائل ہیں اور یہ قدیم خیال ہے - اور صحیح بھی معلوم ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ آسمان پر آفتاب کی گردش سے ایک دائرہ پیدا ہوتا ہے جسکو دائرۃ البروج کہتے ہیں - جس کو آفتاب حرکت ذاتی سے برس بھر میں تمام کرتا ہے - اور جب اس دائرہ کو بارہ حصوں میں برابر تقسیم کیا جاوے تو ہر ایک حصہ برج ہے جیسا کہ خربزے کی پھانکیں اور ہر ایک پھانک کو برج کہا جاوے -

یا یوں کہو کہ آفتاب کی حرکت سے اکثر آباد اور معتدل بلاد میں چار فصلیں پیدا ہوتی ہیں - ربیع[1] و صیف[2] - خریف[3] و شتا[4] یعنے بہار[1] گرمی[2] - خزاں[3] - جاڑا[4] - اصل دو فصلیں ہیں - جاڑا اور گرمی - مگر جاڑے کے بعد جب گرمی

خلاصہ مطلب کا بیان

اوّل

آتی ہے تو دفعۃً نہیں آتی بلکہ ایک زمانہ بیچ میں حائل ہوتا ہے اور اسکو ربیع کہتے ہیں اور اسیطرح گرمی کے بعد سردی بھی دفعۃً نہیں آتی بلکہ درمیان میں ایک زمانہ دونوں سے ملتا جلتا ہوتا ہے اسکو خریف کہتے ہیں یہ موسم ہندوستان میں برسات کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ یہ چار فصلیں ہوئیں۔ اور ہر ایک فصل کی تین حالت ہیں ابتداء انتہاء اوسط اور آفتاب کی حرکت جس سے یہ فصلیں پیدا ہوتی ہیں جمہور کے نزدیک آسمان پر ہے اس لیئے آسمان کے باعتبار ہر ایک فصل کے چار حصے کیئے اور ہر ایک حصہ کے تین تین۔ ہر حصہ کا نام برج ہوا اور جنکے نزدیک آسمان کا وجود نہیں وہ اس بُعد اور فضا نیلگون ہی کو آسمان کہتے ہیں اُن کے نزدیک بھی اس آسمان کے بارہ حصے اسی لحاظ سے ہونگے۔ یا یوں کہو کر رات کے وقت آسمان پر ستاروں کے اجتماع سے مختلف اشکال نمودار ہوتی ہیں۔ آسمان کے ہر ایک حصہ کو اُن اشکال کے لحاظ سے نامزد کیا۔ حمل۔ ثور۔ جوزا۔ سرطان۔ اسد۔ سنبلہ۔ ان چھ برجوں میں جب آفتاب آتا ہے تو گرمی ہوتی ہے۔ حمل سے لیکر سرطان تک بڑھاؤ ہوتا ہے اور دن بھی بڑا کرتا ہے اور پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے۔ جس طرح حمل میں رات دن برابر ہو جاتے ہیں اسیطرح میزان میں بھی۔

اس کے بعد سردی شروع ہوتی ہے۔ اور اسکے برج یہ ہیں میزان عقرب قوس۔ جدی۔ دلو۔ حوت۔

(حمل مینڈھے کا بچہ) چونکہ تئیس ستاروں کے باہم ملنے سے مینڈھے کی شکل پیدا ہو گئی ہے جسکا منہ مغرب کیطرف سر مشرق کیطرف دُم ہو ثور بیل۔ بتیس ستاروں کے ملنے سے بیل کی سی صورت نمودار ہو گئی ہے جسکا سر بجانب مشرق اور دم بجانب مغرب ہے اور بھی اُسکے ساتھ ستارے ہیں جنکو عین الثور کہتے ہیں اور ثریا بھی جو انگور کے خوشہ کیطرح ہیں۔ جوزا دو آدمی ملے ہوئے۔ اٹھارہ ستاروں کے ملنے سے ایسی صورت پیدا ہو گئی ہے کہ گویا دو آدمی چمٹے ہوئے ہیں۔ سرطان کیکڑہ۔ فارسی میں اسکو خرچنگ کہتے ہیں۔ نو ستاروں کے ملنے سے یہ صورت بن گئی ہے۔ اسد شیر۔ ستائیس ستاروں کے ملنے سے یہ صورت پیدا ہو گئی ہے۔ اور نہر ستارہ بھی اس سے تعلق رکھتا ہے سنبلہ خوشہ۔ یہ ایک عورت کے ہاتھ میں معلوم ہوتا ہے جسکا سر اسد کی دُم کیطرف اور پاؤں میزان کیطرف اور اسکے اُس ہاتھ کے پاس کہ جسمیں خوشہ معلوم ہوتا ہے ایک ستارہ ہے کہ جسکو سماک اعزل کہتے ہیں۔ یہ شکل چھبیس ستاروں سے بنی ہے۔ میزان ترازو۔ یہ آٹھ ستاروں سے بنی ہے۔ عقرب بچھو۔ یہ شکل اکیس ستاروں سے بنی ہے۔ قوس کمان۔ یہ ایک ایسی شکل ہے کہ ایک آدمی کے ہاتھ میں کمان ہے جسمیں تیر لگا ہوا ہے یہ اکتیس ستاروں سے مرکب ہے۔ جدی بزغالہ۔ بھیڑ کا چھوٹا بچہ اٹھائیس ستاروں سے مرکب ہے سعد ذابح جو ایک ستارہ ہے وہ بھی اسی سے متعلق ہے۔ دلو ڈول ایک مرد کے ہاتھ میں ایک ڈول سا معلوم ہوتا ہے بیالیس ستاروں سے مرکب ہے۔ حوت مچھلی۔ یہ دو مچھلیاں باہم ملی ہوئی معلوم ہوتی ہیں ایک کا منہ دوسرے کی دُم کی طرف ہے یہ چونتیس ستاروں سے مرکب ہے۔

لہ یعنی دراصل آسمان پر برج و گنبد کچھ نہیں بلکہ اہل ہیئت و نجوم نے ستاروں کی رفتار و مقام سمجھنے کے لیئے آسمان کے بارہ حصے مقرر کر لیئے ہیں اور پھر ستاروں کے اجتماع سے جیسی شکل پیدا ہو گئی ہے اسکو اُسی کے نام سے نامزد کر دیا ہے کہیں بیل کی شکل نمودار ہے تو اُس حصہ کو برج ثور کہتے ہیں علی ہذا القیاس ۱۲ منہ۔ لہ حمل بالتحقیق برہ حملان بالضم جمع ۱۲ منہ ص

ف نزول قرآن مجید سے پہلے عرب بھی آسمان میں اس قسم کے برجون کے قائل تھے اشعار جاہلیت سے اسکا پتہ ملتا ہے قرآن مجید مین آسمان کو اس صفت سے ذکر کرکے قسم کھانا اسطرف اشارہ ہے کہ انقلاب عالم ہمارے ہاتھ مین ہے ہم موسمون کو بدلتے ہین کفار قریش اس چندروزہ جاہ وحشم پر نازان نہون مقلب الاحوال ہم ہین اور اسمین ایمانداروں کو تسلی بھی ہے کہ چندروزہ مصیبت پر صبر کرین سدا ایک سے دن نہین رہا کرتے۔ **ف** بروج کے معنی اور بھی علماء نے بیان کیئے ہین (۱) یہ کہ بروج سے مراد منازل قمر ہین (۲) یہہ کہ بروج بڑے بڑے ستارون کو کہتے ہین کیونکہ برج کے لغوی معنی ظہور کے ہین اور جو ستارے ظاہر اور روشن ہون اسلیئے انکو بروج کہتے ہین۔ یہ ابن عباس و مجاہد و ضحاک و حسن و قتادہ و سدی کا قول ہے۔ اس تقدیر پر یہ معنی ہوئے کہ قسم آسمان روشن ستارون والے کی۔ اور یہ معنی مذاق عرب العرباء سے زیادہ چسپان ہین۔ منہال بن عمرو کہتے ہین اسکے معنی ہین عمدہ پیدایش۔

یوم موعود کا بیان ۹

دوسری بات والیوم الموعود کہ قسم ہے وعدہ کے دن کی۔ اس سے کیا مراد ہے؟ ابن ابی حاتم نے ایک حدیث نقل کی ہے جسمین ہے کہ الیوم الموعود سے مراد قیامت کا دن ہے جس کا تمام انبیاء علیہم السلام کی معرفت سزا و جزا کے لیئے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے یا جو کچھ خدا نے اپنے نیک بندونکے لیئے دنیا مین فتح وظفر آخرت مین بہشت اور وہانکے نعیم کے وعدے کیئے ہین اور انکے لیئے ایکدن معین کر رکھا ہے اسکی قسم کھاتا ہے جس سے اپنے وعدہ کا وثوق دلانا مقصود ہے۔ یہ ایک بڑا وسیع المعنی لفظ ہے جو ہر پہلو پر ایک نئے معنی کا افادہ کرتا ہے حضرات اہل دل یوم موعود وصال کے دن کو کہتے ہین جس دن حجاب اٹھ جاوینگے اور صاف صاف اپنے معبود و محبوب حقیقی کا دیدار دیکھینگے اس دیدار کا انسے وعدہ ہے اسی یوم موعود کے سہارے تو انکی زندگی ہے سہ وعدے یہ تیرے وصل کے اور ہجر کے صدمے مرنے نہین دیتے مجھے جینے نہین دیتے ہر شخص کے لیئے ہر قوم کے لیئے جسطرح بحالی اور اقبال کا ایک دن مقرر ہے اسیطرح اسکی بربادی اور تنزل کا بھی ایک دن معین ہے جسمین اشارہ ہے کہ دنیا کی ترقی اور اقبال اور اسکی جملہ شادمانی محدود ہے اور اسکی بقاء کا وقت مقرر ہے پھر اسکی فنا کا بھی ایک دن موعود ہے اسپر مغرور نہونا چاہیئے اسیطرح دنیا کے تکالیف اور رنج وغم بھی سدا نہین رہتے انکے لیئے بھی ایکدن موعود ہے کہ پھر وہ نرہینگے۔ اس لفظ مین جسطرح غمگین ایمانداروں کو تسلی ہے تو اسیطرح دنیا کے متوالون نعیم و ناز کے بندون اور مغرورونکو تہدید بھی ہے کہ خبردار کس بات پر ناز ہے اسکے زوال کا دن بھی موعود ہے۔

تیسری چیز کہ جسکی قسم کھائی گئی ہے وہ بھی ایک بڑی متبرک چیز ہے یعنی شاہد و مشہود اب شاہد سے کیا مراد ہے اور مشہود سے کیا؟ لغت مین شاہد کے معنی سامنے ہونیوالے کے ہین اور پاس آنے والے کے اور گواہی دینے والے کے یہ لفظ بھی بڑے وسیع المعنی ہین اسلیئے انکے معنی مین بھی علماء کے متعدد اقوال ہین۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ شاہد جمعہ کا دن ہے کہ ہر شہر اور ہر مسجد مین آتا ہے اور مشہود عرفہ کا دن ہے کہ تمام بلاد و اطراف سے حاجی وہان حاضر ہوتے ہین اور در اصل وہ روز مکہ کے ایک خاص میدان سے تعلق رکھتا ہے جہان دعاء قبول ہوتی ہے اور انوار و برکات کا فیضان ہوتا ہے۔ چونکہ جمعہ ہر ہفتہ مین اور یوم عرفہ ہر سال مین آتا ہے اسلیئے انکو نکرہ لایا گیا برخلاف قیامت کے دن کے کہ وہ ایک ہی ہے اسلیئے اسکو معرفہ باللام لایا گیا والیوم الموعود فرمایا۔ اور اس قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جسکو ترمذی و عبد بن حمید و ابن جریر و بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم

نے فرمایا الیوم الموعود قیامت کا دن ہے اور شہود عرفہ کا اور شاہد جمعہ کا جو سب دنوں سے افضل ہے اس میں ایک ایسی ساعت بھی آتی ہے کہ اس میں جو کچھ بندہ مانگتا ہے اسکی دعا قبول ہوتی ہے اور جس سے پناہ مانگتا ہے اس سے پناہ پاتا ہے اور بعض مفسرین نے ہر ایک مجمع کو کہ جو ذکر الٰہی اور دین کے لیئے ہو شہود اور جماعت کو شاہد بتایا ہے۔ جسمین عیدین وجمعہ وعرفہ بھی شامل ہے۔ اور بعض نے شاہد وشہود میں صرف گواہی کے معنے کا لحاظ کرکے کہا ہے کہ شاہد سے مراد حق سبحانہ بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ خود اس نے فرمایا ہے وکفی باللہ شہیدا۔ اور نیز ہر ایک پیغمبر اور خاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی شاہد ہین کیونکہ قیامت کو وہ گواہی دینگے۔ ان دونوں صورتوں مین مشہود توحید۔ اور امت ہے اور نامۂ اعمال کے لکھنے والے فرشتے بھی شاہد ہین اور شہود علیہ بنی آدم اور انکے اعمال ہین جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے وجاءت کل نفس معہا سائق وشہید۔ اور انسان کے اعضاء ہاتھ پاؤن وغیرہ بھی شاہد ہین جیسا کہ فرمایا یوم تشہد علیہم السنتہم وایدیہم وارجلہم۔ اور رات دن بھی شاہد ہین یہ بھی انسان کے نیک وبد کامون کی گواہی دینگے۔ اور نیز آسمان وزمین بھی شاہد ہین یہ بھی گواہی دینگے۔ اور نیز جمیع ممکنات بھی شاہد ہے ہر چیز اسکی ذات اور توحید پر گواہی دے رہی ہے۔ کیا خوب کہا ہے کسی نے۔ ففی کل شئی لہ شاہد۔ یدل علے انہ واحد۔ صوفیہ کرام فرماتے ہین کہ مقام جلا مین شاہد حق سبحانہ ہے اور شہود خلق اور مقام استجلاء مین شاہد خلق اور شہود حق ہے۔

ایک اور توجیہ بھی اس مقام پر چسپان ہے اور وہ یہ کہ شاہد بمعنے حاضر ہونے والے اور آنے والے کے لیئے جاوین تو شاہد سے مراد فرشتے بھی ہوسکتے ہین جو شام وصبح نامۂ اعمال لکھکر لیے جاتے ہین اور نامۂ اعمال لکھنے آتے ہین خصوصاً صبح کی نماز مین قرآن پڑھتے وقت جیسا کہ خود قرآن مین ہے وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا۔ اور ممکن ہے کہ آنے والے دن کو جو مسلمانوں کی دنیاوی فتح ونصرت اور اعدائے دین پر غلبہ پانے کا دن ہے۔ شاہد سے تعبیر کیا ہو اور اسکے ساتھ وہ برکات وفتوحات بھی مراد ہون جو آنے والے تھے۔ اور شہود صحابہ اور انکے پیروکار جنکے پاس یہ برکات وفتوحات آئے۔ اس تقدیر پر الیوم الموعود سے وہ دن مراد ہوسکتا ہے کہ جسکا وعدہ صحابہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے جبکہ صحابہ مکہ مین کفار کی ناقابل برداشت ایذاؤن کی شکایت کرتے تھے۔ گویا الیوم الموعود وہ فتح ونصرت کا دن ہے اور شاہد اس دن کے برکات وفتوحات اور شہود سچے دیندار یہ توجیہ سورت کے شان نزول سے زیادہ تر چسپان ہے۔ واللہ اعلم بمرادہ۔

الغرض ان تین چیزون کی قسم کھاکر کیا فرماتا ہے۔ اس مین علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہین وہ بات جس پر قسم کھائی اور جسکو جواب قسم کہتے ہین محذوف ہے۔ اسوقت کے مخاطبین اپنے ذوق سلیم وطرز کلام سے خوب سمجھتے تھے۔ پھر کسی نے کہا وہ ایمانداروں کا دنیا وآخرت مین کامیاب ہونا اور منکرون کا برباد ہونا کسی نے اسکے قریب قریب کچھ اور فرمایا بہرطور مدعا ایک ہی ہے۔ اور یہ ٹھیک ہے کس لیئے کہ محاورہ مین بعض اوقات قسم کھاتے ہین اور وہ بات

کہ جس پر قسم کھائی گئی ذکر نہین کرتے کیونکہ اسکو مخاطب و متکلم خوب جانتے ہین یا اُسکے اخفا مین کوئی مصلحت ہوتی ہے - دیگر علماء فرماتے ہین کہ وہ بات جس پر قسم کھائی گئی ہے اسی سورہ مین مذکور ہے پھر بعض نے کہا وہ ان بطش ربک لشدید الخ ہے - اور بعض نے کہا یہ جملہ قتل اصحاب الاخدود النار ہے چونکہ کلام الٰہی سب معانی پر حاوی ہے ہر احتمال درست ہے۔

قتال قتل اصحاب الاخدود النار غارت ہوئے (یا غارت ہو جاوین) دہکتی آگ سے خندقون کے بھرنے والے ذات الوقود اور آگ بھی کیسی تھی ایندھن والی یعنی بہت تیز لمبے چوڑے گڑہے کھود کر اُن مین لکڑیان بھر دی تہین اور آگ لگادی تھی جب وہ شعلہ مارنے لگی تو ایماندارون کو اگر وہ ایمان سے باز نہین آتے تھے تو اُس دہکتی آگ مین پکڑ پکڑ کر ڈالتے تھے اذ ہم علیہا قعود اور خود اُن خندقون کے کنارون پر بیٹھے ہوئے وہم علی ما یفعلون بالمؤمنین شہود جو کچھ ایماندارون سے کر رہے تھے اُسکا تماشہ دیکھ رہے تھے اُنکے تڑپنے اور جلنے پر خوب ٹھٹھے لگاتے تھے (اس تقدیر پر شہود بمعنی شاہد یہ ظالم اور مشہود وہ مظلوم ہین) اور ایماندارون کو یہ سزا کسی چوری ڈکیتی خون وغیرہ جرائم کے سبب سے نہ تھی بلکہ وما نقموا منہم الا ان یؤمنوا باللہ العزیز الحمید - صرف اسی لیئے اور اسی جرم مین یہ سزا دیجاتی تھی اور اُن سے بدلہ لیا جا رہا تھا کہ وہ اللہ زبردست ستودہ صفات پر ایمان لائے تھے - یعنی ایمان لانا جرم قرار دیا گیا تھا - ع بلوح تربتِ من یافتند از غیب تحریرے * کہ این مقتول را جز بے گناہی نیست تقصیرے * اور ایمان بھی کس پر اللہ پر جو تمام مخلوق کا خالق و مالک ہے اور اسپر زبردست بھی ہے متکبرون اور گردن کشون کو چاہے تو دم بھر مین خاک مین ملادے - اس بات کا بھی کچھ خیال نہ کیا - اور وہ حمید بھی ہے تمام خوبیان اُس مین ہین از انجملہ عدل و انصاف رحم بھی ہے سو اس بات کا بھی خیال نہ کیا کہ وہ ایسے ظلم و ستم پسند نہین کرتا - اور یہ بھی نہین کہ اُسکے بندون پر یہ ظلم ہو اُسکو خبر نہو بلکہ واللہ علی کل شئے شہید کہ اللہ کے سامنے ہر چیز حاضر ہے کوئی چیز اُس سے مخفی نہین -

اب دو باتین قابل غور ہین **اوّل** یہ کہ وہ اصحاب الاخدود کہ جنہون نے آگ کی کھائیان کھودی تھین اور ایماندارونکو بجرم ایمان آگ مین ڈالا تھا کون لوگ تھے - کس ملک مین اور کس زمانہ مین تھے اور اُن کا کیا مذہب تھا ؟ مقاتل نے کہا کہ یہ واقعہ تین جگہ ہوا ہے ایک نجران مین جو ملک یمن مین واقع ہے - اور ایک بار شام مین اور ایک بار فارس مین - یمن مین ذونواس نے کھائیان کھدوا کر آگ سے بھر دی تھین اُن مین ایماندارون کو ایمان کے جرم مین ڈالتا تھا - شام مین انطاموس رومی نے ایسا ہی کیا تھا - فارس مین بخت نصر نے جسکے عہد مین دانیال علیہ السّلام تھے - ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے حضرت علی رض سے نقل کیا ہے کہ حبشہ مین بھی ایکبار یہ واقعہ گزرا ہے - ابن جریر نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ بنی اسرائیل مین گذرا ہے جبکہ اُن مین بت پرستی کا رواج ہوا - اور اُنہون نے خدا پرستون کو ایمان سے روکنا چاہا تو خندقین کھدوا دین اور اُن مین آگ جلادی اور بت کو کھڑا کر دیا اور حکم دیا کہ جو اسکو سجدہ نکرے اُسکو آگ مین ڈالدیا جاوے مگر ان آیات مین ان مین سے کون سے واقعہ کی طرف اشارہ ہے ؟ بامعان نظر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذونواس

اصحاب الاخدود کی تحقیق

نے جو یمن میں کیا تھا اُسکی طرف اشارہ ہے کس لیئے کہ اس واقعہ کو عرب جانتے تھے اور اسکے دیکھنے والے بعض اشخاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد تک باقی تھے اور قریش کو اس واقعہ سے عبرت دلائی گئی کہ وہ بھی اصحاب الاخدود کی طرح غریب ایمانداروں پر ظلم وستم ڈھاتے تھے۔

مسلم نے اپنی صحیح کے اخیر مین اور اسیطرح نسائی نے اور امام احمد نے اور ترمذی نے صہیب رومی سے انہون نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ ان نقلون مین باہم کسیقدر الفاظ و مطالب مین کمی زیادتی ہے مگر ترمذی نے جو نقل کیا ہے ہم اسکا خلاصہ نقل کرتے ہین۔ کہ کوئی بادشاہ تھا اور اسکے ہان ایک بوڑھا کاہن[1] تھا اس نے ایک روز بادشاہ سے کہا میری عمر اخیر ہوئی آپ کسی ذہین فطین لڑکے کو میرے حوالے فرمایئے کہ مین اسکو اپنا یہ علم سکھا جاؤن تب ایک ہوشیار لڑکے کو متعین کیا وہ اس کاہن کے پاس آیا جایا کرتا تھا اور رستہ مین ایک راہب[2] اپنے صومعہ مین رہا کرتا تھا (معمر راوی کہتا ہے کہ اس عہد تک راہب لوگ اصلی دین پر قائم تھے) لڑکا راہب سے بھی ملنے لگا راہب نے اسکو دین حق اور توحید کی تعلیم کرنی شروع کی اور لڑکا ایمان لے آیا کاہن کے پاس آنے مین دیر ہونے لگی تو اسکے گھر والون سے کہلا بھیجا کہ یہ کہان رہا کرتا ہے میرے پاس کم آتا ہے گھر والون نے ادھر کاہن نے اس بات پر اسکو مار پیٹ شروع کی ایکروز رستہ رکا ہوا تھا کسی مہلک جانور نے روک رکھا تھا بعض خیال کرتے ہین کہ وہ شیر تھا بعض کہتے ہین سانپ تھا اور لوگ رکے کھڑے تھے تب اس لڑکے نے ایک پتھر اٹھا کر یہ کہا کہ الٰہی اگر راہب[3] کی بات حق ہو تو مین سوال کرتا ہون کہ اس پتھر سے یہ موذی مرجائے یہ کہکر اسنے پتھر پھینکا جس سے وہ موذی جانور مرگیا لوگون مین چرچا ہوا اور لڑکے کی بڑی تعریف ہونے لگی یہ شہرہ سنکر ایک اندھا بھی لڑکے کے پاس آیا اور کہا اگر تو میری آنکھین اچھی کردے تو مین تجھے یہ کچھ دون وہ اندھا بادشاہ کا مصاحب تھا لڑکے نے کہا مجھے کچھ نہین چاہیئے صرف یہ کہ جو تجھے بینائی دے تو اسپر ایمان لا اسنے کہا بہت اچھا لڑکے نے دعا کی تو اسکی آنکھین روشن ہوگئین یہ خبر بادشاہ کو پہونچی جو بت پرست تھا اس نے ان سبکو بلایا اور اس اندھے اور راہب کو آرے سے چروا دیا اور لڑکے کی نسبت حکم دیا کہ اسکو فلان پہاڑ کی چوٹی سے گرادو جب شاہی لوگ اسکو اوپر لیگئے تو وہ خود گر کر مرگئے اور لڑکا بچ رہا۔ پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اسکو کشتی مین سوار کرکے دریا مین لیجا کر غرق کردو وہان بھی شاہی لوگ ڈوب گئے اور لڑکا سلامت نکل آیا تب لڑکے نے بادشاہ سے کہا آپ مجھے کبھی نہین مار سکین گے مگر اس تدبیر سے کہ مجھے سولی پر چڑھا دو اور یہ کہکر کہ باسم رب ہذا الغلام (اس لڑکے کے رب کے نام سے) میرے تیر مارو۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا لڑکا مرگیا اسکی کنپٹی مین تیر لگا اور مرتے وقت لڑکے نے اسپر ہاتھ دھر لیا۔ بادشاہ سے لوگون نے عرض کیا کہ آپنے ان تین شخصون کو تو ہلاک کیا جو آپکے مذہب کے برخلاف تھے مگر اب تو سب لوگ آپکے دین کے مخالف ہوگئے (لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے) تب بادشاہ نے حکم دیا کہ خندقین کھودو اور انہین لکڑیان بھر کر آگ لگادو اور لوگون کو حکم دیا کہ حاضر ہون اور کہا جو اپنے اس دین سے نہ پھرے تو اسکو آگ مین ڈالتے جاؤ تب بادشاہی لوگون نے ایمانداروں کو آگ مین ڈالنا شروع کردیا۔ اسی واقعہ کا خدا تعالے اس آیت مین ذکر کرتا ہے قتل اصحاب الاخدود والنار یہانتک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے العزیز الحمید تک آیت پڑھی

[1] کاہن جادوگر ۱۲ [2] راہب خداپرست ۱۲ [3] راہب سے مراد بھی فیمیون ہے۔ اور بادشاہ سے مراد ذونواس ہوسکتا ہے یا نجران کا حاکم۔ مگر احادیث مین راویون سے اصل قصہ مین فروگذاشت ہوگئی کس لیئے کہ بعض روایات مین یہ بھی ہے کہ وہ نجران کا بادشاہ ایمان لے آیا اسنے قتل نہین کیا بلکہ دوسرے بادشاہ نے جو ذونواس ہے ۱۲ منہ

مذکور ہے کہ وہ لڑکا دفن کیا گیا اور حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں اسکی لاش برآمد ہوئی تو اسکی کنپٹیوں پر اسیطرح سے ہاتھ دھرے ہوئے تھے
اور خون بہ رہا تھا۔ محمد بن اسحاق بن یسار اسلامی مورخ نے اسی واقعہ کو اور بھی تفصیل سے نقل کیا ہے مگر اس پہلی نقل میں اور اُسکے
بیان میں کسیقدر مخالفت ہے وہ کہتا ہے کہ یہ شہر نجران کا واقعہ ہے اور اُس لڑکے کا نام عبداللہ بن تامر تھا۔ اور راہب کو
کہتا ہے کہ وہ عیسوی دین پر تھا۔ اور کھائیاں ذونواس بادشاہ یمن نے کھدوائی تھیں اور اسی نے آکر جبکہ یہ دیکھا کہ اکثر اہل نجران
عیسائی ہوگئے تب یہ حرکت کی تھی اور عبداللہ بن تامر کو اسی نے قتل کیا تھا۔ اس حادثہ میں تخمیناً بیس ہزار آدمیوں کو اس
ظالم نے قتل کیا تھا۔

(اب ہم کسیقدر اس ذونواس کا حال بیان کرتے ہیں)

ذونواس کا تذکرہ

واضح ہو کہ ملک یمن میں قوم حمیر کا اخیر بادشاہ اسعد تھا اسکو تبع اخیر بھی کہتے تھے۔ یہ بادشاہ نوشیروان عادل کے
عہد کے قریب تھا یا ہمعہد تھا۔ اس نے تسخیر بلاد کا اپنے بزرگوں کے طور پر قصد کیا۔ حجاز اور بالخصوص مکہ سے سفر کرتا ہوا مدینہ
پہونچا۔ مدینہ کے آس پاس قوم یہود کی چند بستیاں آباد تھیں۔ یہ لوگ بخت نصر کے حادثہ سے یا اسکے بعد دیگر حوادث سے اس
ملک میں آرہے تھے فدک۔ خیبر۔ قریظہ۔ نضیر۔ وادی القریٰ۔ ینبوع وغیرہ اسی قوم کی بستیاں تھیں صرف یہی لوگ
توریت اور دین موسیٰ علیہ السلام کے متبع تھے ورنہ سب عرب بت پرست تھے مدینہ کا گرد نواح اس بادشاہ کو بہت پسند آیا
مدینہ کا سردار ان دنوں عمرو بن طلیان بنی خزرج میں سے تھا۔ یہ بادشاہ جس پاس بیشمار لشکر تھا مدینہ پر غالب آیا اور
عمرو کی جگہ اپنے بیٹے کو سردار کرکے شام کی طرف کوچ کر گیا جب دور چلا گیا تو بعد میں اہل مدینہ نے اُسکے بیٹے کو قتل کر ڈالا
اس نے اس خبر کو سنکر ارادہ کیا کہ واپسی میں اس شہر کے مردوزن کو تہ تیغ کرونگا چنانچہ جب یہ لوٹتا ہوا آیا تو مدینہ کا محاصرہ
کیا بہت دنوں محاصرہ رہا مگر شہر فتح نہو سکا اس عرصہ میں بنی قریظہ کے دو تین عالم یہودی اُسکے پاس آئے جنمیں سے ایک کا
نام کعب اور ایک کا اسید تھا اُنہوں نے کہا اے بادشاہ آپ اس شہر کو برباد نکر سکینگے لوٹ جائیے اس نے پوچھا کیوں عرض کیا
کہ اس شہر کو خدا نے اپنے ایک اخیر نبی کے لئے مخصوص کر رکھا ہے جو قریش مکہ میں سے برپا ہوگا اور جب مکہ کے لوگ اُسپر ظلم کرینگے تو
اس شہر میں آکر رہیگا یہیں اُسکی قبر ہوگی۔ یہ خبر ہماری توریت میں ہے بادشاہ نے پوچھا توریت کیا ہے اُنہوں نے آگاہ کیا
اور دین موسوی کے فضائل بیان کئے تب یہ بت پرست بادشاہ مذہب یہودی میں داخل ہوگیا اور ان دونوں عالموں کو
یمن میں ہمراہ لے گیا اور وہاں اس مذہب کو رواج دیا پھر یہ بادشاہ مر گیا اور اس نے تین بیٹے چھوڑے حسان، عمرو،
زرعہ۔ یہ کمسن لڑکے تھے اسلئے بنی لخم میں سے ایک شخص ربیعہ بن نصر اُٹھ کھڑا ہوا اور سلطنت کا مالک ہوگیا
اسی ربیعہ نے ایک خواب دیکھا تھا جسکی تعبیر کے لئے سطیح اور شق دو کاہنوں کو بلایا اُنہوں نے اُلٹا
بادشاہ کا خواب بیان کر دیا کہ آپ نے یہ دیکھا ہے کہ ایک سیاہی جہان میں پھیل گئی اور اُس سیاہی میں سے
ایک کوئلہ نکل کر زمین پر گرا اور آگ ہوگیا اور لوگوں کو جلا دیا بادشاہ نے کہا تو نے درست کہا اب اسکی تعبیر کیا ہے تو اس

ملک حبش سے ایک بادشاہ اُٹھیگا اور تیرا ملک لے لیگا اور دین یہودی سے لوگون کو برگشتہ کریگا۔ اور حبشیون کا زمین پر چھا جائیگا
بادشاہ نے پوچھا اسی طرح اسکے بعد کیا ہوگا اس نے کہا ایک شخص اُٹھیگا جسکا نام سیف بن ذی یزن ہوگا اور حبشیون سے ملک
چھین لیگا پھر سیف مارا جائیگا اور عرب سے ایک پیغمبر پیدا ہوگا اور اُسکا دین لوگ قبول کرینگے اور قیامت تک باقی رہیگا۔ اس خواب
کے اندیشہ سے ربیعہ نے اپنے لوگون کو حیرہ مین بھیجدیا تھا جنمین سے منذر بن نعمان بھی تھا جو نوشیروان کا تابع تھا اور اسکی سلطنت
بصرہ کوفہ اور عراق اور کچھ شام اور نواحی عرب مین تھی۔

ربیعہ چند سال سلطنت کرکے مرگیا لوگون نے پھر تبع کے بیٹے حسان کو بادشاہ بنایا اس نے حجاز اور شام پر چڑھائی کی اور یمن مین
اپنے بھائی عمرو کو چھوڑ گیا تھا جب وہ موصل مین پہونچا تو لوگون نے عمرو کو بادشاہ بنالیا اور اُسنے اپنے بھائی حسان کو قتل کرڈالا جسکے
بعد وہ دیوانہ ہوکر مرگیا اس عرصہ مین ایک شخص جو خاندان سلطنت سے نہ تھا کھڑا ہوا اور یمن کا بادشاہ بن بیٹھا اسکا نام خنیعہ
بن عالم تھا وہ بڑا ظالم اور بدکار تھا۔ لڑکون سے بدفعلی کیا کرتا تھا۔ جو نئی دلہن ہوتی تھی پہلے ایک رات وہ رکھا کرتا تھا۔ زرعہ
جو تبع کا چھوٹا بیٹا باقی رہ گیا تھا وہ نہایت حسین تھا اسکو بھی اس نے اس ارادہ سے بلایا اس نے تنہا پاکر اس ناپاک کو مارڈالا
اور لوگون نے مستحق تاج و تخت سمجھکر زرعہ ہی کو یمن کا بادشاہ بنالیا۔

ادھر نجران مین شام سے ایک شخص حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریون کی ذریت مین سے آیا جسکا نام فیمون تھا۔ اور نجران مین
عرب کا قبیلہ بنی ثعلبہ تھا اور وہان ایک کھجور کا پیڑ تھا جسکو یہ لوگ پوجا کرتے تھے اور اس کے آگے قربانی کرتے تھے۔ فیمون مرد باخدا
تھا رات بھر عبادت کیا کرتا تھا اور دن کو مزدوری اور آج اس گاؤن مین ہے تو کل دوسرے مین اسیطرح قیام کیا کرتا تھا جب لوگون نے
اُسکی کرامات دیکھی تو اسکی طرف متوجہ ہوگئے۔ اور کہا اگر تو ہمارے بتون پر غالب آگیا تو ہم تیرا دین اختیار کرلین گے فیمون کی دعا سے اُنکے
بت گرپڑے لوگون نے دین عیسوی اختیار کرلیا اور فیمون وہان انجیل کی تعلیم کرنے لگے وہان کے سردار تامر کا بیٹا عبداللہ بھی فیمون کا شاگرد رشید
اور بڑا بزرگ اُٹھا اب نجران کے لوگون نے بجز عیسوی دین کے اور کسی مذہب کو باقی نہ چھوڑا جو ان کا دین قبول نکرتا تھا قتل کیا
جاتا تھا۔ ایک یہودی نجران مین گیا اور جاکر اُسنے یہ سب کیفیت ملاحظہ کی اور زرعہ کو خبر کی۔ اور یہ زرعہ ذونواس بھی کہلاتا
تھا یہ سنکر ذونواس بہت سا ہزار لشکر لیکر نجران پر چڑھ گیا۔ اور جو عیسائیون کا عبادت خانہ تھا جلادیا اور کھائیان
کھدواکر اُن مین آگ جلوائی اور حکم دیا کہ جو دین عیسوی سے برگشتہ نہو اُسکو اس مین ڈالدو اس لیے لوگون کو آگ مین ڈالنا
شروع کیا اور عبداللہ بن تامر کو بھی قتل کیا۔ یہ ہین وہ اصحاب الاخدود جن پر خداتعالےٰ قرآن مجید مین لعنت کرتا ہے بقولہ قتل اصحاب
الاخدود النار ذات الوقود اذہم علیہا قعود۔ اور یہ ظلم و ستم کرکے ذونواس یمن مین واپس آیا (بعض کہتے ہین ذونواس زرعہ نہ تھا بلکہ
اسکا سپہ سالار تھا) اس حادثہ کے بعد نجران کے لوگون مین سے ایک شخص جلی ہوئی انجیل لیکر قیصر روم پاس جو وہ بھی عیسائی
تھا فریادی گیا قیصر یہ ماجرا سنکر سخت ناراض ہوا اور رویا اور کہا میرے لشکر کا پہونچنا مشکل ہے مین حبش کے بادشاہ نجاشی کو
لکھتا ہون کہ وہ بھی عیسائی ہے اور یمن سے قریب ہے وہ تمہاری مدد کریگا چنانچہ قیصر کے نامہ کے ساتھ یہ شخص حبش مین آیا وہان کا بادشاہ

یہ حال سنکر بہت رویا تب شاہ حبش نے ستر ہزار بہادر سپاہ تیار کی اور اسکا سپہ سالار رباطہ کو کیا۔ حبش اور یمن کے درمیان چھوٹا سا
ٹکڑا سمندر کا ہے یہ لشکر ہوائی جہازوں پر سوار ہوکر یمن میں حضرموت کے مقام پر اتر پڑا۔ ذونواس نے ایک حیلہ کیا کہ رباطہ کو
نامہ لکھا کہ شاہ نجاشی کو مجھ سے عداوت نہیں اس لیے میں بھی لڑنا نہیں چاہتا آپ کو میں خزانوں کی کنجیاں دیئے دیتا ہوں پھر آپ
مجھے اپنے پاس رکھیئے یا نجاشی کے پاس بھیجدیجیئے۔ رباطہ نے کہا میں نجاشی کو مطلع کرتا ہوں جو وہ حکم دیگا آپ کو مطلع کرونگا اس نے
نجاشی کو سب حال لکھا نجاشی نے خوش ہوکر حکم دیا کہ خزانے اس سے لے لو اور اسکو میرے پاس بھیجدو۔ اس بات کی ذونواس کو خبر دی
ذونواس نے اونٹوں پر کنجیاں لادکر رباطہ کے پاس بھیجدیں اور پھر شہر صنعا میں رباطہ کو لے آیا اور جو کچھ تھا اسکے حوالے کیا اور یہ بھی کہا کہ
اور صوبجات میں بھی میرے خزانچی اور خزانے ہیں آپ جہاں جہاں میں کہوں ضبط اموال کے لیئے لشکر روانہ کیجیئے رباطہ نے ایسا ہی
کیا اور تمام لشکر ملک یمن میں منتشر کردیا اور درپردہ لوگوں کو لکھ بھیجا کہ ہر جگہ ان پر حملہ کردو چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حبشی لشکر جابجا
مارا گیا رباطہ کو جب یہ خبر ملی تو صنعاء سے بھاگ کر حضرموت میں آیا اور کشتی میں آبیٹھا اور نجاشی کو اس حال سے مطلع کیا نجاشی نے ایک لاکھ
پیادہ اور سوار کا دوسرا لشکر مرتب کیا اور انکا افسر ابرہہ بن صباح کو کیا جو شاہی خاندان سے تھا اور اسکو عرب ابرہہ الاشرم
بھی کہتے تھے اور اشرم نکٹے کو کہتے ہیں۔ جب ذونواس نے دیکھا کہ ایک بار بڑا لشکر آیا اور کوئی تدبیر پیش نہیں چلتی تو گھوڑے
پر چڑھکر سمندر میں گھس گیا یہ گھوڑا تیر اکتا تھا تھوڑی دیر کے بعد گھوڑا اور سوار دونوں ڈوب گئے۔ ابرہہ نے آکر تمام
ملک اور صنعاء کی بیش بہا چیزوں پر قبضہ کرلیا اور حکم دیا کہ جو دین عیسوی اختیار نکریگا قتل کیا جاویگا چنانچہ جسنے ذرا بھی انکار
کیا گردن ماری گئی۔ نجاشی کو ابرہہ کے تحائف ونذرانہ وفتوحات نہ بھیجنے سے گمان ہوا کہ خودسر ہوگیا اسلیئے چارہزار لشکر دیکر رباطہ
کو بھیجا کہ ابرہہ کو معزول کرکے میرے پاس بھیج اور تو میری طرف سے وہاں کا حاکم ہوکر رہ۔ جب رباطہ آیا اور ابرہہ سے کہا تو ابرہہ نے کہا
اگر میں سب چیزیں تیرے سپرد کردوں تو تو کیا کریگا رباطہ نے کہا جنگ کرونگا ابرہہ نے کہا آؤ تو تو میں اور تو ہی کیوں نہ لڑیں فوج کو کیوں تلف
کریں فوج سے نکلکر دونوں میدان میں آئے ادہر ابرہہ نے اپنا ایک غلام چھپا رکھا تھا رباطہ نے ابرہہ کے سر پر تلوار ماری چونکہ یہ لوہے کا
خود پہنے ہوئے تھا سر تو نہ کٹا مگر ناک اڑگئی اسلیئے اسکو اشرم کہنے لگے ادہر غلام نے رباطہ پر یکایک حربہ کیا اور ایک ہی وار میں کام تمام کردیا
باقی رباطہ کے لوگ کچھ مارے گئے کچھ بھاگتے دریا میں ڈوبے کچھ کشتیوں میں سوار ہوکر نجاشی پاس آئے اور سب حال سے مطلع کیا نجاشی نے قسم کھائی
کہ میں جبتک ابرہہ کو قتل نہ کرونگا خاموش نہ رہونگا ابرہہ کو بھی خبر لگی اسنے ایک عرضی میں عذر لکھا اور کہا کہ رباطہ نے مجھپر زیادتی کی تھی
میرے غلام نے اسکو مار ڈالا میں آپ کا فرمانبردار ہوں اور عرضی کیساتھ بہت کچھ تحائف بھی بھیجے نجاشی نے عذر قبول کرکے ابرہہ کو یمن کا
حاکم رہنے دیا۔ یہ وہی ابرہہ ہے جو بہت سے ہاتھی لیکر کعبہ ڈھانے آیا تھا اور اسکا لشکر اور یہ قہر الہی میں مبتلا ہوا جس کا
ذکر سورہ الم ترکیف کی تفسیر میں آوے گا (ملخص از تاریخ طبری) اس تاریخ کے مطابق عبداللہ بن تامر کو ذونواس نے قتل کیا تھا
اور واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک دین عیسوی کی پابندی فرض تھی یہ اور بات ہے کہ اس دین
میں عیسائیوں نے صدہا بدعات ملاکر اسکی اصلی صورت بگاڑ دی تھی۔

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝

بیشک جنہوں نے ایماندار مردوں اور عورتوں کو ستایا پھر اس سے باز نہ آئے تو انکے لیے جہنم کا عذاب ہے اور انکے لیے جلنے کا عذاب ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۝ إِنَّ

وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کیے انکے لیے باغ ہیں کہ جن کے تلے بڑی نہریں جاری ہونگی۔ یہ ہے بڑی مراد۔ بیشک

بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ۝ وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝

تیرے رب کی پکڑ بھی سخت ہے۔ وہ تو اول بار پیدا کرتا ہے اور دوبارہ بھی زندہ کریگا اور وہی بخشنے والا پیار کرنے والا تخت والا بڑی شان والا ہے۔

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝

جو چاہتا ہے کر ہی ڈالتا ہے

ترکیب

فلہم الخ الجملۃ خبر ان ولہم الجملۃ الثانیۃ معطوفۃ علیہا۔ الذین امنوا الخ اسم ان لہم جنات الجملۃ خبرہا تجری الخ صفۃ جنات المجید قرء الجمہور بالرفع علی انہ نعت لذو وقری بالکسر علی انہ نعت للعرش ومجدہ علوہ وعظمہ۔ وقیل ہو نعت لربک وقال مکی ہو خبر بعد خبر فعال مرفوع علی انہ خبر مبتدء محذوف وقال الفراء مرفوع علی التکریر والاستیناف وقیل مرفوع علی الاتباع۔

تفسیر

کفار قریش کو اصحاب الاخدود کا آل کار سنا کر کہ ان پر لعنت پڑی دنیا میں بھی برباد ہوئے تخت بخت سب جاتا رہا ولعنت مرے آخرت میں بھی سوا ہوئے اپنا دائمی قانون سناتا ہے فقال ان الذین فتنوا المومنین والمومنات کہ جنہوں نے ایماندار مردوں اور عورتوں کو فتنہ میں ڈالا عام ہے کہ مار پیٹ کی یا قتل کیا یا قید میں رکھا یا اور کسی قسم کی تکلیف دی یا انکے لیے گمراہی میں اور لہو و لعب میں پڑنے کے سامان پیدا کیے۔ ناچ تماشا اور رقص و سرود کی محفل کر کے مسلمان مرد اور عورتوں کو شریک کرنا بھی انکو فتنہ میں ڈالنا ہے۔ ثم لم یتوبوا۔ اور پھر اس سے وہ باز نہ آئے کیونکہ اگر باز آجاتے اور توبہ کرتے تو گو حقوق العباد کا مطالبہ باقی رہتا مگر خدائی مقابلہ کے جرم میں عذاب عظیم نہ پاتے فلہم عذاب جہنم تو انکے لیے آخرت میں عذاب جہنم ہے ولہم عذاب الحریق اور دنیا میں جلانے والا عذاب ہے یعنی وہ مصیبت کہ جس سے انکے دل پر صدمہ ہو اور جلا کریں اقبال جاتا رہے دشمن غلبہ پاویں افلاس و نااتفاقی اور بیماریاں اور قحط پیش آویں قتل کیے جاویں گھر بار چھنیں بال بچے قید ہوں یا غلام بنائے جاویں عورتیں انکے روبرو بے عزت کیجائیں۔ انکے ملک اور دولت پر دشمن قابض ہوں اور یہ دیکھا کریں۔ خدا کی پناہ ہے عذاب حریق سے اور سب عذابوں سے اور ف جو فلہم میں آئی تو اس سے یہ بات بتلا دی کہ یہ بلا انہیں کے افعال سے آتی ہے وہ افعال سبب اور یہ مسبب ہے ہماری عدالت اور رحم کا مقتضی نہیں کہ خواہ مخواہ ہم بغیر کسی ارتکاب جرم کے عذاب میں مبتلا کریں یہ انکی سوزش کا بدلہ ہے جو انکے ہاتھ سے ایمانداروں کو پہونچتی تھی۔ اب دوسری بات اسکے مقابلہ میں نیکی کرنے والے ایمانداروں کی بابت بھی سن لو ان الذین امنوا وعملوا الصالحات کہ جو لوگ ایمان لائے اور ایمان ہی پر بس نہیں کیا

بلا اسکے جو انہون نے نیک کام بھی کیئے عبادت خیرات و صلہ رحمی وغیرہ ۔ لہم جنت تجری من تحتہا الانہار انکے لیئے باغ ہین یعنی بہشت
ہین اور باغ بھی کیسے کہ جنمین نہرین بہتی ہین ۔ یہ نہرین ان خونون کا بدلہ ہے جو دنیا مین انکے بدنون سے اللہ کی راہ مین نکلا تھا
یا وہ حسنات جاریہ ہین جنکا سلسلہ جاری رہتا تھا ۔

ذلک الفوز الکبیر یہ ہے بڑی کامیابی کس لیئے کہ اگر دنیا مین کسی نے مال بے حساب اور ملک اور عمدہ مکان اور اچھے جواہرات اور تمامی عیش و
سامان بہم بھی پہنچا لیئے اول تو سب چیزونکا بہم پہنچنا مشکل ایک نہ ایک حسرت باقی ہی رہجاتی ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے ع ہزارون خواہشین
ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے ۔ بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے ۔ تو پھر ان چیزونکو دوام و بقا نہین دشمن کا کھٹکا ان چیزونکی بے ثباتی کا کھٹکا
ہر دم ساتھ ہی لگا ہوتا ہی بڑے بڑے بادشاہون کو اخیر عمر مین اپنے ملازمون اور اولاد اور بیبیون کے ہاتھ سے تلخی جھیلکر بڑی حسرتون سے
مال اور ملک رخصت کرنا پڑا ہے اور یہ بھی نہو تو خود اسکی عمر روان کا کیا اعتبار اور پھر جوانی اور تندرستی تو کمال ہے نہین تھمتی بے اختیار
چلی جاتی ہے برخلاف دار آخرت اور وہان کے نعیم کے وہان ان باتون مین سے کسیکا بھی دغدغہ نہین وہین کے پھول ملے کانٹے
کے ہین اسی لیئے عالی دماغون نے اس چندروزہ عیش پر لات ماردی تھی اور قبل اسکے کہ یہ عیش و نشاط انکو چھوڑے خود انہون نے
اسکو چھوڑ دیا تھا اس لیئے بڑی کامیابی جنت اور وہان کے نعیم ہین ۔

دو باتین بیان فرمائی تھین ایک یہ کہ ایماندارون کو ستانے والون کو جہنم ہے دوسری یہ کہ ایماندارون نیک بختون کے لیئے جنت ہے
اسلیئے ان دونون کے مناسب دو قسم کے صفات بیان فرما کر کلام کو موکد کرتا ہے پہلی بات کے لیئے اپنی صفت جبروت و قہر
و قدرت کا اظہار فرماتا ہے فقال ان بطش ربک لشدید کہ تیرے رب کی گرفت سخت ہے جسکو پکڑتا ہے تو پھر
کوئی چھڑا نہین سکتا ۔ دنیا مین بھی خوار و ذلیل کر دیتا ہے ۔ آخرت مین مبتلا عذاب کرتا ہے نہ پھر کوئی تدبیر کام آتی ہے
نہ کوئی حیلہ اور زور چلتا ہے ۔ بندہ کو کسی بات پر ناز نہ کرنا چاہیئے وہ دم بھر مین سلطنتون کو خاک مین ملا دیتا ہے دولتمندون
کو مفلس کر دیتا ہے ۔ آبائی اعزاز کو برباد کر دیتا ہے ۔

دوسری بات کے لیئے صفات رحم و عطا و بذل و جود کو ذکر کرتا ہے فقال انہ ہو یبدئ و یعید کہ وہ مبدء فیاض ہے پہلا
وجود بھی اسی نے عطا کیا تھا اور مرنے کے بعد بھی جو نئی زندگانی ہوگی اس وجود کو بھی وہی عطا کریگا ۔ یہان دار آخرت
کا ضمناً ثبوت بھی تھا اور یہی زندگی فوز کبیر کا مقدمہ ہے اس لیئے اسکے بعد فوز کبیر کے متعلق صفات بیان فرماتا ہے ۔
وہو الغفور کہ وہ بخشدینے والا بھی ہے ۔ بندونکے گناہ ہونے تو بہ و استغفار پر در گذر بھی کرتا ہے اور جو سرے سے نیکو کار ہین انکے لیئے الودود
پیار اور محبت بھی کرنے والا ہے ۔ اسکو اپنے بندون سے ایسی محبت ہے کہ ماں کو اپنی اولاد سے بھی نہین ۔ اور اسکے یہ بھی معنے
ہو سکتے ہین کہ وہی محبت کرنے کے قابل ہے وہی محبوب اصلی ہے ۔ ذو العرش تخت والا بھی تخت پر بیٹھکر اپنے ملک مین جو چاہتا
ہے کرتا ہے کون ہے اسکے آگے صاحب تخت ؟ المجید بڑی شان والا ہے ۔ فعال لما یرید ۔ اور قادر مطلق بھی ہے جو چاہتا ہے
ہے کوئی اسکو روک نہین سکتا نہ کسی کام مین اسکو کسی مددگار کی طرف حاجت پڑتی ہے نہ وہ کسی سامان کا محتاج ہے ۔

هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ

آپ کو لشکرون کا حال تو معلوم ہوا ہی ہوگا۔ فرعون اور ثمود کا بلکہ منکر تو جھٹلانے مین لگے ہوئے ہین اور اللہ ہے کہ انکو ہر طرف سے

مُّحِيْطٌ ۝ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝

گھیرے ہوئے ہے بلکہ یہ قرآن ہے بڑی شان کا لوح محفوظ مین لکھا ہوا۔

ترکیب

ہل اتاک الجملۃ مستانفۃ مقررۃ لما تقدم من شدۃ بطشہ وکونہ فعالا لما یرید۔ فرعون وثمود بدل من الجنود والمراد بفرعون ہو وقومہ وثمود قوم معروفون عند العرب والمراد بحدیثہم ما وقع منہم من الکفر والعناد وما وقع علیہم من العذاب واللہ الخ الجملۃ حال من فاعل کفروا محفوظ بالجر نعت للوح وبالرفع نعت للقرآن والاول قراءۃ الجمہور۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ تیرے رب کی پکڑ سخت ہے اور اسکے ثبوت کیلئے اول اصحاب الاخدود کا قصہ نقل کیا تھا اجمالاً جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھوڑے ہی برسون پہلے گذرا تھا اور عرب مین زبان زد تھا اسکے بعد پھر اسی بات کے ثبوت کیلئے اجمالی طور پر دو واقعات کو یاد دلاتا ہے جنمین سے ایک کو تو عرب اور اہل کتاب جانتے تھے اسلئے اسکو مقدم کیا اور وہ فرعون اور اسکی قوم کی سرکشی اور ہلاکت کا قصہ ہے اور دوسرے کو عرب جانتے تھے یعنی قوم ثمود کا حال کہ جو کچھ انپر حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ گستاخی اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے گذرا اسلئے فرماتا ہے ہل اتاک حدیث الجنود کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا اے مخاطب کیا تجھے لشکرونکی بات پہنچی ہے یعنی ضرور پہونچی ہوگی بعض علماء کہتے ہین ہل بمعنی قد ہے یعنی تحقیق پہونچی سب جانتے ہین۔ جنود جند کی جمع ہے اسمین اشارہ ہے کہ کفار قریش کیا چیز ہین انکا تو ایک لشکر بھی نہین اس سے پہلے بہت سے لشکرون کو ہم غارت کر چکے ہین۔ پھر فرماتا ہے فرعون وثمود وہ لشکر کون تھے؟ فرعون کے اور قوم ثمود کے لشکر جو بڑے طاقتور اور کثرت سے تھے کچھ ایسے ویسے لشکر بھی نہ تھے۔ پھر دیکھو انپر کیا گذری کسطرح سے خدائے جلیل وجبار نے انکی سرکشی اور بدکاری سے انکو ہلاک کیا۔ ان دونون قصون کی تفصیل کئی بار قرآن مجید مین آچکی ہے۔

منکرین قریش ایسے واقعات سنکر کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم کیا خدا کے قائل نہین اور کیا اسکی قدرت کو نہین مانتے۔ اسلئے کہ وہ مشرک تھے بتونکو وسیلہ جانتے تھے اور خدا پاک کو بھی مانتے تھے اسکے جواب مین فرماتا ہے بل الذین کفروا فی تکذیب ہرگز نہین بلکہ منکر جھٹلانے مین پڑے ہوئے ہین گو زبان سے کہتے ہین مگر انکا حال جھٹلا رہا ہے اور اگر دلمین انکے اسبات کا نقشہ جا ہوتا کہ وہ سخت پکڑنے والا ہے تو ایمانداروں اور ہمارے پیغمبر پر یہ ظلم وستم نکرتے اور سرکشی سے باز آتے اور ہماری مرضی کے تابع ہوتے بلکہ انکو اپنے جہل سے اپنی طاقت اور قومیت کا غرور ہے اور دراصل یہ غرور باطل ہے کس لیئے کہ واللہ من ورائہم محیط کہ وہ ہر طرف سے اللہ کے قبضۂ قدرت مین ہین کسیطرف سے باہر نہین نکل سکتے اور تمام ممکنات کا یہی حال ہے کہ اسکی قدرت کے احاطہ مین ہے وہ سب کو احاطہ کیئے ہوئے ہے۔ یہ احاطہ جسمانی نہین جیسا کہ برتن کا پانی کے لیئے اور گھر کا گھر مین رہنے والون کے لیئے ہوتا ہے بلکہ احاطۂ قدرت اور احاطۂ ذاتی ہے۔ چونکہ یہ سب واقعات اور ہدایت مضامین قرآن مین ہین وہ ان باتونکو کیا نہین مانتے بلکہ قرآن کو نہین مانتے مگر انکے نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے بل ہو قرآن مجید بلکہ وہ قرآن بلند شان والا ہے کسی کے باطل کرنے سے باطل نہین ہوسکتا کس لیئے کہ فی لوح محفوظ لوح محفوظ مین ثبت ہے جہانتک کسی معاند کا ہاتھ نہین پہنچ سکتا۔ لوح محفوظ کی کیفیت مقدمہ تفسیر سے معلوم کرو۔

سُورۂ طارق مکیہ ہے اس میں سترہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۙ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝

قسم ہے آسمان کی اور رات میں آنیوالے کی　اور تو کیا جانے کیا ہے رات میں آنے والا　تارہ چمکتا ہوا　ایسی تو کوئی بھی جان نہیں کہ جس پر ایک حافظ مقرر نہ ہو

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝

پھر آدمی آپ ہی دیکھے کہ کاہے سے بنایا گیا　ایک اچھلتے قطرے سے　جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔ بیشک وہ اسکو لوٹا بھی سکتا ہے۔

ترکیب

و للقسم السماء مجرور معطوف علیہ والطارق عطف علیہ۔ والطارق ما یاتی لیلا سواء کان کوکبا او غیرہ (طروق بشب آمدن (ع ح ف اص ۳) طارق بشب آیندہ و ستارہ و کشتی کردن فحل۔ ازصراح۔ وما ادراک الجملۃ الاستفہامیۃ لتفخیم الطارق النجم الثاقب مستانفۃ جواب سوال کانہ قیل ما ہو فقال النجم الثاقب۔ ثقوب افروختہ شدن آتش۔ ص۔ ان کل نفس لما علیہا حافظ قرا ابن کثیر وابی عمرو ونافع وکسائی لما بالتخفیف وقرء عاصم وحمزۃ والنخعی بالتشدید فمن خفف کانت ان عندہ المخففۃ من المثقلۃ واللام فی لما تدخل مع ان المخففۃ للفرق بین النافیۃ والمخففۃ وما صلۃ کما فی قولہ فبما رحمۃ ومن ثقل فان عندہ النافیۃ ولما بمعنی الا حافظ مبتدء علیہا خبر والجملۃ جواب القسم علی التقدیرین۔ ای ان الشان کل نفس لعلیہا حافظ۔ او ما کل نفس الا علیہا حافظ خلق الخ الجملۃ مستانفۃ جواب سوال مقدر والماء المنی والدفق الصب دافق ای مدفوق مصبوب فی الرحم یخرج الجملۃ صفۃ ماء والترائب جمع تریبۃ وہی موضع القلادۃ من الصدر والصلب والصدر لہما دخل عظیم فی تولید المنی لان للدماغ دخل تام ولہ خلیفۃ وہی النخاع وہی فی الصلب ولہ شعب کثیرۃ نازلۃ الی مقدم البدن وہو الترائب فلہذا السبب خصصہما اللہ بالذکر والمادۃ المنی فی الانثیین تتولد من فضلۃ الہضم الرابع وتنفصل عن جمیع اجزاء البدن حتی یاخذ من کل عضو طبیعتہ وخاصیتہ فیصیر مستعدا لان یتولد منہ مثل تلک الاعضاء انہ الضمیر یرجع الی اللہ سبحانہ والضمیر فی رجعہ الی الانسان فالمصدر مضاف الی المفعول۔

تفسیر

یہ سورت بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے چونکہ لفظ طارق اسمیں ہے اس لیے اسکا نام سورہ طارق قرار پایا اسکی سترہ آیات ہیں۔ مناسبت اسکی پہلی سورۃ سے آسمان کے ذکر اور مسئلہ مبداء و معاد کے ذکر سے اور نیز خاتمہ سے ظاہر ہے۔

سورہ بروج میں فرمایا تھا کہ اللہ کے احاطہ میں لوگ ہیں۔ اور یہ بھی کہ قرآن لوح محفوظ میں بحفاظت ہے۔ اب ان دونوں باتوں کے متعلق دو چیزوں کا ذکر قسم کھا کر تا ہے۔ فقال والسماء قسم ہے آسمان کی اسمیں پہلی بات کی تائید ہے کہ آسمان ہمارا بنا یا ہوا ہے کہ اس نے سب کو گھیر رکھا ہے صورۃً و معنیً جہاں جاؤ اور کسی ملک یا دریا میں چلے جاؤ آسمان سر پر موجود اور ہر طرف سے محیط ہے سو پھر زمین کے رہنے والے آسمان پر ویسا ہے اور نیز آسمانی احکام سے کوئی سرتابی نہیں کر سکتا

موت۔ حیات۔ تندرستی۔ بیماری۔ فتح و شکست۔ دولتمندی۔ افلاس۔ عزت و ذلت۔ سب آسمانی احکام ہین بھلا کوئی انکو ٹال تو دے۔ انہین احکام
سے ٹالنے مین اوہام باطلہ کہین فال اور شگون سے مدد لیتے ہین کہین گنڈے اور ٹوٹکے کرتے ہین کہین بتون سے مدد لیتے ہین کہین قبور صلحا
وانبیاء سے مدد لیتے ہین کہین انکی ارواح طیبات کو پکارتے ہین مگر آسمانی حکم ہوکر رہتا ہے نہ کوئی تدبیر پیش چلتی ہے نہ کوئی حیلہ کارگر ہوتا ہے
اب بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے احاطہ مین ہر چیز ہے؟ کس لیئے کہ آسمان اسکے احاطہ مین ہے۔ اور اس نے لوگونکو احاطہ کر رکھا ہے۔ دوسری
بات کے لیئے یہ ارشاد ہوا والطارق اور قسم ہے ہمین طارق کی۔ طارق کے لغوی معنی ہین رات مین آنے والے کے خواہ کوئی آوے اور اسی لیئے
احادیث مین آیا ہے نعوذ باللہ من طوارق اللیل کہ اللہ کی پناہ ان حوادث سے جو رات مین یکایک آوین۔ اسلیئے کہ رات مین ان کا تدارک
استغاثہ۔ تدبیر۔ علاج۔ استعانت وغیرہ اسباب مشکل ہوتا ہے مگر اسجگہ کیا مراد ہے؟ اسکو اللہ تعالےٰ آپ ہی تعظیم شان کے لیئے سامعین
دریافت کر کے وما ادراک ما الطارق کہ تو کیا سمجھا کہ طارق کیا ہے یعنی کوئی ایسی ویسی چھوٹی موٹی بات رات کی نہین ہے پھر آپ ہی بتلاتا ہے
النجم الثاقب کہ وہ روشن ستارہ ہے۔ پھر علماء کے اسمین کئی قول ہین (۱) بعض کہتے ہین جنس مراد ہے ہر ایک ستارے کو شامل ہے کسیکی خصوصیت
نہین کس لیئے کہ ہر ایک طارق ہے یعنی رات مین آنے والا اسے نمودار ہونے والا۔ (۲) بعض کہتے ہین ستارہ معین مراد ہے پھر اس تعیین مین
بھی کئی قول ہین بعض کہتے ہین زحل مراد ہے کس لیئے کہ ثقب چھید کرنے کو کہتے ہین اور اسکی روشنی ساتوں آسمانوں کو چیر کر نیچے تک
آتی ہے بعض کہتے ہین ثقوب روشنی کے معنی مین ہے اور ثریا کا گچھا بسبب اجتماع کے زیادہ روشن ہے اس لیئے وہ مراد ہے
بعض کہتے ہین شہاب ثاقب مراد ہے۔ اور یہی اخیر قول زیادہ ترجیحان ہے کس لیئے کہ حفاظت کا نمونہ دکھانا منظور ہے۔ اور یہ بات
شہاب ثاقب سے زیادہ حاصل ہے کس لیئے کہ جب شیاطین عالم بالا مین اسرار غیبی لینے کو جاتے ہین تاکہ لوگون پر افشا کر کے ان کے
اعتقادات خراب کرین اور قرآن مین خلل اندازی کرین تو شہاب ثاقب انپر دوڑ کر جاتا اور ہانک دیتا ہے گرچہ اور ستارون سے بھی
حفاظت ہے عالم ارضی کی حفاظت اسلیئے کہ نباتات کی روئیدگی اور انکا پکنا پھولنا وغیرہ اور ستارون کی شعاعون سے متعلق ہین
اور نیز وہ اجسام نورانیہ ہین اور نور سے بالطبع شیاطین کو نفرت ہے کس لیئے کہ ان کا مادہ ظلمانی ہے اس لیئے وہ ان شمعون اور آسمانی
چراغون کی چکا چوند سے خیرہ ہو کر ہٹ آتے ہین۔ اور یہی سبب ہے کہ اندھیرے مکانون مین اور رات کو جہان کہ چراغ وار روشنی ہو
شیاطین و خبائث کا زیادہ گزر اور اثر ہوتا ہے۔

اس حفاظت کے مضمون کو جو مقصود اصلی اس مقام پر تھا اگرچہ ضمناً ثابت کیا گیا تھا مگر اسکو بصراحت ثابت کرنا ہی
اور اسکے موکد کرنے کو اسی کو جواب قسم قرار دیتا ہے فقال ان کل نفس لما علیہا حافظ کہ ہر نفس پر محافظ ہے یا یون کہو ایسی کوئی جان یا
چیز نہین کہ جسپر وہ محافظ نہو۔ پھر قرآن کی حفاظت کون بڑی بات ہے۔ نفس سے بعض علماء کے نزدیک مطلق ذات الشئ مراد ہے
اس تقدیر پر حافظ اللہ ہے کس لیئے کہ سوائے حق سبحانہ کے جو چیز ہے ممکن ہے اور ہر ممکن وجود و عدم مین مساوی الطرفین ہے
جانب وجود کسی مرجح کی ترجیح سے قائم ہوتی ہے اور وہ واجب تعالےٰ ہے پس وہی حق سبحانہ ہر چیز کا قیوم ہے وہی موجودات
کو باقی رکھتا ہے وہی حفاظت کرتا ہے اس بات کو اللہ تعالےٰ اس آیت مین ظاہر فرماتا ہے ان اللہ یمسک السماوات والارض ان تزولا

اور اگر نفس انسانیہ یا حیوانیہ مراد ہون تو بالخصوص اُنکی قومیت کیطرف اشارہ ہوگا اور اسطرف بھی کہ وہی ہر وقت اُنکی خبرگیری کرتا ہے انکے منافع و اسباب زندگی بہم پہونچاتا ہے مضرات سے بچاتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حافظ سے مراد ملائکہ ہین جیساکہ فرماتا ہے ویرسل علیکم حفظة و یحفظونہ من امر اللہ۔ ہر بلا سے وہی حفاظت بحکم ربی کرتے ہین اگر اُسکی طرف کی حفاظت نہو تو انسان کے حشرات الارض سے لیکر درندون تک اور جن و شیاطین بلکہ ارضی و سماوی سیکڑون جان لینے والے ہین دریا مین اور خشکی پر وہی حفاظت کرتا ہے۔ انسان کے اندرونہ اعضا کے افعال و قوے کی وہی محافظت کرتا ہے۔

جبکہ یہ ثابت کردیا گیا کہ وہی محافظت کرتا ہے اُسی نے امن دے رکھا ہے تو اس حالت مین اور اس فرصت مین اصلی مقصد کی تحصیل مین کوشش کرنا چاہیئے خصوصاً جبکہ انسان کے اعمال بھی حفاظت سے دفتر مین لکھے جاتے ہین اور اعلے مقاصد مین سے تمام اہل ادیان و اہل عقول کے نزدیک مبدء و معاد کی معرفت ہے اور یہ بھی متفق علیہ ہے کہ معاد کی معرفت سے مبدء کی معرفت مقدم ہے اس لیئے اللہ تعالےٰ نے معرفت مبدء کیلیئے پہلے یہ کلام ذکر فرمایا فقال فلینظر الانسان مم خلق کہ آدمی خود نظر کرے کہ وہ کاہے سے پیدا کیا گیا؟ وہ دیکھے کہ اسکی اصل کیا ہے اور کس نے اسکو کیونکر بنایا ہے؟ پھر آپ ہی فرماتا ہے خلق من ماء دافق کہ ایک پانی کی بوند سے بنایا گیا جو اُچھلتی ہے یعنی منی کے قطرہ سے جو کود کر نکلتا ہے۔ یخرج من بین الصلب والترائب وہ قطرہ پیٹھ اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔ گرچہ محققین کے نزدیک منی کا خزانہ انثیین ہے اور رحم مین پڑنے کے وقت وہین سے نکلتی ہے لیکن اس مادہ کی تولید کا اصلی سبب قیام و درستی بدن ہے اور خصوصاً دماغ۔ اور اسی لیئے جب ضعف دماغ ہوتا ہے تو یہ قوت کم ہوجاتی ہے اور کثرت جماعت سے دماغ کو ضعف عارض ہوتا ہے اور اسکے بعد تمام بدن مین بھی نحافت محسوس ہوتی ہے اور دماغ سے پٹھے پشت کی طرف آئے ہین جنکو نخاع کہتے ہین اور اسیطرح اسکی شاخین مقدم بدن کیطرف بھی آئی ہین جو سینہ ہے اور عربی مین اسکو ترپبہ کہتے ہین اسلیئے یہ کہنا بہت صحیح ہی کہ منی پیٹھ اور سینہ کے درمیان سے نکلتی ہے اور یہ مراد نہین کہ پیٹھ اور سینہ مین منی موجود رہا کرتی ہے وہان سے نکلتی ہے بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ مرد کی منی دماغ سے نکلکر پیٹھ کیطرف سے انثیین کی رگون مین آتی ہے اور عورت کی سینہ مین سے۔

آیت مین نہ اس بات کی تصریح ہے کہ انسان مرد و عورت دونون سے بنتا ہے نہ اس بات کی کہ صرف مرد کی منی سے اور جس کسی نے کچھ ثابت کیا ہے تو قرائن و استنباط سے۔

گرچہ انسان حقیقی روح ہے اور وہ نہ کسی قطرہ منی سے بنی ہی نہ اور کسی مادۂ عنصری سے لیکن اس روح کا مرکب عالم حسی مین بدن انسان ہی اور عالم ناسوتی مین غالباً اسی پر اس لفظ کا استعمال ہوتا ہی اور اسمین کوئی شبہ نہین کہ یہ منی کے قطرہ سے بنتا ہے پھر اسکا بنانیوالا کون ہے؟ وہی قادر مطلق اس قطرہ کو رحم مین اس سانچے مین ڈھالتا اور کیا کیا کاریگریان کرتا ہے۔ اسکے بعد معرفت معاد پر جو دلالت کرے اسکو ذکر فرماتا ہی فقال انہ علے رجعہ لقادر کہ وہ کہ جس نے اسکو ایک قطرہ سے بنایا مرنے کے بعد بار دگر اسکو بنانے اور اسکی اس صورت کیطرف لوٹا دینے پر قادر ہی وہ بار دیگر پھر اسکو ویسا ہی بنا سکتا ہی جن اجزا سے منی بنائی تھی پھر کیا وہ ان اجزا سے اسکی دوبارہ جسمیت کا مادہ مجتمع نہین کرسکتا؟ ضرور کرسکتا ہی۔ اس کلام کے یہ بھی معنی ہین کہ وہ پھر اسکو انہین اجزا کی طرف پلٹا سکتا ہی پھر وہی منی کا ایک قطرہ کرسکتا ہی انسان و حیوان و نباتات مین اسکی گردش ظاہر ہی جس قطرہ سے یہ بنا تھا اسکے تمام جسم کا عطر پھر وہی قطرہ ہی جس سے پھر ویسا ہی انسان بنتا ہے

منی پیٹھ اور سینہ کے درمیان سے نکلتا

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۝ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۝ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝

جسدن کہ بھید کھلجاوین پھر تو نہ اسکا کچھ زور ہوگا اور نہ کوئی مددگار قسم ہے آسمان بارش والے کی اور زمین بوٹیون والی کی کہ

إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝ وَأَكِيدُ كَيْدًا ۝ فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ

یہ بات قطعی ہے اور یہ کچھ ہنسی نہین وہ تو ایک داؤ کر رہے ہین اور مین بھی ایک داؤ کر رہا ہون پھر تو منکرون کو تھوڑی سی

أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝

دیر کے لیے چھوڑ دے

ترکیب

یوم منصوب برجعہ وقیل بقادر وقیل العامل مقدر اے یرجعہ او اذکر فیکون مفعولا بہ والسرائر جمع سریرۃ والسر جمعہ اسرار وہو الذی یکتم والابتلاء الاختبار والامتحان ـ قال ابو مسلم بلوت یقع علے اظہار الشی وعلے امتحانہ والسماء الواو للقسم ذات الرجع صفۃ للسماء ـ قال الزجاج الرجع المطر لانہ یجی ویرجع ویتکرر وقال الخلیل الرجع المطر نفسہ والرجع نبات الربیع وقال الواحدی الرجع المطر فی قول المفسرین ـ وقال ابن زید الراجع الشمس والقمر والنجوم یرجعن فی السماء تطلع من ناحیۃ وتغیب فی ناحیۃ وقال القفال معناہ ذات النفع وقال ابن عباس الرجع المطر بعد المطر والارض معطوف علے السماء ذات الصدع صفۃ للارض ـ الصدع ہو الشق قال ابن عباس تنشق عن النبات والاشجار وقال مجاہد ہو الجبلان بینہما شق وطریق نافذ کما فی قولہ وجعلنا فیہا سبلا فجاجا وقال اللیث الصدع نبات الارض لانہ یصدع الارض فتصدع بہ انہ لقول الخ جواب القسم والضمیر فی انہ یرجع الی ما اخبرکم بہ من قدرتہ علے احیاءکم یوم تبلی السرائر وقیل یرجع الے القرآن امہلہم بدل من مہل ومہل وامہل بمعنے واحد مثل نزل وانزل رویدا منصوب علے انہ مصدر موکد للفعل المذکور او نعت لمصدر محذوف ای امہلہم امہالا رویدا اے قلیلا او قریبا ـ ویجوز ان یکون حالا ـ رویدا فی کلام العرب علی ثلاثۃ اوجہ (۱) اسم للامر کقولک روید زیدا اے دعہ ولا تصرف لانہا غیر متمکنۃ (۲) ہو مصدر کسائر المصادر فیضاف الی ما بعدہ فتقول روید زید کما تقول ضرب زید (۳) ہو نعت منصوب کقولک ساروا سیرا رویدا وربما یحذفون المنعوت ویقیمون رویدا مقامہ من الکبیر

تفسیر

اور وہ اعادہ کس روز ہوگا؟ اسکو بتاتا ہے یوم تبلی السرائر جس روز کہ مخفی باتین ظاہر ہوجاوین یعنی قیامت کے روز۔ اس جملہ مین قیامت کی بھی ایک صفت بیان ہوگئی کہ وہ ایسا روز ہے کہ جسمین آج جو کچھ مخفی کہا جاتا ہے ظاہر ہوجاویگا۔ اس عالم ناسوتی مین احکام روح مخفی و مستور اور احکام اجسام ظاہر ہین گناہ در پردہ ہون یا ظاہر انکی کیفیت جسم پر ظاہر نہین ہوتی۔ اسیطرح اخلاق ذمیمہ بخل حسد وکینہ حب جاہ ومال سب مخفی ہین اور اسیطرح ایمان وحب الٰہی وصداقت وذکر الٰہی وغیرہ افعال واخلاق محمودہ کا بھی کوئی اثر ظاہر بدن پر نہین ہوتا لیکن قیامت کے روز معاملہ برعکس ہوگا روحانی آثار ظاہر ہوجاوینگے سرائر عام ہے پوشیدہ گناہون اور مکر وحیلہ کو بھی شامل ہے کہ جنکے اخفا کی دنیا مین کوشش کیا کرتے تھے۔ اور عقائد باطلہ ونیات فاسدہ کو بھی اسیطرح نیک کامون کو بھی جنکو مخفی کرتے تھے۔ روزہ اور نماز تہجد اور

مخفی خیرات اور دل کے ملکات کا لا مواجید و اشواق کو بھی اور ہر ایک معاملہ کو بھی جو اس میں اور خدا میں تھا۔ پھر اُس روز کیا ہوگا فمالہ من قوۃ پھر نہ اُسکو خود قدرت ہوگی کہ اخفا کر سکے اور اظہار ہونے کے بعد اسکی سزا کو دور کر سکے ولا ناصر اور نہ اور کوئی ہمراہ اس اخفا میں اور اظہار کے بعد سزا دور کرنے میں مدد کر سکیگا جیسا کہ دنیا میں ہوا کرتا ہے۔

ان آیات میں دو باتیں ذکر ہوئی ہیں اول یہ کہ انسان کو بار دیگر خدا تعالیٰ ایسی ہی زندگانی عطا کر سکتا ہے دوسری یہ کہ جس روز یہ زندگانی عطا ہوگی مخفی باتیں ظاہر ہو جاوینگی اس لیئے ان دونوں باتوں کے لیئے دو مثال پیش کرتا ہے جنکا ہر ایک مشاہدہ کرتا ہے۔ اور لطف یہ کہ ان دونوں مثالوں یا نمونوں کو قسم کھا کر بیان فرماتا ہے۔ اول نمونہ والسماء ذات الرجع کہ قسم ہے آسمان بارش والے کی۔ رجع کے معنی اکثر مفسرین کے نزدیک بارش کے ہیں اور نفع کے بھی عرف عام میں بارش کا آسمان سے برسنا مشہور ہے گو بادلوں سے برستی ہے اور اسی لیئے بادلوں کو بھی آسمان سے تعبیر کرتے ہیں اس لحاظ سے آسمان کو بارش والا کہا گیا۔ اس میں بار دیگر زندگانی کا نمونہ ہے برسات میں سبزہ اگتا ہے ایک عمر طبعی کو پہنچ کر چورا چورا ہو کر نیست و نابود ہو جاتا اگلے سال پھر جو بارش ہوتی ہے تو وہ تمام نباتات بار دگر سرسبز ہو جاتے ہیں اور اپنی پہلی حالت کیطرف رجوع کر جاتے ہیں انہ علی رجعہ لقادر اس جملہ میں اسی مضمون کی تصریح ہے۔ بعض علماء نے رجع کے معنی حرکت کرنے اور چکر لگانے کے بھی لیئے ہیں اس تقدیر پر (آسمان چکر لگانے والے) معنی ہونگے۔ اس میں بھی یہ مضمون ثابت ہے جیسا کہ آسمان چکر لگاتا ہوا لوٹ آتا ہے رات سے پھر دن ہو جاتا ہے۔ اسیطرح انسان کا بھی بار دیگر اپنی حالت پر لوٹ آنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ دوسری بات کے لیئے یہ دوسرا نمونہ پیش کیا جاتا ہے والارض ذات الصدع کہ قسم ہے زمین پھٹنے والی کی۔ صدع کے معنے پھٹنے کے بھی ہیں اور نباتات کے بھی۔ دیکھو زمین میں جو جو ودیعت رکھے گئے ہیں ایک وقت پر وہ ظاہر ہو جاتے ہیں زمین پھٹ کر اس میں سے کیسی کیسی جڑی بوٹیاں موسم بہار میں نکل آتی ہیں اور چشمے اور معادن بھی ظاہر ہو جاتے ہیں۔ آسمان کا پانی بمنزلہ منی والد کے ہے اور زمین بمنزلہ رحم مادر کے نباتات و اشجار و دیگر اشیاء اسکے بچے ہیں جو ہر سال پیدا ہوتے ہیں اور مٹ جاتے ہیں اور پھر پیدا ہوتے ہیں اور پھر مٹ جاتے ہیں یہی حال اس دنیا اور دار آخرت کا ہے کہ اسکے بعد پھر یہ زندگی عطا ہوگی قسم کھا کر وہ جامع بات یہ بیان فرماتا ہے انہ لقول فصل مر کر جینے اور مخفیات کے ظاہر ہو جانے کی بات قطعی اور دوٹوک بات ہے وما ہو بالہزل اور یہ ہنسی اور لغو بات نہیں جیسا کہ انہم یکیدون کیدا وہ کفار کہتے ہیں کہ ابھی وہاں کا حال کس نے دیکھا ہے۔ لوگوں کی ترغیب و ترہیب کے لیئے حضرات انبیاء ایسے خیالی مضامین جنت و دوزخ سزا و جزا کی تراش کر بیان کر دیا کرتے ہیں جیسا کہ بچوں کو خیالی باتوں سے بہلایا اور ڈرایا کرتے ہیں یہ تھا کفار کا کید۔ واکید کیدا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انکے مقابلہ میں میں بھی کید کر رہا ہوں۔ ان باتوں کو دلائل انفس و آفاق سے ثابت کر رہا ہوں یہ اُسکا کید ہے۔ یا یوں کہو اُن کا دار آخرت سے غافل ہو کر حصول دنیا کے لیئے اور دین الٰہی کے برباد کرنے کے لیئے تدابیر نکالنا یہ اُن کا کید تھا اور اسکے مقابلہ میں اسلام کے غلبہ اور ہدایت کے سامان پیدا کرنا اور اُنکی بربادی کے سامان قریب لانا یہ کید الٰہی ہے علے وجہ المشاکلت کید کا اس فعل الٰہی پر اطلاق ہوا۔ چونکہ وقت قریب آلگا ہے فمہل الکافرین ان کو مہلت دے امہلہم رویدا انکو اور تھوڑے دنوں مزہ کر لینے دیجیے بد دعا نہ کرو۔ پھر تو ہمیشہ کا عذاب انکے لیئے ہے یہ مہلت بھی کید الٰہی ہے

ف در معنی فعل الٰہی کید مجازی ہے ۱۲

سورۃ اعلیٰ مکیۃ ھی اسمیں انیس آیات ھیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰی ۪﴿۲﴾ وَ الَّذِیۡ قَدَّرَ فَہَدٰی ۪﴿۳﴾ وَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰی ۪﴿۴﴾

تسبیح کر اپنے رب کے نام کی جو سب سے اعلےٰ ہے۔ جسکی کہ جسنے پیدا کیا پھر ٹھیک کیا　اور جسکی کہ جسنے اندازہ کیا پھر راہ دکھائی　اور جسکی کہ جس نے چارہ نکالا۔

فَجَعَلَہٗ غُثَآءً اَحۡوٰی ؕ﴿۵﴾ سَنُقۡرِئُکَ فَلَا تَنۡسٰۤی ۙ﴿۶﴾ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ ؕ اِنَّہٗ یَعۡلَمُ الۡجَہۡرَ وَ مَا یَخۡفٰی ؕ﴿۷﴾

پھر اسکو کالا کوڑا کر دیا　ہم پڑھائینگے تجھکو پھر تو نہ بھولیگا　مگر جتنا کہ اللہ چاہے　وہ تو کھلا اور چھپا سب کچھ جانتا ہے۔

ترکیب

الاعلی صفۃ ربک الذی بجملۃ صفۃ اخری للرب والذی صفۃ اخری او معطوف علی الموصول الذی قبلہ۔ قدر قرئی مخففا ومثقلا والذی اخرج صفۃ اخری فجعلہ غثاء فی القاموس الغثاء القماش والزبد والہالک البالی من ورق الشجر قال قتادۃ الغثاء الیابس احوی اسود ماخوذ من الحوۃ وہی سواد یضرب الی الخضرۃ فی القاموس الحوۃ سواد الی خضرۃ او حمرۃ الی السواد وحوی کرضی وفی الصحاح الحوۃ بالضم حمرۃ الشفۃ۔ قال ابن عباس غثاء ہشیما احوی متغیرا فلا تنسی قیل نفی وقیل نہی والالف للاشباع الا ما شاء استثناء مفرغ من اعم المفاعیل ای لا تنسی مما علمک اللہ شیئا من الاشیاء الا ما شاء اللہ ان تنساہ قال الفراء ولم یشاء اللہ ان ینسی نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم شیئا فہو کقولہ خالدین فیہا ما دامت السماوات والارض الا ما شاء ربک انہ یعلم الخ تعلیل لما قبلہ۔

تفسیر

یہ سورۃ بھی جمہور کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی ہے اسمیں انیس آیات ہیں۔ ابن عباس و ابن الزبیر و عائشہ رض بھی یہی فرماتے تھے امام احمد و بزار و ابن مردویہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس سورہ کو بہت محبوب رکھتے تھے (کیونکہ اسمیں بہت سے علوم اور خیرات ہیں) امام مسلم و امام احمد و اہل سنن نے نعمان بن بشیر سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں سبح اسم ربک الاعلےٰ اور ہل اتاک حدیث الغاشیہ پڑھا کرتے تھے۔ اور مسلم وغیرہ نے جابر بن سمرہ رض سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر میں سبح اسم ربک الاعلےٰ پڑھتے تھے۔ ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلےٰ اور دوسری میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری میں قل ہو اللہ احد پڑھا کرتے تھے۔

مناسبت اس سورۃ کی سورہ طارق سے بہت سے مضامین میں ہے انجملہ یہ کہ سورہ طارق میں انسان اور اسکے بعد دیگر مخلوق کی آفرینش بیان کی تھی کہ انسان قطرۂ منی سے اور نباتات آسمانی پانی سے اسکی قدرت سے پیدا ہوتے ہیں اس سورہ میں انتہا بیان ہے کہ آخرکار

مرجھا جاتے اور چورا چورا ہوکر ہواؤں میں اُڑتے پھرتے ہیں پاؤں میں آتے خاک میں ملجاتے ہیں وجود ناسوتی میں ایک جلوہ دکھاکر چلے گئے

شان نزول

شان نزول اس سورہ کا مفسرین نے یون بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بڑی بڑی سورتین نازل ہونی شروع ہوئین اور جانب غیب سے بیشمار علوم ومعارف کا فیضان ہونا شروع ہوا تو آپکے دلمین یہ خیال گذرا کہ مین خود لکھا پڑھا نہین مبادا ان مین سے کوئی چیز بھول جاؤن اس لیئے اس سورہ مین حق سبحانہ آپ کی تسلی کرتا ہے کہ آپ نہین بھولین گے۔

(واضح ہو)

کہ قرآن مجید کی ہر ایک سورہ بمنزل ایک کتاب کے ہے ہر ایک مین علوم ومعارف انسانی سعادت کی رہنمائی کرنے مین کافی وشافی ہین۔ تکمیل انسان کے لیئے ان چند علوم کی اشد ضرورت ہے (۱) مبدء ومعاد کی کہ ہر عاقل کو یہ غور کرنا چاہیئے کہ یہ مخلوق کس نے بنائی اور اس مین کیا کیا کاریگری کی۔ اگر کسی درخت یا جڑی بوٹی کو بغور ملاحظہ کیجیئے گا تو اسکو معرفت الٰہی کا ایک دفتر پایئے گا۔ جب یہ خیال ہوگا کہ اسکی ابتدا کیا تھی؟ ایک تخم خشک پھر زمین مین جا کر آسمانی پانی نے اسکی ان قوتون کو جو مبدء فیاض نے اسمین ودیعت رکھی تھین کسطرح سے ابھارا اور پھر اسمین سے ایک تنہ نکلا اور نکلکر میدان وجود کو طے کرتے ہوئے اپنے کمال کو پہونچا۔ پتّے ہین تو ایک سانچے مین ڈھلے ہوئے اور پھول ہین تو اپنے رنگون اور صورت مین کس کاریگری کے ساتھ اور پھر ہر شاخ کا نشوونما ہے تو کس انداز کے ساتھ اور پھر اس تدریجی ترقی مین اسکے لیئے کیا کیا سامان مہیا کیئے جاتے ہین۔ اور پھر ہر ایک چیز مین ایک جدی خاصیت رکھی گئی ہے اور اسکی غذا حاصل کرنے اور توالد وتناسل کے جو قاعدے مقرر کیے ہین ان مین غور کرنے سے اور بھی حیرت پیدا ہوتی ہے۔ پھر اگر انسان اپنے حالات مین غور کرے کہ مین کسطرح سے پیدا ہوا اور میری بناوٹ مین کیا کیا خوبصورتی کی شانین نمایان کی ہین اور مجھ مین کیا کیا قوتین ودیعت رکھی ہین اور مین بے اختیار کیونکر جسمانی ترقی کرتا جاتا ہون تو حیران رہجائے اور بے اختیار کہہ بیٹھے سبحان ربی الاعلیٰ۔ اور جب اس کتاب وجود کے ان اوراق کا مطالعہ کرکے اسکے اخیر باب پر پہونچے کہ اخیر اسکا کیا ہوتا ہے اور کیونکر تدریجا فنا کے گڑھے مین گرجاتا ہے۔ تو روح انسانی کو ضرور اپنے خالق ومربی کے ساتھ دل بستگی کرنے کا ولولہ اٹھتا ہے اور یہ تمام دنیاوی زرق برق جسکی ہستی حباب کی بقا سے مشابہ ہے بیقدر ہوجاتی ہے اسلیئے اس دوم (۲) علم کی طرف مشتاق ہوتا ہے کہ مین اپنے ایسے خالق ومالک ومربی سے کہ جسکو نہ میری دنیاوی آنکھین دیکھ سکتی ہین نہ ہاتھ ٹٹول سکتے ہین نہ کان سن سکتے ہین نہ زبان چکھ سکتی ہے نہ ناک سونگھ سکتی ہے کیونکر پہچانون اور کسطرح سے تقرب حاصل کرون تاکہ مین اس جسم کے لباس چھوڑنے کے بعد اسکے جلال کبریائی مین جگہ پاؤن اور اسکی تجلی سے متجلی ہوکر عالم بالا کے لوگون مین ملجاؤن اور یہی انسان کی تکمیل اور یہی اسکی سعادت اور یہی اسکے اس سفر کا نتیجہ ہے۔

حق سبحانہ اس سورہ مین ان دونون علوم کو منکشف کرتا ہے۔ مگر چونکہ دوسرا علم مقصود اصلی ہے اسلیئے اول اسی کی رہنمائی کرتا ہے اور بعد مین دوسرے علم کی طرف مشتاق کرتا ہے فقال سبح اسم ربک الاعلیٰ کہ اپنے رب بالا تر کے نام کی تسبیح کیا کیجئے اس تک تیرے تقرب کا یہی ذریعہ ہے۔ اور وہ کون ہے تیرا رب۔ اور رب بھی اعلیٰ

یعنی اس ظلمت کدہ اور خاکدان پست مین جو تو نے آنکھ کھول کر ہماری مخلوق ہی کو دیکھا ہے اور آپکے حالات کا تجھے مشاہدہ ہوا ہے اور اُسے تو نے ہمکو سمجھا ہے کہ آخر ان کا کوئی بنانے والا ہے اس سے تو ہمکو مخلوق پر قیاس نکر لینا ہمارے لیئے جسم اور توالد وتناسل اور تغذیہ اور خواب اور تدریجاً ترقی اور پھر تنزل اور بیچ مین بیماری وضعف اور اپنی سی شکل وصورت اور اپنے سے اسباب معیشت مین محتاجگی مکان لباس کھانے پینے وغیرہ امور مین نہ سمجھ ہم ان سب باتون سے پاک اور منزہ ہین - یہ ہے تسبیح مگر اس سمجھنے پر آمادہ کرنے والا لفظ سبحان اللہ وبحمدہ - یا سبحان ربی الاعلےٰ وغیرہ کہنا ہے - اسی لیئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تو سبح اسم ربک الاعلےٰ پڑھے تو کہہ سبحان ربی الاعلےٰ (رواہ عبد بن حمید) اور ابوداوٗد وابن ماجہ واحمد نے روایت کی ہے کہ جب سبح باسم ربک العظیم نازل ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسکو رکوع مین کہا کرو - اور جب سبح باسم ربک الاعلےٰ نازل ہوئی تو فرمایا کہ اسکو سجدہ مین کہا کرو - یعنی رکوع مین سبحان ربی العظیم اور سجدہ مین سبحان ربی الاعلےٰ کہا کرو -

علماء نے فرمایا ہے کہ تسبیح کے معنے ہین خدا تعالےٰ کو جمیع عیوب اور نقصانون سے مبرا اور منزہ سمجھنا اُسکی ذات اور صفات اور افعال کو سب نقصانون سے بری اور پاک جاننا اور منہ سے کہنا تسبیح ہے - اور لفظ اسم کے لانے مین یہ حکمت ہے کہ اُسکی ذات تک رسائی نہین صرف اسم تک ہے - لیئے آثار وصفات سے اسکو جانتے ہین - بعض فرماتے ہین لفظ اسم محض عظمت شان کے لیئے ہے ورنہ مراد تسبیح اُسکی ذات کی ہے - بعض فرماتے ہین اُسکے اسم کی تسبیح یہ ہے کہ اسکا نام بیہودگی سے نہ لے نہ نجاست اور ناپاک جگہ مین پڑھے نہ بُرے کام پر - اور لفظ ربک مین اسبات کا اظہار ہے کہ وہی تسبیح کا مستحق ہے کیونکہ وہ تیری وقتاً فوقتاً پرورش کیا کرتا ہے - نطفہ سے لے کر اخیر تک وہی تو تیرا مربی ومحسن ہے اور لفظ اعلیٰ مین یہ بات بتلادی کہ دنیا کے مربی درحقیقت مربی نہین بلکہ وسائل ہین جیسا کہ ماں باپ آقا بادشاہ ولی النعمۃ کیونکہ یہ اُسی کی پیدا کی ہوئی نعمتون کو دیتے ہین گو اس لیئے وہ بھی قابل شکر گذاری ہین مگر رب اعلےٰ وہی ہے - اور نیز لفظ اعلےٰ مین اسطرف بھی اشارہ ہے کہ وہ سب خیالات وتوہمات کے احاطے سے بالاتر ہے اس لیئے تسبیح کا مستحق ہے اور یہ بھی کہ وہ سب سے بالادست ہے سب کا حاکم ہے اسکا کوئی شریک نہین پھر وہی تسبیح وتقدیس کا سزاوار ہے - اور اسطرف بھی اشارہ ہے کہ تسبیح کرنے سے انسان پر بھی اس تنزیہ وتقدیس کا اثر پڑ کر یہ آلایش جسمانی سے پاک وصاف ہو کر اس قابل ہو جاتا ہے کہ عالم بالا مین شامل ہو -

ف خدا پاک کی ستایش مین صفات حمیدہ کا اثبات ہوتا ہے اور تسبیح مین صفات رذیلہ سے جو اُسکی شان کے منافی ہین تنزیہ اور تبری ہوتی ہے یعنی دور کرنا چونکہ ثابت کرنا اسکو تحمید کہتے ہین بعد کا مرتبہ ہے اس لیئے اول تسبیح کا حکم دیا بعد ازان اُسکے صفات حمیدہ ذکر کرنے کا - اور اسی لیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دونون کو ملا کر اسکا ارشاد فرمایا ہے سبحان اللہ وبحمدہ کہنا موجب ثواب واجر عظیم قرار دیا - تسبیح کے انوار منعکس ہو کر تسبیح کرنیوالے کی روح پر پڑتے ہین اور پھر اُسکی روح مین نورانیت ہو جاتی ہے

اسکے بعد اُس اول علم کیطرف اشارہ کرتا ہے جسکو علم مبدء کہتے ہین کیونکہ جب اُسکی ذات و صفات و تقدیس کا علم اور اُسکے انوار اُسپر پرتو فگن ہوجاوینگے تو مخلوق کے پیدا کرنے کے اسرار خوب سمجھ سکیگا۔

فقال (۱) الذی خلق فسوٰی اُسکی تسبیح و تقدیس کر کہ جس نے مخلوق کو پیدا کیا اور پیدا کرکے یون ہی اینڈے اور بیکار اور بیڈول نہین چھوڑ دیا بلکہ اُسکو ٹھیک اور درست بھی کیا جسکے لیے جس عضو اور جس قوت اور صورت کی حاجت تھی وہی عطا کی ہر ایک مخلوق مین اگر نظر کیجیے گا انسان سے لیکر حیوانات اور نباتات و جمادات بلکہ علویات تک جسمین چاند اور سورج اور ستارے بھی شامل ہین تو جلد اقرار کیجیے گا کہ اسکی بناوٹ ایسی ہی ہونی چاہیے تھی اور اگر اس مین ذرا بھی فرق ہوتا تو خوبصورتی بگڑ جاتی اور اُسکے افعال مین فرق آجاتا پرندون کو پر دیے درندون کو ناخن اور کچلیان عطا کین درختون کو پوست کا لباس پہنایا پھر ہر ایک کے جسم کی بناوٹ مین ہر ہڈی اور ہر پٹھا کس موقع سے رکھا ہے کہ عقل حیران ہوتی ہے (۲) والذی قدر فھدیٰ اُسکی کہ جس نے پیدا اور ٹھیک کرکے اندازہ کیا یعنی اُسکے قوتے اور اُسکے افعال اور عمر سب چیزون کا علم الٰہی نے اندازہ کرلیا تاکہ اُس حد تک اُسکی کسی بات اور بناوٹ مین فرق نہ آوے مثلاً یہ اندازہ کرلیا تھا کہ یہ حیوان تمام عمر مین اس قدر کھاویگا اور اتنے دلان جیے گا تو اُسکے معدہ مین اُتنے ہی ایام تک اُتنی غذا ہضم کرنے کی قوت عطا کی اور معلوم کرلیا تھا کہ اتنی حرکت کریگا تو اُسکے پاؤن مین اُسیقدر قوت عطا کی اور اگر یہ اندازہ نہوتا تو بڑی خرابی واقع ہوتی مثلاً چراغ جلانا صبح تک مقصود ہو۔ اور تیل تھوڑا ڈالدیا جاوے تو قبل الوقت گل ہوجائے اور زیادہ ڈالدیا جاوے تو بیکار جاوے اور جس اندازہ کی روشنی درکار تھی اُس سے بڑھجاوے اور نیز اس اندازہ کرنے مین اُسکی شان ربوبیت بھی نمایان ہے۔ بعض قراء نے قدر کو بغیر تشدید کے پڑھا ہے جسکے معنی ہین کہ اُسکو قادر کیا یعنے اُسکے مناسب افعال و حرکات کی اُسمین قدرت بھی رکھی اور قدرت ہی پر بس نہ کیا بلکہ فھدیٰ اُسکو بتائی بھی کی انسان کو اُسکے معاش کے اسباب حاصل کرنے کے علوم عطا ہوئے پرندون کو گرمی سردی مین گھر بنانے کی ہدایت کی حشرات الارض کو زمین کے اندر سوراخون مین رہنے کی ہدایت کی۔ چیونٹی ایک چھوٹا سا جانور ہے اگر آپ اُسکی ہدایت الٰہی کو دیکھین تو حیرت مین رہجائین کس ترکیب سے خورش کی چیزین لاتی ہے اور باہم کس موقع سے قطار باندھ کر چلتی ہین انسان کو تو وہ وہ چیزین بتائین کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے جس سے ریلگاڑی تار برقی۔ اور طرح طرح کی کلین اور کہربائی قوتین ایجاد کین الٰہ علوم آخرت بھی ہدایت کیے اسکے لیے حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے۔ اس ہدایت الٰہی کی شرح کیجائے تو ایک دفتر مین بھی نہ آسکے

اب یہانتک تو اُسکے وجود اور ابتدا کا بیان تھا اب فنا کی بھی سن لیجیے (۳) والذی اخرج المرعٰی فجعلہ غثاء احوٰی اور اُسکی تسبیح کر کہ جس نے زمین سے چارہ نکالا یعنی گھانس پھر دیکھیے وہ کیسی لہلہاتی اور دل لبھاتی ہے پھر چند روز کے بعد وہ زرد پڑجاتی ہے اور کٹ ٹوٹ جاتی ہے اور کوڑا ہوجاتی ہے اور کوڑے کے بعد سیاہی نما مٹی ہوجاتی ہے یا کھوکوڑے سے پہنے ہی مین اُسپر تیرگی آجاتی ہے اسمین مخلوق خصوص حضرت انسان کی انتہاء کیطرف کس عمدہ پیرایہ مین اشارہ ہے کہ جس سے غور کرنیوالیکے دل پر چوٹ لگتی ہے اب یہان سے موت اور موت کے بعد کا حال بیان ہوتا ہے۔

فقال سنقرئک فلا تنسی کہ مرنے کے بعد تیرے نامۂ اعمال کو ہم تجھ سے پڑھوائیں گے کہ تو اے انسان اب اسکو نہیں پڑھ سکتا جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے اقرأ کتابک کہ ہم کہیں گے پڑھ اپنی کتاب اور اُسوقت تو اپنے اعمال نیک و بد میں سے کچھ بھی نہ بھولے گا سب تیرے یاد آجاوینگے الا ما شاء اللہ مگر وہ کہ جنکو اللہ چاہے گا یاد نہ آئیں گے۔ اور وہ نیکوں کے بعض برے کام اور اُنکی شرمندگی کے اسباب ہیں جو دنیا میں اُنسے سرزد ہوگئے تھے اور پھر انہوں نے توبہ و استغفار و گریہ و زاری کے پانی سے مٹا ڈالے تھے اُنکو خدا پاک وہاں بھی یاد نہ دلاویگا تاکہ اُنکی شرمندگی اور رنج کا باعث نہوں خصوصاً حضرات انبیاء علیہم السلام کی لغزشیں یا وہ خفیف باتیں جو انسان سے بتقضائے بشریت سرزد ہو جاتی ہیں۔ یہ مرنے کے بعد خصوص قیامت میں ایک حصہ علمی کا مرتبہ ارواح کو حاصل ہوتا ہے کس لیے کہ سہو و نسیان دنیا میں بسبب جسم کے ہے اور ہم یہ تمام باتیں کیونکر یاد دلائیں گے انہ یعلم الجہر وما یخفی اس لیے کہ اللہ کو کھلی اور چھپی بات معلوم ہے کوئی چیز اُس سے مخفی نہیں اب جو کچھ کرو ہوشیاری سے کرو اور جان لو کہ اسکو ایک روز ہمارا رب ہمیں جتلاویگا اور ہمارا دفتر اعمال ہمکو پڑھوایگا

ان آیات سنقرئک الخ کی تفسیر میں بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جب جبرئیل وحی لاتے تو آپ اس غرض سے کہیں کچھ بھول نہ جاؤں جبرئیل کے ساتھ ساتھ جلد جلد پڑھتے جاتے اور یہ آپکے لیے بڑی مشقت تھی اس مشقت کے دور کرنیکو یہ آیات نازل فرمائیں کہ آپ بھول جانے کے اندیشہ کو دل سے نکال دیجیے باطمینان سنا کیجیے اسکا یاد کرانا ہمارا کام ہے آپ نہیں بھولیں گے الا ما شاء اللہ مگر جسقدر خدا چاہے کہ بشریت سے آپکو نسیان و سہو ہو جائے نہ یہ کہ بالکل ذہول ہو جاوے ف۔ اور ایسا ہوتا تھا چنانچہ نماز میں ایکبار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک آیت پڑھنی بھول گئے نماز کے بعد آپنے پوچھا کیا میں کوئی آیت چھوڑ گیا ابی بن کعب نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ آپ فلاں آیت چھوڑ گئے بعض فرماتے ہیں الا ما شاء اللہ تبرکاً فرمادیا گیا تاکہ معلوم رہے کہ بھلا دینا حق سبحانہ کے اختیار میں ہے ورنہ بھولا آپکو کچھ بھی نہیں یہ فراء کا قول ہے۔ انہ یعلم الجہر کیونکہ وہ تیرے موجودہ کمالات کو جانتا ہے وما یخفی اور جو تیرے اندر استعداد کامل چھپی ہے اسکو بھی جانتا ہے۔ تو اس قابل ہے کہ حق سبحانہ تیرے ذہن کو عالم غیب کا آئینہ یا خزانہ کردے چنانچہ ایسا ہی کر دیا پھر قرآن مجید میں سے ایک حرف بھی آپ نہ بھولے تھے اور آپ ہی کی برکت سے بہت سے صحابہ بھی قرآن مجید کے حافظ تھے اور اُنہوں کیطرح کتاب آسمانی کا کتابت پر انحصار نہ تھا بلکہ تمام قرآن اُن پاک بازوں کے سینوں پر لکھا ہوا نہیں بلکہ کھدا ہوا تھا اور اُنکی یہ برکت اب تک امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مستمر چلی آتی ہے خصوصاً اُس گروہ میں جو اُنکے قدم بقدم ہے ہر گاؤں اور شہر میں حفاظ موجود ہیں یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے لڑکے اور عورتیں بھی تمام قرآن مجید کے حافظ ہیں اگر خدا نخواستہ تمام دنیا میں ایک نسخہ بھی قرآن مجید کا باقی نہ رہے تو ایک گاؤں میں سے ایک لڑکا سب قرآن کو لکھوا دے اور ایک لفظ اور حرف بلکہ زیر و زبر کا بھی فرق نہ آنے پاوے فلا تنسی کی بشارت کیسی جلوہ گر ہو رہی ہے۔ بھلا کوئی دوسری قوم تو اپنی کتاب کا ایک ہی حافظ دکھا دے۔ نہ کوئی وید کا حافظ سننے میں آیا نہ انجیل کا نہ توریت کا نہ زبور کا۔

ل؎ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو خدا پاک کی تسبیح و تہلیل کرتا ہے یہانتک کہ اسکی روح پر انوار قدس فائض ہونے لگتے ہیں تو علم غیب اُسکے دل کو علوم و معارف کا چشمہ کر دیتا ہے اُسکو اس حال میں بھی پڑھاتا ہے اس صفت میں اول درجہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں پھر اولیاء کرام ۱۲ منہ

ف؎ اس کو یہ سمجھ لینا کہ پیغمبر علیہ السلام قرآن کی بعض آیات بھول گئے تھے یا خدا نے بھلا دی تھیں ایک غلط خیال ہے جسکی بنا اخبار احاد غیر صحیحہ اور غلط فہمی پر ہے ۱۲ منہ

وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَىٰ ۝ فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ ۝ سَيَذَّكَّرُ مَن يَخْشَىٰ ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي

اور ہم سہل کردینگے تیرے لیئے آسان بات　پس سمجھایا کر اگر فائدہ دے سمجھانا　جو خدا ترس ہوگا جلد سمجھ جاوے گا　اور اس نصیحت سے بدبخت تو الگ ہی رہیگا　وہ جو

يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ۝ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ۝ قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ۝

بڑی آگ میں پڑے گا　پھر نہ وہاں مرے گا نہ زندہ رہیگا　جسنے پاکیزگی حاصل کرلی اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا اُسنے فلاح پائی

ترکیب

ونیسرک معطوف علی سنقرئک وقولہ انہ یعلم الجہر وما یخفیٰ اعتراض اے سنقرئک فلا تنسیٰ ونوفقک للطریقۃ التی ہی اسہل والیسرٰی ان شرطیۃ نفعت الذکریٰ شرط وقولہ فذکر یدل علی الجزاء الذی یصلی الخ صفۃ الاشقیٰ ثم لا یموت عطف علی یصلی وذکر عطف علی تزکی وفصلی عطف علی ذکر۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا سبح اسم ربک الاعلےٰ کہ اپنے رب اعلیٰ کی تسبیح بیان کر۔ اور اب اُس تسبیح کے ثمرات بیان فرماتا ہے فقال ونیسرک للیسریٰ کہ ہم تیرے لیئے نجات کے رستے کو آسان کردینگے۔ نجات کو یسریٰ یوں کہا کہ وہ کوئی درحقیقت مشکل اور محال بات نہیں جیسا کہ مذاہب باطلہ میں ہے کہ کوئی بتوں پر اپنی اولاد کی قربانی کو نجات کا سبب جانتا ہے کوئی آگ میں جل مرنے کو کوئی دریا میں ڈوب مرنے کو کوئی عمر بھر بھوکا پیاسا مرنیکو کوئی لنگوٹی باندھکر فقیر بننے اور بھیک مانگتے پھرنے کو نجات جانتا تھا۔ اس لفظ یسریٰ میں اشارہ کردیا کہ یہ سب خیال باطل ہیں نجات کچھ مشکل نہیں صرف خدا اور اُسکے رسول کی فرمانبرداری سے ہے مگر یہ بھی ہر ایک کے لیئے آسان نہیں گو فی نفسہا آسان ہی ہے پنجگانہ نماز ہے کہ جس میں کچھ بھی دقت نہیں وضو نکرسکے تو تیمم کرلے کھڑا ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھکر پڑھ لے مگر بعض طبائع پر یہ پہاڑ سے زیادہ بھاری ہے۔ زنا سے بچنا کچھ مشکل کام نہیں ایک عورت دلپسند سے نکاح کر کے قضاء حاجت کرسکتا ہے اگر اسپر بھی بس نہیں تو دو کرلے اور اسپر بھی بس نہیں تو تین اور بہت ہی ضرورت پڑے تو چار سہی پھر جسکی تقدیر کھوٹی ہے وہ سو پر بھی بس نہیں کرتا اور اُسکو حلال میں لذت نہیں آتی۔ ایک بدکار عورت باوجود یکہ اگر کہا جاوے کہ تم اپنا یہ تعلق قائم رکھو مگر نکاح کرلو تو وہ ہرگز نہیں کرینگے یوں عمر بھر جھک مارینگے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ لیکن خدا کی تسبیح و تقدیس کے انوار سے جب روح منور ہوتی ہے تو قوے بہیمیہ پست ہوجاتے ہیں اُسوقت روح کا اقتضا نیک کاموں پر ہوتا ہے اور بڑی آسانی سے کرنے لگتا ہے اور وہ نیک کام اُسکے نزدیک ایسے آسان ہوجاتے ہیں جیسا کہ ظلمانی کے نزدیک بدکام آسان ہوتے ہیں۔ اسی لیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کل میسر لما خلق لہ اما من کان من اہل السعادۃ فسییسر لعمل السعادۃ واما من کان من اہل الشقاوۃ فسییسر لعمل الشقاوۃ الحدیث (متفق علیہ) کہ جو جس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے اُسکو وہی آسان کردیا جاتا ہے پھر جو اہل سعادت ہے اُسکے لیئے سعادت کے کام آسان کردیئے جاتے ہیں اور جو اہل شقاوت ہے اُسکے لیئے بدبختی کے کام آسان کردیئے جاتے ہیں۔

اب اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مژدہ ہے کہ معرفت عبادت سیاست حسن اخلاق صبر وغیرہ کے لیئے آپکے دل کو شرح کردیا جاویگا اس سے ایک فوارہ جوش کریگا جس سے یہ سب کام آپکے نزدیک بہت آسان ہوجاوینگے اسلیے آپکو کسی معلم اور اُستاد اور لکھنے پڑھنے کی طرف حاجت نپڑیگی اور نہ کوئی مشقت اُٹھانی پڑیگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر جب آپ خود کامل ہوگئے اور نیک کاموں کا ملکہ راسخ آپکے

دل مین پیدا ہوگیا تو فقد کر لوگون کو سمجھا اور اُن کو سُدھار - درحقیقت اُسی کے وعظ و پند کا اثر بھی ہوتا ہے کہ جسکے دل مین خود اِن باتون کا ملکہ راسخہ ہوتا ہے اور اُسکے قلب سے ایک سچا جوش اُٹھکر موج زن ہوتا ہو ورنہ خالی بک بک اور آنچ کچھ بھی فائدہ نہین دیتی کیا خوب کہا ہو عارف جامی نے ؎

گر عشقت خبرے ہست بگو اے واعظ ٭ ورنہ خاموش کہ این شور و فغان چیزے نیست ٭

مگر یہ تذکیر ایک دُرِ بے بہا ہے خنزیر اور کتا اس لائق نہین کہ اُسکی گردن مین لٹکا دیا جاوے بلکہ جو اسکا اہل ہو اور جسکو سمجھتے ہو کہ وہ اِس سے فائدہ مند ہوگا اسلئے اسکے بعد فرما دیا کہ ان نفعت الذکری کہ اگر آپ یہ سمجھین کہ ذکر نفع دیگا ۔

شبہ — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھا کہ سبکو نصیحت کرین خواہ کوئی مانے یا نہ مانے اُسکو نفع ہو یا نہو کیونکہ آپ تمام خلق کے لیے ہادی بناکر بھیجے گئے تھے پھر یہ قید کیون لگائی کہ اگر ذکر نفع دے تو تذکیر کرو ٭

جواب — تبلیغ اور تذکیر مین فرق ہے تبلیغ عام ہے وہ ایک حکم کا پہونچا دینا ہے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے جو نہ مانے اُسپر حجت تمام ہو جاویگی اور یہ تذکیر جسکے معنے ہین یاد دلانا یا سمجھانا وہ یہ ہے کہ یہ شخص پہلے سے جانتا تھا اسکی فطرۃ مین یہ بات تھی مین علائق و موانع سے بھول گیا تھا اب اُسکو مذکر یاد دلاتا ہے - گو حق سبحانہ کو علم ازلی سے معلوم ہے کہ فلان کو تذکیر فائدہ دیگی یہ ازلی سعادتمند ہے عارضی گمراہی اُسپر طاری ہو گئی ہے فلان کو فائدہ نہ دیگی کیونکہ یہ ازلی گمراہ ہے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ آپ اپنے علم و قرائن سے جسکے لیے تذکیر کو مفید دیکھین تو تذکیر کرین ورنہ ابلاغ و انذار تو سب ہی کے لیئے ہے ۔

بعض علما نے اس شبہ کا یہ جواب دیا ہو کہ اصلی عبارت یون ہو ان نفعت الذکری او لم تنفع کہ خواہ فائدہ دے یا نہ دے آپ سمجھاوین مگر دوسرے جز کو حذف کر دیا گیا تاکہ معلوم ہو کہ مقصود اصلی نفع ہی دینا ہے - اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ کسی شے کو کسی چیز پر معلق کرنے سے یہ نہین لازم آتا کہ جب وہ شے کہ جس پر معلق کیا ہے نہو تو یہ بھی نہو ممکن ہو کہ ایک شے کے چند اسباب ہون ہر ایک کے پائے جانے سے یہ شے پائی جائے اور اُنہین سے ایک کے وجود پر معلق کیجائے اور یہ نہین کہ جب یہ نہو تو یہ شے نہو کیونکہ اُسوقت دوسرا سبب پایا جاوے - بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ ایک محاورہ کی بات ہے کہ کسی کام کو کسی فائدہ سے اور مقصود اصلی پر معلق کر دیتے ہین جب کسی حکیم کو کہا جاوے کہ آپ علاج کیجئے اگر علاج سے شفا ہوتے دیکھین اور صورت یہ ہے کہ علاج ہر حال مین کرانا مقصود ہے

اب یہ بیان فرمایا جاتا ہے کہ تذکیر کسکو نفع دیگی اور کون اُسکے اثر سے محروم رہیگا فقال سیذکر من یخشی کہ اس وعظ و تذکیر سے وہ بہت جلد سدھر جاویگا کہ جو ڈرتا ہو گا - واضح ہو کہ تین قسم کے آدمی ہین ایک وہ جو دار آخرت اور اعمال کی جزا و سزا کے قائل ہین دوم وہ کہ جو نہ قائل ہین نہ منکر ہین بلکہ متردد و شکی ہین - یہ دونون قسم کے لوگ ڈر جاتے ہین اول قسم کے تو خوب ہی ڈرتے ہین اور قسم دوم کے بھی جبکہ اُنکے سامنے عذاب آخرت کی تصویر کھڑی کر دیجاتی ہے تو وہ بھی ڈر جاتے ہین ان دونون فرقون کو اس مین شامل کر لیا گیا تیسرا فریق وہ ہے جو منکر اور سخت معاند ہے ڈھٹائی کرتا ہے اُسکی نسبت یون فرماتا ہے ویتجنبہا الاشقی کہ اس نصیحت یا نجات سے بدبخت اور بڑا شقی کنارہ کریگا - شقی وہ ہے کہ جسکے اعمال خراب ہون لیکن اعتقاد درست ہو اور اشقی وہ ہے کہ جسکے اعتقادات بھی خراب ہون پھر اگر یہ کسی رسم و عادت یا کسی کی تقلید سے ہین تو یہ بھی سمجھانے سے سمجھ جاتا ہے اور اگر حق سے انکار کرنے کی مشاقی کرتے کرتے اور ہٹ دھرمی اور ڈھٹائی کرتے کرتے ایک ملکہ راسخہ پیدا کر لیا ہے تو یہ لا علاج ہے اُسکے حق مین آیا ہے لا تغنی الآیات والنذر اس جگہ اشقی سے یہی مراد ہے - اسکا انجام بیان فرماتا ہے الذی یصلی النار الکبری کہ وہ بڑی آگ مین پڑیگا اور دنیا کی آگ صغری اور وہاں کی آگ کبری ہے یعنی سخت سوزش والی اور پھر جہنم مین طبقات ہین ایک سے ایک بڑا پس جو یہان اشقی یعنی بڑا شقی ہی اُسکے لئے وہان آگ بھی بڑی ہے - یہی شقاوت آگ بنجاویگی العیاذ باللہ پھر دنیا کے مصائب ناقابل برداشت سے

موت تمنا کی کرتی ہے اسی لیئے ایسے سخت مصائب مین لوگ موت کی آرزو کیا کرتے ہین اور بعض خودکشی بھی کر لیتے ہین مگر وہان تو موت بھی نہین جیسا کہ خبر دیتا ہے ثم لا یموت فیہا کہ پھر اس آگ مین موت بھی اسکو نہ آویگی اور یہ اسلیئے کہ اس عالم مین روح کے احکام بدن پر غالب ہونگے اسلیئے جسطرح روح فنا پذیر نہوگی ابدان بھی نہ ہونگے ان ایک چمڑی جل جانیکے بعد دوسری چمڑی تیار ہو جاویگی کما قال تبدلنا جلودا الآیہ۔ ولا یحییٰ اور نہ زندگی ہی اچھی طرح سے ہوگی کس لیئے کہ ہر وقت موت سے زیادہ تلخی جھیلنی ہوگی اور ایسی بُری زندگی کو عرف مین زندگی ہی نہین کہتے۔

پہلے فرمایا تھا کہ ڈرنے والے اس نصیحت سے جلد سمجھ جاوینگے اب اس سمجھنے کی تشریح اور اسکا نیک نتیجہ بیان فرماتا ہے قد افلح من تزکیٰ کہ تحقیق فلاح پائی اسنے کہ جو پاک ہو گیا۔ پاکی عام ہے اول جسم کی پاکی نجاسات ظاہرہ گوہ موت وغیرہ سے اور نیز ناپاک کپڑے پہننے سے عام ہے کہ وہ حقیقتاً ناپاک ہون کہ انپر نجاستین لگی ہون یا حکماً کہ مال حرام یا رشوت سے بنائے گئے ہون یا نامشروع ہون جیسا کہ مردون کے لیئے ریشم اور زری گوٹا یا نیچا دامن اور فساق و بدکارون کی وضع وتراش ہو اور نیز جسم کو حکمی نجاستون سے بھی پاک کیا ہو جنابت یا حدث اصغر سے غسل اور وضو کے ساتھ۔ کس لیئے کہ جسم کی پاکی کو روح کی پاکیزگی مین بڑا دخل ہے۔ اسکے بعد روح کی پاکیزگی ہے اور یہی مقصد اصلی بھی ہے اور وہ روحانی نجاستین کیا ہین اول کفر و شرک اور دیگر عقائد باطلہ مثلاً حق سبحانہ کی ذات یا کسی صفات کا انکار یا انبیاء علیہم السلام اور انکے ارشادات اور کتب سماویہ اور عالم آخرت اور ملائکہ کا انکار یا انمین کوئی خیال باطل جیسا کہ گمراہ فرقون کو ہوتا ہے ان سب سے تزکیہ ایمان لانا اور عقائد حقہ کا دل پر نقش کرنا ہے اور یہ روحانی پاکی ہے پھر افعال زشت اور اخلاق بد سے پاکی حاصل کرنا ہے۔ زنا چوری جھوٹ بولنا۔ دغابازی۔ کینہ حسد طمع بیجا۔ حب شہوات فاسدہ سے پاک کرنا ہے جسکے لیئے توبہ و استغفار اور ندامت اور آنکھون کے آنسو بڑا عمدہ صابن ہین۔ نہ کسی حوض کا پانی جیسا کہ عیسائی سمجھتے ہین اور نہ کسی دریا مین نہانا جیسا کہ ہنود خیال کرتے ہین۔ اور اتلاف حقوق کی نجاست سے بھی پاکی حاصل کرے عام ہے کہ حقوق اللہ ہون جیسا کہ اسکے فرائض و واجبات جن مین زکوۃ اموال و صدقات بھی شامل ہین یا حقوق العباد ہون۔ مگر ان سب باتون سے صرف ناپاکی دور ہوتی ہے ابھی تک کوئی نیا رنگ نہین پیدا ہوتا اس لیئے نئے رنگ پیدا کرنے کے لیئے ان جملون مین ارشاد فرماتا ہے وذکر اسم ربہ کہ اپنے رب کا نام لے عام ہے کہ ذکر قلبی ہو یا ذکر لسانی ہو سر ہو یا جہر بشرطیکہ شرعی اور مسنون طریقون سے ہو۔ ذکر الٰہی سے روح پر ایک ایسی نورانیت پیدا ہوتی ہے جو اور کسی کام سے نہین ہوتی اسی لیئے ایک جگہ فرما دیا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً لعلکم تفلحون اب اسکے بعد ترقی ہوتی ہے فقال فصلّیٰ کہ پھر نماز پڑہی کیلئے کہ نماز مین روح اور جسم دونون ذکر و فکر و مراقبہ مین ہوتے ہین۔ بعض عرفاء نے فرمایا ہے کہ اس آیت مین تمام منازل سلوک کیطرف اشارہ ہے کس لیئے کہ تزکیٰ مین توبہ اور معاصی سے تصفیہ آگیا جو اول منزل ہے وذکر اسم ربہ مین ذکر قلبی و لسانی و روحی و سری آگیا۔ اور فصلّیٰ مین مرتبہ مشاہدہ تک پہونچنا آگیا اور اسی لیئے نماز کو معراج المومنین کہتے ہین۔ فقہاء فرماتے ہین کہ تزکیٰ مین طہارت کیطرف اور ذکر اسم ربہ مین تکبیر تحریمہ کیطرف اور فصلّیٰ مین ادائے نماز کیطرف اشارہ ہے۔ اور اسی لیئے امام اعظم فرماتے ہین کہ اللہ اکبر کی جگہ الرحمن اعظم یا لا الٰہ الا اللہ یا سبحان اللہ بھی کہدے گا تو نماز ہو جاویگی کس لیئے کہ ذکر مین یہ بھی شامل ہے صرف لفظ اللہ اکبر کہکر نماز شروع کرنیکی کوئی خصوصیت نہین نیز فصلّیٰ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تکبیر یا ذکر جو افتتاح نماز کے وقت ہو نماز مین داخل نہین۔ افلح کے لفظ مین تعمیم ہے دنیا کی فلاح اور آخرت کی فلاح سب آگئی۔ جنت اور دیدار الٰہی سب کو شامل ہے۔

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝

بلکہ تم تو دنیا کی زندگی پسند کرتے ہو۔ حالانکہ دار آخرت بہتر اور سدا رہنے والا ہے۔ یہی بات تو اگلے صحیفوں میں بھی ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں

ترکیب

بل اضراب عن کلام مقدر یدل علیہ السیاق ای انتم لا تفعلون ذلک بل تؤثرون اللذات الفانیۃ العاجلۃ الحاصلۃ فی الدنیا علی الدار الآخرۃ ونعماۂا الباقیۃ والآخرۃ مبتدء خیر وابقی خبر والجملۃ حال من فاعل تؤثرون صحف ابراہیم الخ بدل من الصحف الاولیٰ

تفسیر

کفار دنیا پرست کہتے تھے کہ ہم کو تزکیہ اور ذکر اور نماز میں کوئی فلاح نہیں معلوم ہوتی کیا ہم عقل و ادراک نہیں رکھتے اسکے جواب میں ارشاد فرماتا ہے یا یوں کہو کہ وہ بھی تزکیہ کے مدعی تھے۔ اُن کے جواب میں ارشاد فرماتا ہے تمہیں عقل و ادراک کیا نہیں بل بلکہ تم تؤثرون الحیوۃ الدنیا دنیا کی چندروزہ زندگانی اور اسکے لذات فانیہ کو آخرت اور اسکے لذات باقیہ پر فوقیت دیتے ہو۔ حالانکہ والآخرۃ خیر وابقیٰ۔ وہ جہان دنیا سے کہیں بہتر ہے کس لیئے کہ دنیا کے گھر میں کونسی لذت ہے جسکے اول بھی تلخی ہو اور آخر بھی تلخی نہو کون سی شادمانی ہے جسمین غم کا کانٹا نہ لگا ہو اگر دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں اور دولتمندوں سے پوچھیے گا کہ تمہیں پوری مرادیں مل گئیں اب تو کوئی ارمان اور ہوس باقی نہیں تو فوراً کہہ اٹھینگے ابھی بہت کچھ ارمان دل میں ہیں جو ابھی نہیں نکلے۔ پھر یہ کیسا کانٹا ہے جو ہر وقت کھٹکتا رہتا ہے۔ اور اگر یہ پوچھیے کہ کوئی رنج و غم تو نہیں تو جھٹ بول اٹھینگے کہ ہزاروں۔ کوئی کہہ اٹھیگا کہ میرا بیٹا مر گیا اور میری زندگی تلخ کر گیا کوئی کہیگا میری محبوبہ مر گئی مجھے اُسکی جدائی نے بےچین کر دیا کوئی کہیگا مجھے فلاں مرض نے مجبور کر رکھا ہے۔ اور اگر ان سب باتوں میں سے کوئی بھی نہیں تو پھر بقا نہیں چندروزہ عیش و کامرانی کے بعد فنا ہے اور فنا بھی ایسی کہ گویا کبھی آئے ہی نہیں تھے۔ برخلاف آخرت کے کہ وہاں عیش بےخار ہیں اور ہمیشہ باقی ہیں فنا ہی نہیں۔

چونکہ یہ مضمون کہ آخرت کو دنیا پر فوقیت ہے (اس لیئے دل کو اس فانی اور کمتر چیز پر باقی اور بہتر کے مقابلہ میں نہ لگانا چاہیئے) اکثر طبائع بنی آدم کے مخالف تھا کیونکہ انکی جبلّت میں دنیا کی محبت اور آخرت سے نفرت اور غفلت ہے اس لیئے اس مطلب کے اثبات کے لیئے پہلی کتابوں سے سند لائی گئی کہ جو اکثر طوائف عالم کے نزدیک بالخصوص عرب کے نزدیک مسلم الثبوت ہیں فقال ان ہذا کہ تحقیق یہ مضمون قد افلح سے لے کر اخیر تک لفی الصحف الاولیٰ پہلی کتابوں میں ہے ہرگز منسوخ نہیں ہوا نہ ہوگا۔ بالخصوص صحف ابراہیم و موسیٰ۔ حضرت ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں بھی ہے حضرت ابراہیم پر بھی خدا پاک نے متعدد صحیفے نازل کیئے تھے۔ صحیفہ چھوٹی سی کتاب۔ اب صحیح تعداد تو معلوم نہیں کہ کتنے تھے نہ ان میں سے اب کوئی صحیفہ کسی کے پاس باقی ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام پر بھی توراۃ کے علاوہ اور صحیفے نازل ہوئے تھے ان میں بھی یہ مضمون موجود تھا

سورۂ غاشیہ مکیہ ہے اسمیں چھبیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ۝ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ ۝ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً ۝

(نبی آدم!) بھلا تجھے چھا جانے والی چیز کا بھی حال معلوم ہوا؟ اُس دن بہت سے منہ تو ذلیل مشقت کش ہارے ہوئے ہونگے دہکتی آگ میں پڑتے ہونگے۔

تُسْقَىٰ مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ ۝ لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ ۝

اُنکو کھولتے چشمے کا پانی پلایا جاویگا اُن کو کھانا نہ ملے گا مگر اونٹ کٹارا جو نہ موٹا کرتا ہے اور نہ بھوک میں کام آتا ہے۔

ترکیب

ہل بمعنے قد وبہ قال قطرب وقیل استفہامیۃ۔ الغاشیۃ القیامۃ وسمیت بہا لانہا تغشی الخلائق باہوالہا وقال سعید بن جبیر ومحمد بن کعب الغاشیۃ النار تغشی وجوہ الکفار وعن ابن عباس انہا من اسماء القیامۃ وعنہ انہا الساعۃ وجوہ الخ الجملۃ مستانفۃ وجوہ مرفوع علے الابتداء وان کان نکرۃ لوقوعہ فی مقام التفصیل خاشعۃ خبرہ۔ یومئذ ظرف للخبر۔ عاملۃ وصف لہا وکذا ناصبۃ تصلی قراء الجمہور بفتح التاء مبینا للفاعل وقری بضمہا مبینا للمفعول والضمیر راجع الے الوجوہ والمراد اصحابہا۔ وہی خبر آخر للمبتدء وکذا تسقی لیس لہم الجملۃ مستانفۃ لبیان حال اہل النار الامن ضریع یجوز ان یکون فی موضع نصب علے اصل الباب وان یکون رفعاً علے البدل۔

تفسیر

یہ سورہ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس وابن الزبیر کا بھی یہی قول ہے اسمیں چھبیس ۲۶ آیات ہیں۔ غاشیہ ڈھانکنے والی چیز کو کہتے ہیں اور بیہوش کر دینے والی کو بھی اور یہ قیامت کا اسی سبب سے نام ہے کہ اُسکی دہشت لوگوں کو ڈھانک لیگی اور بیہوش کر ڈالے گی یہ لفظ اس سورہ میں ابتدا میں آیا اسلیئے اسکا نام غاشیہ ہوا۔

مناسبت اس سورۃ کی پہلی سورۃ سے بہت سے مضامین میں ہے انا نجملہ اں مضمون میں کہ سورہ سبح اسم ربک میں اخیر مضمون یہ تھا کہ نجات سے الگ رہنے والا بڑی آگ میں ڈالا جاویگا کہ جہاں نہ اسکو موت آویگی نہ پوری زندگی ہوگی اور جسنے اپنے آپ کو پاک کر لیا اُسنے فلاح پائی اب اس سورہ میں ان دونوں باتوں کا وقت بیان فرماتا ہے اور نیز ان دونوں گروہوں کے حالات کی پوری تشریح بھی ہے تاکہ نار کبریٰ سے لوگ ڈریں اور آخرت جو ہمیشہ باقی ہے اُسکی نعمتوں کا حال سنکر مشتاق ہوں اور لذائذ دنیا اور اُسکی چندروزہ زرق برق کو حقیر جانیں اور اُسپر دل نہ لگائیں۔

وہاں دو گروہ ہونگے ایک بد لوگوں کا کہ جو اس دنیا کی محبت میں آخرت کو برباد کر بیٹھے تھے دوسرا نیک لوگوں کا جنہوں نے اس چندروزہ زندگی میں آخرت کی کامرانی حاصل کرنے کو غنیمت جانا اور بڑی کوشش کی اس لیئے پہلے گروہ کا حال بیان کرتا ہے اور شروع قیامت کے حال سے کرتا ہے فقال ہل اتاک حدیث الغاشیہ کہ کیا تجھے غاشیہ یعنی قیامت کی بات معلوم ہوئی؟ ضرور ہوئی۔ بعض علماء نے یوں معنی بیان کیئے ہیں کہ بیشک تجکو اے پیغمبر یا اے سامع قیامت کا حال معلوم ہو گیا ہے۔ غاشیہ سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک قیامت ہے

اور اسکا یہ نام اسلئے ہوا کہ جو چیز ہر طرف سے ڈھانک لیتی ہے اسکو غاشی کہتے ہین اور یہ بات قیامت مین پائی جاتی ہے (۱) یون کہ وہ لوگون پر دفعۃً آجاویگی اور نیز ایسے آنے والے کو غاشی یا غاشیہ کہا کرتے ہین جیسا کہ اس آیت مین ہے آفامنوا ان تاتیہم غاشیۃ من عذاب اللہ (۲) یہ کہ سب لوگون کو ڈھانک لیگی انکے ہوش وحواس کو بھی اور تیجہ ہونیکے بدنون کو بھی چارون طرف سے اُس روز عذاب ڈھانک لیگا جیسا کہ اس آیت مین ہے یوم یغشاہم العذاب من فوقہم ومن تحت ارجلہم - اور نیز ایمانداروں کی لغزشون کو بھی بسبب مغفرت الٰہی کے اور کفار کے نامقبول اعمال کو بسبب عتاب کے اور اس طرز سے سوال کرنے مین کہ ہل اتاک حدیث الغاشیہ اُسکی طرف سامع کی پوری توجہ دلانا اور آیندہ کلام کو حضور دل سے سُنوانا مقصود ہے اسلئے اسکے بعد فرماتا ہے وجوہ یومئذ خاشعۃ کہ بہت سے مُنہ اس روز ذلیل وخوار ہونگے اُنکے چہرون پر ذلت نمایان ہوگی - یہ وہ لوگ ہین جو دنیا مین خدا کے آگے سر نہین جھکاتے تھے کبر وگردنکشی کرتے تھے اور وہ بھی ہین کہ جو تن پروری کرتے تھے - اور وہ بھی ہین جو دنیا مین عبادت اور دینی کامون مین سستی کرتے اور عیش وآرام طلبی کی عادت بنا رکھی تھی لوگ رمضان کے روزے سے لب خشک تھے بھوک پیاس کے آثار نمایان تھے یہ تھے کہ خوب مجلسون مین بیٹھکر نعمتین اُڑاتے اور روزہ دارون پر ٹھٹھا کیا کرتے تھے یا نماز کے لئے مسجدون اور عیدگاہون مین نہین جاتے تھے یا جہاد مین جانے سے پہلو تہی کرتے تھے یا اور دینی کامون سے دل چُراکر گھرون مین بیٹھکر عیش کرتے تھے انکے مُنہ اس روز عاملۃ عمل کی مشقت مین پھنسے ہونگے کہ سیکڑون جہنم کے پہاڑ پر چڑھایا اور اُتارا جاویگا کما قال ساُرہقہ صعودا - کوئی سیدان قیامت مین دوڑا دوڑا پھریگا کہ ہے آج کوئی میری دستگیری کرے اور مجھ کو اس بلا و دستگاری دلائے کھینچے ملائکہ زنجیرین اور ہتکڑیان ڈالے جہنم مین گھسیٹے لئے جاتے ہونگے اور سر پر ہزارون جوتیان پڑتی جاتی ہونگی کسیکو وہان جہنم مین کوئی اور سخت کام تفویض ہوگا جیسا کہ دنیا مین قیدیون کو مشقت مین ڈالا جاتا ہے اور ان اعمال شاقہ کے آثار ان کے چہرون پر نمایان ہونگے کما قال ناصبۃ کہ تکان اُنکے چہرون پر نمایان ہوگی - اگر دنیا مین کسیکی یہ حالت ہو تو دیکھنے والے کو رحم آجاوے مگر وہان کون رحم کرے ہے؟ -

اب اسکے بعد اُنکے اور حالات بیان فرماتا ہے فقال تصلی نارا حامیۃ کہ وہ دہکتی آگ مین گرینگے - یہ انکی وہی شہوت کی اور حمایت کفر کی اور حب جاہ ومال کی آگ ہے - یہ تو مکان ملیگا - اب پینے کی سُنیئے تسقی من عین آنیۃ کہ دنیا مین ٹھنڈے پانیون اور لذیذ شربتون اور برف آمیز شرابونکے بدلے انکو کھولتے پانی کے چشمہ سے پلایا جاویگا وہ بھی جب کہ مدتون منت کرینگے اور وہ انتڑیون مین سے پیتے ہی نکل پڑیگا پیتے وقت منہ جھلس جاویگا اب کھانے کا حال سُنیئے لیس لہم طعام کہ سرے سے انکو کھانا ہی نہ ملیگا بجز انکو مرین گے یہ حرام اور ناجائز نعمتین کھانے کا بدلہ ہے جو کھایا کرتے اور بدکاری کرتے تھے الا من ضریع اور جو ملا بھی تو اونٹ کٹارا جو لا یسمن ولا یغنی من جوع نہ موٹا کرے نہ بھوک دور کرے - ضریع کے معنی مین علماء کا اختلاف ہے (۱) اکثر کہتے ہین خاردار چیز ہے جسکو اونٹ کھاتے ہین اور خشک ہوجانے پر زہر ہے (مجوانسا) - حسن بصری فرماتے ہین زقوم کا نام ہے - بعض کہتے ہین کہ اسکو اللہ ہی جانتا ہے - بعض کہتے ہین کہ یہ ضراعت سے مشتق ہے جسکے معنی ہین ذلت وخواری کے یعنے وہ ذلیل وخوار کھانا جو نہایت مکروہ اور قابل نفرت ہے جس سے فریاد کرینگے - واللہ اعلم بمرادہ

وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً ۝ فِيهَا عَيْنٌ

اور بہت سے منہ تروتازہ ہین　اپنی کوشش سے خوش　اونچے باغون مین　جہان کوئی بیہودہ بات تو نہ سنیگا　وہان چشمے

جَارِيَةٌ ۝ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ۝ وَّأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ۝ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۝ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ۝

کہ بہ رہا ہے　وہان اونچے اونچے تخت ہین　اور آبخورے رکھے ہوئے　اور گاؤ تکیے قطار سے لگے ہوئے　اور قالین بچھے ہوئے ہین

ترکیب

وجوہ مبتدا ناعمۃ خبرہ یومئذ ظرف للخبر۔ لسعیہا راضیۃ اللام متعلق براضیۃ وہی خبر بعد خبر۔ وکذا فی جنۃ عالیۃ۔ لا تسمع قرء الجمہور بفتح الفوقیۃ ونصب لاغیۃ وقری بصیغۃ المجہول ورفع لاغیۃ ولاغیۃ الصفۃ موصوف محذوف ای کلمۃ لاغیۃ او مصدر ای لا تسمع انت یا ایہا المخاطب فی الجنۃ لغوا ای اذاً و باطلا۔ ہذہ الجملۃ وکذا ما بعدہا صفۃ جنۃ۔ واکواب جمع کوب وہو قدح الذی لا عروۃ لہ ولا خرطوم۔ نمارق جمع نمرقۃ بضم النون وبکسرہا عند الفراء وہی وسادۃ صغیرۃ (تکیہ) زرابی جمع زربی وزربیۃ فی القاموس الزرابی النمارق والبسط وکل ما بسط واتکئ علیہا الواحد زربی بالکسر والضم۔

تفسیر

اب دوسرے فریق کا حال بیان فرماتا ہے یعنی نیک لوگون کا فقال وجوہ یومئذ ناعمۃ کہ بہت سے منہ اس روز شادمان اور خوش اور تروتازہ ہونگے انپر وہان کی ہول اور سختی کا کوئی اثر نہوگا یہ وہ لوگ ہین جو دنیا مین روزہ کی بھوک پیاس اور راہ حق مین کوشش اور جہاد کے واسطے تکالیف شاقہ اٹھاکر اور نیز راتون عبادت کرکے پژمردہ ہوگئے تھے۔ اور اسکی راہ مین فقر وفاقہ نے اُنکے چہرون کو بے رونق کردیا تھا اسلئے فرماتا ہے لسعیہا راضیۃ اپنی دنیاوی کوششون سے جو اُنہون نے اسکی راہ مین کین تھین خوش وخورم ہونگے کہ ہماری کوششون کا نیک ثمرہ نمودار ہوا اور کفار بد نہ ہوسکے کہنے کے موافق رائگان نہ گئین۔ اور وہ نیک ثمرہ یہ ہے فی جنۃ عالیۃ کہ بلند باغون مین ہونگے جہان حوادث دہر کے ہاتھ کو رسائی نہوگی اور نیز بلندی پہ جو باغ ہوتا ہے تو نہایت خوش فضا ہوتا ہے۔ یا یہ معنی کہ بلند مرتبہ باغون مین ہونگے یعنی وہ دنیا کے باغون جیسے باغ نہین جنپر خزان کو دسترس ہو بلکہ ایسے کہ جنکے آگے دنیا کے شاہانہ باغ ہیچ ہین جہان تک عقل ووہم انسانی نعمتین تجویز کرے اُنسے بڑھکر اُنمین ہین ان مین سے ایک بات یہ بھی ہے کہ لا تسمع فیہا لاغیۃ کہ اے مخاطب تو اُس مین کوئی لغو اور رنج دہ بات نہ سنیگا نہ کوئی کسیکو برا بھلا کہیگا۔ نہ کوئی خوف واندیشہ کی بات کہیگا نہ کسی کے مرنے کی خبر ہوگی کہ عیش مکدر ہوجاوے نہ اپنی جوانی اور اس باغ وبہار کے فنا کی بات سننے مین آویگی الغرض کوئی رنج دہ بات کان مین نہ پڑیگی بلکہ ہر طرف سے فرحت بخش باتین سننے مین آئینگی۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ فیہا عین جاریۃ کہ اُن باغون مین چشمے جاری ہونگے اُنکے پانیون کی خوش آیند روانگی اور

اُن سے باغون کی تروتازگی دوبالا لطف کریگی - دوزخیون کو تو گرم چشمہ کا پانی پینے کو ملتا تھا - یہان نہر تسنیم بے حساب ہو یہ اُنکے ان اعمال جاریہ اور خدا کے خوف و محبت سے روتی آنکھون کا مظہر ہے - اور تیسری بات یہ ہے کہ فیہا سرر مرفوعۃ ان باغون مین بلند مرتبہ یا بلند تخت شاہانہ ہونگے جنپر بیٹھکر نظارہ کرینگے اور اُس سلطنت کے بادشاہ ہونگے جو حقیقی اُس جہان مین ملک باقی کا بادشاہ ہوگا - چوتھی بات یہ کہ اکواب موضوعۃ وہان کوزے اور پیالے نعمتون سے بھرے ہوئے اور نہایت خوشرنگ اور بہشتی ہاتھ سے چنے ہونگے تاکہ جس چیز کی طرف رغبت ہو آسانی سے لیجاوے - پانچوین یہ کہ نمارق مصفوفۃ کہ برابر برابر حریری اور پرند اور نہایت پُرتکلف تکئے اور جواہر لگی ہوئی مسندین بچھی ہونگی کہ جنکے رنگون اور تکلف کو دنیا کی آنکھ نے دیکھا بھی نہین - یہ تکئے اور مسندین اُن تختون پر ہونگی اور مکانون مین یہ ہوگا - وزرابی مبثوثۃ کہ نہایت نفیس قالین بچھے ہونگے - ہر کمرہ مین ایک نئی تیاری ہے -

اور مکانات کا تو کچھ پوچھنا ہی نہین کیونکہ وہ جواہرات کے ہونگے اور وہ جواہرات دنیا کے جواہرات سے بدرجہا فائق ہونگے - اور جب مکانون اور وہان کے سامانون کی یہ کیفیت ہے تو ان مکانون مین اُنکے دل بہلانے اور آنکھین ٹھنڈی کرنے کے لیئے وہ وہ حسین عورتین ہونگی کہ جنکے حسن اور خوبی اور انکی نوخیز جوانی اور اُنکے ناز و ادا اور اُنکے لباس اور زیورات کی تصویر وہم و ادراک سے بھی نہین کھنچ سکتی -

یہ سب چیزین روحانی ملکات کے مظاہر ہین کہ باطن ان باتون کا ایک تشبیہ اور دل لبھانے والا استعارہ سمجھتا ہے اور اُسکی کوتاہ عقل درحقیقت ایسی چیزون کے وجود کو اُس قادر مطلق کی قدرت کے احاطہ سے باہر جانتی ہے - یہ سب باتین برحق ہین - عالم ناسوتی کا حجاب اُنکے دیکھنے مین حائل ہے - جب یہ پردہ ظلمانی موت نے اٹھا دیا تب یہ سب چیزین نظر آنے لگین گی - اور جو اہل صفا ہین اور اُنکی روح مین کمال نورانیت پیدا ہوگئی ہے تو اُنکو اس عالم مین بھی یہ چیزین دکھائی دیجاتی ہین - اور یہی سبب ہے کہ اُنکی آنکھون مین نہ یہان کے حسینون کی قدر و منزلت باقی رہتی ہے نہ وہ دنیا کے عیش و نشاط کو خاطر مین لاتے ہین اور اسی لیئے وہ ہر دم اُس عالم کے مشتاق رہا کرتے ہین - اور دنیا کی زندگی کو قیدخانہ کی زندگی سے بدتر سمجھتے ہین ہان خسیس طبیعتین بچون کی طرح اس کھیل اور تماشہ پر ایسے گرویدہ ہوتے ہین کہ پھر اور نیک و بد کی تمیز ہی نہین رہتی کیا خوب فرمایا ہے عارف جامی نے ؎

دلا تا کے درین کاخ مجازی
کنی مانند طفلان خاکبازی

بیفشان بال و پر ز آمیزش خاک
بپر تا کنگرۂ ایوان افلاک

قرآن مجید دنیا کے غافلون کو اُس ملک جاودانی کی ہدایت کرتا ہے نفس اور قواے بہیمیہ کہ اُسکو آگے نہین بڑھنے
عجب کشمکش مین پڑا ہوا ہے مگر جسکو جاذبۂ الٰہی جاہتا ہے اُدھر کھینچ لیجاتا ہے

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ○ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ○ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ○

پھر کیا وہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے ہیں۔ اور آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کسطرح بلند کیا گیا اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیونکر

وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ○

کھڑے کئے گئے اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کسطرح بچھائی گئی۔

ترکیب

افلا ینظرون الاستفہام للتوبیخ والفاء للعطف علی مقدر والجملۃ مستانفۃ مسوقۃ لاثبات البعث واظہار القدرۃ علی الاعادۃ وقیل الجملۃ فی محل جر
علی انہا بدل اشتمال من الابل۔ وعن الاصمعی انہ قال من قرء خلقت بالتخفیف عنی بہ البعیر ومن قرء بالتشدید عنی بہ السحاب۔ اسم للابل وقال الثعلبی المراد
من الابل ہہنا القطعۃ العظیمۃ من السحاب۔ والابل اسم جمع لا واحد لہ من لفظہ وانما واحدہ البعیر والناقۃ وقیل۔ ... لبطء الشی۔ قرء الجمہور مبنیا للمفعول مخففا
وقرء الحسن مشددا وقرء علی بن ابی طالب وغیرہ فی المواضع کلہا مبنیا للفاعل وضم التاء فیہا علی انہا صیغۃ الواحد المتکلم

تفسیر

دوزخ کے عذاب اور جنت کے نعمات سنکر قریش بڑا تعجب کرتے تھے خصوصاً جنت کی نعمتوں پر کہ اسقدر عیش و آرام کے سامان
کہ جو دنیا میں بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں اس افراط سے کیونکر پیدا ہوجاویں گے اور دنیا میں تو ایسی چیزیں کیا بلکہ روزمرہ
کھانے پینے کی چیزیں بھی بمشکل میسر آتی ہیں۔ اور عرب پر کیا موقوف ہے ہر طبقہ کے انسان کا دل بشرطیکہ نور باطن سے اسکی
عقل بہرہ یاب نہو۔ اس بذل وجود اور ان چیزوں کے وجود پر تعجب کرنا العجیب نہیں اس لئے اس تعجب کے دور کرنے کو دنیا
کی چند چیزوں میں جو غریب و امیر کو میسر ہیں اور کیسی عظیم الشان ہیں نظر کرنے کا حکم دیتا ہے فقال۔ افلا ینظرون
الی الابل کیف خلقت کہ پھر وہ کیوں اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے پیدا کئے گئے۔ یا میں نے انکو کیسا پیدا کیا۔؟

اونٹ کے فوائد

یہ اول نمونہ اسکی قدرت کاملہ اور بذل وجود کا ہے جو عرب کے ہر وقت سامنے رہتا ہے اور جسپر انکی معاش کا دارومدار ہی
اونٹ کی اول تو خلقت ہی عجیب و غریب ہے اسقدر اونچا اور جب بٹھاؤ بیٹھ جاوے اور جانوروں پر کھڑا کر کے سوار ہوتے اور بوجھ
لادتے ہیں مگر اسکو بٹھا کر اور پھر اپنا پورا بوجھ لے کر گردن کی لچک اور اسکے زور سے کھڑا ہوجاتا ہے یہ کسی جانور میں خوبی نہیں
پھر جسقدر اطاعت کا اسمیں مادہ ہے کسی میں نہیں سیکڑوں اونٹوں کی قطار کو ایک لڑکا مہار تھام کے جدھر چاہے لیجاوے۔ پھر بارکش
ایسا کہ تمام گھربار اسپر لادلو گویا خشکی میں رواں کشتی ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ غلہ یا اور اشیاء لیجانے میں چھکڑا یا ریلگاڑی ہے
پھر جلد چلنے اور اسپر آرام کے سامان ساتھ لیجانے میں ڈاک گاڑی ہے کہ جسکے لئے نہ سڑک کی ضرورت ہے نہ رستہ کا ہموار ہونا۔ سانڈنی
(جو سواری کا اونٹ ہوتا ہے) دن میں سو کوس تک جاسکتی ہے۔ اسپر جفاکش اتنا کہ کیسی ہی دھوپ اور گرمی ہو کچھ بھی پروا
نہیں کرتا۔ پھر کم خوراک اتنا کہ تھوڑے سے چارہ میں گزر کر لیتا ہے جو بلند درختوں کے پتے اور کڑوے کسیلے اور کسی کے کھانے کے
نہیں ہوتے یہ کھا لیتا ہے کچھ ہری بھری گھانس اور دانہ اور بالیدہ کی حاجت نہیں اسپر کئی کئی روز تک پانی نہ ملے تو کچھ بھی پروا نہیں

سواری کا یہ آرام اسی کے دودھ میں یہ برکت کہ ایک گھر کو کافی ہو اور پھر استسقاء وغیرہ امراض کے لیے دوا بھی ہے اسکی پشم بھی کام آتی ہے کیسے کیسے نفیس کپڑے بنے جاتے ہیں خصوصاً عرب کے لباس کمل اور خیمے جو برسوں میلے نہیں ہوتے اور مدتوں چلتے ہیں اور خوبصورت بھی ہوتے ہیں اسی کی پشم سے بنتے ہیں اسپر اسکا گوشت بھی حلال گھر بھر کیا محلے کو کافی ہو سکتا ہے۔ اسپر اسکی نسل میں برکت بہت سال سکتا ہے اور عرب میں ہر جگہ مل سکتا ہے اور خشک گرم ریگستانی ملکوں کی معاش تو اسی پر موقوف ہے۔ یہ باتیں کسی جانور میں نہیں۔ ہاتھی قد و قامت میں اتنا بڑا جانور ہے نہ اسمیں یہ فوائد ہیں نہ وہ ہر ایک کو مل سکتا ہے نہ تھوڑے سے پتوں پر گذر کر سکتا ہے پھر اُسکی قدرت کاملہ کو دیکھو اور اسپر اُسکے اس احسان عام کو غور کرو۔ پھر اگر اس عالم میں وہ بندوں کے آرام کے لیے ایسے ایسے سامان پیدا کر کے یہ احسان کرے تو کیا تعجب کی بات ہے۔ وہاں کے بہت بلند تخت اونٹوں کی طرح اونچے نیچے ہو جاویں تو کیا بڑی بات ہے۔

والی السماء کیف رفعت اور آسمان کی طرف کیوں نہیں دیکھتے کہ اسکو کیسا بلند کیا گیا (یا ہم نے اسکو کیسا بلند کر دیا) یہ دوسرا نمونہ ہے۔ جس سے ہر ایک اور ہر قوم سمجھ سکتی ہے کہ اول تو اسقدر بلندی کہ جہاں طائر وہم بھی اڑ کر نہیں جا سکتا کیسی قدرت کاملہ ہے۔ پھر اُسکی وسعت کہ جسکے سایہ میں ہر نیک و بد بادشاہ و امیر ہے کیسی قدرت و انعام عام کی دلیل ہے پھر اُسکے ستارے بھی قدرت کا نمونہ ہیں۔ آفتاب کو دیکھو کہ کتنا بڑا جسم ہے کہ جو زمین سے لاکھوں حصے زیادہ ہے کسنے بنا دیا۔ اور اسمیں یہ نور اور نور میں یہ گرمی کسنے دی؟ جس سے تمام دنیا فائدہ اٹھا رہی ہے۔ اگر آفتاب نہ ہو تو زندگی وبال ہو جاوے پھر یہ کیسا انعام عام ہے اس دنیا کے ظلمتکدہ کا چراغ ہے تو آفتاب ہے (اگر یہ نہ ہو تو جنگلوں اور دریاؤں اور شہروں اور گاؤں کو کونسی شمع روشن کر سکتی ہے اور کس تنور کی گرمی پھل پھول اور پیداوار کو پکا سکتی اور اُگا سکتی ہے۔ سرد موسم میں آفتاب کے سب مشتاق رہا کرتے ہیں) غریبوں کی انگیٹھی ہے تو آفتاب ہے۔ پھر چاند کے فوائد اور اُسکی جسامت اور اُسکی روشنی میں غور کیا جاوے تو عقل سلیم کبھی انکار نہ کرے کہ وہ قادر مطلق جواد کریم اُس جہان میں نیک بندوں کے لیے جیسے چاہے سامان پیدا کر سکتا ہے۔ اسمیں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ بعض ستارے لاکھوں کوس دور ہونے کے سبب نظر بھی نہیں آتے حالانکہ وہ زمین سے بہت بڑے ہیں پھر جب زمین میں یہ کچھ سامان ہیں باغ و بہار بھی ہے جو جنت کا نمونہ ہے اور گرمی و سوزش اور تکالیف کے سامان بھی ہیں سانپ بچھو بھی ہیں جو جہنم کا نمونہ ہے تو ان اجسام میں کیا کچھ نہ ہوگا پھر وہ ایک نہیں لاکھوں ہیں پھر اسپر اُسکی قدرت و عظمت و انعام و اکرام کو خیال کر لو جو تمہارے تنگ فہم میں بخوبی آ سکے۔

دوسرا نمونہ

لو اب نیچے اُتر آؤ اور اپنی زمین اور اُس کے عجائبات کو بھی غور کرو۔ والی الجبال کیف نصبت اور پہاڑوں کو دیکھو کیسے کھڑے کر دیئے گئے اور کسطرح گاڑ دیئے گئے ہیں (یا ہم نے انکو کیسا کھڑا کر دیا ہے۔) یہ تیسرا نمونہ ہے۔ پہاڑ بھی اُسکی قدرت۔ اور بذل و احسان کا کامل نمونہ ہیں۔ اول تو باوجودیکہ وہ بھی زمین ہی کا ایک جزو ہیں پھر زمین سے کسطرح ممتاز ہیں اول تو اُنکی بلندی قابل حیرت ہے۔ اور بلندی کے ساتھ عرض و طول بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ حکماء و عقلاء نے عقل کے گھوڑے بہت دوڑائے ہیں مگر اب تک کوئی تسکین بخش وجہ پیدا نہیں کر سکے کہ زمین کے اس ٹکڑے کو یہ بلندی اور پھر یہ سختی اور پھر یہ رنگینی کیونکر پیدا ہوگئی ہیں۔ اسقدر کہہ کر چپ ہو جاتے ہیں کہ بدو خلقت میں جب قدرت نے زمین بنائی تو اوپر سے پانی برسنے شروع ہوئے

تیسرا نمونہ

اِدھر اُدھر کی زمین گھر کر بہہ گئی تو ٹیلے سے ترچھے یہ ٹیلے ویسے ہی بلند رہ گئے اور پھر آفتاب کی حرارت سے ان ٹیلوں میں جو ریت آگئی چپنی مٹی کا پتھر بنگیا اور جیسی زمین تھی اُس رنگ کے سرخ سپید سیاہ پتھر بنے - اور بارشوں اور چشموں کے چھوٹا پڑنے سے پہاڑوں میں گھاٹیاں ہوگئیں - بعض کہتے ہیں یوں نہیں پہلے تمام دنیا پر پانی سمندر کا محیط تھا یہ ٹکڑے جو اوپر اُبھر آئے پانی کی موجوں نے ان میں نشان کردیئے اور پھر پانی درجہ بدرجہ اترتا گیا اور بہت سی زمین اور ملک کھلتے گئے مگر یہ ٹکڑے سخت ہوگئے -

بظاہر باتیں تو ٹھیک ہیں تک لو مادی مگر اسپر سیکڑوں شبہات پیدا ہو سکتے ہیں آخرکار یہی کہنا پڑتا ہے کہ اُس قادر مطلق نے ایسا کردیا اور جو اسباب بھی تلاش کرو مگر پھر ان اسباب میں گفتگو ہوگی کہ وہ کیونکر پیدا ہوئے؟ پھر آخرکار تو اُس قادر مطلق کی بیقدرت تک سلسلہ تمام ہوگا - اب پہاڑوں کے منافع میں غور کیجئے تو عقل حیران رہجاتے - انہیں پہاڑوں میں سے خوشگوار پانی کے دریا نکلے گنگا جمنا نیل فرات جیحون دجلہ وغیرہ اور پھر لنسی ملک شاداب ہوئے اور کیا کیا نعمتیں پیدا ہوئیں اور بھی سیکڑوں فوائد ہیں جنکے ذکر کے لئے ایک دفتر چاہیئے والی الارض کیف سطحت اور زمین کو دیکھو کہ کیسی بچھائی گئی (یا ہمنے کسطرح سے بچھادیا) یہ قدرت کا چوتھا نمونہ ہے - اگر غور کیا جاوے کہ زمین ایک کروی الشکل یعنی گول ہے تو گول چیز پر کوئی رہ نہیں سکتا نہ مکان بنا سکتا ہے نہ کھیتی باڑی کرسکتا ہے مگر اس قادر مطلق اور حکیم مُتقن نے باوجود اس کروی ہونے کے اسکو ایسا بچھایا کہ سیکڑوں کیا ہزاروں کوس تک ہموار جنگل اور میدان اور پہاڑ اور دریا روان ہیں لوگ کس کشادگی سے بس رہے ہیں سیکڑوں کوسوں تک سڑکیں ہیں اور بیشمار باغ اور کھیت ہیں اور کیا کیا نفیس اور وسیع شہر آباد ہیں اور کیسی کیسی بلند شان عمارات ہیں کہ نہیں اسکی کرویت سے کوئی بھی حرج واقع نہیں ہوتا اور یہانتک وسعت دی ہے کہ بڑے بڑے ملکوں پر بادشاہ حکمرانی کررہے ہیں یہانتک کہ عقلا تک کے نزدیک زمین گول ہی نہیں معلوم ہوتی بلکہ ایک ہموار فرش بچھا ہوا نظر آتا ہے اگر ایسا نہوتا تو زمین کے رہنے والونکو زندگی وبال اور محال ہوجاتی یہ کیسا انعام ہے جس سے ہر امیر فقیر برابر نفع اُٹھا رہا ہے اور یہ اسکی کیسی قدرت اور کاریگری ہے کہ اسقدر اُسکے محدّب کرویت ہونیکی کرویت ہی محسوس نہیں ہوتی - پھر کیا وہ قادر حکیم اور منعم اُس عالم میں نیک بندوں کے لئے یہ نعمتیں نہیں پیدا کرسکتا ضرور پیدا کرسکتا ہے اور لطف یہ کہ ان چاروں نمونوں میں بہشت کی شان بھی نمایاں ہے اور دوزخ کی بھی اونٹ کے منافع پر غور کیجئے تو شان بہشت نمایاں ہے جدھر چاہو لیچلو بٹھالو کھڑا کرلو بوجھ لادلو اور جو خود اونٹ کی مشقت اور بارکشی کو دیکھئے تو جہنم کی تکالیف کا نمونہ ہے آخر وہ بھی تو ہماری طرح خدا کا بنایا ہوا ہے پھر بیچارہ کس مشقت میں ہے اور سرسبز پہاڑوں میں جنت کی شان نمایاں ہے خشک اور گرم پہاڑوں میں خصوصاً اُن میں کہ جہاں آتش فشانی ہوتی ہے یا آتشیں مادہ نکلکر بہتا ہے جہنم کا غصہ اور اسکی چنگاریاں نظر آجاتی ہیں آسمان کی فضا اور چاند سورج کی پُربہار روشنی اور اچھی موسمیں جنت کا نمونہ ہیں - پھر اندھیری راتیں اور گرم لو کے دن جہنم کا نمونہ ہیں - زمین کے شاداب ملک اور باغات جنت کا نمونہ ہیں اور خشک و گرم اور بدبودار اور عمیق گڑھے جہنم کا نمونہ ہیں - مگر یہ چیزیں روزمرہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں ہر روز دیکھتے دیکھتے ایک معمولی بات ہوگئی مگر روشن دل ان میں پورے نمونوں کا ملاحظہ کیا کرتا ہے - اور یہی آثار قدرت ہیں جو بندوں کو خدا پاک دکھاتا ہے اسلئے جنت کے بیان میں شہوت انگیز مضامین بیان نہیں ہوئے بلکہ انکو سنکر عالم آخرت کیطرف رغبت ہوتی ہے اور دنیا سے نفرت اسلئے فرمایا -

پہاڑوں کے منافع

چوتھا نمونہ

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ إِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ ۝ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ

سو تم سمجھاتے رہو تمہارا کام تو سمجھانا ہی ہے　تم ان پر کچھ داروغہ تو نہیں ہو　لیکن جس نے منہ موڑ لیا اور منکر ہو گیا　سو اسکو اللہ ہی سزا دے گا

الْأَكْبَرَ ۝ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝

بڑی سزا　بیشک انکو ہمارے پاس پھر کر آنا ہی　پھر ان سے حساب لینا ہمارا ذمہ ہے

ترکیب

فذکر الفاء لترتیب ما بعدہا علی ما قبلہا. بمصیطر بالصاد والسین قال فی الصحاح ہو المسلط علی الشئ لیشرف علیہ ویتعہد احوالہ. الا استثناء متصل من ہم الفاعل وقیل منقطع والعذاب الاکبر العذاب الشدید الدائم وہو عذاب جہنم وانما قال الاکبر لانہم عذبوا فی الدنیا بالعذاب الاصغر وہو الجوع والقتل والاسر وقرأ قتادۃ وابن عباس الا التی للتنبیہ ایابہم اسم ان الینا خبرہا وقس علیہ حسابہم وجمع الضمیر فی ایابہم وحسابہم باعتبار معنی من کما افرد الضمیر فی یعذبہ باعتبار لفظہا

تفسیر

جب عالم آخرت کیطرف رغبت کرنیکے اسباب بیان ہو چکے اور اس چند روزہ زندگی کا انجام کار لوگ سن چکے اور نیک و بد کاموں کا انجام بھی معلوم کر چکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ فذکر کہ آپ نصیحت کیجئے وعظ وپند سے سمجھا دیجئے کیونکہ انما انت مذکر آپ کا کام سمجھانا اسلئے آپ اس پر آشوب زمانہ میں مبعوث کیئے گئے ہیں کہ لوگوں کو تاریکی سے نکالکر روشنی کیطرف لائیں پھر جو کوئی ہٹ دھرم اور شقی ازلی نہ مانے تو اپنا سر کھائے کس لیئے کہ لست علیہم بمصیطر آپ انپر کوتوال یا داروغہ نہیں کہ زبردستی انکو ایمان پر لائیں اور جو نہ مانے تو اسکا ذمہ آپ پر ہو۔

ف بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت اور اس قسم کی دیگر آیات منسوخ ہیں آیت واقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم سے یعنی یہ حکم جب تھا کہ کفار کا غلبہ تھا اور اسلام غالب ہونیکے بعد اگر وہ ایمان نہ لاویں تو انکو قتل کیا جاوے۔ مگر یہ کہنا صحیح نہیں کس لیئے کہ اب بھی جو نہ مانے تو زبردستی مسلمان بنانے کا حکم نہیں۔ ہاں یہ بات ہے کہ وہ لوگ عرب سے نکالدیئے جاویں اور دیگر ممالک میں اگر رہنا چاہیں تو شاہ اسلام کی اطاعت میں ذمی بنکر رہیں[1] کچھ جبر نہیں کہ انکو مسلمان بنایا جاوے اور قتل کا حکم بوقت مقابلہ ہے۔

الا من تولی وکفر بعض مفسرین نے اسکو مفعول عام سے مستثنیٰ کیا ہے کہ فذکر کل احد الا من تولی وکفر کہ سب کو نصیحت کر مگر اسکے لیئے کچھ ضرور نہیں جو منہ موڑ جاوے اور منکر ہو جاوے کس لیئے کہ اس ہٹ دھرم کو نصیحت کچھ فائدہ نہیں دیتی جیسا کہ پہلے فرمایا تھا ان نفعت الذکری ابن عباس وقتادہ الا کو الا تنبیہ کا کلمہ قرار دیتے ہیں تب یہ معنی ہونگے کہ خبردار جو منہ موڑے اور انکار کریگا اسکو خدا سخت سزا دیگا بعض نے اسکو علیہم کی ضمیر سے استثنا کیا ہے کہ آپ انپر داروغہ نہیں لیکن جو نہ مانے گا وہ سخت سزا پاویگا ان الینا ایابہم آخر ان سبکو مر کر ہمارے پاس آنا ہے ثم ان علینا حسابہم پھر ان سے حساب لینا ہمارا ذمہ ہے ہم ضرور باز پرس کرینگے اور منہ موڑنے والے اور انکار کرنے والے کو سخت سزا دینگے وہ کیا ہے؟ جہنم کا ابدی عذاب اسکے مقابلہ میں سب سزائیں کم ہیں۔ اعاذنا اللہ منہ۔

[1] ذمی اس شخص کو کہتے ہیں جو مسلمان نہو اور شاہ اسلام کی رعیت ہو کر رہے اسکی حفاظت کا شاہ اسلام پر اور اسکو شاہ اسلام کی اطاعت کا ذمہ ہے اسلئے ذمی کہتے ہیں۔ اس سے ایک خاص ٹیکس حفاظتی لیا جاتا ہے جسکو جزیہ کہتے ہیں اسکے بعد وہ فوجی خدمت سے معاف کیا جاتا ہے۔ ۱۲ منہ

سورۃ فجر مکہ میں نازل ہوئی اسمیں تیس آیتیں ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالْفَجْرِ ۙ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۙ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ۚ هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ۝

قسم ہے صبح کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی اور رات کی جبکہ ڈھلے کیوں ان چیزوں کی قسم تو عقلمند کے لیے بس کرتی ہے؟

ترکیب

والفجر الواو للقسم والباقی معطوف علے الفجر وجواب القسم محذوف اے لتبعثن او نحوہ وقیل جوابہ ان ربک لبالمرصاد والشفع والوتر بفتح الواو وکسرہا ہما لغتان ومعناہما الزوج والفرد اذا یسر اذا ظرف والعامل فیہ محذوف اے اقسم بہ یسر قرء الجمہور بحذف الیاء وصلاً ووقفاً اتباعاً لرسم المصحف وقرء نافع وابو عمرو بحذفہا فی الوقف واثباتہا فے الوصل وقرء ابن کثیر ویعقوب وابن محیصن باثباتہا فیہما قال الخلیل تسقط الیاء منہا موافقۃ لرؤس الآی وہو ماخوذ من السری وہو السیر لیلاً یقال سریت اللیل وسریت بہ واسناد السری الی اللیل قیل حقیقی لان معناہ جاء اوادبر وقیل مجازی بل فی ذلک القسم قسم لذی حجر اے عقل ولب واصل الحجر المنع یقال لمن ملک نفسہ ومنعہا انہ لذو حجر ومنہ سمی الحجر لامتناعہ بصلابتہ ومنہ حجر الحاکم علی فلان اے منعہ والجملۃ استفہامیۃ لتقریر تعظیم ما اقسم اللہ تعالےٰ بہ وذلک اشارۃ الی تلک الامور المذکورۃ بتاویل المذکور اے ہل فی تلک الامور المذکورۃ التی اقسمت بہا قسم حقیق بان یقسم بہ ذو عقل سلیم وفہم مستقیم۔

تفسیر

یہ سورہ بھی مکہ میں نازل ہوئی۔ جمہور کا اسپر اتفاق ہے ابن عباسؓ و عائشہؓ و ابن الزبیرؓ کا بھی یہی قول ہے اس میں تیس آیات ہیں لفظ فجر اسکے شروع میں ہے اس لیئے اسکو سورۂ فجر کہنے لگے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ کو لمبی قرءت پر تنبیہ فرمائی تھی تو شمس اور سورتوں کے اس سورہ کے پڑہنے کا بھی حکم دیا تھا (رواہ النسائی)

واضح ہو کہ اس سورہ میں بھی خدا تعالیٰ جزا و سزا کا پانا اور ایک ایسے دن کا آنا کہ جس میں انسان نے جو کچھ اس ظلمتکدہ میں کیا تھا اسکا ستانا پانا بدلائل ثابت فرماتا ہے اور یہی وجہ اس سورہ کی پہلی سورہ سے مناسبت کی ہے مگر ہر سورہ میں ایک نیا دلکش اور پُر اثر انداز ہے جو انسان کو شقاوت کے گڑہے سے نکالکر سعادت کی بلندی کیطرف لاتا ہے اور بعثت انبیاء علیہم السلام سے یہی مقصود اصلی بھی ہے۔

اسلیئے اس سورہ مبارکہ کی ابتدا ایسی چند چیزوں کی قسم سے کی کہ انہیں سے ہر ایک میں غور کرنا اس مقصود کو ثابت کرتا ہے اور لطف یہ کہ شبہات کو بھی زائل کر دیتا ہے اس لیئے فرماتا ہے والفجر ولیال عشر والشفع والوتر واللیل اذا یسر یہ کل پانچ چیزیں ہوئیں انکی قسم کھائی گئی اول فجر۔ اگر فجر کے معنی صبح کے لیئے جاویں جیساکہ جمہور کا قول ہے تو یہ بھی قیامت کے برپا ہونیکا پتا دیتی ہے رات کو ایک سناٹا ہوتا ہے پرند چرند انسان حیوان پر نیند و آرام طاری ہوتا ہے جو ایک حالت موت سے پوری مشابہ ہے نہ وہ شور و غل ہے نہ ہائے ہو ہے نہ وہ آفتاب کی مشعل کی روشنی ہے پھر صبح نمودار ہوتے ہی ہر ایک بیدار ہوتا ہے پرند چہکنے لگے

مسافرون نے چلنے کی تیاری کی - کاربار ہی اپنے کاربار کی طرف درباری اپنے دربار کی طرف دوڑنے لگے الغرض ایک شور برپا ہوگیا یہ قیامت کا پورا نمونہ ہے کہ مرنے کے بعد خصوصاً جبکہ فنا کے صور سے ہر چیز نیست ہوجاویگی اور عدم کی رات طاری ہوجاویگی تو پھر صبح قیامت نمودار ہوکر لوگون کو بیدار کریگی بادۂ غفلت کے مست کہین گے من بعثنا من مرقدنا کہ ہمکو نیند سے کس نے جگا دیا -

اس تقدیر پر فجر سے مراد کسی دن معین کی فجر نہین بلکہ عام ہے جیساکہ اور جگہ بھی آیا ہے والصبح اذا تنفس والصبح اذا اسفر - اور یہی عکرمہ علیؓ و ابن عباسؓ و ابن الزبیرؓ کا قول ہے اور جو اس سے کسی خاص دن کی فجر مراد لیجاوے تو بھی ہوسکتا ہے جیساکہ اور علماء فرماتے ہین چنانچہ (۱) قتادہ کہتے ہین کہ محرم کی پہلی تاریخ کی فجر مراد ہے کس لیئے کہ عرب کے نزدیک شروع سال محرم سے ہوتا ہے تب انکے نزدیک اس فجر مین یہ خصوصیت ہوگی کہ گویا یہ تمام سال کا دیباچہ ہے اور پہلی فجر کے روز دن کا پیش خیمہ ہے جو ہر روز کے لحاظ سے پورا پورا قیامت کا نمونہ ہے - اور سال بھر مین جو کچھ نیک و بد کام ہوتے ہین انکا دروازہ ہے - اور مجاہد کہتے ہین کہ یوم النحر کی صبح مراد ہے کیونکہ یہ دن مناسک ملت ابراہیم کے ادا کرنے کا ہے جو تمام خداپرستون کے لیئے ملت ابراہیمیہ کا شعار ہے - اور اس دن دنیا بھر کے خداپرستون کا ایک معتبر گروہ مقام پر جمع ہوتا ہے جو ہر ایک اپنے خدا سے پاک پر جان فدا کرنے کو تیار ہے اور جان کے بدلہ اپنی خاص رحمت سے جانورون کی قربانی کی اجازت دیدی ہے - یہ دن بڑا متبرک دن ہے اور اجتماع کے لحاظ سے حشر کا بھی نمونہ ہے پھر اسکی صبح تو کیا ہی مبارک صبح ہے - ضحاک کہتے ہین کہ ماہ ذی الحجہ کے پہلے روز کی صبح مراد ہے کس لیئے کہ مناسک حج جو حشر کا نمونہ ہین اس سے شروع ہوتے ہین اور اسی لیئے اسکے بعد لیال عشر کی قسم کھائی ہے جو اسی مہینہ کی دس راتین ہین - بعض کہتے ہین عرفہ کی فجر مراد ہے کس لیئے کہ آج تو تمام حجاج کا مجمع ہوتا ہے - اعظم ارکان حج کے لیئے

اب اگر فجر کے اور معنے لیے جاوین جیساکہ دیگر علماء نے لیئے ہین تب بھی ہر ایک معنی کے لحاظ سے یہ حشر و نشر اور اس دن مین اسکے جلال و جمال کے اظہار کا پورا نمونہ ہے چنانچہ بعض فرماتے ہین کہ فجر سے مراد لغوی معنی کے لحاظ سے پھوٹنا اور بہنا ہے جس سے چشمون کا بہنا اور پھوٹنا مراد ہے اور انپر دنیا کی معاش کا دار و مدار ہے اور یہ اسکے جمال یعنی اس روز کی عام رحمت کا جو نیکون کے لیئے رکھی گئی ہے پھوٹ پڑنے اور چشمون کی طرح بہنے کا پورا نمونہ ہے -

بعض صوفیہ کرام فجر سے مبدء طلوع نور حق مراد لیتے ہین - جس کا اول مرتبہ نور روح کا بدن پر ظہور ہے جسکو انسان کی آفرینش یا تولد سے تعبیر کرنا چاہیئے اور پھر ترقی کرتے کرتے اسکے تجلیات تک نوبت پہونچتی ہے یہ دوسرا مرتبہ ہے مگر ابتک آفتاب ذات حق اسپر طلوع نہین ہوا اب تیسرے مرتبہ مین جب آفتاب ذات حق جلوہ گر ہوتا ہے تو روز روشن ہوجاتا پھر کوئی چیز مخفی نہین رہتی یہ مرتبہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو اور انکے بعض مخصوص لوگون کو حیات ہی مین حاصل ہوجاتا ہے مگر اور لوگون کو مرنے کے بعد حشر کے دن حاصل ہوگا - اور اسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نور نبوت کی ابتدا کیطرف بھی اشارہ ہے کس لیئے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی ہے تو اسوقت نبوت کی فجر تھی مکہ ہی مین اسلام تھا پھر آفتاب جلوہ گر ہوا اور دنیا کو منور کرتا گیا اس لیئے اس سہانی حالت کی قسم کھاتا ہے -

دوسری چیز جسکی قسم کھائی ولیال عشر ہے جسکے معنے ہیں دس راتیں۔ یہ وہ دس راتیں کہ جنکی خدا تعالیٰ نے قسم کھائی ہے بڑی متبرک راتیں ہیں جن میں بندہ کے لیئے عالم بالا سے ایک خصوصیت خاص ہے۔ جمہور مفسرین کے نزدیک ان دس راتوں سے ماہ ذی الحجہ کی دس راتیں مراد ہیں کہ جن میں دور دراز کے خدا پرست ایک متبرک مقام پر جمع ہوکر عبادت وو عا میں مشغول ہوتے ہیں یہ ایام حج کی راتیں ہیں۔ ان میں بھی مجمع حشر کا نمونہ ہے۔ دوسرا قول بعض مفسرین کا یہ ہے کہ اخیر رمضان کی دس راتیں مراد ہیں جن میں لیلۃ القدر بھی واقع ہوتی ہے اور اسی لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان راتوں میں نہایت شب بیداری کرتے تھے اور گھر والوں کو بھی بیدار کیا کرتے تھے اور مسجد میں معتکف ہوکر بیٹھتے تھے دنیاوی کاروبار چھوڑ دیتے تھے جیسا کہ حج و شعرا وغیرہ اگرچہ آپ کے دنیاوی کام بھی بغرض تحفظ دین ہی ہوا کرتے تھے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ماہ محرم کی اول دس راتیں مراد ہیں کس لئے کہ دسویں تاریخ کے روزہ کے فضائل احادیث میں بکثرت وارد ہیں۔ اور اسی لیئے رفع درجات کے لیئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مصیبت اور شہادت بھی انہیں ایام میں واقع ہوئی ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ تمام سال میں سے یہ دس متفرق راتیں ہیں جنمیں سے پانچ رات تو اخیر رمضان کی ۲۱-۲۳-۲۵-۲۷-۲۹- جن میں لیلۃ القدر واقع ہوتی ہے- اور ایک عید الفطر کی رات اور ایک عرفہ کی رات- اور ایک یوم النحر کی رات- اور ایک لیلۃ المعراج یعنے ستائیسویں رجب کی رات- اور ایک شب برات اور چونکہ یہ راتیں فی الجملہ مبہم ہیں جیسا کہ چار قولوں میں مختلف اقوال گزرے- اور نیز ان کی تعظیم بھی مقصود تھی اس لیئے نکرہ لائیں گئیں تاکہ ہر احتمال کو گنجایش ہو سکے۔ بعض صوفیہ کرام دس راتوں سے حواس عشرہ پانچ باطنہ اور پانچ ظاہرہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور ان کو رات سے اسلیئے تعبیر کیا گیا کہ انوار حق و تجردات کے ادراک اور انسے مشغول ہونیکے وقت یہ معطل اور بیکار ہوجاتے ہیں اور شب کیطرح ان پر ظلمت طاری ہوجاتی ہے کیونکہ جب نور الٰہی کی تجلی ہوتی ہے تو یہ جسمانی آلات معطل ہوجاتے ہیں مگر بندہ کے کسب کمالات کے لیئے عمدہ اوزار ہیں اس لیئے انکی قسم کھائی گئی۔ اور یہ تعطل ایک جسمانی عالم کا بطلان ہے جو قیامت اور صور فنا کو یاد دلا رہا ہے۔

تیسری اور چوتھی چیز جسکی قسم کھائی والشفع والوتر ہے کہ قسم ہے شفع اور وتر کی۔ شفع زوج جسکو جفت کہتے ہیں وتر طاق یا فرد ان سے کیا مراد ہے؟ اس میں علماء کے بہت اقوال ہیں۔ مگر وہ سب دو قولوں سے باہر نہیں کس لیئے کہ یا تو ان سے نفس عدد مراد ہوگا- یا معدود اول قول جو حسن کا قول ہے یہ ہے کہ نفس عدد جفت وطاق کی قسم کھاتا ہے جسکی حساب کے لیئے اور گنتی کے لیئے لوگوں کو بس ضرورت ہے اور دنیا کی عمر یا خود انسان وحیوان کی عمر ضرور کسی نہ کسی عدد پر منتہی ہوتی ہے۔ دس بیس پچاس سو ہزار لاکھ یا کچھ ہو آخر کوئی نہ کوئی عدد ہوگا طاق ہو یا جفت اسمیں دنیا و اہل دنیا کے حادث اور فانی ہونیکی طرف اشارہ ہے انکی ابتدا یہی ہے پھر انتہا بھی یہی ایک بات اگر عاقل غور کرے تو جلد قائل ہوجاوے کہ آخر ایک روز یہاں سے جانا ہی اور جاکر کیئے کا بدلہ پانا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ معدود مراد ہیں پھر اسمیں بھی کئی قول ہیں (۱) یہ کہ عام ہے سبکو شامل ہے رات دن کا جوڑا نیکی بدی کا شمس و قمر کا جن و انس کا کفر و ایمان کا سعادت و شقاوت کا مرد و عورت کا ذلت و عزت کا دولت و فقر کا آسمان و زمین کا بحر و بر کا۔

شفع و وتر کے معنی

تندرستی بیماری کا موت و حیات کا جیساکہ فرماتا ہے وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔ یہ مخلوق تو سب شفع ہے اور وتر یعنی فرد جو ہے وہ حق سبحانہ ان کا خالق ہے جسکا کوئی جوڑا نہیں یہ سفیان بن عیینہ و مجاہد و محمد بن سیرین و قتادہ وغیرہ کا قول ہے (۲) یہ کہ مخلوق میں سے شفع اور وتر مراد ہے شفع یوم نحر ہے اور وتر یوم عرفہ پہلے دن میں قربانی ہوتی ہے اور دوسرے پر بہت سے احکام حج کا مدار ہے (۳) ربیع بن انس و ابو العالیہ کہتے ہیں صرف نماز مغرب مراد ہے اسکی دو پہلی رکعت شفع ہیں اور تیسری رکعت وتر ہے (۴) ضحاک و علما کہتے ہیں شفع دس روز ذی الحجہ کے اور وتر اسکے بعد کے تین روز ہیں (۵) بعض کہتے ہیں آدم و حوا مراد ہیں کس لیئے کہ آدم اکیلے تھے پھر حوا کے ملنے سے جوڑا ہو گیا (۶) مقاتل کہتے ہیں شفع کل ایام ہیں رات دن کے لحاظ سے اور وتر وہ اخیر دن ہے یعنی قیامت کا (۷) حسین بن فضل کہتے ہیں شفع جنت کے درجات ہیں کیونکہ وہ آٹھ ہیں۔ اور وتر جہنم کے طبقات ہیں کیونکہ وہ سات ہیں (۸) شفع صفات خلق ہیں علم ہے تو جہل بھی ہے قدرت ہے تو عجز بھی ہے حیات ہے تو موت بھی ہے۔ اور وتر وہ صفات حق سبحانہ ہیں وجود ہے تو عدم نہیں علم ہے تو جہل نہیں حیات ہے تو موت نہیں قدرت ہے تو عجز نہیں (۹) شفع انسان کے بعض اعضا دو کان دو ہاتھ دو پاؤں۔ اور وتر وہ جو ایک ہیں ناک سر قلب (۱۰) شفع سجدہ اور وتر رکوع ہے۔

اور بھی اقوال ہیں الفاظ قرآنیہ میں بڑی وسعت ہے سب کو حاوی ہیں۔ مگر ان میں ٹھیک وہی ہیں جنکی طرف احادیث صحیحہ میں اشارہ ہو۔ ترمذی و امام احمد وغیرہما نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے شفع اور وتر کے معنی پوچھے آپ نے فرمایا کہ نماز مراد ہے بعض جفت ہیں دو دو یا چار چار رکعت بعض طاق جیسے تین رکعت۔ لیکن اس روایت میں ایک راوی مجہول ہے اور اسی لیئے ترمذی نے کہدیا کہ یہ روایت غریب ہے۔ اور امام احمد و نسائی و حاکم نے روایت کی ہے کہ لیال عشر عید الضحیٰ کی دس راتیں اور وتر عرفہ کا دن اور شفع نحر کا دن ہے۔ مگر محققین محدثین کے نزدیک ان روایات میں کلام ہے۔

پانچویں چیز کہ جسکی قسم کھائی وہ رات ہے۔ فرماتا ہے وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ کہ قسم ہے رات کی جبکہ ڈھلے۔ یسری تھا۔ ی فواصل آیات کے لحاظ سے محذوف ہو گئی۔ اور کلام عرب میں ایسا بہت ہے۔ اسکے معنی ہیں جبکہ جاوے یعنی ڈھلے جیساکہ ایک جگہ فرمایا ہے وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ مگر قتادہ و ابو العالیہ کہتے ہیں اسکے معنے ہیں جبکہ آوے۔ اسمیں کسی رات کی تخصیص نہیں ہر رات میں جبکہ ڈھلتی ہے رحمت الٰہی کا ظہور اور اسکی تجلی ہوتی ہے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تہائی رات باقی رہجاتی ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے[1] اور فرماتا ہے کون ہے جو مجھ سے مانگے تاکہ میں دوں اور کون ہے جو دعا کرے کہ میں قبول کروں اور ہے کوئی جو مجھ سے معافی مانگے میں معاف کر دوں۔ اور بھی پچھلی رات کے برکات و فضائل آئے ہیں اور اسی لیئے حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام و صالحین کا ہمیشہ پچھلی رات میں جاگنے اور عبادت و دعا کرنے کا دستور رہا ہے۔ اور احادیث میں تاکید ہے۔

---

[1] آسمان دنیا کی طرف اترنا یا نازل ہونا کنایہ ہے اسکی ایک توجہ اور التفات خاص ہے جو اسکی تجلی سے عبارت ہے نہ نزول و صعود جسمانی کیونکہ وہ اس سے پاک ہے ۱۲ منہ۔

شبہ

اور روزِ جزا پر چند شبہات ہوتے ہیں انکا بھی ان پانچوں چیزوں کی قسم کہانے میں جواب ہے — منکرین قیامت اکثر یہ شبہ کیا کرتے ہیں کہ دنیا میں نیکی و بدی کی جزا و سزا دینے سے کون مانع ہے اگر خدا تعالیٰ ہے اور وہ بندوں کے نیک و بد اعمال پر بھی نظر رکھتا ہے اور وہ جزا و سزا پر قادر بھی ہے تو پھر اسی جہان میں کیوں بدلہ نہیں دیدیتا تاکہ جلدی قصہ طے ہو جاوے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اسکی حکمت کاملہ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس بدلہ دینے میں قیامت کا انتظار کیا جاوے کس لیئے کہ انسان کی دو حالتیں ہیں ایک اسکی یہ زندگانی دوسری موت اور بعد کا زمانہ پہلی حالت سزا و جزا کے لیئے کافی نہیں اس لیئے دوسری حالت پر موقوف رکھا ہے کیونکہ اس جہان میں انسان کی تمامی عمر دار آخرت کے لیئے سامان جمع کرنے کے واسطے مقرر ہے کہ اخیر تک تحصیل کمالات کرے اور نیز ہر ایک کے ساتھ بہت سے لوگوں کے حقوق و آسائش بھی متعلق ہیں۔ اور نیز بعض ایسے بھی لوگ ہیں کہ جنپر ظلم و ستم ہوئے ہیں اور ظالم زندہ ہے مظلوم مر گئے اب اگر اس کو اسی جہان میں سزا دیجاتی تو اول تو اسکو اس کہنے کی جگہہ باقی رہے کہ جلدی کیوں کی میں آیندہ توبہ و استغفار و عبادت کرنے کو تیار تھا مافات کی تلافی کا مجھے وقت باقی تھا۔ دوم اسکے سزا دینے سے اسکے متعلقین پر ایک مصیبت کا دروازہ کہلتا اسکے عیال و اطفال اور دیگر اہل حقوق اپنے حقوق سے محروم رہجاتے۔ سوم جن مظلوموں پر ظلم ہوئے اگر انکے بعد ظالموں کو سزا ہوئی تو انہوں نے کیا دیکھی تو دل ٹھنڈا بھی ہوتا یا وہ اپنے حقوق کا اس سے مطالبہ کرتے۔ چہارم اس عالم میں جزا و سزا ہونے پر بندوں کی وہ آزمایش جو دنیا میں آزادانہ زندگی پر منحصر ہے باقی نہ رہتی اس لیئے اسکی سزا و جزا کے لیئے یہ زندگانی کافی نہیں بلکہ ایک دوسرا جہان ہے جہان نہ یہ عذر باقی رہیگا کہ میرے لیئے تلافی کا وقت باقی تھا نہ اسکی جزا و سزا سے اسکے متعلقین کی آسایش میں کچھ فرق آئیگا نہ انکے حقوق تلف ہونگے۔ اور جہان مظلوم بھی موجود ہوگا اور ظالم بھی ہوگا اپنی آنکھوں سے دیکھکر دل ٹھنڈا کریگا۔ پس اس جہان کا انتظار کرنا چاہیئے کیونکہ دنیا میں بھی بہت باتیں فوراً ہی نہیں ہوجایا کرتیں انتظار ہی کرنا پڑتا ہے فجر کو دیکھو کہ اکثر لوگ اپنے کاموں اور ضرورتوں کے سر انجام کے لیئے اس کا انتظار کیا کرتے ہیں بیمار و عشاق تو رات میں تڑپ تڑپ کر صبح کی آرزو کیا کرتے ہیں چرند جب خالی پیٹ ہوجاتے ہیں تو صبح کے انتظار میں کلبلانے لگتے ہیں علیٰ ہذا القیاس پھر لیال عشر دس راتوں کو دیکھو کہ انکے میں برس گزر جاتا ہی خواہ وہ ذی الحجہ کی دس راتیں ہوں یا رمضان کی یا محرم کی۔ یا سال بھر میں سے متفرق۔ اور عدد جفت و طاق کو دیکھو انتظار سے چارہ نہیں تمام دنیا کے کاروبار تنخواہ و طلب توالد و لین دین اسی عدد پر موقوف ہے خواہ جفت ہو خواہ طاق نو مہینے تک لڑکے پیدا ہونیکا انتظار رہتا ہے۔ مہینا یا سال بھر نوکر رہا ہو اور یا سالیانہ کا انتظار کرتا ہے اور رات کو دیکھو کہ اسکا بھی انتظار ہوتا ہے سیکڑوں کام رات کے آنے پر موقوف ہوتے ہیں پھر کیوں جھٹ پٹ اسیوقت نہیں کرلیتے جب دنیاوی کاموں میں وقت و عدد کا انتظار ہے تو ایسے بھاری کام کے لیئے ہو تو کیا تعجب ہے اسلیئے اسکے بعد فرماتا ہے ہل فی ذٰلک قسم لذی حجر کہ کیا جو کچھ مذکور ہوا عقلمند کے لیئے کافی قسم ہے؟ ضرور ہے بلکہ یقیناً قسم ہی کے عقلمند ان پانچ چیزوں میں غور و تدبیر کرکے کہہ سکتا ہے کہ بیشک قیامت آنی ہے اور مصلحت الٰہی سے اسکا ایک وقت مقرر ہے اور بندے کے نیک و بد کام سے وہ غافل نہیں ؛

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِىْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِى الْبِلَادِ ۝ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے عاد ارم سے کیا کیا جو ستونوں والے تھے جن کا مثل دنیا پر پیدا نہ ہوا تھا اور ثمود سے کیا کیا

جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝ وَفِرْعَوْنَ ذِى الْاَوْتَادِ ۝ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِى الْبِلَادِ ۝ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝ فَصَبَّ

کہ جنہوں نے جنگلوں میں پتھر تراشے تھے اور فرعون میخوں والے سے کیا کیا ان سب نے ملک میں سرکشی کرکے بڑا ہی فساد مچا دیا تھا پھر تو

عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝

تیرے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا مار دیا کیونکہ تیرا رب تو تاک میں ہے۔

ترکیب

ارم ذات العماد عطف بیان لعاد او بدل منہ وارم غیر منصرف للتعریف والتانیث۔ وارم جد عاد لانہ عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح وقال قتادہ ہی قبیلۃ من عاد وقال ابو عبیدہ ہما عادان فالاولی ارم۔ ومعنی ذات العماد ذات القوۃ والشدۃ وقیل ذات الطول یقال رجل طویل العماد ای القامۃ وفی الصحاح العماد الابنیۃ الرفیعۃ تذکر وتونث التی لم یخلق الخ صفۃ لعاد وقیل صفۃ ارم علی قول من قال ان ارم قریۃ او ارض وثمود بالنصب عطفا علی عاد مجرور محلا علی انہ اسم للقبیلۃ ففیہ التانیث والتعریف فہو غیر منصرف الذین الخ صفۃ لثمود جابوا الجوب القطع ومنہ جاب البلاد اذا قطعہا ومنہ جیب القمیص لانہ قطع بالواد متعلق بجابوا والمراد بالواد وادی القری وہو موضع بقرب المدینۃ من جہۃ الشام۔ قرء الجمہور بالواد بحذف الیاء وصلا ووقفا اتباعا لرسم المصحف وقرء ابن کثیر باثباتہا فیہما وقری باثباتہا فی الوصل دون الوقف وفرعون معطوف علی عاد ذی الاوتاد صفۃ فرعون والمراد قومہ والاوتاد جمع وتد بکسر التاء وفتحہا وعند اہل نجد بسکونہا۔ والمراد بالاوتاد الجنود لان الملک یشد بہا الذین الخ الموصول صفۃ لعاد وثمود وفرعون ای طغت کل طائفۃ منہم فی بلادہم وتمردت فصب ای القی وافرغ وہذا استعارۃ عن ایقاع العذاب بہم علی ابلغ الوجوہ۔ ان ربک تعلیل لما قبلہ ابتداءً بانہ عالم باحوال القریش یوقع بہم ما اوقع بمن قبلہم۔ وقیل ہو جواب القسم۔

تفسیر

کسی بات کا ذکر ہوا تھا کہ جزا و سزا کا دن قیامت ہے اور وہاں پوری سزا و جزا ملا کرتی ہے۔ اب یہاں سے یہ ثابت کرتا ہے کہ یہی دنیا میں بھی ہم کچھ سزا دیا کرتے ہیں اور نیکوں کو جزا بھی۔ اس لیے پہلی قوموں کے تین مشہور واقعات یاد دلاتا ہے کہ جنکی سرکشی پر خدا نے دنیا ہی میں انکو سزا دی تھی فقال الم تر کیف فعل ربک بعاد کہ کیا اے مخاطب تو نے نہیں دل کی آنکھ سے گو اس زمانہ کے لوگوں نے دیکھا نہیں مگر وہ مشہور واقعہ ایسا ہی یقین بخش ہے جیسا کہ آنکھ کا دیکھا ہوا کرتا ہے اسلئے الم تر (کردار) تیرے رب نے عاد کی قوم سے کیا کیا۔ کونسے عاد سے آپ ہی فرماتا ہے ارم یعنی عاد ارم کی قوم سے (جنکو عاد اولی بھی کہتے ہیں) ارم انکے جد اعلیٰ کا نام تھا۔ عرب میں جد اعلیٰ کی طرف منسوب کرنا عام محاورہ ہے کہتے ہیں قریش کنانہ۔ اور وہ کیسی تھی؟ ذات العماد بڑی بلند قامت یعنی طاقت ور یا یہ معنی کہ انکے مکانوں اور محلوں والی کیونکہ عماد بلند مکانوں کو بھی

کہا کرتے ہیں یا خود ستونوں والی کیونکہ اس دولتمند قوم کی عادت تھی کہ اپنے بزرگوں کے مقابر پر بلند منارے بنوایا کرتے تھے فخر اور یادگاری کے لیے جنکے آثار ملک مصر میں ابتک باقی ہیں۔ التی لم یخلق مثلہا فی البلاد ایسی قوم یا ایسے ستون یا ایسی عمارات کہ جنکی مثل اس عہد تک ملکوں میں پیدا نہیں کیے گئے تھے۔ یہ پہلا واقعہ ہے قوم عاد اولی کا۔

سا واقعہ

واضح ہو کہ عاد دو فرقوں کا نام تھا۔ ایک کو عاد اولی اور عاد قدیمہ بھی کہتے تھے۔ اور وہ اولاد عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام سے تھے اور انہیں کو عاد ارم کہتے ہیں کس لیے کہ ارم انکے دادا ہیں اور شہر ارم بھی عدن کے قریب نہایت عمدہ انہوں نے اپنے نام سے آباد کیا تھا جسکا مثل اس زمانہ میں دنیا بھر میں نہ تھا یا ملک عرب میں نہ تھا۔ دوسرا فرقہ جسکو عاد اخری کہتے ہیں وہ لوگ ہیں جو اس قوم کے ہلاک ہونے سے بچ رہے تھے اور یہ لوگ ملک یمن کے ضلع حضرموت میں احقاف کی زمین میں رہا کرتے تھے پھر یہ بھی بڑے پھلے پھولے اور آخر جبار و سرکش ہو گئے انہیں میں ہود علیہ السلام پیغمبر بھیجے گئے تھے یہ قوم ہوا کے طوفان سے ہلاک ہوئی تھی ان کا قصہ قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے۔ مگر عاد ارم کا صرف دو ہی جگہ آیا ہے ایک انہیں آیات میں دوسرے سورۂ نجم میں جہاں کہ فرمایا وانہ اہلک عاد الاولی۔

اس قوم کا وہ واقعہ جو صحیح طور پر ثابت ہوا اسیقدر ہے کہ یہ ایک قوم قدیم زمانہ میں طوفان نوح علیہ السلام کے بعد ملک یمن میں آباد تھی اس قوم کا یہانتک عروج ہوا کہ تمام عرب بلکہ مصر و دیگر ممالک پر بھی انکی سلطنت ہو گئی اور انہوں نے بڑے بڑے عجائب شہر آباد کیے۔ اور دولت و حشمت نے انسے قول ہار دیا تھا منجملہ انکے شہر ارم بھی اسوقت میں ایک عجائب زمانہ تھا یہ بڑی طاقتور اور بہادر قوم تھی مگر پھر دولت و ثروت کے ساتھ بدکاری اور عیاشی اور ظلم بھی ان میں آیا اور یہ باتیں دولت و ثروت کا خمار ہیں ہر چند اس عہد کے انبیا علیہم السلام نے انکو سمجھایا اور راہ راست پر لانیکی کوشش کی مگر انکے گناہوں کی کشتی جو بھر چکی تھی غرق ہونیکو تھی کب مانتے تھے آخر عذاب الٰہی کا کوڑا انپر پڑا برباد و ہلاک ہو گئے سلطنتیں جاتی رہیں دولت و ثروت نے منہ پھیر لیا وبا اور دیگر مصائب نے ہجوم کر لیا برباد ہو گئے۔

علاوہ بہتی عاد ارم کا

مروی ہے کہ عاد کے دو بیٹے تھے شدید اور شداد یہ ملکو پر قابض ہوئے شدید مر گیا تو شداد اسکا قائمقام ہوا اسکے اقبال نے بڑی ترقی کی بڑے بڑے بادشاہ اسکے مطیع ہو گئے اسنے جنت کا ذکر سنکر کہا کہ میں بھی ایک ایسی ہی بہشت تیار کرتا ہوں تب اسنے یمن کے بعض جنگلوں میں شہر ارم کی بنیاد ڈالدی اور تین سو برس میں ایک شہر تیار ہوا جسکے چاندی سونے کے محل اور یاقوت زبرجد کے انکے ستون تھے اور اقسام اقسام کے اسمیں باغ اور نہریں تھیں جب بنکر تیار ہوا تو ارکان دولت کو لیکر اس بہشت میں چلا جب قریب رہ گیا تو آسمان سے ایک کڑاک آئی اور سب کو ہلاک کر دیا۔ شداد نو سو برس کی عمر میں مرا۔

شہر ارم کا بیان

یہ بھی روایت ہے کہ ابو قلابہ اپنا اونٹ ڈھونڈتے ہوئے اس جنگل میں جا نکلے اور شہر ارم میں جا پہونچے اور وہاں سے بہت کچھ جواہر اٹھا لیے اسکی خبر معاویہؓ کو پہونچی انہوں نے بلا کر پوچھا سارا احوال بیان کر دیا تب معاویہؓ نے کعب سے دریافت کیا تو کہا یہ وہ شہر ارم ہے جو شداد نے بنایا تھا۔ اگر یہ روایت صحیح تسلیم کر لیجائے تو ممکن ہے کہ شہر ارم کے کھنڈرات میں جا پہونچے ہوں اور بعض جواہر لے آئے ہوں مگر اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ شہر ارم اسیطرح اب بھی یمن کے جنگلوں میں موجود ہے اور لوگوں کی نظر سے غائب ہے

دوسرا قوم

اسکے بعد دوسرا واقعہ بیان فرماتا ہے جو اسکے بعد گزرا ہے فقال وثمود الذین جابوا الصخر بالواد اور قوم ثمود کے ساتھ کیا کیا وہ قوم ثمود کہ جس نے جنگلوں میں پتھر تراشے تھے اور بڑے مستحکم مکان بنائے تھے کہ ہم ہمیشہ ان میں رہا کرینگے - یہ قوم شمال عرب میں رہتی تھی حجر سے لیکر وادی القرٰی تک انکی بستیاں تھیں - پہاڑ تراش کر نہایت خوبصورتی کے مکان بنایا کرتے تھے تصویرین اور پھولوں اور درختوں کی صورتین بھی تراشا کرتے تھے نہایت شادمانی اور فرحت سے زندگانی بسر کیا کرتے تھے مگر ساتھ ہی بدکاری اور بت پرستی بھی بیحد تھی - حضرت صالح علیہ السلام اس قوم کی طرف مبعوث کیئے گئے پھر کب یہ ماننے والے تھے آخر ایک ہی بار ہلاک ہوگئے - ان کا قصہ بھی کئی بار قرآن مجید میں آچکا ہے - ان کے آثار اب تک شام کی طرف جانے والوں کو دکھائی دیا کرتے ہیں حال کے سیاحوں نے بھی انکے سنگین مکانات کے کچھ کچھ آثار دیکھے ہیں -

تیسرا قوم

اسکے بعد تیسرا واقعہ قوم فرعون کا بیان فرماتا ہے فقال وفرعون ذی الاوتاد اور فرعون کے ساتھ کیا کیا جو لشکر والا تھا - اوتاد وتد کی جمع ہے جسکے معنے ہیں میخ کے مفسرین کے اسکی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں (۱) یہاں اوتاد لشکروں کو کہتے ہیں کیونکہ سلطنت وحکومت کی یہی میخ ہے جس بادشاہ کا لشکر مہیا اور کارآمد نہیں اسکی بادشاہت بے بنیاد ہے اور یہی ابن عباس کا قول ہے -
(۲) یہ کہ اسقدر گھوڑے اور خیمے تھے کہ بیشمار میخیں ساتھ چلا کرتی تھیں جس سے اسکی حشمت اور کثرت مال وجاہ کیطرف اشارہ ہے (۳) یہ کہ وہ موذی ایمانداروں کو چومیخا کیا کرتا تھا اسلیئے میخیں رکھ چھوڑی تھیں اسلیئے اسکو اس بری صفت سے یاد کیا گیا -

پھر اجمالاً ان تینوں قصوں کو بیان فرما کر سب کے افعال زشت اور حالات بد کا اجمالی حال بیان فرماتا ہے جو انپر دنیا میں قہر ٹوٹ پڑنے کا باعث ہوا فقال الذین طغوا فی البلاد کہ یہ سب قومیں وہ تھیں کہ جنہوں نے ملک میں رہکر سرکشی کی اپنی حد سے گذر گئے تھے تکبر کی بھی انتہا نہ رہی تھی حکومت کے ساتھ نخوت اور بے پروائی سے پیش آتے تھے اخلاق کا نام تک نہ تھا - شہوت پرستی اور عیاشی کا بھی کچھ انتہا نہ تھا بہائم کو بھی شرما دیا تھا اسپر درندے بھی بنگئے تھے جسکو چاہا پیٹ ڈالا قید کردیا مروا ڈالا الزام لگا کر گھر بار ضبط کرلیا - عدل وانصاف صدق پارسائی پرہیزگاری رحمدلی خوش اخلاقی تو چھو بھی نہیں گئی تھی اسپر اعتقادات وہ بد کہ الٰہی توبہ - خدا تعالیٰ کی بے ادبی اسکے رسولوں اور انکی شریعت کی بے عزتی صنم پرستی ایک ادنے بات تھی دار آخرت اور اعمال کی جزا وسزا کا تو خیال بھی نہیں آتا تھا زناکاری اور شراب خواری کے دروازے کھولدیئے تھے لوگوں کو بھی اسی روش اور انہیں خیالات پر پھیر لاتے تھے اور اپنی عقل وتدابیر اور شوکت وحشمت موجودہ پر بڑا غرور تھا ان سب باتوں کی طرف اس ایک ہی جملہ میں اشارہ ہے فاکثروا فیہا الفساد کہ زمین میں بہت ہی فساد کیا ہے ہر ایک بات جو اوپر مذکور ہوئی فساد فی الارض ہے - اب انکی سزا بیان فرماتا ہے فقال فصب علیہم ربک سوط عذاب کہ تیرے رب نے (جو رب العالمین ہے انکو اپنے غریب بندوں کی پرورش بھی ملحوظ ہے مظلوموں پر رحم کھانا بھی اسکی ربوبیت کا مقتضے ہے) انپر سزا کا کوڑا مارا انکو ہلاک وبرباد کردیا - اسکے تازیانہ سے ڈرنا چاہیئے کیونکہ ان ربک لبالمرصاد تیرا رب اپنے بندوں کے حالات وحرکات دیکھتا رہتا ہے سب کچھ اسکی نظروں میں رہتا ہے کچھ انہیں قوموں پر انحصار نہیں اور صدہا قوموں پر سزا کے کوڑے مارے ہیں اور آئندہ مارےگا - اگر یہی آخر جملہ بندہ کے دھیان میں رہے تو بڑا ہی نیک ہو جاوے - قرآن نے تذکیر میں کوئی مرتبہ اٹھا نہیں رکھا اس سے بڑھ کر کوئی کہہ نہیں سکتا -

فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۝ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ

لیکن انسان ایسا ہے کہ جب اسکا رب اسکو آزماتا ہے پس اسکو عزت اور نعمت عطا کرتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ مجھ میرے رب نے نواز دیا اور جبکہ اسکو (اسطرح) آزماتا ہے کہ اسکی روزی

رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۝ كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝

تنگ کر دیتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔ ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور نہ مسکین کے کھانا کھلانے کی ترغیب دلاتے ہو۔

وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ۝ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝

اور مُردوں کا مال بھی سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال کو بہت ہی عزیز رکھتے ہو۔

ترکیب

فاما ههنا للحصر والتاكيد لا التفصيل المجمل اذا شرطية ما زائدة فاكرمه ونعمه تفسير للابتلاء فيقول الخ جواب الشرط وقيل اذا ظرفية ودخلت الفاء في فيقول لتضمن اما معنى الشرط اي فاما الانسان فيقول ربي اكرمني وقت ابتلائه بالنعماء۔ اكرمن اصله اكرمني حذفت الياء اتباعاً لرسم المصحف وبقيت الكسرة دليلاً عليها وقس عليه واما اذا ما ابتلاه فقدر الخ كلا ردع للانسان عن قوله ولا تحاضون والمفعول محذوف اي احداً او انفسكم قرء الجمهور تحضون من حض على كذا اي اغراه به وقرئ تحاضون بفتح التاء واصله تتحاضون اي لا يحض بعضكم بعضاً وقرئ بضم التاء من الحض وهو الحث۔ طعام المسكين والطعام اما اسم مصدر اي اطعام المسكين او اسم للمطعوم فالمضاف محذوف اي بذل طعام المسكين التراث اصله الوراث فابدلت التاء من الواو المضمومة كما في تجاه ووجاه لما اصل اللم الجمع يقال لممت الشيء لماً جمعته جماً الجم الكثرة يقال جم الشيء يجم جموماً يقال في المال وغيره فهو جم وجام۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا ان ربک لبالمرصاد کہ وہ آخرت کے نفع و مضر کاموں کو دیکھ رہا ہے فاما الانسان الخ اور انسان کا یہ حال ہے کہ وہ رات دن حصول دنیا اور اسکے لذات و شہوات میں مشغول ہے۔ اگر دنیا میں دولت و راحت مل گئی تو کہنے لگا کہ میرا خدا مجھ سے خوش ہے اور جب ہی تو اُس نے مجھے یہ عزت دی ہے اور جو تنگدستی یا تکلیف پیش آگئی تو کہنے لگا کہ ناراض ہے جس لیئے اُسنے مجھے ذلیل کر رکھا ہے گویا خدا تعالےٰ کی رضامندی اور اسکا عزت و اکرام حصول دولت و راحت دنیا پر منحصر جانا اور اُسکی ناراضگی اور توہین کو دنیاوی فقر و فاقہ اور تنگی پر محمول کیا۔ اور یہ اُس کا خیال باطل ہے کس لیئے کہ دنیا کی راحت و نعمت اور اسیطرح افلاس و فقر بیماری و خواری اُسکی آزمایش ہے کہ نعمت و راحت پا کر کیسی شکرگزاری و فرمانبرداری کرتے ہیں اور مصیبت میں کیونکر صبر کرتے ہیں۔ اگر

مصیبت مین صبر کیا تو ترقی درجات آخرت کا باعث ہے اور نعمت مین شکر نہ کیا تو اور بھی باز پرس کا باعث ہوگا الغرض حصول دنیا اور اسکے عدم حصول پر ہماری رضامندی اور اکرام یا توہین وناراضی سمجھنا غلط بات ہے جیسا کہ کفار سمجھے ہوئے ہین اور یہی حجت پیش کیا کرتے ہین اس لیے اسکے بعد فرماتا ہے کلا کہ ہرگز ایسا نہین ۔

کلا یعنی فراخدستی کثرت مال واولاد سے یہ سمجھنا کہ خدا مجھے معزز سمجھتا ہے اچھا اور محبوب جانتا ہے یا تنگدستی سے برا جانتا ہے غلط خیال ہے جسکو لفظ کلا سے تعبیر کیا ۔ بلکہ فراخدستی بھی اسکی آزمایش ہے اور تنگدستی بھی کہ فراخدستی مین کیا شکر اور تنگدستی مین کیسا صبر کرتے ہو ۔ فراخدستی سے خدا کے نزدیک عزت دار نہین ہوجاتا نہ تنگدستی سے ذلیل ۔ بل بلکہ ذلت کے یہ اسباب اور یہ کام ہین ۔ گو وہ کتنا ہی مالدار کیون نہو اور وہ ذلت کے کام کیا ہین جنکے کہ تم مرتکب تھے آپ ہی بیان فرماتا ہے (۱) لا تکرمون الیتیم تم یتیم کی عزت نہین کرتے حالانکہ وہ بیچارہ باپ کے سایہ سے دنیا کے مصائب اسپر پڑے ہوئے ہین اور خود بھی کم سن ہے کچھ کر نہین سکتا ۔ اب تم اپنے تکبر سے اسکو منہ بھی نہین لگاتے شفقت اور کھانا کھلانا اسکی حاجت برآری کرنا تو کجا یہ کام ہے جس سے اللہ کے نزدیک انسان ذلیل ہوجاتا ہے ۔ خواہ بظاہر کیسا ہی دولتمند کیون نہو ۔ جہال عرب مین یہ بھی عیب تھا کہ یتیمون پر مہربانی نہین کرتے تھے ۔ احادیث صحیحہ مین یتیمون پر مہربانی کرنے کے بڑے فضائل آئے ہین (۲) ولا تحاضون علی طعام المسکین اور مسکین کے کھانا کھلانے کی ترغیب دلاتے ہو نہ اپنے آپ کو اور نہ اورون کو ۔ حالانکہ غریب محتاج کو کھانا کھلانا تمام اہل عقل ونقل کے نزدیک مسلم نیکی ہے ۔ برخلاف اس کے بدبخت جاہل یہ کہتے ہین کہ جب اسکو خدا ہی نے نہ دیا اور اسکی بے قدری کی اور خدا ہی نے یتیم کے باپ کو مار دیا تو ہم اسپر کیون رحم کرین کیون کھانا کھلائین ۔ نکرنے ہین تو یہ دو کام نہین کرتے جو کرنے چاہئین تھے ۔ اور کرتے ہین یہ دو کام کرتے ہین (۳) وتاکلون التراث اکلا لما کہ مردون کا مال جو بطور وراثت مین ملتا ہے اسکو سمیٹ لیتے ہو اور خوب دل کھول کر کھاتے ہو فضول خرچی کرتے ہو عیاشی اور نمود کے کامون مین اڑاتے ہو ۔ سچ ہے مال مفت دل بے رحم ۔ (۴) وتحبون المال حبا جما اور مال کی دل سے محبت کرتے ہو بڑے لالچی اور طماع ہو ۔ معاذ اللہ تمام گناہون کی جڑ یہی محبت دنیا اور یہی لالچ اور طمع تو ہے یہی حق تلفی کراتی ہے یہی جھوٹ بلواتی ہے یہی خون کراتی ہے ۔ یہی بےشرم بےحیا بنا دیتی ہے ۔ یہ ہین وہ کام جو تم اے قریش کر رہے ہو ۔ بجائے عبادت ۔ صداقت ایمان ۔ پرہیزگاری خیرات ۔ صلہ رحمی کے ۔ پھر تم سمجھ لو کہ عاد وثمود وفرعون پر جو کوڑا پڑا تھا وہ تمہارے لئے بھی تیار ہے ۔ پھر بتاؤ اہانت وذلت خدائی کا سبب

حب دنیا ہے یا فقر وفاقہ ؟

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ

نہیں نہیں جبکہ زمین جیکناچور ہو جاوے۔ اور آپ کا رب آجائے اور فرشتے بھی صف بستہ چلے آئیں اور اسدن جہنم سامنے لائی جاوے اسدن

يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِىْ ۝ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗ

انسان سوچے گا اور اسکو اس سوچ سے کیا فائدہ انسان کہیگا اے کاش میں اپنی زندگی میں کچھ آگے بھیجتا۔ سو اس دن اُس جیسی مار بھی کوئی

اَحَدٌ ۝ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗ اَحَدٌ ۝ يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِىْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً

نہ ماریگا اور نہ اُس جیسی جکڑ کوئی جکڑے گا۔ (کہا جائے گا) اے تسلی یافتہ جان چلے آ اپنے رب کی طرف چل تو اُس سے راضی

مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ ۝ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ ۝

وہ تجھ سے راضی۔ چلے آ میرے بندوں میں جا مل اور میری بہشت میں چل رہ

ع

ترکیب

كلا ردع۔ اذا ظرف العامل فيه يتذكر الانسان دكا منصوب على انه مصدر موكد للفعل دكا تاكيد للاول۔ والدك الكسر وجاء معطوف على دكت صفا صفا حال اے مصطفين او ذوى صفوف وجئ فعل مجهول بجهنم مفعول مالم يسم فاعله قائم مقام الفاعل يومئذ منصوب بجائى والجملة معطوف على دكت يومئذ بدل من يومئذ قبله يتذكر عامل اذا وانى له الذكرى الجملة حال من فاعل يتذكر۔ يقول الخ تفسير ليتذكر قدمت لحياتى۔ اے قدمت فى الدنيا من الاعمال الصالحة لاجل حياتى الاخروية فانها الحياة بالحقيقة۔ وقيل ان اللام بمعنى فى والمعنى ياليتنى قدمت فى حياتى الدنيادية الاعمال الصالحة۔ يومئذ عامله لايعذب الخ عذابه ووثاقه بالنصب على نزع الخافض اے كعذابه ووثاقه۔ قرا الجمهور لايعذب ولايوثق مبنيا للفاعل فالضمير فى عذابه ووثاقه يرجع الى الله تعالى اے لايعذب احد كعذابه ولايوثق احد مثل وثاقه۔ وقرى بصيغة المجهول ايضاً فالضميران راجعان الى الانسان الكافر۔ راضية مرضية حال من فاعل ارجعى۔

تفسیر

پھر فرماتا ہے کہ یہ مت سمجھو کہ وہ خدا تعالیٰ جو تمہارے نیک و بد کاموں کو دیکھ رہا ہے وہ بدلہ دینے سے عاجز ہے یا بدلہ نہ دے گا۔ کلا ہرگز یہ خیال نہ کرو بلکہ وہ ضرور بدلہ دے گا کس روز؟ اذا دکت الارض دکا جس دن کہ زمین جو اس دنیا کا فرش ہے ریزہ ریزہ ہو جاوے اور بلند و پستی ہموار کر دیجاوے یہ نفخ صور اول کے بعد ہوگا جبکہ زلزلہ عظیم زمین کو زیر و بالا کر دے گا اور اسکے بعد یہ تمام عالم فنا ہو جاوے گا تب ایک دوسرا جہان پیدا ہوگا اور مردے قبروں سے زندہ ہو کر نکلیں گے اور تمام

اولین و آخرین عدالت کے لیئے خدا تعالیٰ اور اُسکے ملائک مقربین کی راہ تکین گے کہ اس گرمی و مصیبت سے فیصلہ کرکے ہمکو
نجات ملے تب وجاء ربک تیرا رب آوے گا یعنی صفت جلال و قہر مین تجلی کرے گا اور بندونکی عدالت کیطرف متوجہ ہوگا
والملک صفا صفا اور فرشتے بھی صف باندھکر آ حاضر ہونگے یہ تعمیل حکم کرنے کے لیئے صف بستہ کھڑے ہونگے۔ ہر ایک مرتبہ کے
فرشتون کی ایک صف ہوگی وجایٔ یومئذ بجہنم اور جہنم بھی لاکر لوگونکے سامنے موجود کی جاوے گی اور اُسکی بڑی بڑی چنگاریان
اڑتی ہونگی اور اُسکے جوش خروش کی ایک ہیبتناک آواز لوگونکے ہوش و حواس پریشان کرتی ہوگی۔ لانے سے مراد
ظاہر کیا جانا بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ اس آیت مین آیا ہے وبرزت الجحیم لمن یری یومئذ یتذکر الانسان اُس روز انسان
یاد کرے گا جو اس نے دنیا مین کیا تھا اور اُس روز اُسکا نفس ہرن ہو جاوے گا اور اُسکو نصیحت ہو جاویگی کہ جو کچھ دنیا
مین انبیاء علیہم السلام اور اُنکے نائبون نے خبر دی تھی سب حق ہے اور ہم اپنی بدبختی سے آنے والی مصیبت کو ٹھوکرین اڑاتے
رہے اور اُسکے لیئے نیک عمل اور ایمان صادق کا سرمایہ جمع کرنے سے دنیاوی لذات و شہوات فانیہ مین مستغرق رہے
وانی لہ الذکری مگر اُس روز کے سمجھنے سے اُس کو کیا فائدہ ہوگا اُس روز کا پچھتانا دانت پیسنا رونا سر پیٹنا کچھ بھی
کام نہ آئیگا اور اُس دن اس رونے پیٹنے مین منہ سے کیا کہے گا؟ یلیتنی قدمت لحیاتی اے کاش مین آج کی
زندگی کے لیئے جو ابدی ہے دنیا مین ایمان و اعمال نیک کا سرمایہ آگے بھیجتا اسکے بعد مرتا - مین بدنصیب تو
جو کچھ کرتا رہا چندروزہ زندگانی کے لیئے کرتا رہا جو ایک خواب سا تھا۔
بعض نے لحیاتی کے لام کو فی کے معنے مین بھی سمجھا ہے تب یہ معنی ہونگے کہ اپنی زندگانی دنیا مین اس دن کے لیئے
کاش کچھ آگے بھیجتا۔ یہ حسرت و ندامت بھی عذاب جسمانی کے سوا ایک اور روحانی عذاب ہوگا اس لیئے فرماتا ہے
فیومئذ لا یعذب عذابہ احد کہ پھر اُس روز اُسکے عذاب جیسا اور کوئی عذاب نکریگا یعنی جسقدر اللہ تعالیٰ اُس روز اُس دنیا کے
بدکردار کو عذاب دیگا ویسا کسی نے نہ دیا ہوگا کس لیئے کہ اول تو اُس کا عذاب روحانی اور جسمانی ہوگا دوم ایسا سخت ہوگا کہ دنیا
دنیا مین ہو نہین سکتا۔ سوم دنیا کے عذاب کی انتہا، خواہ وہ کیسا ہی کیون نہو موت ہے جس سے چھٹکارا ہو جاتا ہے مگر
وہان موت بھی نہین کہ چھٹکارا ہو جاوے ولا یوثق وثاقہ احد اور نہ اُسکی قید جیسی کسی نے قید کی ہوگی۔ وہانکی بیڑیان
خدا کی پناہ وہان کے جیلخانہ سے کوئی نکل نہین سکتا ہے دیگر کوئی راحت نہین پہونچا سکتا آخر ہمیشہ کی قید الامان الامان
اسکے علاوہ عقل و ادراک تمام اُسی تکلیف کیطرف متوجہ۔ غمزدہ آدمی کہین جاوے اُسکے غم کی بیڑیان اُسکے پاؤن مین رہا کرتی ہین یہ
روحانی قید ہے جو وہان بدرجہ کمال ان بدبختون کو ہوگی۔ پھر ایسی قید اور کون کرسکتا ہے۔ بعض قاریون نے لا یعذب و لا
یوثق کو مجہول کا صیغہ پڑھا ہے تب یہ معنی ہونگے کہ اُس روز اُس غافل بدبخت جیسا اور کسیکو عذاب نکیا جاوے گا نہ اُس جیسی اور کو
قید کیجاویگی کس لیئے کہ وہ کافر و مشرک اور اسپر بدکار لذات و شہوات دنیا کا فریفتہ کسی وقت اور کسی حال مین بھی دنیا
مین خدا تعالیٰ اور دار آخرت کیطرف متوجہ نہین ہوتا تھا۔ برخلاف اور ایماندارون گناہگارون کے کہ اگر وہ کبھی بدی کرتے تھے

تو دوست سے وقت کوئی نیکی بھی کر لیتے تھے ان کو آخر کار آ کے ایمان یا اعمال نیک کے سبب رستگاری ہو جاوے گی۔
یہانتک تو بدون کا حال بیان فرمایا جو قیامت میں ان پر طاری ہوگا اسکے بعد نیکون کا حال بیان فرماتا ہے
کہ ان سے اس روز کیا معاملہ پیش آوے گا؟ فقال یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ کہ اس
خوف وہراس کے وقت فرشتے ان سے تسلی دے کر یہ کہین گے کہ اے اطمینان یافتہ جان اپنے رب کی طرف عدالت مین خوش
خوش چل تو اس سے خوش وہ تجھ سے خوش کوئی غم وہراس نہ کر۔ اس عظمت وشان سے اسکو پیشی مین لاوینگے۔ پھر جب وہ حق سبحانہٗ
کے سامنے ہوگا جو کچھ عنایت و مہربانی اسپر ہوگی اسکا انتہا نہین۔ آخر کار خدا تعالی اسکو فرماویگا کہ فادخلی فی عبادی کہ آپ اس بلند درجہ
اور بلند جگہ مین آؤ جو میرے بندگان خاص کے لیئے ہے جیسا دنیاوی عدالت مین حاکم کسیکی تعظیم و تکریم کے لیئے کہا کرتا ہے کہ آپ ادہر
معزز لوگون مین آیئے ہمارے پاس داہنی طرف عزت کی کرسی پر بیٹھیئے جہان اور معزز ہین۔ وادخلی جنتی اور میری بہشت مین جو مین نے خاص
تمہارے لیئے پہلے سے تیار کر رکھی ہے اسمین رہیئے سدا آرام کیجیئے۔ دنیاوی بادشاہ بڑے عالیشان مکانون اور باغون مین لا کرتے ہین
ان بلند والون کے لیئے بیٹھنے رہنے کی جگہ کی کیسی تیاری کرتے ہین تو پھر کیا خدا پاک کا جہان دیدار ہوگا وہ کوئی کوٹھری اور ویرانہ
ہوگا؟ ہرگز نہین جہان انکا جلوہ جہان انکا دیدار وہ جگہ گلزار بلکہ لاکھ گلزار اسپر نثار۔ یہ بات جنتی کے لفظ سے سمجھی جاتی ہے
جسمین جنت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ بہت سے خشک زاہدون اور بے سمجھ شاعرون نے جنت کی حقیقت نہین سمجھی
جنت کو دنیا کا باغ اور جنگل اور کیا کیا بتانے لگے۔ یون سمجھنا چاہیئے کہ جو اس دیوان خاص مین نہ جانے پائیگا اسکو اسکا
دیدار بھی نصیب نہ ہوگا۔ کوہ طور پر حضرت موسی علیہ السلام کو تجلی دکھائی پھر کیا اسکی وہ جنت دنیا کے کوہ طور سے بھی کم
ہوگئی؟ ہرگز نہین۔

ف اس نیک کو اطمینان والی جان کیون فرمایا؟ اسلیئے کہ اسکو اس لفظ کے سنتے ہی عذاب و عتاب کی وحشت سے اطمینان
ہو جاوے۔ گویا یہ تسلی دینے والا لفظ پہلے سے بطور مژدہ کے سنایا جاویگا کہ تجھے اطمینان ہے۔

ف۲ واضح ہو کہ انسان کے نفس کی تین صفات ہین امارہ۔ لوامہ۔ مطمئنہ۔ امارہ کفار و دنیا کی لذات پر فریفتہ لوگون کی صفت ہے
کہ وہ انکو بدکاری پر بار بار امر یعنی حکم کرتا رہتا ہے اور وہ مانتے رہتے ہین۔ لوامہ لوم ملامت کرنے والا یعنی اپنی برائیون پر ملامت
کرنے والا۔ یہ مسلمانون اور نیکون کی صفت ہے ان مین حس و ادراک باطنی باقی ہے ابھی گناہ کو گناہ سمجھتے ہین افسوس کرتے ہین ولیکن گناہ کر
رنج ہوتا ہے۔ مطمئنہ۔ اطمینان یافتہ۔ یہ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام و صالحین کے نفس کی حالت ہے انکو عبادت و معرفت
سے اطمینان ہو جاتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اور کامون مین انکا دل بیقرار رہتا ہے پھر پھر کر اپنے مرکز اصلی ذکر الہی کیطرف آ رہتا ہے
یہ بات بوقت مرگ بھی نیکون سے پیش آتی ہے کیونکہ یہ بھی قیامت صغری ہے۔ رحمت کے فرشتے نہایت مہربانی سے کہتے ہین کہ
اے روح اطمینان والی چل اپنے رب کی طرف اس ویرانہ دنیا کو چھوڑ تو اس سے خوش وہ تجھ سے تیرے لیئے وہان بڑی بڑی
تیاریان ہین۔ احادیث صحیحہ مین اسکی بکثرت تصریح ہے۔ جعلنا اللہ منہم۔

سورۂ بلد مکیہ ہے اسمیں بیس آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی حالانکہ تو اسی شہر میں مقیم ہے اور قسم ہے والد اور اسکی اولاد کی البتہ ہمنے انسان کو محنت میں پیدا کیا ہے۔

ترکیب

لا اقسم الکلام فیہا فقیل زائدۃ وقیل لانفی کلام الکفار وقیل لنفی القسم بظہور الامر اے لاحاجۃ الی القسم بہذہ الاشیاء والمراد بالبلد عند جمہور المفسرین
مکۃ۔ والبلد یذکر ویونث والجمع بلدان والبلدۃ بالفتح جمعہا بلاد وبالکسر۔ وانت حل الخ قال الواحدی الحل والحلال والمحل واحد وہو ضد المحرم احل
اللہ لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم القتال بمکۃ وقد انجز اللہ تعالی وعدہ یوم الفتح فالجملۃ معترضۃ بین المقسم بہ وما عطفت علیہ وقیل معناہ حال ای لا
اقسم بہذا البلد وانت مقیم فیہ تشریفا لک وتعظیما لقدرک او لا اقسم بہذا البلد حال کونک مقیما فیہ بل اقسم بک فعلی ہذا الجملۃ منصوبۃ حالا
ووالد وما ولد معطوف علی البلد وما بمعنی من لقد خلقنا الجملۃ جواب القسم۔ فی کبد حال ای مکابدا واصل الکبد الشدۃ ومنہ تکبد اللبن اذا اشتد وغلظ
ثم استعمل فی کل مشقۃ وشدۃ۔ وقیل الکبد الاستواء والاستقامۃ (ابن کثیر)

تفسیر

یہ سورۃ بھی جمہور کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ ابن عباس رض وابن الزبیر کا بھی یہی قول ہے اس میں بیس آیات ہیں۔ اور اسکا نام
سورۂ بلد اسلئے ہے کہ اسکے اول میں بلد یعنی شہر مکہ کی قسم ہے۔
سورۂ فجر میں ذکر تھا کہ عاد و ثمود و فرعون کو ہمنے ہلاک کر دیا ہے۔ دنیاوی اسباب پر غرور کرکے خدا تعالیٰ سے سرکشی کرنا اپنے سر پر
قہر الٰہی لینا ہے۔ اس بات پر کفار مکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے تھے کہ اس میں آپ کا امتحان ہے تو ہم پر بھی عاد و ثمود جیسا عذاب نازل
کرادو۔ اگر سچے ہو چاہیے کہ مکہ شہر غارت ہو جاوے۔ اس سورہ میں انکے اس واہی شبہ کا شہر مکہ کی قسم کھانے کے پیرایہ میں جواب
دیا جاتا ہے کہ یہ شہر مقدس ہے اس میں کعبہ ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا بنایا ہوا سب دنیا کے معابد سے اول معبد یہی ہے۔ اور نیز
ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی یہیں رہتے ہیں ماکان اللہ لیعذبہم وانت فیہم ہمارے نبی کا مولد اور اسلام و برکات کا چشمہ
بھی یہی ہے۔ پھر تم بیہودہ لوگوں کے کہنے سے ہم اسکو کیوں غارت کرنے لگے تم خود ہی برباد ہو جاؤ گے جیسا کہ فی کبد میں اشارہ
ہے۔ اور نیز یہ بھی مناسبت ہے کہ سورہ فجر میں بدوں پر دنیا اور آخرت میں عذاب نازل ہونا اور نیکوں کو راحت ملنا مذکور تھا جس سے
یہ بات پائی جاتی ہے کہ انسان دنیا میں محض عیش و کامرانی کے لیے نہیں بنایا گیا ہے جیسا کہ اور حیوانات ہیں جنکا کام صرف پیٹ
بھر کر کھانا اور سو رہنا اور جفتی کرنا ہے نہ انکو آیندہ کی فکر ہے نہ کوئی تدبیر درپیش ہے بلکہ انسان کو عقل و ادراک دیا گیا ہے اسلئے یہ
مکلف ہے اسی مضمون کو اسکے مناسب چند چیزوں کی قسم کھا کر لقد خلقنا الانسان فی کبد میں بیان فرماتا ہے فقال لا اقسم بہذا البلد

وانت حل بهذا البلد کہ مین قسم کھاتا ہون اس شہر مکہ کی اور تمکو اے محمدؐ قید نہ رہیگی اس شہر مین بلکہ یہان کافرون سے لڑنا حلال ہوگا گویا اس زمانہ کے وقت آپکو بشارت و بحالی ہے کہ گو یہ شہر مقدس ہے اسمین شکار کی بھی ممانعت ہے قتل و قصاص کیا! لیکن ان مجرمون کی شرارت کے سبب ایکبار آپکو ان سے انتقام لینا اور ان کو انکی سرکشی کی سزا دینا اس شہر مین حلال ہوجاویگا چنانچہ حدیث صحیح متفق علیہ مین آیا ہے کہ یہ شہر محترم ہے اللہ نے اسکی حرمت قائم کی ہے قیامت تک نہ یہان شکار کھیلا جاوے نہ گھاس کاٹی جاوے صرف مجھ لیئے ایک ساعت کیلئے یہان کفار سے جنگ کرنا حلال ہوا ہے لیکن پھر اسکی وہی حرمت عود کر آئی ہے۔ (یہ معنی ہین ابن عباس و سعید بن جبیر و ابی صالح وعطیہ و ضحاک و قتادہ و سدی و ابن زید کے نزدیک) اسمین انکے اس شبہ کا جواب بھی ہے جو کہتے ہین کہ پھر کیون ہلاک نہین کیا جاتا؟ یعنی صبر کرو ابھی نبی صلعم کیلئے مباح ہوا جاتا ہے تمہاری گردنین ماری جاتی ہین۔ اس پیشینگوئی کو خدا تعالی نے فتح مکہ کے روز سچا کردیا۔ آپ شوکت و جلال سے یہان آئے اور دشمنان خدا سے انتقام لیا گیا۔ بعض علماء اسکے یہ معنی بیان کرتے ہین کہ مین اس شہر مقدس کی قسم کھاتا ہون کیونکہ یہان جانور و شجر کو بھی ظلم ممنوع ہے اسکو ان ہی کوئی اپنے باپ کے قاتل کو بھی یہان نہین مارتا پس سب کچھ ہے مگر وانت حل بهذا البلد تم اے نبی اس شہر مین حلال ہو تمہارے ساتھ یہ کچھ کرتے ہین ظلم و ستم مار دھاڑ سب روا ہی گویا یہ قریش کہ پر تعریض ہے کہ اور چیزونکا مارنا تو ممنوع مگر ہمارے نبی معصوم کا خون مباح اور حلال ہے کیا انصاف اور کونسی عقل ہے؟ بعض علماء حل کے معنی کہتے ہین مقیم کہ مین اس شہر کی قسم جبکہ تم اسمین مقیم ہو اسکی برکت و حرمت زیادہ تمہارے سبب سے ہی۔ اور بعض فرماتے ہین لا نفی کیلئے ہے کہ جسوقت آپ اس شہر مین ہین ہمکو اسکی قسم کھانے کی حاجت نہین بلکہ آپ کی کھانی چاہیئے کیونکہ تم ہی تو اس شہر کی برکت اور روح روان ہو اور لطف یہ کہ تمہین پر یہ ظالم ظلم کررہے ہین۔

ووالد وما ولد۔ اور قسم ہے والد کی اور اسکی جو اس سے پیدا ہوا۔ یہ عام ہے بعض کہتے ہین کہ والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ابو البشر ہین اور ماولد سے انکی اولاد۔ ان چیزون کی قسم کھا کر فرماتا ہے لقد خلقنا الانسان فی کبد کہ ہمنے انسان کو مصیبت و مشقت کیلئے بنایا ہے پھر اسپر یہ غرور اور سرکشی جو خدا کے بندون مین داخل ہونے سے دور بھاگتا ہے۔ یہ مناسبت ہے اس سورۃ کو سورۃ فجر سے۔

اس مضمون سے ان چیزونکو کہ جنکی پہلے قسم کھائی یہ مناسبت ہے کہ شہر مجمع خلائق ہوتا ہے حاجت ایکدوسرے سے تمدن مین پڑتی ہے کوئی بیکار نہین رہتا کوئی کپڑا بنتا ہے تو کوئی بڑھئی کا کام کرتا ہے علی ہذا القیاس ہر ایک ایک نہ ایک دھندے اور مشقت مین ہے اور بالخصوص مکہ شہر جہان اول تو اسکی پہاڑی اور ریگستانی زمین کیوجہ سے مشقت ہے جہان نہ کوئی باغ ہے نہ کھیتی نہ کنوؤن مین میٹھا پانی اور نیز گرم جگہ جہان باد سموم چلا کرتی ہے اور جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اور بھی وہ چند ایدون کو مصیبت و مشقت ہوگئی آئے دن کی مار پیٹ گالی گلوج شروع ہوگیا تھا اور والد اپنی اولاد کے لیئے مشقت اور فکر معیشت اور تدبیر تربیت مین مبتلا ہوتا ہے بچون کی بیماریان اور پھر جوان ہو کر مرجانے کے صدمے اور پھر نالائق اٹھنے کے دکھ باپ ہی سے پوچھنے چاہئین اور اسپر انکے لیئے رزق و آسایش کے سامان بہم پہنچانے اور انکو آرام دینے آپ دکھ اٹھانے کا حال بھی ہر ایک صاحب اولاد پر ظاہر ہے اور بچہ بھی دنیا مین آکر کیسی کیسی مصائب اٹھاتا ہے نو مہینے رحم کے خون کھاکر تنگ رستے سے نکلنا پھر دانتونکی تکلیف آنکھونکی تکلیف اور صدہا تکالیف ہین کہ جو ضعیف البنیان بچونکو انکی جسمانی حالت سے پہونچتی ہین اور ماں باپ کو روحانی صدمہ ہوتا ہے اسلیئے یہ فرمایا کہ انسان کو مشقت و مصیبت کیلئے پیدا کیا ہے بہت ٹھیک ہے۔ کیا خوب

کہا ہے کسی شخص کی جگہ میں کوئی زنانگی پھنسا ہوگا کہ سنتے ہی رو دیا ہوگا دل زمانہ کے ہاتھ سے سالم کوئی ہوگا جو بچ رہا ہوگا۔ اس مشقت
کی تصویر بعض اکابر نے یوں کھینچی ہے کہ اول تو انسان کی خلقت میں آب باد خاک آتش ایسی چار چیزیں متضاد جمع ہیں کہ ہر ایک کا غلبہ اعتدال
سے دور کر کے طرح طرح کی اذیتیں پہونچاتا ہے۔ ماں کے پیٹ میں چار مہینہ غالب وجان شہر ہیں بر آید از قالب۔ دوم رحم میں محبوس ہونے اور طرح
طرح کے مصائب اٹھانے کی مشقت۔ سوم باہر آنے کی مشقت۔ چہارم لڑکپن میں ضعیف البنیان ہونیکے سبب طرح طرح کے امراض کی
مشقت کہ کسی سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔ پنجم دانتوں کے نکلنے کی مشقت۔ ششم مکتب و مدارس میں تعلیم کی مصیبت۔ ہفتم جب عقل و بلوغ
کی بیڑی پاؤں میں پڑی تو قوائے شہوانیہ و غضبیہ و حرص اور انکے شرارت کی ایسی مشقت کہ الٰہی توبہ۔ ایک ذرا سی دیر کے مزہ کے لیے
عزت مال تندرستی دین سب کو خیرباد کرتا ہے اور رسوائے خلائق ہوتا ہے پھر غصہ ہے کہ شیر ببر بنا کر مخلوق الٰہی کے درپے آزار کرتا ہے
جس سے خلق کی بدگوئی اور دنیا کی نفرینیاں اسکو نصیب ہوتی ہیں۔ پھر کبھی حرص و طمع چند دانوں (یعنی غلہ) کے لیے سخت گرمی اور سردی
برسات اور خشکی میں آرام سے نہیں بیٹھنے دیتی ہل کے پیچھے دوڑاتی ہے چند روپیوں کے لیے فوج میں نوکر ہو کر گیا ہوا مصاف
دیکھ کر سر کٹواتا ہے۔ چند پیسوں کے لیے دن بھر دوکان یا کارخانہ میں مقید رہتا ہے۔ پھر حرص و حسد کی آگ ہمیشہ دل میں شعلے
مارتی رہتی ہے۔ جو کچھ نعمتیں اسکو میسر ہیں ان کا مزہ اور ان سے تمتع بھی نصیب نہیں ہوتا۔ پھر حب جاہ و مال اور نام آوری کی
حرص ہوئی تو اسکو ایسے ایسے ہولناک گڑھے میں جھکواتی ہے۔ ہشتم طبیعت کی عقل و دین سے لڑائی کی مصیبت عقل کہتی ہے یہ کام
دونوں میں بڑی رسوائی اور سخت نقصان ہے مگر طبیعت نہیں مانتی۔ دین یا الہام الٰہی کہتا ہے کچھ آخرت کا توشہ ساتھ لے تجھے یہاں سے
بہت جلد جانا ہے اور ایسا جانا کہ پھر کر نہیں آنا ہوگا۔ عبادت کر۔ خیرات کر۔ خلق خدا کے ساتھ نیکی کر۔ صداقت و بردباری اپنا شیوہ بنا۔ بسا اوقات
زندگی بسر کر۔ مگر کمبخت طبیعت ادھر نہیں آنے دیتی۔ حرام کاری فسق و فجور سے شرع روک رہی ہے طبیعت اچھل رہی ہے جسکو تقویٰ
شرع و خرد توبہ کرتا ہے راستہ کو تکلم نفس اسکو آلودہ کر جو نہیں کرنا وہ کرتا ہے۔ یہ تو وہ مصائب تھے جو خاص اسکی ذات سے متعلق تھے
اب جن میں دوسروں کا بھی تعلق ہے وہ سنیے۔ رعیت کو بادشاہ کی اطاعت بلکہ غلامی اور کار و بیگار و خراج و ٹیکس کی مصیبت
بادشاہ کو جہانداری و حفظ سلطنت کی مصیبت نوکر کو آقا کی اطاعت کی مشقت آقا کو اپنے ملازمین کی نگہداشت اور مکر و خیانت کی مشقت
بیوی کو میاں کی اطاعت و بچہ کشی کی مشقت میاں کو بیوی کے اخلاق بد اور خیانت مال یا اسکے بیجا مصارف اور فرمائشوں
کے برداشت کرنے کی مشقت۔ ماں باپ کو اولاد کی پرورش اور بیماری میں انکے درد و غم کھانے کی مشقت۔ اولاد پر مادر و پدر کی
خدمت و اطاعت کی مشقت پھر احباب و ہم وطن و ہمسایوں کے خوش رکھنے کی مشقت۔ یہ تو دنیا کی مشقتیں تھیں اب آگے کی سنیے
نزع کی مشقت تنگی قبر اور مفارقت مال و اولاد و احبہ کی مشقت پھر اگر شقی ازلی ہے تو ابدی جہنم کی مشقت اور مصیبت پر مصیبت
کبد بفتح با بمعنی مشقت اور بکسر با بمعنی جگر۔ جگر غذا کے پکانے اور خون بنا کر اعضا میں تقسیم کرنے کا ذمہ دار ہے۔ ابن مسعود
و ابن عباس و عکرمہ و مجاہد و ابراہیم نخعی اسکے معنے یہ کہتے ہیں کہ انسان برابر پیدا کیا گیا اسکی آفرینش میں کوئی قصور نہیں اندھا نہیں
اپاہج نہیں سمجھ بوجھ سب کچھ دیا گیا ہے پھر کیوں ہلاکت کے گڑھے میں گرتا ہے۔ میرے نیک بندوں میں داخل نہیں ہوتا۔

أَيَحْسَبُ أَنْ لَنْ يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ۝ يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُبَدًا ۝ أَيَحْسَبُ أَنْ لَمْ يَرَهُ أَحَدٌ ۝

کیا وہ اس خیال میں ہے کہ وہ کسی کے قابو میں نہ آئیگا　وہ کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال اڑا دیا　کیا وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ اسکو کسی نے دیکھا ہی نہیں۔

ترکیب

أ الہمزۃ للاستفہام الانکاری یحسب فاعلہ الضمیر یرجع الی الانسان ان مخففۃ من الثقیلۃ واسمہا ضمیر الشان مقدر والجملۃ مفعول یحسب یقول جملۃ مستانفۃ اہلکت صرفت لبدا صفۃ مالا قال ابو عبیدہ لبد فعل من التلبید وہو المال الکثیر بعضہ علی بعض وقال الفراء جمع لبدۃ وقال بعضہم ہو واحد۔ أ الاستفہام للانکار ان انہ لم یرہ احد خبر ان والجملۃ مفعول یحسب

تفسیر

یعنی باوجودیکہ انسان مصائب کش پیدا ہوا ہے سدا کا دکھیا ہے پھر اسپر بھی اسکو یہ غرور و پندار ہے أَيَحْسَبُ أَنْ لَنْ يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ کیا یہ خیال کر رہا ہے کہ مجھپر کوئی قابو نہیں پاویگا میرے اعمال بد کی سزا مجھے کوئی نہیں دیگا جو چاہوں کروں گو یا حشر کا انکار کرتا ہے اور دنیا میں بھی اعمال بد کی سزا کا منکر ہے اور اپنی تھوڑی سی کامیابی اور دنیاوی اسباب پر یہ گھمنڈ کرتا ہے۔ بعض مکہ کے کفار تو اپنے مال و اولاد کے گھمنڈ پر خدا تعالیٰ کے رو برو سنکر صاف صاف کہدیا کرتے تھے کہ وہ اور ہی لوگ تھے جنکو خدا نے غارت کر دیا ہمپر کون قادر ہو سکتا ہے کسکا قابو چل سکتا ہے يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُبَدًا کہتا ہے کہ میں نے اپنی حفاظت میں بہت سا مال صرف کر دیا ہے بڑے عمدہ گھوڑے لڑائی کے قابل اور بڑے عمدہ ہتھیار خریدے ہیں بہت لوگونکو کھلا پلا کر تنخواہیں دیکر تیار کیا ہے پھر وہ بوقت مقابلہ ہمارے ساتھ ہیں۔ اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت اور دین الٰہی کے برباد کرنے کے لیئے بھی وہ بہت کچھ خرچ کرتے تھے۔

اور لوگ بھی گو صاف صاف یہ نہیں کہتے مگر انکی حالت تکبر اور معاصی پر اصرار یہی کہہ رہا ہے۔ دنیاوی بادشاہ اپنی فوجوں اور اعوان و انصار و اسلحہ و آلات پر نازاں ہوا کرتے ہیں جنپر بیشمار روپیہ صرف کر چکے ہیں کروڑہا روپیوں سے جنگی جہاز اور عمدہ توپخانے اور کیا کیا سامان بہم پہنچائے اور اس زور میں آکر کفر بکتے ہیں بدکاری کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہمیں کون مغلوب کر سکتا ہے حالانکہ روزمرہ کے حالات بتا رہے ہیں کہ وہ بالکل بس میں ہیں۔ یہ جملہ يَقُولُ أَهْلَكْتُ اسکے گمان کرنے کی وجہ ہے یعنی اسلیئے گمان کرتا ہے کہ اسکا اعتماد عزت و جاہ پر ہے جو مال صرف کرنیسے پیدا کیا ہے اور بعض تو اپنے آلہۂ باطلہ کے نذر و نیاز میں صرف کرنے کو اپنی حفاظت کا ذریعہ سمجھا کرتے ہیں اور کہتے ہیں فلاں دیو اور دیوتا کی نذر و نیاز میں میں نے ڈھیروں خرچ کر دیا ہے وہ میرے حامی ہیں ہمیں کوئی آسیب نہیں پہونچتا۔

الغرض دنیاوی تحفظ و استحکام میں جو کچھ اسنے خرچ کیا ہے اسکو اپنے قیام و دوام کا سبب جانتا ہے اور قادر حقیقی کی قدرت کاملہ پر غور نہیں کرتا کہ وہ کیا تھا پھر اسکو کیا کر دیا کیا اسکی اول حالت کسی نے نہیں دیکھی۔ أَيَحْسَبُ أَنْ لَمْ يَرَهُ أَحَدٌ ضرور دیکھی ہے وہ پہلے ایک قطرہ منی تھا پھر پیدا ہوا تو ایسا بے بس تھا کہ اپنے منہ سے مکھیاں بھی نہ مار سکتا تھا نہ کچھ ہوش و ادراک تھا نہ اسکے پاس کچھ مال و زر تھا نہ کچھ زور و بل تھا پھر جس نے یہ زور و زر ہوش و ادراک عطا کیا کیا وہ اسکو پھر لے نہیں سکتا؟ ضرور لے سکتا ہے۔ وہاں کچھ مال و زر کام نہیں آتا بڑے بڑے بادشاہ بڑے الداد جب بیماری یا اور کسی آسمانی بلا میں مبتلا ہوتے ہیں تو تمام مال و زر دھرا سو کتا ہے پھر اسپر یہ غرور یہ سرکشی۔ اگلی آیات أَلَمْ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ میں اسی بات کو بیان فرماتا ہے۔

[illegible]

أَلَمْ نَجْعَلْ لَّهُ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۝ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ

کیا ہم نے اسکے لیے دو آنکھیں — اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے — اور اسکو دونوں رستے بھی سمجھا دیے — پھر گھاٹی میں نہ گھس پڑا — اور تو کیا جانے

مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝

کیا ہے گھاٹی؟ بردہ آزاد کرنا — یا بھوک کے دن — قرابت دار یتیم کو — یا خاکسار فقیر کو کھانا کھلانا

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَالَّذِينَ

پھر جو ایمان لائے — اور وہ صبر اور رحم کرنے کی باہم تاکید کرتے رہے انکے گروہ میں سے ہوتا — مبارک وہی ہیں — اور جو لوگ

كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۝ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝

ہماری آیتوں کے منکر ہوئے — وہی بدبخت ہیں — انہیں کو آگ میں بند کر دیا گیا ہے۔

ع

ترکیب

الم نجعل الاستفهام للتقرير. الجعل بمعنى الفعل فعينين مفعول له متعلق بنجعل ولسانا وشفتين معطوفان على العينين
النجدين مفعول ثان لهديناه والضمير المنصوب مفعول اول. قال اهل العربية النجد الطريق في الارتفاع
فكانه لما وضحت الدلائل جعلت كالطريق المرتفعة العالية بسبب انها واضحة للعقول كوضوح الطريق العالي للابصار
فالمراد بهما عند عامة المفسرين سبيلا الخير والشر وعن ابن عباس وعكرمة وسعيد بن المسيب والضحاك الثديان
فهدى الله سبحانه في بدء الولادة الطفل الثديين. فلا اقتحم لا حرف التحضيض والاقتحام الدخول في الامر الشديد
يقال قحم يقحم قحوما واقتحم اقتحاما وتقحم تقحما اذا ركب القحم وهي المهالك والامور العظام. العقبة مفعوله. وهي طريق
في الجبل والجمع العقب والعقاب. وهو مثل ضربه الله سبحانه لمجاهدة النفس والهوى في اعمال الخير وكف النفس عن اللذات
والشهوات الغير المرضية. فك رقبة الخ تفسير للعقبة وما ادراك جملة معترضة اوردت لبيان شان العقبة او اطعام
عطف على فك رقبة وهما مصدران والتقدير هي فك او اطعام. وقيل هما فعلان ويؤيده ما بعدهما وهو قوله تعالى
ثم كان. ذي مسغبة صفة ليوم والسغب الجوع والساغب الجائع والمسغبة مفعلة منه يتيما مفعول اطعام وقرئ الحسن
ذا مسغبة بالنصب على انه مفعول اطعام اي يطعمون ذا مسغبة ويتيما بدل منه. او مسكينا معطوف على يتيما ذا متربة
صفة لمسكينا يقال ترب الرجل يترب تربا ومتربة اذا افتقر حتى لصق بالتراب ثم كان عطف على المنفي بلا وثم للتراخي
في الذكر لا في الوجود كقوله ؎ ان من ساد ثم ساد ابوه * ثم قد ساد قبل ذلك جده * لم يرد بقوله ثم ساد ابوه
التاخر في الوجود وانما المعنى ثم اذكر انه ساد ابوه كذا المراد في الآية وتواصوا معطوف على امنوا اي اوصى بعضهم
بعضا بالصبر على طاعة الله وعن معاصيه وعلى ما اصابهم من البلايا والشدائد في دين الله. موصدة اي مطبقة

مغلقة يقال اصدت الباب واوصدته اذا اغلقته قرء الجمهور بالواو وقرئ بالهمزة والمعنى واحد والمراد عليهم نار ابوابها مغلقة لا تفتح ابدا وقيل المراد احاطة النيران بهم من جميع الجهات

تفسیر

فرماتا ہے الم نجعل لہ عینین کیا ہمنے اسکے لیئے دو آنکھین نہین پیدا کر دین ؟ اسمین چند چیزون کی طرف اشارہ ہے (۱) اندھا نہین ہے دیکھ سکتا ہے کہ ایسا ناپاک مال اور پاک بھی ہو تو اپنے نفس کو خوش کرنے والے کامون مین صرف کرنا کوئی نیکی نہین - ہرچند یہ بات محسوس نہین مگر بمنزلہ محسوس کے ہے جسکو ہر ایک آنکھون والا بخوبی دیکھ سکتا ہے (۲) مال کے خرچ کرنے کا فخر بیجا ہے مال حاصل کرنے کے آلات جنمین سے اعلیٰ چیزین آنکھ اور زبان اور لب ہین وہ تو ہمنے ہی پیدا کر دیئے ہین پھر اُس نے کیا کمایا - اندھا اور اپاہج ہوتا تو کیا کماتا (۳) آنکھین ہین تو جا کر دیکھ لے کہ اس سے پہلے لوگ عاد و ثمود جو اس سے کہین زیادہ فخر و نام آوری و تحفظ کے کامون مین صرف کیا کرتے تھے ہلاک ہو گئے (۴) یہ سمجھنا کہ مجھے کسی نے نہین دیکھا نہ میرے اسرار دل پر کوئی واقف ہے یہ بھی غلط ہے کس لیئے کہ جب ہمنے اُسکے لیئے دو آنکھین پیدا کر دی ہین جو سیاہ اور سفید مین فرق کر سکتی ہین تو پھر ہمارے علم و بصیرت کا کیا انتہا ہے - صرف دو آنکھین ہی نہین پیدا کر دی ہین بلکہ لسانا زبان بھی پیدا کر دی ہے خود عقل نہین تو پوچھ دیکھے اور نیز یہ بھی سمجھے کہ جس نے مجھے زبان عطا کی ہے جو میرے اندرونی اسرار کو ظاہر کرنے کا آلہ ہے تو کیا وہ اندرونی اسرار نہین جان سکتا ؟ اور نیز زبان ایک ایسا آلہ ہے کہ میٹھے اور کڑوے مین امتیاز کر دیتا ہے - تلخی اور شیرینی کے اقسام اور مراتب پہچان سکتا ہے نعماء الٰہی کے کھانے پینے کا مزہ اسی سے وابستہ ہے پھر انسان سمجھ لے کہ لسان غیب میرے اندرونی حالات کیونکر نہ بیان کر دیگی اور زبان غیب نیک اور بد کامون کا فرق کیونکر نہ بیان کر دیگی مگر سننے والے کے لیئے کان ہون تو سن لے کہ ہر دم لسان غیب سے کیا آوازین آیا کرتی ہین اور صرف زبان ہی پر بس نہین کی وشفتین دو ہونٹھ بھی بنا دیئے جن سے تکلم مین مدد پہونچتی ہے اور جن سے چوسنے اور پھونکنے کا کام چلتا ہے - اور یہ دونون منہ کے دو کواڑ بھی ہین اور چہرہ کی خوشنمائی بھی - خلاصہ یہ کہ انسان کی قوت و اکتساب کے آلات آنکھین زبان لب ہمنے پیدا کیئے ہین پھر اسکو کاہے پر غرور ہے اور نیز یہ سعادت حاصل کرنے کے بھی آلات ہین ان کو کیون کام مین نہین لاتا کیون بُری جگہ استعمال کرتا ہے - علماء نے فرمایا ہے کہ دو آنکھ ایک زبان پیدا کرنے مین اسطرف اشارہ ہے کہ اسکا دیکھنا عام ہے خیر کو بھی دیکھتا ہے شر کو بھی مگر کہنا خاص ہی رہنا چاہیئے - صرف خیر کا کلمہ منہ سے نکالنا چاہیئے بُری بات منہ سے نہ نکالے - اور نیز دو ہونٹھ اسکے دو کواڑ ہین جو ہر وقت اسپر موکل ہین کہ دیکھ جو کچھ کہنا ہو سمجھکر کہیو - نیک بات کہیو کس لیئے کہ تو دل کی کنجی شمار ہوتی ہے -

ترمذی نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ مین نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا حضرت نجات کس چیز مین ہے ؟

فرمایا کہ اپنی زبان بند کر اور گھر مین گوشہ نشین بنکر بیٹھ اور اپنے گناہون پر رو یاکر۔ بزرگون نے فرمایا ہے کہ زبان سانپ ہے اسکا گزیدہ ہے اسیلئے کوئی شاعر کہتا ہے ؎ احفظ لسانک ایہا الانسان ۞ لا یلدغنک انہ ثعبان ۞ کہ اے انسان اپنی زبان کو حفاظت سے رکھ یہ سانپ ہے کہین تجھے ڈس نہ لے۔ حفظ لسان اور کم گوئی کے فوائد۔ اور زیادہ گوئی کے نقصان علماء و حکماء نے نظم و نثر مین بہت بیان کیئے ہین احادیث صحیحہ مین سب سے زیادہ مذکور ہین۔

ف ان اعضا کے بیان ذکر کرنے سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ انسان جب مان کے پیٹ سے باہر آتا ہے تو اسوقت اسکی غذا صرف مان کا دودھ ہی ہوتی ہے اسکے پینے مین یہ اعضاء کام آتے ہین پھر جب وہ اپنی غذا پر قادر نہ تھا تو اور مال اسنے اپنی ہمت اور کوشش سے بغیر ہماری مدد کے کیونکر پیدا کر لیا جسکے خرچ کرنے کا بڑا فخر کرتا ہے۔

اور ان اعضاء ہی پر بس نہین بلکہ وہدیناہ النجدین[1] اسکو نیکی اور بدی کے دو رستے بھی سوجھا دیئے۔ مضر اور مفید کی پہچان عطا کر دی دنیاوی امور سے لیکر اخروی تک سبکو انسان (بشرطیکہ تھوڑی دیر کیلئے شیطانی عوارض دور ہوجاوین) بخوبی پہچان سکتا ہے خود اسکا دل فتویٰ دے سکتا ہے کہ یہ نیکی ہے یہ بدی ہے اسکا مال خرچ کرنا حق سبحانہ کی خوشنودی کا باعث ہے کہ نہین پھر کیون عذر کرتا ہے کہ مجھے نیکی کا رستہ معلوم نہین۔ بعض علماء نجدین سے مراد دو پستان لیتے ہین کہ یہ بھی تتمہ ہے بیان سابق کا کہ جنسے دودھ پینے کے آلات عطا کیئے اور مان کی چھاتیان بنائی ہین خود بخود الہام غیبی کے کہنے سے بچا مان کی چھاتیون کیطرف قصد کرتا ہے۔

پھر جب نیکی اور بدی کے دو بلند نشان بتادیئے تو فلا اقتحم العقبۃ[2] پھر نیکی کی گھاٹی مین کیون نہین گھستا۔ اس سخت اور اونچی چڑھائی پہ کیون نہین چڑھتا جس پر چڑھنا نفس کے خلاف ہے اور بدی کا رستہ خواہش نفسانی کے موافق ہوتا ہے اسلیئے اسپر چلنا آسان معلوم ہوتا ہے مگر اس میدان دشوار گذار کو وہی طے کرتے ہین جو جوانمرد ہین اور جنکی تقدیر مین سعادت ازلی ہے۔ ؎ گوئے توفیق و سعادت در میان افگندہ اند ۞ کس بمیدان در نمی آید سواران راچہ شد ۞

یہ گھاٹی بڑی دشوار گذار ہے کیونکہ اسمین سے گذرنا نفس کے خلاف ہے اسیلئے آپ ہی پوچھتا ہے وما ادراک ما العقبۃ اور اے انسان تجھے کیا معلوم کہ وہ گھاٹی ہے کیا۔ پھر آپ ہی بیان فرماتا ہے فک رقبۃ۔ اب نیکی کے اقسام ارشاد ہوتے ہین اول فک رقبۃ ہے یعنی گردن کا چھڑانا۔ یہ لفظ عام ہے اسمین کئی معنی ہین (۱) غلام کا آزاد کر دینا یا اسکی قیمت مالک کو ادا کرکے آزاد کرا دینا عرب مین غلامون پر ایام جاہلیت مین بڑی سختی ہوتی تھی انکو بہائم کے مرتبہ مین رکھکر سخت مشقت کے کام لیا کرتے تھے اسلام نے اس رسم مین بھی اصلاح کی اول تو آزادی کی بڑی ترغیب دلائی اور جو کسیکے پاس رہجاوے تو اسکے ایسے حقوق قائم کیئے کہ پھر غلام کو

ف۱ نجد بلند جگہ اسکی جمع نجود آتی ہے اور ملک نجد کو اسیلئے نجد کہتے ہین کہ وہ تہامہ سے بلند قطع زمین پر ہے۔ اسیلئے پستان کو نجدین سے تعبیر کرنا بھی ٹھیک ہوسکتا ہے اور خیر و شر کے دلائل واضح ہونیکے سبب بھی انکو دو بلند رستون سے تشبیہ دینا ٹھیک ہے جو ہر ایک اہل بصارت کو دکھائی دیتے ہین ۱۲ منہ

ف۲ عقبہ پہاڑ کا رستہ جسکی جمع عقب و عقاب آتی ہے اس سے مراد نیکی کا دشوار گذار رستہ ہے اس دشواری اور بلندی کی وجہ سے راہ ہدایت کو عقبہ سے بطور تمثیل کے بیان کیا ہے یعنی استعارہ ہے اور نجدین ذکر کرنے کے بعد عقبہ کا ذکر ترشیح ہے ۱۲ منہ۔

غلامی مین آزادی ہے کوئی تکلیف سخت باقی نہین رہتی (۲) جو کوئی قصاص مین گرفتار ہو اُسکا خونبہا ادا کرکے اُسکو آزادی دلانا۔
(۳) کسی نادار قرضدار کو قرض معاف کرکے خود آزادی دینا یا ادا کرکے اُسکی گردن کو اس سخت پھندے سے چھڑا دینا (۴) کوئی ظالم زبردستی
اور ناحق کسی کو بیگار یا قید مین پکڑ لے اُسکی خلاصی کرانا خواہ بقوت بازو خواہ مال دے کر (۵) اپنے آپ کو حقوق العباد و حقوق اللہ سے ادا کرکے
رہائی دلانا اپنی گردن مین سے یہ پھندا نکالنا بھی حریتہ کبریٰ اور اصل آزادی ہے۔ جسکے بعد سعادت عظمیٰ ہے۔ ورنہ غلامی کی قید مین پڑا ہوا
ہے یہ کام ہین مال صرف کرنے کے۔

قسم دوم او اطعام فی یوم ذی مسغبۃ یا کھانا کھلانا بھوک اور احتیاج کے دن۔ جیساکہ ایام قحط مین یا کسی سبب سے غلہ نہ ملتا ہو ایسے
وقت بھوکے کو کھانا کھلانا ہزار روپیہ دینے سے بہتر ہے۔ شلغم پختہ بہ کہ نقرۂ خام۔ پھر اسمین کوئی ہو مگر یتیما یتیم کو کھانا کھلانا اور بھی بہتر
ہے کس لیئے کہ اُسکا کوئی سرپرست نہین نہ اُسکی صغرسنی کی وجہ سے اس سے کوئی توقع ہے نہ اُسکی مدح سے دل خوش ہوتا ہے اور
یتیمون مین بھی ذا مقربۃ اہل قرابت ہو۔ جیساکہ چچا کا بیٹا یا بھتیجا یا بھانجا یا خالہ زادہ یا ماموں زادہ بھائی ہو۔ کیونکہ اُنپر رحم کھانے اور
کھانا کھلانے مین صلہ رحمی بھی ہے کسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے عمدہ کام دریافت کیئے تو فرمایا کھانا کھلانا۔ سلام
کرنا۔ خواہ کسیکو جانے یا نہ جانے اور رات مین جبکہ لوگ پڑے سوتے ہون نماز پڑھنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ قید عمدہ مواقع بتلانے
کے لیئے ہے۔ اور کسکو او مسکینا ذا متربۃ یا فقیر حاجتمند کو کہ فقر و فاقہ نے اُسکو خاک پر بٹھا دیا ہو۔ کیونکہ جب یہ حالت پہونچ جاتی ہو
تو اُس سے کوئی دنیاوی توقع باقی نہین رہتی اسوقت جو کچھ کھلایا پلایا جاویگا خاص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیئے ہوگا۔ یون تو
وہ بھی مسکین ہے کہ جسکا خرچ اُسکی آمد سے بڑھا ہوا ہے یا بالفعل اُسکے پاس کچھ نہین لیکن امید ہے اُسکا کھلانا بھی بہتر ہے مگر
پہلا موقع اس سے بھی بہتر ہے یہ ہی مال صرف کرنیکا عمدہ موقع نہ وہ کہ جسکو وہ دولتمند سمجھ رہا تھا نام آوری تن پروری مین صرف کرنا۔
یہانتک جو کچھ ذکر ہوا وہ صرف مالی عبادت کے بعض عمدہ مواقع بتلائے گئے جنمین کسی مذہب و ملت کو بھی اختلاف نہین مگر یہ اعمال
جب ہی مقبول ہوتے ہین کہ جب ایمان بھی ہو کس لیئے کہ قوت عملیہ کی تکمیل قوت نظریہ کی تکمیل پر موقوف ہے اسلیئے اسکے بعد یہ بھی
ارشاد فرمایا ثم کان من الذین آمنوا یعنی با این ہمہ پھر وہ ایمانداروں مین سے بھی ہو کیونکہ بغیر ایمان کے کوئی نیکی خدا کے ہان مقبول
نہین ہوتی ایمان جڑ ہے۔ ایمان ہی بنیاد ہے۔ اعمال صالحہ اُسپر عمارت ہے کوئی عمارت بغیر بنیاد کے قائم نہین رہ سکتی۔
ف لفظ ثم اس مقام پر تراخی ذکر کیلئے ہے یعنی ان سب باتون کے ذکر کرنے کے بعد مین یہ بھی کہتا ہون کہ ایماندار بھی ہونا چاہیئے۔
ف بعض علما فرماتے ہین کہ ثم اس جگہ تاخیر وقوع کے لیئے ہے یعنی اعمال خیر کفار کے توقف مین رہتے ہین اگر اخیر مین ایمان
لے آیا تو یہ اعمال قبول ہو جاتے ہین ورنہ مردود چنانچہ حکیم بن حزام نے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے
سوال کیا کہ مین نے حالت کفر مین بھی بہت کچھ نیک کام کیئے ہین۔ آپنے فرمایا تیرے ایمان نے اُن سب کو نیک اور مقبول کر دیا
الحاصل عقبہ سعادت کی گھاٹی مین سے گذرنا نہ صرف بردہ آزاد کرنا۔ یتیمون و مسکینون کو مصیبت کے دن کھانا کھلانا ہے
بلکہ اسکے ساتھ اُن لوگونکے زمرے مین بھی داخل ہونا ہے جو ایمان لائے اور ایمان ہی پر بس کرکے نہ بیٹھ رہے بلکہ ہر ایک

کی نیکی خود بھی کی اور لوگون کو بھی تاکید کی خصوصاً دنیا سے چلتے وقت۔
تواصوا بالصبر صبر کرنے کی وصیت اور تاکید کرچلے۔ اور صبر ہی پر موقوف نہین بلکہ وتواصوا بالمرحمۃ ایک دوسرے سے باہم مہربانی اور نرمی اور رحمدلی کرنے کی بھی تاکید کرچلے۔
صبر نفس کو بیجا خواہشون سے روکنا۔ راہ راست پر ثابت قدم رہنا۔ صبر کے محامد قرآن مجید مین بکثرت وارد ہین۔ ازانجملہ یہ ہے فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل ازانجملہ یہ ہے یا ایہا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ ازانجملہ یہ ہے ان اللہ مع الصابرین ازانجملہ یہ ہے انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب ازانجملہ یہ ہے وجعلنا منہم ائمۃ یہدون بامرنا لما صبروا وغیرہا من الآیات۔ اور احادیث صحیحہ مین بھی اسکے بہت کچھ محامد مذکور ہین۔
واضح ہو انسان کے اندر تین قوتین ایسی ہین کہ جب وہ تیز ہوجاتی ہین تو اسکو راہ راست سے ادھر ادھر گمراہ لیجاتی ہین ان سے نفس کو روکنا صبر ہے۔
اول قوت شہوانیہ۔ کھانے پینے جماع کے متعلق۔ اس سرکش گھوڑے کی لگام تھامنا بھی ایک قسم کا صبر ہے۔ جسکو عفت اور اسکے خلاف کو فجور کہتے ہین۔ پس جو چیزین نہ کھانی ہین چاہئین انہین نہ کھاے پیئے جیسا کہ شراب و سود رشوت اور جملہ ناجائز کمائی کا مال یا بیگانہ حق یا یتیم کا مال۔ اور جن جگہون پر اسکو آزاد کھولنا نہ چاہیئے وہان نہ کھولے جس سے زنا اور اغلام اور ہر قسم کی بدکاری ممنوع ہوگئی۔ بلکہ جو ان چیزون کی طرف رغبت دلانے والی چیزین ہین جیسا کہ ناچ اور نامحارم کے ساتھ اختلاط اور فواحش قصے اور ناہنجارون کی صحبت۔ ان سے بھی دور اور نفور رہے۔
دوسری قوت غضبیہ ہے۔ جس سے ظلم و ستم برپا ہوتے ہین اسکی لگام بھی بڑے زور سے روکنی چاہیئے۔ یہ دوسری قسم کا صبر ہے۔ غصہ کا تھامنا اور انتقام سے درگزر کرنا بھی بڑے جوانمردون کا کام ہے۔ کسی نے گالی دی یا برا کہا اسکو سنکر جو نفس کو ہیجان ہوتا ہے اسکا تھامنا یہی صبر ہے اسی بارہ مین خدا تعالےٰ فرماتا ہے ولمن صبر وغفر الخ اور اسکو حلم کہتے ہین۔ عالی حوصلہ انتقام لینے سے درگزر کرنے مین زیادہ لذت پاتے ہین۔
تیسری قسم کی قوت طمعیہ ہے وہ بھی بہت دور دراز کھینچ کر لیجاتی ہے۔ اس سرکش گھوڑے کی لگام تھامنا بھی صبر ہے نیک کام مین خرچ نہ کرنا اس قوت کی بے صبری ہے۔ جسکو بخل کہتے ہین۔ اور نیک راہ مین صرف کرنا سخاوت اور جود ہے اور اسیطرح یہ قوت خیانت اور دوسرون کے حقوق تلف کرنے کی طرف ابھارا کرتی ہے۔ اسکے مقابلہ مین نفس کو روکنا امانت و صیانت ہے۔ اور کبھی تجملات دنیا کے حاصل کرنے کی طرف بلاتی ہے جسکو حرص کہتے ہین اسکے مقابلہ مین نفس سرکش کی مہار تھامنا زہد و قناعت کہلاتا ہے جو ایک قسم کا صبر ہے۔
اسکے سوا مصائب اور تکالیف کی برداشت کرنا اور جزع و فزع نکرنا اور دین پر ثابت قدم رہنا چوتھی قسم کا صبر ہے جیسا کہ اللہ کی راہ مین دور دراز کا سفر اختیار کرنا اور سفر اور دھوپ اور بھوک اور پیاس کے صدمے اٹھانا یا اعداء دین کے مقابلہ مین ثابت قدم

نہانا ان سے خوف نکرنا ۔ پانچوین قسم یہ ہے کہ نفس خبیث کو ریاضات شاقہ وعبادات پر لانا اور اُسکی خواہشون سے روکنا بھی صبر ہے روزہ مین بھوک پیاس کی برداشت کرنا نیند کا غلبہ ہے مگر نماز کی طرف آنا نہانے اور وضو کرنے سے دل ڈرتا ہے مگر اُسکے مقابلے مین نہانا وضو کرنا صبر ہے ۔ چھٹی قسم کا صبر رضا بالقضا ہے

اسیطرح مرحمت بھی صدہا خصائل حمیدہ کا رکن اعظم ہے ۔ یتیمون پر شفقت چھوٹون پر مہربانی ۔ بیکسون بیواؤن بے نواؤن کی چارہ سازی قوم اور ملک کے ساتھ بھلائی کرنا بھوکون کو کھانا کھلانا ۔ بیمار کی دوا کرنا ننگون کو کپڑا پہنانا ۔ بھولون کو رستہ بتانا درماندون کی اُنکے کام مین مدد کرنا وغیرہ سب مرحمت کی شاخین ہین ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الراحمون یرحمہم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (رواہ ابوداؤد والترمذی) کہ رحم کرنے والون پر رحمٰن رحمت کرتا ہے ۔ زمین والون پر رحم کرو تم پر آسمان والے رحم کرینگے ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اُسکی قسم کہ جسکے قبضہ مین میری جان ہے تم مین جب تک کوئی بھی مومن (کامل) نہین ہوتا جب تک کہ جو اپنے لیئے چاہے وہی اپنے بھائی کے لیئے نہ چاہے (متفق علیہ) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نہین جو ہمارے چھوٹے پر رحم اور بڑے کی توقیر نکرے (رواہ الترمذی) آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ایمانداروں کو تو باہمی رحمدلی اور محبت و نرمی مین ایسا پاویگا کہ جیسا ایک جسم جسکا ایک عضو بیمار ہو جاوے تو دوسرے اعضا مین بھی درد و بخار پیدا ہو جاتا ہے (متفق علیہ) ؎ بنی آدم اعضائے یکدیگر اند ۔ کہ در آفرینش زیک جوہر اند ۔ چو عضوے بدرد آورد روزگار ۔ دگر عضوہا را نماند قرار ۔ تمام نیکیون کی یہی دو چیز اصل ہین تعظیم لامر اللہ جو صبر سے متعلق ہے اس لیئے اسکو مقدم کیا ۔ دوم شفقت بر خلق اللہ جسکو مرحمت سے تعبیر کیا ۔

جو لوگ ان اوصاف حمیدہ سے موصوف ہین اولٰئک اصحٰب المیمنۃ وہی لوگ یمن اور برکت والے ہین اُنکی تاکید صبر و تاکید مرحمت کا نفع اُنکی حیات مین اور اُنکے بعد مین اُن کو بھی اور بندگان خدا کو بھی پہونچتا رہے گا ۔ اور پہونچتا ہے ۔ بعض علماء میمنہ کو یمین یعنی جانب راست سے لیتے ہین یعنی وہ دائین والے ہین ۔ تخت رب العالمین کے دائین طرف کھڑے ہونگے اور یہ جگہ اہل سعادت کی ہے اور عرب دائین جانب کو متبرک اور بائین کو ذلیل سمجھا کرتے ہین ۔

ان اہل کمال کے بعد ازلی بدبختون کا حال بیان فرماتا ہے والذین کفروا باٰیٰتنا کہ جنہون نے ہماری آیتون کا انکار کیا اور ہماری آیات مین مکارم اخلاق اور حسنات کی تاکید اور قبائح کی مذمت ہے پھر وہ اُن پر عمل سے بھی محروم رہے ۔ اخلاق ذمیمہ اور طرح طرح کی سیئات کے امراض روحانی مین مبتلا رہے ہم اصحٰب المشئمۃ وہی شامت اور بدبختی والے ہین اُنکے بداخلاقی کی نحوست نے اُنکو ہر طرف سے احاطہ کر لیا ۔ اگر مشئمۃ کو بمعنی چپ یعنی بائین کے لیئے جاوین تو بھی ممکن ہے ۔ کیونکہ بائین جانب والے بدبخت اور مقہور اور نامبارک لوگ ہین ۔ اُنکے یہ اخلاق ذمیمہ اور ناپاک عقائد اور یہ کفر و بت پرستی جو یہان اُنپر محیط ہے وہان آگ بنجائیگی علیہم نار مؤصدۃ اور سرپوش بنا کر ڈھانک دیجائیگی جسطرح دنیا مین ان آتشین ملکات و افعال و عقائد سے نہ نکلتے تھے وہان بھی کبھو نہ نکلین گے ۔ اعوذ باللہ من النار ۔

سورۂ شمس مکہ میں نازل ہوئی اسمیں پندرہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝ وَالسَّمَآءِ

قسم ہے آفتاب اور اسکی دہوپ کی　اور قسم ہو چاند کی جبکہ اسکے پیچھے آوے　اور قسم ہو دن کی جبکہ آفتاب کو نمایاں کرے　اور قسم ہو رات کی جبکہ آفتاب کو چھپا لے۔ اور قسم ہے آسمان کی

وَمَا بَنٰهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ

اور اسکے بنانیوالے کی　اور قسم ہو زمین کی اور اسکے بچھانے والے کی　اور قسم ہو انسان کی جان کی اور اسکی کہ جسنے اسکو درست بنایا پھر اسکو اسکی بدی اور نیکی سمجھائی ۔ بیشک کامیاب ہوا کہ جسنے اپنی جان کو

زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝

پاک کرلیا ۔ اور بیشک وہ خراب ہوا جسنے اسکو آلودہ کرلیا۔

ترکیب

والشمس الواو للقسم جارۃ وضحٰہا وما بعدہا عطف علے الشمس اذا تلٰہا وکذا اذا یغشٰہا الظرف معمول للقسم ای اقسم اذا تلٰہا واقسم اذا یغشٰہا ۔ والضمیر فی تلٰہا راجع الی الشمس ومعناہ اذا تبعہا وذلک بان یطلع القمر بعد غروب الشمس یقال تلا یتلو اذا تبع ۔ وذلک فی النصف الاول من الشہر اذا غربت الشمس تلاہا القمر فی الاضاءۃ وکذا الضمیر فی اذا جلّٰہا ویغشٰہا راجع الی الشمس لان الشمس عند انبساط النہار تنجلی تمام الانجلاء وکذا عند مجئ اللیل تغشی الشمس ویذہب ضوءہا فالاسناد فی جلّٰہا ویغشٰی مجازی وما بنٰہا ما مصدریۃ ای اقسم بالسماء وبنائہا اذا بناء السماء بالرفعۃ والاستدارۃ امر عجیب وقیل موصولۃ بمعنی من ای اقسم بالسماء ومن بناہا وایثار ما علی من لارادۃ الوصفیۃ لقصد التفخیم والاول قول الفراء والزجاج والثانی قول ابی البقاء ۔ وقس علیہ قولہ تعالٰی وما طحٰہا والطحو البسط من کل جانب کما فی قولہ دحاہا ۔ و معناہما واحد ۔ وقیل معنی طحٰہا قسمہا وخلقہا وقال ابو عمرو بن العلاء طحا الرجل اذا ذہب فی الارض یقال ما ادری این طحا ویقال طحا بہ قلبہ اذا ذہب بہ ومنہ قول الشاعر ؎ طحا بک قلب فی الحسان طروب ۔ بعید الشباب عصر حان مشیب ۔ وکذا قولہ تعالٰی وما سوّٰہا فالہمہا عطف علی سوّٰہا وجواب القسم عند الجمہور قولہ تعالٰی قد افلح الخ قال النحاۃ ان الماضی المثبت المتصرف الذی لم یتقدم معمولہ اذا وقع جوابا للقسم تلزمہ اللام وقد ولا یجوز الاقتصار علے احدہما الا عند الضرورۃ او طول الکلام وہہنا لطول الکلام حذف اللام ۔ ودسّٰہا اصلہ دسّسہا فابدلت السین الاخیرۃ الفاً ومعنی التدسیس الاخفاء ۔

تفسیر

یہ سورہ بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے ۔ ابن عباس و ابن الزبیر کا یہی قول ہے اسکی پندرہ آیات ہیں ۔ احمد و ترمذی و نسائی نے بریدہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں والشمس وضحٰہا اور ایسی ہی سورتیں پڑھا کرتے تھے طبرانی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انکو

ف وہہنا اشکال تقریرہ ان تلک الواوات اما للعطف او للقسم علے الاول یلزم العطف علے معمول عاملین مختلفین وعلے الثانی یلزم تعدد القسم مع وحدۃ الجواب وقد منع الخلیل وسیبویہ واجاب بعضہم باختیار الشق الثانی والرد علی قول الخلیل وسیبویہ وبعضہم باختیار الشق الاول ومنع لزوم المحذور بان تلک الواوات نواب للواو الاولی القسمیۃ الجارۃ بنفسہا النائبۃ مناب فعل القسم فجاز ان

[illegible]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ نماز صبح میں واللیل اذا یغشی والشمس وضحاہا پڑھا کرے۔ عقبہ بن عامر سے بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ہم صلٰوۃ ضحیٰ کی دو رکعتوں میں والشمس وضحاہا اور والضحیٰ پڑھا کریں۔ اور حدیث جابر میں بھی یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو فرمایا تھا کہ کیوں سبح اسم ربک الاعلیٰ والشمس وضحاہا واللیل اذا یغشی نہیں پڑھا کرتا۔

مناسبت اسکی سورۂ بلد سے یہ ہے کہ سورۂ بلد میں خیر و شر کی رہنمائی کا ذکر تھا کما قال وھدیناہ النجدین اسیطرح اس سورہ میں بھی ارشاد ہوا فالہمہا فجورہا وتقوٰہا کہ ہر ایک کو ہمنے نیکوکاری و بدکاری سمجھا دی اور سب سے بڑھکر مناسبت یہ ہے کہ خیر کی رہنمائی میں آفتاب نبوت کی روشنی درکار ہے کہ جسکے سبب نیک و بد میں تمیز کرسکے اسلیے سورۂ بلد کے بعد سورۂ والشمس نازل ہوئی تاکہ معلوم رہے کہ شمس یعنی آفتاب بغیر جسطرح حیات دنیاوی میں چارہ نہیں اسیطرح آفتاب نبوت بغیر ہدایت کی راہ نہیں ملتی اور اسی لیئے اس سورہ کا نام سورۂ شمس ہوا۔ اور انسان کو جو کچھ آفتاب اور ماہتاب اور دن اور رات اور آسمان وزمین کے ساتھ حیات دنیاوی میں احتیاج ہے اسیطرح اسکو جبکہ وہ دنیا کے کھیت میں آخرت کے لیئے کچھ بونا چاہے آفتاب نبوت اور اسکے متعلقات کی طرف بھی حاجت ہے اس لیئے اس کا بیان کرنا بھی آفتاب کے ساتھ مناسب ہوا جسکی تشریح یہ ہے کہ دنیا میں کاشتکار کو ان چھ چیزوں کی سخت ضرورت ہوتی ہے اور اکثر انہیں پر انسانی قوت کا مدار ہوتا ہے (۱) آفتاب کہ جسکی گرمی سے دانہ زمین میں پڑنے کے بعد پھوٹ کر باہر نکلتا ہے اور اسکی حرارت سے نشو و نما پاتا ہے اور اسی سے پھل اور پھول آتے ہیں اسکی گردش سے موسم بدلتے ہیں (۲) چاند جسکی رطوبت سے پھل پھولوں میں رس پڑتا ہے دریا میں جزر و مد پیدا ہوتا ہے اور اندھیرے میں وہ آفتاب کا خلیفہ بھی ہے (۳) دن کہ جس میں کام کاج کیئے جاتے ہیں (۴) رات کہ جس میں آرام کرتے ہیں اور دن کی گرمی سے ٹھنڈک پاتے ہیں اور رات کی شبنم دن کی حرارت کا تدارک کرتی ہے (۵) آسمان کہ نزول بارش وہیں سے ہے اور اسی میں آفتاب و ماہتاب ہیں (۶) زمین کہ جس میں تخم ریزی ہوتی ہے بشرطیکہ قابل بھی ہو۔ اسیطرح انسان کو جو اس دنیا میں آخرت کی کھیتی کرنے آیا ہے ان چھ چیزوں کی ضرورت ہے (۱) آفتاب نبوت کی۔ اسی کی روشنی اور اسکی گرمی سے سب کام بنتے ہیں (۲) چاند یعنی آفتاب نبوت کے بعد اسکے جانشین اور نائب ضرور ہیں جو بمنزلہ چاند کے ہیں جس طرح چاند کی روشنی آفتاب کا پرتو ہے اسیطرح حضرات اولیاء کرام و نائبان رسول علیہ السلام کی روشنی بھی انہیں کا پرتو ہے۔ (۳) روز یعنی وہ عمر گرانمایہ کا حصہ کہ جسمیں کچھ کام کرسکے (۴) رات یعنی اسکے دنیاوی کاروبار اور راحت کا وقت چونکہ اسمیں اللہ سے غفلت اس لیئے اسکو رات سے تشبیہ دیجاتی ہے مگر نفس انسانی کو یہ وقت نہ ملے تو انوار الٰہیہ اسکو شکست و معطل کردیں اور اسلیئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑے عابد زاہد صحابی سے فرمایا تھا نم وصل کہ سو بھی اور تہجد کی نماز بھی پڑھ اور یہ بھی فرمادیا تھا کہ ان لنفسک علیک حقا الخ کہ تیرے نفس کا بھی تجھپر حق ہے اسکو بھی راحت دو پھر اس سے کام لو۔ (۵) آسمان شریعت جو اسکا جمیع اطراف سے محیط ہے اسکے عقائد و اعمال و احوال وہیں سے بارش کیطرح برستے ہیں وہیں سے شوق کی ہوائیں چلا کرتی ہیں جو کوئی شریعت سے باہر ہوکر یہ کھیتی کرنا چاہے گویا آسمان سے باہر نکلنے کا ارادہ کرتا ہے جو محال اور خیال باطل ہے۔

(۶) زمین وہ اسکی استعداد کی زمین ہے کہ جسقدر اسکی فراخی و صفائی ہے اسیقدر احوال و مقامات کا نشو و نما ہوتا ہے لیکن ان چھ چیزون مین سب سے عمدہ آفتاب ہے جسکو عربی مین شمس کہتے ہین اسلئے اس سے ابتدا کی اور اسیلئے سورہ کا نام شمس ہوا۔ یا یون کہو کہ یہ چھ چیزین انقلاب دنیا کے لیئے اصل الاصول ہین اور یہ انقلاب انسان کو بتا رہا ہے کہ اسکو بھی جانا ہے اور نیز انسانی حالات کا بھی نمونہ ہین آفتاب نور نبوت اور اسکی روحانی روشنی پر دلالت کرتا ہے اور قمر اسکے دوسرے حال پر جو پہلے سے کمتر ہو اور دن اسکی علم معرفت اور روشنی پر کہ جس مین سیاہ و سفید کا امتیاز ہوتا ہے اور رات اسکی بہیمیت اور قوی شہوانیہ پر اور آسمان اسکی بلندی پر جو قوی روحانیہ کے آفتاب چمکنے سے حاصل ہوتی ہے اور زمین اسکی پستی پر جو قوی بہیمیہ کی رات اور اندھیرا چھا جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور ان چھ چیزون مین ان چھ چیزون کی طرف اشارہ ہے۔ اور نیز یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ جس طرح آفتاب اور اسکی روشنی اور پھر دن کسی کے روکے سے نہین رک سکتے اسیطرح نور نبوت اور دنیا کی روشنی جو دن سے عبارت ہے وہ بھی کسی کے روکے سے نہین رکے گی پھر اے قریش تمہارا اسکے مقابلہ مین یہ جد و جہد محض بے فائدہ ہے اور رات اور اسمین آفتاب کا پوشیدہ ہونا ضلالت ہے جو اسوقت دنیا مین چھائی ہوئی تھی اسکے بعد طلوع آفتاب مقتضاء حکمت ہے اور اگر اس آفتاب نے غروب بھی کیا تو مدتون چاند کی روشنی رہے گی جس سے نائبان نبوت کے پرتوے مراد ہین اور آسمان و زمین ہر ایک کی تقدیری پستی و بلندی ہے۔ اس لیئے ان چھ چیزون کی قسم کھا کر جو اسکی قدرت کاملہ کا نمونہ ہین انسان کی جان اور اس کے ٹھیک کرنے کی یعنی قوی باطنیہ و ظاہرہ عطا کرنے کی اور پھر اس سے نیک و بد کی سمجھ بوجھ عطا کرنے کی قسم کھا کر انجام کار بتلاتا ہے کہ جسنے اپنی اس روح کو آلایش سے پاک و صاف کر لیا اس نے فلاح پائی آسمان رفعت پر پہونچا اور جسنے اسکو آلودہ کر لیا شب ضلالت اسپر طاری ہو گئی وہ جہنم کی پستی کی طرف گیا خراب ہو گیا۔

اور اسکے بعد چند لوگونکا تذکرہ کرتا ہے کہ جنہون نے اپنے نفس کو آلایش دنیا مین آلودہ کیا تھا کہ وہ پستی کیطرف ڈالے گئے دنیا مین بھی ہلاک ہوئے آخرت کا وبال بھی سر پر لے گئے۔ اس مضمون کو اس سورہ مین کس دلکش انداز سے بیان فرماتا ہے فقال والشمس کہ قسم ہے آفتاب کی جسکا نمونہ نور نبوت ہے وضحٰہا اور قسم ہے آفتاب کی روشنی کی جس کا نمونہ نور نبوت کا جہان مین پھیلنا ہے۔ جیسا کہ کتاب یسعیاہ علیہ السلام کے ساٹھوین باب مین بشارت ہے۔

اٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھپر طلوع کیا ہے کہ دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائیگی اور تیرگی قومون پر لیکن خداوند تجھپر طلوع کریگا اور اس کا جلال تجھپر نمودار ہوگا اور قومین تیری روشنی مین اور سلاطین تیرے طلوع کی تجلی مین چلین گے انتہی۔ شمس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اور آپ کی روشنی جو دنیا مین پھیلے وضحٰہا ظہور ہے۔ والقمر۔ اور قسم ہے چاند کی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہے یکے بعد دیگرے نیز حضرات اولیاء کرام اذا تلاہا جبکہ آفتاب کے بعد آوے یا پیروی کرے۔ آفتاب سے ماہتاب کو چند باتون مین پیروی اور اتباع ہے اول استفادہ نور مین دوم غروب مین کہ آفتاب کے غروب ہوتے ہی ماہتاب نمودار ہوتا ہے یہ اول چاند رات سے لیکر پندرہوین یا چودہوین تاریخ تک ہوتا ہے

سوم جسم میں باعتبار حس ظاہر کے کس لیئے کہ اور ستارے گو جسامت میں ماہتاب سے بھی بڑے کیوں نہوں اور بعد مسافت کی وجہ سے چھوٹے نظر آتے ہوں مگر حس ظاہر میں آفتاب کی برابر بجز ماہتاب کے اور کوئی ستارہ نظر نہیں آتا۔ چہارم تاثیرات اور حساب سال و ماہ میں ہے جہاں اور ستاروں کو دخل نہیں۔ یہ قید اسلیئے لگائی کہ آفتاب کے اتباع کرنے میں ہی ماہتاب کا کمال ہے جس سے اشارہ ہو کہ نائبان خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام کا کمال اور منصب خلافت و امامت آنحضرت صلعم کی پیروی میں ہے۔ والنهار اذا جلاها اور قسم ہے دن کی جبکہ آفتاب کو روشن کرے جس سے دین محمدی علیہ السلام کے شیوع و ظہور کی طرف اشارہ ہے۔ اور نیز سالک و مرشد کی اس حالت کی طرف بھی اشارہ ہے جو ریاضات و مراقبات کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ اور نورانیت محمدیہ ۲ ان میں جلوہ گر ہو جاتی ہے جس میں ایماء ہے کہ خالی ریاضات و مجاہدات بغیر اسکے کہ نور محمدی کو ان میں چمکایا جاوے کچھ بھی قابل عزت و حرمت نہیں ورنہ یوں تو بہتیرے جوگی سناسی عمر بھر فضول ریاضات کیا کرتے ہیں۔

ہرچند آفتاب دن کو روشن کرتا ہے نہ دن آفتاب کو مگر آفتاب جب دن دوپہر آتا ہے تو زیادہ روشن و تاباں معلوم ہوتا ہے برخلاف وقت طلوع و غروب کے یہ ظرف ہے اور ظرف کیطرف اس فعل کو نسبت کرنا مجاز ہے جو محاورہ میں کثیر الاستعمال ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں ضمیر اذا جلاها آفاق یا ارض کی طرف راجع ہے گو مذکور نہو مگر مراد ہے والليل اذا يغشاها اور قسم ہے رات کی جبکہ آفتاب کو چھپا لے۔ رات میں آفتاب چھپ جاتا ہے اس لیئے رات کی طرف مجازاً اسناد کیا گیا اس رات اور اس کے آفتاب کے چھپا لینے سے اشارہ ہے انسانی راحت اور اسکے حقوق زن و فرزند اعزہ و احبہ کے ادا کرنے پر متوجہ ہونے کی طرف۔ یعنی توجہ الی الخلق کیطرف یہ بھی ایک متبرک چیز ہے اگر ایسا نہو تو بہت سے حقوق اور معاملات دنیا درہم برہم ہو جاویں۔ اور یہ منشاء بعثت انبیاء علیہم السلام کے برخلاف ہے اور اسی لیئے یہ کیفیت توجہ الی اللہ کی ہر وقت نہیں ہوتی مگر اس غفلت کو صحابہ اپنی اولو العزمی اور شوق الی اللہ سے نفاق سمجھا کرتے تھے چنانچہ ایک بار ایک صحابی نے جسکا نام حنظلہ ہے اس بات کی حضرت صدیق اکبر سے شکایت کی اور کہا میں تو منافق ہو گیا وہ بات جو حضرت کی صحبت میں نصیب ہوتی ہے بال بچوں میں جاکر نہیں رہتی صدیق اکبر نے کہا میرا بھی یہی حال ہے۔ دونوں آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپنے فرمایا اے حنظلہ یہ کیفیت ہر وقت نہیں رہا کرتی۔ اگر ایسا ہو تو بشریت سے نکلکر فرشتوں میں ملجاؤ (مشکوٰۃ) اور نیز اس رات سے عارف و سالک کے قبض کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اسوقت آفتاب معرفت بالکل چھپ جاتا ہے جس پھر انکشاف تام ہوتا ہے جیسا کہ رات کے بعد پھر آفتاب جلوہ گر ہوتا ہے اور صحبت میں یہی مزے ہیں ہجر نہو تو وصال کا مزہ نہ آوے اور نیز اسلامی تنزل کیطرف بھی اشارہ ہے جسکی خبر آنحضرت صلعم نے دی مگر وہ تنزل بارِ دیگر ترقی کا سبب ہے کیونکہ اس رات کے بعد پھر دن ہونیوالا ہے اس لیئے یہ بھی ایک محترم چیز ہے۔ والسماء وما بناها اور قسم ہے آسمان کی اور اسکی بناوٹ کی۔ آسمان تو عجیب و غریب چیز ہے مگر اسکی بناوٹ بھی عجائب ہے قدرت کاملہ کا نمونہ ہے بعض علماء نے ما کو مصدریہ نہیں بلکہ من کے معنی میں پڑھا ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ آسمان اور اسکے بنانے والے کی قسم یعنی اس بنانے والے کے قربان جایئے جسکے مبارک ہاتھوں

پر فرح عمارت بنائی ۔ آسمان کو شریعت سے تشبیہ ہے کہ جو آسمان کیطرح انسان کے تمام اعمال و احوال و مقامات و عقائد کو محیط ہے ۔ اور جس طرح آسمان میں بروج اور ستارے ہیں اسیطرح شریعت میں ابواب و اقسام ہیں اور یہی مناسبات ہیں ۔ والارض اور قسم ہے زمین کی وما طحاہا اور اسکی فراخی و کشایش کی یعنی کیا ہی اس میں وسعت رکھی ہے ۔ یہاں بھی بعض علماء نے ما کو بمعنی من پڑھا ہے ۔ اور یہ استعداد نفس انسانی کی مثال ہے جسکی وسعت و فراخی کے بموجب اسمین تخم معرفت بویا جاتا ہے ۔ اب خود نفس انسانی کی عالم میں کوئی نظیر باقی نہ تھی کیونکہ وہ آپ ہی اپنی نظیر ہے اس لیئے خاص اسی کی قسم کھاتا ہے ۔ فقال ونفس وما سواہا کہ قسم ہے انسان کی جان کی اور اسکی آراستگی کی یا اسکی کہ جس نے اسکو آراستہ کیا ۔ انسان کے جسم کو دیکھو تو اس میں کیا کیا کاریگریاں کی ہیں جسکی پوری شرح کیجائے تو ایک دفتر میں بھی نہ سماوے اور اسکے قوائے باطنیہ و ادراکات و علوم کو غور کیا جاوے تو اسکی آراستگی حیرت خیز ہے ۔ اور وہ پہلی چھ چیزیں کہ جنکی قسم کھائی گئی اسی نفس انسانی ہی کے لیئے بنائی گئی ہیں اور وہ سب ملکر ایک عالم ہیں تو نفس انسانی تنہا ایک دوسرا عالم ہے جسمیں اول عالم کی سب باتیں موجود ہیں ۔ باینطور کہ اسکا آفتاب نور روحانی ہے ۔ اور ماہتاب دل کی روشنی ہے جو اس سے حاصل ہوتی ہے اور دن اسکے کمالات کا ظہور اور اسکی حیات کے ثمرات کا بروز ہے ۔ اور اسکی رات اسکی روح اور قلب کی تاریکی ہے یا اس کے قوائے بہیمیہ کا ملکیہ پر غلبہ ہے ۔ اور چونکہ قلب جو محل معرفت اور عرش رحمانی ہے وہ نور روح و ظلمت نفس کے ملنے بغیر نہیں ہوتا گویا کہ وہ ان دونوں کے اجتماع سے پیدا ہوا ہے ۔ اور اگر نفس کی ظلمت نہو تو قلب بھی ظاہر نہوں ۔ کیونکہ روح میں کمال صفائی و نورانیت ہے اس لیئے یہ رات بھی ایک عمدہ چیز ہے ۔ اور اسکا آسمان روح حیوانیہ ہے اور زمین اسکا بدن ہے کہ جسکے خالق نے اسکو فراخ و وسیع کیا ہے اسطور پر کہ روح حیوانیہ ہر جگہ اثر کر رہی ہے ۔ اور یہاں تک نفس انسانی کی درستگی کی کہ فالہمہا فجورہا وتقوٰہا کہ اسکی بدی اور نیکی کی پہچان اسکو عطا کردی اور نفوس حیوانیہ کی طرح ناکمل نہیں رکھا کہ اپنی شقاوت و سعادت اخرویہ کو نہ جانتا ہو صرف معاش ہی کے رستے جانتا ہو ۔

ف علماء فرماتے ہیں کہ الہام فجور و تقوٰی سے جبر لازم نہیں آتا کس لیئے کہ یہ جبر لازم آتا کہ اس میں بندہ کے ارادہ و اختیار کو دخل نہوتا پھر جبکہ جو کچھ کراتے ہیں بندہ ہی کے اختیار اور ارادہ سے کراتے ہیں تب کیطرح جبر لازم نہیں آتا ۔

(تحقیق المقام)

الہام در دل افگندن وانچہ در دل افگند خدا ے تعالیٰ یقال الہمہ اللہ واستلہمت اللہ (صراح) یہ الہام ہے جسکے معنی القاء کے ہیں اس سے کوئی فرد بشر بھی خالی نہیں ہر ایک کے دل پر اسطرف کا تار برقی لگا ہوا ہے اُدھر سے نیک و بد باتیں دلمیں پڑتی ہیں یہ اہل سنت والجماعت کے عقائد کے موافق ہے اور اسمیں کوئی جبر بھی لازم نہیں آتا کیونکہ القاء ہونیکے بعد کرنا نکرنا اسکے اختیار و ارادے کے ساتھ ہے اور اسی پر عذاب و ثواب کا دارمدار ہے اور یہ بھی معنی ہوسکتے ہیں کہ انسان کو خدا ے پاک نے عقل و ادراک سمجھ بوجھ عطا کی ہے

جس سے وہ نیک و بد جانتا ہے۔ یہ ہیں فجور اور تقویٰ کے الہام کے معنی۔ اور مجاہد اور فراء اسی کے قائل ہیں۔
اور مذہب معتزلہ بھی یہی ہے۔

اس الہام عام کے بعد ایک اور مرتبہ خاص الہام کا ہے جو حضرات اولیاء کرام و انبیاء علیہم السلام کا حصہ ہے آمین اور کو شرکت نہین
واضح ہو کہ

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے اپنی ذات و صفات غائب پر مشاہد سے استدلال کرتا ہے اور مشاہد مجسمہ عالم جسمانی کے
اور نہیں۔ اور عالم جسمانی کی دو قسم ہیں۔ بسیط اور مرکب۔ پھر بسیط کی دو قسم ہیں۔ علوی جسکی طرف والسماء وما بناہا
میں اشارہ ہے۔ دوئم سفلی جسکی طرف والارض وما طحاہا میں اشارہ ہے۔ اور نیز والشمس والقمر بھی علویات میں داخل
ہیں اور رات و دن ان سے پیدا ہوتے ہیں۔ اب رہے مرکبات سوان میں سب سے افضل انسان ہے جسکی طرف ونفس وما سواہا
میں اشارہ ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ خدا سب پاک مدبر اجسام ہے خواہ علویہ ہوں خواہ سفلیہ خواہ مرکبہ خواہ بسیطہ پس عالم
محسوسات میں ایسی کوئی شے نہیں جو اسکے پیدا کرنے اور ایجاد کرنے سے نہوئی ہو مگر یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا تھا کہ حیوان و انسان
کے افعال اسکی ایجاد و تخلیق میں داخل نہیں اسکا دفع اس قول میں کردیا فالہمہا فجورہا وتقوٰہا کہ یہ بھی اسی کے پیدا کئے
سے ہیں اور اسی کی قضاء و قدرت سے سرزد ہوتے ہیں پس ثابت ہوا کہ ماسوی اللہ جو کچھ ہے سب اسکی قضاء و قدر سے پیدا
ہوا ہے۔ اسی کے احاطہ قدرت و تصرف میں ہے۔ پس الہام فجور خذلان ہے اور الہام تقویٰ توفیق ہے اور وہ حدیث جسکو
امام احمد و مسلم و ابن جریر وغیرہ نے عمران بن حصین سے روایت کیا ہے اسکی مؤید ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا کہ یا حضرت یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں پہلے انکے حق میں مقدر ہو چکا تھا یا ایک آیندہ فعل ہے کہ اپنے نبی کے فرمانے سے
کرتے ہیں آپ نے فرمایا پہلے ہی سے مقدر ہو چکا ہے اسکے موافق کرتے ہیں اسنے عرض کیا پھر اب لوگ کس لیئے عمل کرتے ہیں
آپنے فرمایا کہ جسکو اللہ نے ان دونوں مرتبوں (خیر و شر) میں سے جسکے لیئے پیدا کیا ہے اسکو اسکے موافق عمل کرنا آسان
کر دیتا ہے اور تصدیق اسکی کتاب اللہ میں ہے فالہمہا فجورہا وتقوٰہا۔

مگر اسکے ساتھ بھی انسان کو اختیار باقی رہتا ہے جیسا کہ حدیث مذکور سے پایا جاتا ہے اور اسلیئے اسکے بعد جواب قسم میں اسباب کو
واضح کر دیا قد افلح من زکٰہا وقد خاب من دسٰہا کہ فلاح پائی جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا گناہوں اور غفلات کے میل کچیل
سے۔ انسان جب کوئی گناہ کرتا ہے یا اعتقاد فاسدہ کو دل میں جگہ دیتا ہے یا حب لذات و شہوات میں خدا سے غافل ہو جاتا
تو اسکے نفس یعنی روح پر ایک میل یا دھبہ لگ جاتا ہے مرنے کے بعد یہی دھبہ جس مرتبہ کا ہے اسکے موافق ایک خاص صورت کا
باعث عذاب ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا وقد خاب من دسٰہا کہ خراب ہوا جس نے روح کو آلودہ کر لیا اس نورانی جوہر کو گندہ چیزوں میں چھپا دیا
تزکیہ و تطہیر نفوس کے لیئے صرف یہی ایک جملہ قد افلح الخ کافی ہے جسکو چند مہتم بالشان چیزوں کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا ہے اور
چند چیزیں جنکی قسم کھائی ہے اسکی قدرت کاملہ کا نمونہ ہے اور عالم حسی کی بنیاد ہیں۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا ۝ إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا ۝ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيَاهَا ۝ فَكَذَّبُوهُ

(قوم) ثمود نے اپنی سرکشی سے (صالح پیغمبر کو) جھٹلایا جبکہ ان میں سے سب سے بڑا بدذات تیار ہوگیا پھر انسے اللہ کے رسول نے کہہ دیا تھا کہ اللہ کی اونٹنی اور اسکے پانی کی باری سے خبردار سو انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا

فَعَقَرُوهَا ۝ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوَّاهَا ۝ وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا ۝

اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں　پھر تو انکے رب نے بھی انکے گناہ سے انہیں مار کر برابر ہی کر دیا　اور اسکو اسکے انجام کی پروا ہی نہ تھی۔

ترکیب

بطغواہا الباء للسببیۃ الطغوی فعلی من الطغیان والواو مبدلۃ من یاء مثل التقوی ومن قال طغوت کانت الواو اصلا۔ ثمود فاعل کذبت والجار فی بطغواہا یتعلق بکذبت اذ ظرف لکذبت او للطغوی انبعث مطاوع بعث یقال بعثت فلانا علی الامر فانبعث لہ ومعناہ انتدب لذلک وقام بہ ناقۃ اللہ منصوب بفعل محذوف ای ذروا ناقۃ اللہ او احذروا وسقیاہا معطوف علیہ والاضافۃ فی ناقۃ اللہ للتشریف کبیت اللہ۔ فدمدم فی الصحاح دمدمت الشیٔ اذا الزقتہ بالتراب۔ والدمدمۃ تضعیف العذاب یقال دمدمت علی الشیٔ ای اطبقت علیہ ودمدم علیہ القبر ای اطبقہ۔ فسواہا والضمیر یعود الی الدمدمۃ ای فسوی الدمدمۃ علیہم وعمہم بہا فاشتملت علی صغیرہم وکبیرہم وقیل یعود الی الارض ای فسوی الارض علیہم فجعلہم تحت التراب وقیل یعود الی الامۃ ای ثمود۔ ولا یخاف الخ الجملۃ حال ای فعل ذلک وہو لا یخاف والضمیر فی عقباہا یعود الی الفعلۃ او الی الدمدمۃ۔ والضمیر فی لا یخاف یرجع الی اللہ سبحانہ۔ وقیل الی صالح علیہ السلام۔ ای لا یخاف الرسول وہو صالح علیہ السلام عقبی ہذا العذاب کانہ وعید لنصرتہ۔ وقیل یرجع الی الاشقیٰ ای ذلک الاشقی الذی عقر الناقۃ لا یخاف عقبی ہذہ الفعلۃ

تفسیر

پہلے فرمایا تھا قد افلح من زکاہا وقد خاب من دساہا جس سے تزکیہ فلاح کا سبب اور تدسیہ خسارہ کا سبب سمجھا گیا۔ تدسیہ میں قوی بہیمیہ عقل و شرع پر غالب آجاتی ہیں اور تزکیہ میں انپر عقل و شرع غالب رہتی ہے اب تدسیہ کے مضمون پر ایک واقعہ کا ذکر کرنا مناسب ہوا تاکہ واضح ہو جاوے کہ قوی بہیمیہ کے غلبہ دینے سے دنیا اور آخرت میں کیا کیا برے نتائج پیدا ہو جاتے ہیں اور قوت دراکہ بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ حق باتوں کا انکار کر دینا اور انکار پر اصرار کرنا اور ناصح مشفق کا مقابلہ کرنا انکے نزدیک ایک ادنی سی بات ہو جاتی ہے اسلئے ایسا واقعہ کا ذکر ہوتا ہے فقال کذبت ثمود قوم ثمود نے اپنے پیغمبر صالح علیہ السلام کو بطغواہا اپنی سرکشی سے جھٹلا دیا تھا۔ یعنی قوی بہیمیہ کے جوش و غلبہ کے سبب جسکے وہ عادی ہو رہے تھے۔ اور یہ ہوتا ہے کہ جس قوت کو ترقی دیجاتی ہے اسکے لیے ایک ملکہ راسخہ ہو جاتا ہے جس سے اسکے موافق افعال بے تکلف سرزد ہونے لگتے ہیں عبادات و ریاضات والے سے عبادات

در یا فضاحت بدکاری شہوت پرستی غارت و سیہ کاری

ف جمہور کے نزدیک طغوٰی بفتح الطاء مصدر ہے بمعنی الطغیان۔ فراء کہتے ہیں طغوٰی و طغیان دونوں مصدر ہیں مگر اس جگہ بخیال آیات کے لحاظ سے طغوٰی کا استعمال ہوا۔ بعض کہتے ہیں واؤ کو اسم و صفت میں فرق کرنے کے لیے یا سے بدل لیا کرتے ہیں جیسا کہ تقویٰ و سروٰی۔ اور جس نے طغوٰی کو بضم الطاء پڑھا ہے اسکے نزدیک بھی مصدر ہے جیسا کہ رجعیٰ اور حسنیٰ ابن عباسؓ فرماتے ہیں طغوٰی سے مراد اس قوم کا وہ عذاب ہے کہ جس سے وہ ہلاک ہوئے تھے صالح علیہ السلام نے انکو خبر دی تھی انہوں نے اسکو جھٹلا دیا تھا۔ اور چونکہ طغوٰی کے لغوی معنی حد سے گزرنے کے ہیں اور وہ عذاب جس سے وہ ہلاک ہوئے وہ بھی حد سے گزر گیا تھا اسلئے اسپر طغوٰی کا اطلاق ہونا بہت ٹھیک ہو سکتا ہے۔

ثمود اس قوم کے بزرگ کا نام تھا جو کئی واسطے سے حضرت نوح علیہ السلام کا پوتا ہوتا تھا۔ قوم عاد جو عرب کے جنوبی حصہ یعنی یمن میں تھی اسکے ہلاک و برباد ہونیکے بعد شمال عرب میں یہ قوم زور آور ہوئی تھی۔ یہ قوم شام اور حجاز کے بیچ میں آباد تھی اسکے اس شہر کا نام جو شام کیطرف تھا حجر تھا اور جو حجاز کیطرف تھا اسکا نام وادی القریٰ تھا۔ ان دونوں شہروں کے درمیان اور بھی بہت سے قریات اور شہر اس قوم کے تھے جنکی تعداد بعض مورخین نے ایک ہزار سات سو بتلائی ہے۔ اس قوم میں مال و دولت بہت تھا بڑے بڑے عالیشان مکان بناتے تھے اور سنگتراشی کا ہنر خوب جانتے تھے اسلئے پہاڑ کھود کھود کر بڑے بڑے عجیب و غریب مکان بنائے تھے اور عمیق کنوئیں اور باؤلیاں بھی کھودی تھیں مگر اسکے ساتھ بت پرستی اور بدکاری بھی غضب کی تھی۔ درندہ پن اور سفاکی اور بیرحمی کا بھی کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ الغرض قوت شہوانیہ و غضبیہ وغیرہا کا دریا جوش زن تھا۔ خداپرستی رحمدلی پرہیزگاری کا نام و نشان بھی نہ تھا ایسی حالت میں رحمت الٰہی نے انہیں میں سے ایک شخص صالح بن عبید کو منتخب کیا اور نور نبوت سے منور فرمایا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اس بدبخت قوم کی اصلاح اور وعظ و پند میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا مگر انکی تقدیر میں شقاوت ازلیہ تھی کب ماننے والے تھے پھر جو جو مصائب اور ایذائیں ایسی قوم کے واعظ و ناصح مشفق کو پہونچتی ہیں کم ہیں۔

ایکبار قوم نے صالح علیہ السلام کو لاجواب کرنیکے لیے ایک معجزہ طلب کیا اور وہ یہ کہ فلان پہاڑ میں سے ایک اونٹنی نکلے جو ایسی اور ایسی ہو اور پھر نکلکر وہ اسیوقت بچہ بھی دے چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے دعا کی ویسی ہی اونٹنی پہاڑ پھٹ کر برآمد ہوئی اور اسنے باہر آکر بچہ بھی دیا قوم نے یہ معجزہ آنکھ سے دیکھا مگر بجز جندع بن عمرو رئیس قوم اور اسکے اتباع کے اور کوئی ایمان نہ لایا صرف یہی ایک جماعت ایماندار دین نیکوکار و نیکی تھی اور قوم ویسی کی ویسی رہی اور اب اور بھی ایذا و ظلم کا دروازہ کھولدیا۔ ادھر اونٹنی کی نسبت چونکہ وہ قوی ہیکل تھی اور جانور اسکو دیکھکر بدکتے تھے یہ ٹھہرا کہ ایک روز گھاٹ پر یہ پانی پینے آوے تو دوسرے روز اور لوگوں کے جانور۔ چندے اسپر قوم نے صبر کیا مگر ایک فاحشہ عورت نے جسکی ایک شخص شریر سرکش قیدار نامی سے آشنائی تھی یہ فرمایش کی کہ تو اس اونٹنی کا کام تمام کردے کیونکہ میرے جانوروں کو تکلیف پہونچتی ہے۔ وہ بدبخت اپنے یاروں کو لیکر اسکی تاک میں نکلا اور آخر اسکی کوچیں کاٹ ڈالیں اور پھر سب نے تلواروں سے مار مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور قوم میں اسکا گوشت بانٹ دیا

خوشی سے پکا کر کھایا اور حضرت صالح علیہ السلام پر پھبتے کہنے لگے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے پہلے ہی اس کام سے منع
کردیا تھا اور کہدیا تھا اگر اسکو ہاتھ لگایا تو جان لینا کہ غضب الٰہی آئیگا اب تو صاف صاف کہدیا کہ تین روز کی مہلت ہے اگر
ایمان لایا جاوے اور توبہ کیجاوے تو کرلو ورنہ ہلاک ہوجاؤگے اور علامت ہلاکی یہ ہوگی کہ اول روز تمہارے چہرے زرد ہو جاوینگے
دوسرے روز سرخ تیسرے روز سیاہ ۔ چنانچہ صبح کو جو اٹھے تو سب کے چہرے زرد تھے ۔ یہ دیکھکر قیدار اور اسکے
شریر دوستوں کو حضرت صالح علیہ السلام پر بڑا غصہ آیا ۔ چاہا کہ عذاب آنے سے پہلے اونٹنی کیطرح انکا بھی کام تمام کردیا جاوے
پہنچے کہ نو بدمعاش شخصوں کی نسبت سے حضرت صالح علیہ السلام کے گھر پر رات کو تاک لگے حمایت الٰہی نے حضرت صالح
علیہ السلام کو بچالیا وہ بدمعاش پتھر کو وہان مردہ پڑے پائے ۔ یہ دیکھکر قوم کو اور بھی جوش آیا اور انکا بدلہ لینے کے لیے
حضرت صالح پر حملہ آور ہوئے ۔ اور حضرت صالح علیہ السلام کی جماعت بھی آمادہ جنگ ہوگئی آخر یہ فیصلہ ٹھہرا کہ صالح اور انکے
اتباع شہر سے باہر نکل جاویں ۔ چنانچہ یہ سب لوگ نکل گئے اور سعادت کو قسمت جانا ۔ یہ روز آنکے چہرے سرخ ہوگیا تھا
سب کے منہ لال ہو رہے تھے ۔ اگلا روز آیا سب کے منہ سیاہ ہوگئے اور یہ دیکھکر انکو یقین ہوگیا کہ اب ضرور کوئی بلا آنیوالی
ہے اس لیے وہ اپنے ان پہاڑ کے تراشے ہوئے مکانوں میں چلے گئے جنکی نسبت ان کو گمان تھا کہ یہان زلزلہ کا اثر
پہونچیگا نہ زلزلہ کا نہ بارش کا ۔ اتنے میں سیاہ آندھی آئی اور اسکے بعد زلزلہ آیا اور کڑک شروع ہوئی متواتر دو تین بار
ایسی ہیبتناک آوازیں آئیں کہ سب کی روح پرواز کرگئی کوئی بھی زندہ باقی نہ بچا ۔ عذاب دفع ہونے کے بعد حضرت صالح علیہ السلام
اس بدبخت قوم پاس آئے انکی لاشیں اور انکو اوندھے پڑے دیکھکر حسرت بھرے الفاظ میں فرماتے تھے کہ اے کمبخت
میرے کہنے کو نہ مانا اے بدبخت قوم میں نے تمکو بہت سمجھایا مگر تم نہ سمجھے ۔

یہ ہے اس قوم کی مختصر سرگذشت جو عرب میں متواتر منقول تھی اور اس واقعہ کو ہر کہ ومہ جانتا تھا ۔ یہ شہر کہ جہان عذاب آیا
حجر ہے ۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں صحابہ کے ساتھ حجر سے گزرے تو صحابہ کو اس بدبخت قوم کی جگہ پر ٹھہرنے
اور انکے کنوؤں سے پانی لینے سے بھی منع فرما دیا تھا ۔ عرب میں اب تک سیاحوں کو قوم ثمود کے آثار باقیہ شام جاتے آتے دکھائی
دیا کرتے ہیں جو اس بدبخت قوم کے حال زار پر عبرت کے آنسوؤں سے رویا کرتے ہیں ۔

اسی پر موقوف نہیں اب بھی اسکے قریب قریب حادثات بدبخت قوموں پر گذرتے ہیں مگر وہ انکو کبھی زلزلہ اور کبھی سمندر کی
طغیانی اور کبھی ژالہ باری اور کبھی بجلی کا صدمہ بتایا کرتے ہیں ۔ تھوڑے دنوں پہلے یورپ میں آتش فشان مادے سے
بستیاں غارت ہوئیں اور اٹلی وغیرہ بلاد میں زلزلے سے ہزاروں شخص ہلاک ہوئے شہر اجاڑ ہوگئے آسمانی پتھر برسنے سے ہندوستان
میں گاؤں کے گاؤں برباد ہوگئے ۔ ہوا نے گاؤں اجاڑ دیئے سیکڑوں آدمی ہلاک ہوئے دریاؤں کی طغیانی سے گاؤں کے گاؤں برباد ہو گئے
مگر اب ان واقعات سے عبرت بھی نہیں کیونکہ حال کا علم انکو اسباب کا فعل کہتا ہے مسبب الاسباب کا قائل نہیں انا للہ وانا الیہ راجعون
اب ہم آیات کی تفسیر کرتے ہیں جن میں یہ واقعہ مختصراً مذکور ہے اذا انبعث اشقاھا جبکہ اپنی شرارت اور

اور نشاط سے اس قوم میں سے بڑا بدبخت کھڑا ہوا اور وہ قیدار بن سالف تھا - یہ پاجی پست قد - چکیرا - نیلی آنکھوں والا سرخ رنگ - بڑا موٹا تازہ شریر اور متکبر شہوت پرست شخص تھا - اسی لیے عرب میں یہ مثل مشہور ہو گئی ہے وہو اشئم من قدار کہ فلان تو قدار سے زیادہ منحوس و بدبخت ہے -

ہر قوم میں چند ایسے نالایق اور اچھے ہوا کرتے ہیں جو کام لوگوں کے نزدیک بہت ہی برا اور قابل نفرین ہیں و آخرین ہو وہ اُسکے نزدیک کچھ بھی نہیں ہوتا وہ اُسکے لیے تیار ہے - چنانچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ میں بتاؤں تجکو سب سے بڑا شقی علی نے عرض کیا فرمایئے - آپنے فرمایا ایک تو وہ کہ جس نے صالح علیہ السلام کے ناقہ کی کوچین کاٹین اور دوسرا وہ کہ جو تیرے سر پہ تلوار مارے گا جس سے تیری داڑھی پر خون بہیگا یہ دونوں سرخ رنگ والے سب سے شقی ہیں (رواہ احمد و ابن ابی حاتم والطبرانی و ابن مردویہ والحاکم و ابو نعیم فی الحلیۃ) یہ شخص بھی درحقیقت بڑا ہی بدبخت تھا کس لیے کہ جناب مرتضوی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پورا نمونہ اور شوکت اسلام کا سرچشمہ تھے گویا اس بدبخت نے ایک خسیس شہوت کے لیے سلسلۂ خلافت کو درہم برہم کر دیا - یہ شخص ابن ملجم خارجی تھا - ایک خارجیہ عورت نے کہ جسپر یہ عاشق تھا حضرت مرتضوی کے شہید کر ڈالنے کی ترغیب دلائی تھی -

اسیطرح شمر اور یزید بھی اس شقی سے کم نہیں کہ جنہوں نے دنیا سے دین کے لیے جگر گوشہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس بیدردی سے شہید کیا -

جب اس مردود قدار نے ناقہ کی کوچین کاٹنے کا بیڑا اٹھایا تھا تو حضرت صالح علیہ السلام کو اس بدبخت قوم کا ارادہ معلوم ہو گیا تھا اسلیے آپنے بتاکید فرما دیا تھا فقال لہم رسول اللہ الخ رسول اللہ یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے کہدیا تھا ناقۃ اللہ وسقیاہا خبردار رہنا اللہ کی اونٹنی اور اسکے پانی پینے سے کبھی اسکو برائی سے نہ چھونا نہ پانی پینے سے منع کرنا - ف - اللہ کی اونٹنی اسلیے کہا گیا کہ وہ خاص معجزہ سے اللہ نے پیدا کی تھی یہ اضافت تشریفی ہے یعنی عزت دینے کے لیے جیسا کہ بیت اللہ ورنہ خدا پاک کا کوئی خاص گھر نہیں کہ جس میں وہ رہا کرتا ہو اور نہ اسکے چرھنے کی کوئی اونٹنی ہے اور یوں تو دنیا بھر کی اونٹنیاں بلکہ کل چیزیں اللہ ہی کی ہیں مگر اس اونٹنی میں یہ خصوصیت تھی کہ وہ اللہ کی طرف سے آیہ یعنی نشانی تھی اُسکی قدرت کاملہ کا ایک خاص طرز سے پیدا ہو نیکے سبب نمونہ تھی -

مگر وہ بدبخت کب ماننے والے تھے فکذبوہ حضرت صالح علیہ السلام کو جو کچھ اُنہوں نے اونٹنی کی بابت فرمایا تھا کہ اگر اسکو بری نگاہ سے دیکھو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے جھٹلا دیا اور کہدیا کہ یہ بھی ایک ڈھکوسلا ہے کس لیے کہ گناہ کرتے کرتے وہ دلیر ہو گئے دلوں پر سیاہی چھا گئی تھی اس لیے فعقروہا اس بدبخت قوم نے اُسکی کوچین کاٹ ڈالین کوچین تو قدار نے کاٹی تھین مگر اور بھی شریک تھے اور اس فعل بد سے راضی تھے اسلیے یہ فعل ان سب کی طرف نسبت کیا گیا فدمدم علیہم ربہم پھر تو ان کو ان کے رب نے غارت کر دیا بذنبہم یوں ہی نہیں بلکہ انکے گناہ کے سبب جو کفر و تکذیب

ف اور اسیلیے سورہ قمر میں خاص اس بدبخت کیطرف اس فعل کو نسبت کیا کما قال فتعاطی فعقر اس لیے دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں ۱۲ منہ

اور کوچین کاٹنا تھا اور ایسا ہلاک کیا کہ فسوّاہا اس ہلاکت کو سب کے لیئے برابر کردیا کوئی بھی اُن میں سے نہ بچا چھوٹے بڑے سب ہلاک ہوئے بجز اُن لوگوں کے کہ جو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور کوئی نہ بچا ولا یخاف عقبٰہا - اور خدا تعالےٰ اس ہلاکت کے انجام سے نہین ڈرتا تھا کس لیئے کہ انجام سے ڈرنے کی کئی صورتین ہوا کرتی ہین اول یہ کہ بے سوچے سمجھے کوئی کام کر بیٹھے - اُسکو انجام بد کا خوف ہوا کرتا ہے سو وہان یہ بھی نہین کس لیئے کہ وہ ہر بات کا انجام اور ابتدا رجانتا ہے دوم یہ کہ اُس ہلاک شدہ چیز سے کسی منفعت فوت ہوجانے کا خوف ہو جیسا کوئی غصہ سے گھر مین آگ دیکر بعد مین پشیمان ہوا کرتا ہے سو وہان یہ بھی نہین کس لیئے کہ اُس نابکار قوم مین کوئی صلاحیت اور قابلیت ہی نہین رہی تھی جو اُن سے کوئی مصلحت یا منفعت متصور ہوسکتی ہو بلکہ یہ ناپاک قوم ایسی تھی کہ جیسے باغ مین خاردار درخت اُگ آوین اُنکے اُکھاڑنے بغیر چارہ نہین ہوتا چہ جائیکہ اُنکے وجود مین کوئی منفعت یا مصلحت ہو - (سوم) یہ کہ ہلاک شدہ قوم کا کوئی اور قوم یا شخص انتقام لینے والا ہو اُس وقت خوف انتقام ہوا کرتا ہے - سو خدا پاک کو کبھی طرف سے کسی کے انتقام کا بھی خوف نہین تھا وہ جس قوم یا جس شخص کو برباد کرتا ہے بیدھڑک کرتا ہے - اس مین مشرکین کے خیال باطل کا بھی رد ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہین کہ فلان بُت یا فلان روح جسکی ہم پرستش کرتے ہین ہمکو ہر قسم کی مصیبت سے نجات دیگی اور جو کوئی ہمین ہلاک کرے گا تو وہ ضرور بدلہ لیگا - بتلایا جاتا ہے کہ خدا سے کوئی بدلہ لینے والا نہین -

بعض علماء نے لا یخاف کا فاعل عاقر یعنی کوچین کاٹنے والے کو قرار دیا ہے - یہ سُدّی اور ضحاک اور کلبی کا قول ہے - اس تقدیر پر یہ معنی ہونگے کہ اُس بدبخت نے ایسا نڈر ہوکر اُس اونٹنی کی کوچین کاٹین کہ اُس فعل بد کے انجام سے بھی نہین ڈرا - جو کچھ صالح علیہ السلام نے فرمایا تھا اُسکو جھوٹ جانتا تھا - اور حقیقت مین ایسا بڑا فعل جو کوئی بدبخت کرتا ہے وہ انجام کار سے نہین ڈرتا اگر ڈرے تو کرے کیون - بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ضمیر لا یخاف کی رسول اللہ یعنی صالح علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے کہ جب صالح علیہ السلام اُن سے کہتے تھے کہ خبردار ناقۃ اللہ اور اُسکے پانی پینے سے تعرض نکرو تو اُسوقت نہایت بلند حوصلگی سے یہ فرماتے تھے اُنکو اُس قوم کی ہلاکت مین اپنی اور اپنے متبعین کی ہلاکت کا کچھ بھی خوف نہ تھا گویا اُنکو وعدہ دیا گیا تھا کہ اُنکے ساتھ تم ہلاک نہوگے اول معنی زیادہ تر چسپان ہین اور یہی جمہور کا قول ہے -

اس مختصر سی صورت مین کس انداز اور خوبی سے انسان کی سعادت و شقاوت کا نقشہ کھینچ کر دکھایا ہے کہ ایسا نقشہ کھینچنا بشر کی طاقت سے باہر ہے اور ہر آیت کے ہر ایک پہلو مین بیشمار معانی ودیعت رکھے ہین جو انسان کو اگر اُن پر غور کرے شقاوت کے عمیق گڑھے سے نکال کر سعادت کے محل پر بٹھا سکتے ہین اور لطف یہ کہ کلام مین شان شاہانہ بھی ہے جو کہے دیتی ہے کہ یہ بشر کا کلام نہین سُبحان من انزل القرآن

سورۃ الیل مکیۃ وھی احدی و عشرون آیۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ۝ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۝ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ۝ فَأَمَّا مَنْ

قسم ہے رات کی جبکہ چھا جائے اور دن کی جبکہ روشن ہو اور قسم ہے اسکی جسنے نر و مادہ بنایا بیشک تمہاری کوشش مختلف ہے۔ پھر جس نے

أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ۝ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۝ وَكَذَّبَ

(اللہ کی راہ میں) دیا اور پرہیزگاری کی اور نیک بات (کلمۂ توحید) کو سچ جانا تو ہم اسکے لیے جنت کی راہیں آسان کر دینگے اور جس نے کنجوسی کی اور آخرت کی پروا نہ کی اور نیک بات کو

بِالْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ۝ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ ۝

جھٹلایا تو اسکے لیے ہم جہنم کی راہیں آسان کر دینگے اور اسکا مال اسکے کچھ بھی کام نہ آئیگا جبکہ وہ گڑھے میں پڑے گا۔

ترکیب

واللیل الواو للقسم اذا العامل فیہما معنی القسم والنہار عطف علیہ وما خلق الخ معطوف علی السابق وما مصدریۃ عند مقاتل والمعنی واقسم خلق الذکر والانثی۔ وعند الجمہور موصولۃ ای والذی خلقہما وما بمعنی من فقد اقسم بنفسہ الکریمۃ ان سعیکم لشتی جواب القسم ای عملکم مختلف فمنہ عمل للجنۃ ومنہ عمل للنار او منکم مومن ومنکم کافر السعی العمل وشتی جمع شتیت کمرضی جمع مریض والشتات ہو الافتراق ومعناہ مختلف لتباعد البعض عن البعض۔ وسعیکم مصدر مضاف فیفید العموم فہو جمع معنی فاما من الخ شرط فسنیسرہ الخ جواب والسین فی الموضعین للتسویف وہو من اللہ محقق والحسنی ای الخصلۃ الحسنی تشتمل کل فعل محمود من التوحید والایمان والفرائض والیسری والعسری المراد بہما جماعۃ الاعمال فوجہ التانیث ظاہر وان کان المراد عملا واحدا فرجع التانیث الی الخلۃ او الفعلۃ او المراد بہما الطریقۃ فکانہ قال للطریقۃ الیسری والعسری وفی تفسیرہما اقوال (۱) المراد بالیسری الجنۃ وبالعسری النار (۲) والمراد بالیسری الخیر وبالعسری الشر (۳) المراد بالیسری العود الی الطاعۃ وبالعسری الرجوع الی القبائح کالبخل والتکذیب واتباع الہوی وانما سمیت بالعسری لاعتبار العسر فی ارتکابہا علی اہل السعادۃ او لاعتبار نتائجہا وہی العذاب۔

تفسیر

یہ سورۃ بھی مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس و ابن زبیر کا بھی یہی قول ہے اسمیں اکیس آیات ہیں۔ بیہقی نے اپنی سنن میں جابر بن سمرہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر و عصر میں واللیل اذا یغشی جیسی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ طبرانی نے اپنی کتاب اوسط میں انس رضؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو ایکبار ظہر کی نماز پڑھائی کسیقدر آواز بلند ہوئی تو معلوم ہوا کہ سورۃ والشمس وضحاہا اور واللیل اذا یغشی پڑھ رہے ہیں ابی بن کعب نے عرض کیا کہ یا حضرت کیا آپکو اس نماز میں کسی خاص سورۃ

پڑھنے کا حکم ہوا ہے فرمایا نہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ تمہارے لیئے وقت مقرر کر دوں

ربط

ربط اس سورۃ کا پہلی سورۃ سے یہ ہے کہ (۱) دونوں سورتوں کے ابتدا میں اُن چیزوں کی قسم ہے جو باہم نہایت مناسبت رکھتی ہیں (۲) پہلی سورۃ میں نفوس انسانیہ کا اختلاف مذکور تھا کہ بعض کو فجور کا الہام ہوتا ہے تو بعض کو تقوی کا اس سورۃ میں بھی یہی تفاوت بیان فرمایا ہے بقولہ ان سعیکم لشتی اور پھر اسکی آگے تفصیل فرمائی ہے بقولہ فاما من اعطی الخ (۳) اس سورہ میں اشقی کا بیان تھا تو اس سورہ میں جماعت اتقیا کا بیان ہے۔

اگرچہ الفاظ سورۃ کے عام ہیں مگر سبب نزول اسکا علما نے یوں بیان فرمایا ہے کہ مکہ میں دو شخص بڑے مالدار تھے۔ ایک صدیق اکبرؓ دوسرا امیہ بن خلف۔ مگر دونوں کا مال خرچ کرنے میں مختلف طریقہ تھا۔ امیہ کے بہت سے غلام تھے غلاموں کاموں پر جن سے تھا اور ہر قسم سے اسکے پاس مال تھا باوجود اسکے خدا کی راہ میں ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرتا تھا اور جو کسی غلام نے دیدیا تو اسپر آفت آجاتی تھی۔ اور جو کوئی اس سے توشۂ آخرت پیدا کرنے کو کہتا تھا تو یہ کہتا کہ آخرت ہے کہاں اور جو ہوئی بھی تو میرا یہ بیشمار مال اور یہ غلام اور یہ اولاد کافی ہیں مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ان نعیم جنت کی پروا نہیں جنکا وہ فقیروں کنگالوں کو لالچ دلا کر اپنا معتقد بناتا ہے۔ اسکے غلاموں میں سے ایک بلال بھی تھے رضؓ۔ یہ نیک طینت توحید و ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے تھے اس بدبخت کو جو خبر ہوئی تو روکنا چاہا۔ اور جب نہ مانا تو طرح طرح سے ایذائیں دینی شروع کیں چنانچہ اول اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اسکے بدن میں کانٹے اور سوئیاں چبھوؤ۔ پھر دن دوپہر میں مشکیں باندھکر جلتے پتھروں پر چت لٹا دو پھر شام کو اس تنگ مکان میں کہ جہاں سخت گرمی ہو بند کرو اور بعدہ کوڑے مارو چنانچہ وہ ایسا ہی کرتے تھے مگر اس تکلیف کے وقت بلال کے منہ سے احد احد ہی نکلتا تھا کہ اللہ ایک ہے۔ ایک روز ابوبکر صدیقؓ اس بدبخت کے محلہ میں گئے اسکے گھر میں سے آہ و زاری اور شور و غل کی آوازیں سنائی دیں پوچھا کہ یہ کیا واقعہ ہے کسی نے اصل حال سے مطلع کیا کہ بلال کو بجرم اسلام مارتے پیٹتے ہیں صدیق اکبر کو بڑا رحم آیا اور آپ امیہ سے ملے اور کہا تو خدا سے نہیں ڈرتا کس لیئے اس بیکس اور غریب کو اتنی تکلیف دیتا ہے اسنے کہا اگر تو خدا ترس اور اسلام کا حامی ہے تو اسکو خرید لے آپنے فرمایا بہت اچھا کیا مانگتا ہے اسنے کہا اسکے بدلے میں مجھے اپنا غلام نسطاس رومی دیدے یہ رومی غلام بڑا ہوشیار اور قابل تھا دو ہزار دینار اسنے اپنی کمائی سے جمع کر رکھے تھے۔ صدیق اکبر نے نسطاس دیکر بلکہ اور بھی کچھ دیکر بلال کو خریدا اور آنحضرت صلعم کی خدمت شریف میں لائے اور لا کر آزاد کر دیا۔ اسیطرح اور بہت سے غلاموں اور لونڈیوں کو جو مسلمان ہو گئے تھے اور اپنے کافر اور بے رحم مالکوں سے نہایت اذیتیں اٹھاتے تھے خرید کر آزاد کیا از انجملہ عامر بن فہیرہ ہے یہ بڑے اولیاء اللہ میں سے تھے یہ شخص ہجرت میں آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے اور جنگ بیر معونہ میں شہید ہوئے۔ از انجملہ زنیرہ لونڈی ہے جسکو خرید کر آزاد کیا۔ آزادی کے بعد اسکی بینائی جاتی رہی تھی اسکے مالکوں نے طعنہ کے طور سے کہا دیکھی ہمارے لات و عزیٰ کی کرامات تجکو اندھا کر دیا۔ اس نے کہا وہ کیا کر سکتے ہیں میرا اللہ ہی اندھا کرتا ہے وہی آنکھوں میں روشنی دیتا ہے اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اسکی آنکھیں روشن کر دیں۔

صدیق اکبر کے پاس چالیس ہزار درم تھے بہت تو کئی بین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانون کے خرچ مین صرف ہوئے اور جو کچھ باقی رہے تھے انکو آکر مدینہ مین صرف کیا جن سے مسجد نبوی کی زمین خریدی گئی اور اسی لیئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بارہا فرمایا کرتے تھے

ان من امن الناس علیّ فی صحبتہ ومالہ ابو بکر ولو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکن اخوۃ الاسلام ومودتہ (متفق علیہ)

کہ سب لوگون کے جان اور مال سے ابو بکر کا مجھپر بڑا احسان ہے اگر خدا کے سوا مین اور کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو لیکن اخوت اسلامی اور اسکی مودت کافی ہے۔ یہانتک کہ ایکبار جبکہ ابو بکرؓ کے پاس کچھ نہ رہا تو کمبل لپیٹ کر کانٹے کا تکمہ لگا کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے استنے مین جبرئیل بھی نازل ہوئے اور کہا اے محمد صلعم خدا تعالے ابو بکر کو سلام کہتا ہے اور پوچھتا ہے کہ اس فقر مین بھی تو مجھسے راضی ہے یا کچھ کدورت آگئی۔ یہ سنکر ابو بکرؓ پر ایک وجد کی حالت طاری ہوگئی اور کہنے لگے کہ ہاے ہاے مجھے اپنے مولٰے سے کدورت ہو؟ اور بار بار یہی کلمہ کہتے تھے انا عن ربی راض انا عن ربی راض[لہ] رضی اللہ عنہ۔ حق تعالی اس سورہ مین ان دونون شخصون کے معاملات وحالات کا نقشہ کھینچکر سعادت وشقاوت کے دو رستہ بتاتا ہے۔ اور بنی آدم کی مختلف کوشش کا مآل کار ظاہر فرماتا ہے اور سعادت کی طرف نفوس انسانیہ کو ابھارتا ہے۔

فقال واللیل اذا یغشی یعنی قسم ہے رات کی جبکہ چھا جائے یا کہو آفتاب کے نور کو چھپالے اور جہان کو تاریک کردے اور سبکو ڈھانکلے یہ کنایہ ہے انسان کی اس ظلمانی حالت سے جو اسکے نور روحانی اور نور قلب کو چھپا کر اسکے اندرونہ جہان مین اندھیر کردیتی ہے اور اس سے پھر گونا گون افعال بد سرزد ہوتے ہین جیسا کہ رات مین اندھیرے کے سبب چورون زناکارون جادوگرونکو موقع ملتا ہے اسیطرح اس اندھیری مین شیطان اور نفس امارہ کے چورون قزاقون کو اپنی کارروائی کا موقع ملتا ہے۔ اور رات دنیا مین ایک انقلاب عظیم بھی ہے اور موت اور قیامت کا بھی پورا نمونہ ہے کیونکہ رات مین یکے بعد دیگر باتین کرتے کرتے سو جاتے ہین تھوڑی دیر کے بعد سناٹا ہو جاتا ہے سب مُردون کیطرح فرشون پہ بیخبر لیٹے ہوتے ہین نہ اسوقت اپنے مال کی خبر ہوتی ہے نہ اولاد کی نہ کسی کے نیک وبد کہنے کی یہی حال خواب عدم کا ہے یکے بعد دیگرے مرجاتے ہین سب کو یہین چھوڑ جاتے ہین ایک عرصہ کے بعد اسکے ہمعصرون مین سے کوئی انسان کیا جانور بھی باقی نہین رہتا سب پر خواب عدم طاری ہوجاتا ہے اس لحاظ سے یہ ایک بڑی نشانی قدرت کاملہ کی ہے اس لیئے اسکی قسم کھائی گئی

والنہار اذا تجلی اور قسم ہے دن کی جبکہ روشن ہوجاوے۔ یہ اسکی قدرت کاملہ کی دوسری نشانی ہے کہ اب دوسری حالت پلٹ دی جو بیخبر پڑے سوتے تھے جاگ اٹھے اور پھر ہائے ہو ہونے لگی۔ پرند چہچہانے لگے چرند جنگل کی طرف جانے لگے ہر ایک کاروبار والا اپنے کار کی طرف چلنے لگا۔ مسافر کمر باندھنے لگے۔ یہ حشر کا نمونہ ہے۔ اور اس مین انسان کی اس نورانی حالت کیطرف اشارہ ہے جبکہ اس مین آفتاب روح جلوہ گر ہوتا ہے اور رات کے چور بدمعاش بھاگنے لگتے ہین اور نیک کامون کیطرف اسکے ارادون کے لوگ دوڑنے لگتے ہین چنانچہ آگے انہین دونون حالتون کیطرف اشارہ ہوتا ہے کہ ہم ایماندارون نیکوکارون کو نیکی کا رستہ آسان کردیتے ہین اور بے ایمانون بدکارون کو بدی کا رستہ آسان کردیتے ہین۔ رات دن بھی نر و مادہ سے مشابہت رکھتے ہین اور اسکے افعال وخواص مین بڑا اختلاف ہے ہر ایک کی کوشش مختلف ہے اسیطرح مخلوق مین نر و مادہ کا حال ہے اسلئے اسکے بعد نر و مادہ کی بھی قسم کھائی فقال

[لہ] مین اپنے رب سے راضی ہون مین اپنے رب سے راضی ہون ۱۲ منہ

وما خلق الذکر والانثیٰ اور قسم ہے نر و مادہ پیدا کرنے کی۔ یا یوں کہو کہ قسم ہے اس ذات پاک کی (یعنی اپنی) کہ جس نے نر و مادہ پیدا کیا بعض کہتے ہیں نر سے خاص آدم علیہ السلام اور مادہ سے حضرت حوا مراد ہیں جو تمام بنی آدم کی اصل ہیں۔ بعض کہتے ہیں ہر ایک نر و مادہ مراد ہے خواہ انسانی ہو خواہ حیوانی خواہ اور مخلوق کی یہ بھی اسکی قدرت کاملہ کی بڑی نشانی ہے کیونکہ نر و مادہ کا ایک ہی مادہ ہے یعنی ایک ہی تخم سے پیدا ہوتے ہیں پھر وہ کون ہے کہ اسی سے کسیکو نر اور کسیکو مادہ کر دیتا ہے حیوانات و انسان کے ہر صنف و نوع میں یہی قانون جاری ہے۔ پھر نر اور مادہ میں جو جو چیزیں ہونی چاہئے تھیں وہ سب ہر ایک موقع سے پیدا کیں۔ اعضاء انسانی کے تناسب کو اگر بغور دیکھا جاوے تو عقل حیران ہو جاوے۔ ماں کے ستر مخصوص کو جو ایک شرم کی چیز ہے کس موقع پر پیدا کیا اور اسکے ہاتھ پاؤں میں جو کہ سر کے بالوں اور دیگر بدن کے صاف ہونے میں کیا مصلحتیں ملحوظ رکھی ہیں۔ پھر اندرونی اعضاء توالد و تناسل میں کیا کیا کاریگریاں کی ہیں پھر اسکے قویٰ و عادات و افعال طبیعیہ میں کیا کیا مصلحتیں رکھی ہیں۔ اگر نر و مادہ نہ ہوتے سب نر ہوتے یا سب مادہ ہوتے تو کیا کیا مشکلیں پیش آتیں۔ اور سب سے بڑھکر یہ ہے کہ نر و مادہ میں ایک مقناطیسی کشش ایسی رکھی ہے کہ جس نے ایک کو دوسرے کا فریفتہ کر دیا ہے۔ اور اسمیں اشارہ ہے کہ جسطرح نر و مادہ کے تخم میں نر و مادہ ہونے کی صلاحیت رکھی ہوئی ہے اسیطرح ہر ایک میں خیر و شر نقصان و کمال کی بھی قابلیت پیدا کی ہے اور جسطرح نر و مادہ کے میل سے اولاد پیدا ہوتی ہے اسیطرح انسانی قویٰ کے باہمی اختلاط سے بھی عجائب و غرائب ثمرات پیدا ہوتے ہیں اگر خیر کیطرف ہے تو فرشتوں سے جا ملتا ہے اور شر کیطرف ہے تو شیاطین سے بھی بڑا ہوتا ہے اور مکر انکی جماعت میں جا ملتا ہے اور اسی کی اصلاح کے لیے حضرات انبیاء علیہم السلام دنیا میں بھیجے گئے ہیں جسطرح رات اور دن کی کوشش اور افعال و خواص میں اختلاف ہے اسیطرح نر و مادہ کی بھی نر کا مقتضیٰ طبعی اور مادہ کا اور اسیلئے اس مناسبت سے ان چیزوں کی قسم کھا کر فرماتا ہے ان سعیکم لشتیٰ کہ اے بنی آدم اعمال و اشغال میں تمہاری کوشش و ہمت اور جد و جہد گونا گون ہے۔ ہر چند یہ بات ذکر و انثیٰ کی پیدائش سے عیاں تھی مگر اسکے بعد اسکا ذکر کرنا گویا دعوی کو مع دلیل ذکر کرنا ہے۔ پھر کسیکی کوشش رات کیطرح ظلمانی ہے برے کام کرتا ہے اور کسیکی دن کیطرح نورانی ہے اچھے کاموں میں سرگرمی کر رہا ہے۔ پھر کوئی اپنی کوشش میں مرد میدان ہے تو کوئی نامرد اور زن ہے اور پھر کسیکی کوشش مردانہ ہے زنون اور دنیا سے دون کیطرف متوجہ نہیں ہوتا سعادت کے بلند مقامات ہی کے طے کرنیکے درپے رہتا ہے اور کسیکی کوشش زنانہ ہے دنیا کی خسیس چیزوں پر مر رہا ہے لذائذ فانیہ پر فریفتہ ہے حسیات کے سبز باغ پر شیدا ہے۔ کوئی ہے کہ رات دن مال و زر کے جمع کرنے میں لگا ہوا ہے نہ اسکو دن میں چین نہ رات کو راحت نہ کھانے پینے پہننے کا خیال۔ نہ کبھی یہ خیال آتا ہے کہ ایک روز مرنا اور ان سب کو چھوڑ جانا ہے اور جب اس دولت سے کوئی تمتع ہی نہیں تو پھر کس کام آوے گی۔ اور کوئی ہے کہ اسکی ہمت مردانہ کے نزدیک مال و زر تو کیا دنیا کی سلطنت بھی کوئی چیز نہیں وہ سمجھتا ہے کہ چند روزہ مہمان ہوں جہاں سدا رہنا ہے راحت و عزت ہو تو وہاں کے لیے ہو یہاں آرام سے گزر گئی تو کیا اور تکلیف سے گزر گئی تو کیا ؎ شب تنور گزشت و شب سمور گزشت ؎ اسکے بعد ان مختلف مساعی کے نتائج مختلف بیان فرماتا ہے فاما من اعطیٰ کہ جسنے اللہ کی راہ میں دیا حتی المقدور سب نیک کاموں میں خرچ کیا یہ زکوۃ و صدقات کو بھی شامل ہے اور ہر قسم کی خیرات کو بھی یہ وہ پہلا کام ہے کہ جسکی خوبی پر تمام مذاہب اور دنیا بھر کے عقلا کا اتفاق ہے۔ دوم واتقیٰ اور پرہیز کیے

بھی بچا۔ ظلم و ستم زناکاری جھوٹ بولنا کسی پر اتہام لگانا ناحق قتل کرنا چوری کرنا۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا وغیرہ کبائر سے دور رہا جسمیں دیگر فقیر و مسکین و اہل قرابت پر احسان جتلانا یا ریاکاری کے لئے دینا بھی آگیا۔ الغرض پرہیزگاری کی تکمیل کرنے کے لیے افعال قبیحہ سے بچنا بھی شرط ہے۔ یہ وہ دوسری بات ہے جسکو اکثر کیا بلکہ کل مذاہب مانتے ہیں۔ خیر یہاں تک قوت عملیہ کی اصلاح تھی۔ عبادت مالی اور بدنی سے اور نیز بری باتوں کے عمل میں لانے سے۔ مگر ان سب کے بعد عقائد کا درست کرنا بھی ضرور ہے یعنی قوت نظریہ کا یا کہو عمل کے بعد علم کی اصلاح اسلئے فرماتا ہے وصدق بالحسنیٰ اور اسی نے نیک باتوں کو سچ بھی جانا ہو۔ جیسا کہ حق سبحانہ اور اسکے صفات کاملہ۔ اور حضرات انبیاء علیہم السلام اور قیامت اور آسمانی کتابوں کی تصدیق یا جو کچھ حضرات انبیاء نے فرمایا اسکی تصدیق جسکو ایمان کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں حسنیٰ کلمۂ توحید ہے۔ اس بات کو عقلاء و حکماء بھی مانتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان کی روح باقی رہتی ہے اور وہ ایک دوسرے جہان میں جاتی ہے جہاں اس کے علم (گیان) کے موافق بشرطیکہ وہ علم صحیح ہو کیونکہ یا تو علم ہی نہوا اور ہوا تو خلاف واقع کے ہوا کہ بات تھی کچھ اور اسنے جان لی کچھ اور جسکو جہل مرکب کہتے ہیں تو روح پر تاریکی طاری ہوتی ہے۔ اور یہ تاریکی رنج و غم اور جہنم ہے۔ اور اگر علم ہے اور علم بھی علم صحیح تو یہ ایک نور ہے جو راحت و سرور و جنت و سرگ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انتہی قولہم

لیکن یہی بات تو قابل بحث ہے کہ مطابق واقع کیا ہے اور خلاف واقع کیا اعتقاد ہے کس لیئے کہ مشرکین اور مذاہب باطلہ اپنے من گھڑت خیالات و توہمات کو اعتقاد کامل اور علم مطابق واقع سمجھا کرتے ہیں اور اپنے مخالف کے اعتقاد کو جہل مرکب اسبات کا فیصلہ بھی ان ہیں الفاظ میں کردیا کیونکہ جنکی تصدیق کرنی چاہیئے یا یوں کہو جن پر ایمان لانا چاہیئے ان کو حسنیٰ کے لفظ سے تعبیر کرکے بتادیا کہ ایمان لانے کے قابل وہی باتیں ہیں جو عمدہ اور خوب ہوں اب ہر ایک بات کی عمدگی اور خوبی کی پہچان دو ہی باتوں پر منحصر ہے اول یہ کہ کوئی مسلم شخص جسکے علم و انکشاف کو ایک عالم نے تسلیم کرلیا ہو اُن کو عمدہ کہے دوم یہ کہ عقل سلیم کے حوالے کرکے (جبکہ عوارض وہم اس سے دور ہوں) دریافت کیا جاوے کہ ان میں حسن و خوبی یعنی راستی بھی ہے کہ نہیں۔ وہ شخص کہ جو مسلم ہے نبی ہے۔ کیونکہ اسکا علم و انکشاف اور لوگونکے علم و انکشاف سے خواہ وہ کیسے ہی مرتاض ہوں بدرجہا فائق ہے پس اسکے فرمودہ عقائد حسنیٰ ہیں اور نیز عقل سلیم بھی انکی عمدگی پر شہادت دے رہی ہے مثلاً خدا کی توحید اور صفات میں یکتائی حسنیٰ ہے نہ کہ تثلیث علےٰ ہذا القیاس عمل کے متعلق جو کچھ انہوں نے فرمایا خدا کی عبادت و خیرات جملہ بری باتوں سے پرہیزگاری اب یہ تین باتیں ہوئیں۔ پھر جس نے ان تین باتوں کے حاصل کرنے میں کوشش اور ہمت کی تو فسنیسرہ للیسریٰ ہم اسکے لیئے یسریٰ کو آسان کردینگے۔ یسریٰ سے مراد آسان طریقہ وصول الی اللہ اور وصول الی الجنۃ کا ہے اور وہ طریقۂ آسان شرع محمدی ہے علیہ السلام کیونکہ اگر بغور دیکھوگے تو ہر طریقہ میں دقت و دشواری پاؤگے برخلاف شریعت کے یعنی ہم اسکو اس نیک رستہ پر چلنے کی توفیق عطا کرینگے جب انسان کوئی کام بار بار کرتا ہے تو اسکا ملکہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اگر نیک کاموں کی عادت ڈالے گا جنکا ذکر ہوا تو ایک نورانی ملکہ پیدا ہوگا جس سے اسکو ہر نیک کام آسان معلوم ہوگا اور پھر مرنیکے بعد بھی ملکہ بارگاہ قدس اور عالم باقی میں پہنچانے کا ذریعہ ہوجاوے گا

اور یہی ملکہ قبر کی روشنی اور پلصراط کا نور اور میدان حشر میں سایہ اور نجات کے لئے دلیل ہے ۔ واما من بخل اور جو بخل کرتا ہے
اللہ کی راہ میں کچھ نہیں دیتا ۔ مال کی محبت کی جڑ اُسکے دل پر ہے یہ اول صفت کی ضد ہے واستغنی اور بے پروائی بھی کی یعنی
پرہیزگاری نہ کی ۔ بڑی بے پروائی اور تکبر سے بُرے کام کرنے لگا ۔ قوت عملیہ بگاڑ لی یہ دوسری صفت کی ضد ہے وکذب بالحسنی
اور نیک باتوں کو جھٹلا دیا نہ اللہ تعالی کا قائل رہا اور قائل ہوا تو توحید کا قائل نہیں نہ اور صفات حمیدہ کا نہ دار آخرت کا اور نہ اعمال
کی جزا و سزا کا قائل نہ انبیاء علیہم السلام کا قائل یہ تیسری صفت کی ضد ہے اب اس شخص میں بدی کا پورا ملکہ پیدا ہو گیا جو سخت ظلمانی
ملکہ ہے فسنیسرہ للعسری تو اُسکے لئے ہر عمل بد خواہ کیسا ہی سخت اور مشکل ہو آسان ہو جاتا ہے جس میں ملکہ خیر ہے اگر اس سے
کبھو چوری کرنا یا زنا کرنا یا فلاں کو مار ڈال وہ کبھی نکرے گا اور یہ کام اسکو پہاڑ معلوم ہوگا اور کبھو تہجد کی نماز پڑھنا اللہ کی
راہ میں خیرات دے لاکھوں کو دیا کرو وہ اسکو بہت ہی آسان کام جانے گا ۔ اور جس میں بد ملکہ پیدا ہو گیا ہے اسکا معاملہ برعکس
ہو جاتا ہے ۔ تمام عمر زنا کرے گا اور یہ اُسکے نزدیک آسان کام ہے اگر کبھو نکاح کرے نکرے گا یہ مشکل کام ہے ناحق قتل کر ڈالنا
رات کو چوری کرنا سردی اور برسات کی تکلیف اٹھانا یا رات بھر ناچنا اور رات بھر محفل رقص و سرود میں جاگنا آسان مگر دو گھنٹہ
بھی عبادت کے لئے جاگنا اور وضو کی تکلیف اٹھانا پہاڑ سے بھاری ۔ خواہش کو ہزاروں روپیہ دے ڈالنا آسان ۔ اللہ کی راہ میں دو پیسہ
بھی دینا سخت مشکل یہ ملکہ ظلمانی جسکے سبب خدا نے تمام بدراہوں کے لئے برے کام آسان کردیئے قبر میں عذاب اور حشر میں
جہنم اور طوق و زنجیر ہے ۔ اعاذنا اللہ منہا ۔ اول ملکہ دن روشن سے اور دوسرا چھا جانے والی رات سے مشابہ ہے اول کا صاحب نر دوسرے کا صاحب مادہ
اگر وہ بدبخت جو مال میں بخل کرتا تھا اور نیک کام میں صرف نکرتا تھا نہ آپ فائدہ اٹھاتا تھا وما یغنی عنہ مالہ اذا تردی اُسکے مرنے کے بعد وہ
کس کام آئیگا وہ تو اوروں کے ہاتھ میں چلا جائیگا ۔ یا یوں کہو جبکہ جہنم کے عمیق گڑھے میں گریگا تب وہ مال کیا کام آئیگا ۔ پھر اسپر اسقدر فریفتگی ۔

ف اسطرح تزکیہ اور کمال کے لئے تین وصف بیان فرمائے تھے ایک اعطی اللہ کی راہ میں دینا دوم واتقی پرہیزگاری سوم وصدق بالحسنی
درستی اعتقادات و ایمان ۔ اسیطرح نقصان و تلویث کے لئے ان تین وصفوں کے مقابلہ میں تین صفت رذیلہ بیان فرمائے
بخل اعطی کے مقابلہ میں بخل بھی بڑا ہی عیب ہے ۔ بخیل سے بہتر بھی عیب معلوم ہوا کرتے ہیں اُسکے دوست دشمن ہو جاتے ہیں
خلایق میں اس سے نفرت پیدا ہو جاتی کوئی بھلائی سے یاد نہیں کرتا ۔ عالم بالا میں یہ حقیر شمار ہوتا ہے ۔ اور اتقی کے مقابلہ میں واستغنی
تکبر و احکام الہی سے بے پروائی گناہوں اور بُرے کاموں سے بے پروا ہو کر عمل میں لانا معاذ اللہ فاسق و بدکار بھی مخلوق میں گھنونا ہو جاتا
اُسکے کسی کام میں برکت نہیں ہوتی عالم قدس کے لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں اُسکی دعا کو قبولیت نہیں ۔ عمر و مال میں برکت نہیں ہوتی
آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا ہوتا ہے اور صدق بالحسنی یعنی ایمان کے مقابلہ میں کذب بالحسنی بے ایمانی کا فر و بدعقیدہ تو
خدا کا دشمن اور سخت مقہور ہوتا ہے اُسکے کسی نیک کام کا بھی آخرت میں ثمرہ نہیں ملتا کیونکہ آخرت کا اعتقاد نہیں ۔ اب
درمیانی تیسرا امر جو رہ گیا کہ اس میں بعض صفات حمیدہ ہیں تو بعض رذیلہ اسکو مخاطبین کے فہم پر چھوڑ دیا کہ وہ آپ سمجھ لیں گے
اگر ایمان ہے تو قصور عمل سے آخر کار نجات ہے ۔

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۝ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ۝ فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ۝ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى

ہمپر تو صرف رہنمائی کر دینا ہے اور آخرت اور دنیا (دونوں) ہمارے ہی بس میں ہیں پس میں نے تمکو دہکتی آگ سے خبردار کر دیا ہے جس میں صرف وہی بدبخت داخل ہوگا

الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۝ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ

جو (دین حق کو) جھٹلاتا اور منہ موڑتا رہا۔ اور اس آگ سے وہ پرہیزگار دور رہیگا۔ جو اپنا مال پاکیزگی حاصل کرنیکو دیا کرتا ہے اور اسپر کسیکا کوئی احسان بھی نہیں کہ جسکا

تُجْزَىٰ ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۝

بدلا اتارتا ہو۔ وہ تو صرف اپنے عالیشان خدا کی رضامندی کیلئے دیا کرتا ہے۔ اور وہ عنقریب خوش ہو جاویگا

ترکیب

للہدی اسم ان علینا خبرہا۔ اے علینا ان نبین طریق الہدی من طریق الضلال وقد فعلنا ذلک حیث بینا طریق کلا الفریقین ترغیبا وترہیبا۔ قالہ الزجاج۔ للآخرۃ معطوف علیہ والاولی معطوف وکلاہما اسم ان لنا خبرہا والجملۃ معطوفۃ علی الجملۃ السابقۃ ومعناہ ان کل ما فی الآخرۃ وکل ما فی الدنیا فمن ارادہما فلیطلب منا۔ تلظی صفۃ نار واصلہ تتلظی فحذفت احدی التائین تخفیفا وقرئ علی الاصل ومعناہ تتوقد وتتلہب یقال تلظت النار تلظیا ومنہ سمیت جہنم لظی لا یصلاہا الجملۃ صفۃ نار وہو بیان لمن ہی۔ الا الاشقی استثناء متصل اے لا یدخلہا دخولا مؤبدا احد الا الاشقی۔ وہو الکافر والمشرک الذی کذب وتولی وصف للاشقی۔ الذی یؤتی صفۃ للاتقی یتزکی فی محل نصب علی الحال من فاعل یؤتی اے حال کونہ طالبا للزکاۃ وہی طہارۃ النفس۔ ویجوز ان یکون بدلا من یؤتی داخلا معہ فی حکم الصلۃ۔ وما لاحد الخ الجملۃ حال من فاعل یؤتی وقیل مستانفۃ لتقریر ما قبلہا من کون التزکی خالصا للہ لا علی سبیل المعاوضۃ تجزی صفۃ نعمۃ اے لیس علی ہذا المؤتی احسان احد یجزی بہ الا ابتغاء الخ قرء الجمہور بالنصب علی الاستثناء المنقطع لعدم اندراجہ تحت جنس النعمۃ وقیل مفعول لہ علی المعنی اے لا یؤتی الا ابتغاء وجہ ربہ لا لمکافاۃ نعمۃ۔ وقرئ بالرفع علی البدل من محل نعمۃ لان محلہا الرفع اما علی الفاعلیۃ واما علی الابتداء ومن مزیدۃ ولسوف اللام موطئۃ للقسم اے وتاللہ لسوف یرضی بما نعطیہ من الاجر العظیم ۔

تفسیر

پہلے بیان سے (جو اس بابت تھا کہ خیرات اور پرہیزگاری اور ایمان لانے والیکے لیئے نیکی کا رستہ آسان کر دیتے ہیں اور ان تینوں باتونکے خلاف کرنیوالیکے لیئے برائی کا رستہ آسان کر دیتے ہیں جو سخت ہے) یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ جب سب اسکے ہاتھ میں ہے تو پھر آپ ہی کیوں ہدایت نہیں کر دیتا۔ رسولونکے بھیجنے اور کتابونکے نازل کرنے سے کیا فائدہ؟ اسکا جواب دو جملونمیں دیا جاتا ہے اول ان علینا للہدی کہ بندونکی رہنمائی کرنا ہمارا ذمہ ہے ہمنے اپنی رحمت سے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے۔ اس لیئے اول حواس خمسہ ظاہری اور حواس خمسہ باطنی عطا کیئے عقل و ادراک دیا جو نیک و بد میں امتیاز کرتا ہے۔ اسکے بعد رسول بھیجے کتابیں نازل کیں پھر رسولونکے جانشین علماء و ائمہ و اولیاء و مرشدان دین و واعظان پرگو قائم کیئے۔ اور حوادث دہر اور تغیرات عالم بلکہ آنکے حالات کے عبرت خیز

شبہ

جواب

اسکا جواب

انسان قائم ہے کہ بالاختیار و ارادہ جس راستہ کو اختیار کرین برے راستہ کو چھوڑین ۔ اور یہ ہمارا ذمہ نہین کہ زبردستی سے کسیکو
بے ارادہ و اختیار ہدایت پر لاوین بلکہ دونون رستون پر چلنا چلنے والے کے اختیار و ارادہ پر چھوڑ دیا اگر ایسا نہوتا
تو تمام انسان اطیع اور نیک و بد مین کچھ فرق نہوتا اور انسان حجر و شجر کیطرح مجبور سمجھا جاتا اور انسان کو قدرت و اختیار
دینے کا اس عالم مین بھیجنے کا منشا غلط ہوجاتا ۔ رہی توفیق جو انسان کے ارادہ اور اختیار سے متعلق ہے وہ ضرور ہمارے
ہاتھ مین ہے ۔ اور یہ کس لیئے کہ وان لنا للآخرة والاولى دنیا اور آخرت ہماری ہے ہمین ان کے مالک و خالق
و بادشاہ ہین ۔ ایک ذرہ بھی ہمارے ارادہ اور قدرت اور قضا و قدر کے بغیر عالم وجود مین نہین آسکتا ۔ بندہ اور اسکے
افعال اور جو کچھ راحت و رنج دنیا مین ہے وہ ہمارے اختیار و ارادہ سے موجود ہوتا ہے ۔ اور جو کچھ آخرت مین نعیم جنت
اور عذاب دوزخ ہے وہ بھی ہمارا ہی مخلوق و مملوک ہے ۔ اور اسی لیئے جو ہم سے دنیا مانگتا ہے اور جائز اور ناجائز طور سے
اسی کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جیسا کہ ہم کہہ چکے ہین کہ تمہاری کوششین مختلف ہین تو اسکو ہم جسقدر چاہتے ہین دنیا کی
کامیابی عطا کرتے ہین اور جو عقبےٰ کی نعمتون کے طالب اور حیات جاودانی اور سلطنت آسمانی کے خواہان ہین اور اسکے لیئے
سعی و کوشش کرتے ہین ان کو ہم وہ عطا کرتے ہین ۔ دونون جہان ہمارے ہین جو جسکا طالب ہو اسکے لیئے آوے اور حاصل کرلے
اس شبہ کو ان دونون جملون سے رفع کردیا اور جبر و قدر دونون کو باطل کرکے درمیانی صاف اور سیدھا رستہ بتادیا ۔

اور جبکہ ہدایت کرنا ہمارا ذمہ ہے اس لیئے فانذرتکم نارا تلظى جہنم کو سے بنی آدم اس شعلہ مارتی آگ سے خبردار
اور متنبہ کردیا ہے ۔ اور یہ آگ مرنے کے بعد ایک دوسرے جہان مین کہ جہان سب کو جانا ہے موجود ہے ۔ اور قیامت
کے روز سب پر ظاہر ہوجاویگی ۔ مین رحیم و کریم یون ہی اس مین اپنے بندونکو نہین جھونک دونگا بلکہ لا یصلاہا الا الاشقى
اسمین بجز بڑے بدبخت کے اور کوئی نہین پڑیگا ۔ اب اشقی کی آپ ہی تفسیر بھی بیان فرماتا ہے الذی کذب و تولى
کہ اشقی وہ ہے جسنے اللہ کے رسولون اور اسکی فرمودہ باتون کو جھٹلایا جنمین سے مرنے کے بعد اعمال نیک و بد کی جزا و سزا بھی
ہے اور جب جھٹلا دیا اور باور نکیا تو اسنے نیک کامون سے منہ موڑ لیا یہ وہی شخص ہے کہ جسکے لیئے عسرى یعنی بدی کا رستہ آسان
کردیا گیا تھا اور برے کام گو بظاہر خوب صورت و آراستہ ہین مگر انکا انجام آگ ہے ۔ اس لیئے انکو عسرى کہا گیا ۔ اور یہ اسلیئے کہ کذب بالحسنى
کیجگہ کذب موجود ہے جو اس سے بھی عام ہے اور تولی کی تفسیر بخل و استغنى ہوسکتی ہے ۔

ف علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک گناہگار مومن کو بھی آخرت مین عذاب النار ہوگا اگر اللہ معاف نہ کردیگا مگر فرقہ
مرجیہ کہتا ہے کہ ایمان کے بعد کوئی ایسا گناہ نہین جس سے جہنم مین جاوے ۔ ہان گناہ ہونیکے سبب جنت مین درجات عالیہ
نصیب نہونگے اس لیئے گناہگار مومن اور نیک مومن برابر نہین ۔ اور دلیل انکی یہ آیت اور اس قسم کی دیگر آیات ہین
اور یہ اس لیئے کہ اشقی سے مراد کافر و مشرک ہی ہے کیونکہ بدبختی کی دو قسم ہین اول دنیا کی بدبختی بیماری تنگدستی
مرگ احبہ شکست و ناکامی وغیرہ سو یہ بدبختی دنیا ہی مین تمام ہوچکتی ہے ۔ آخرت مین اسکا کوئی اثر نہین پہونچتا دوسری

عقبیٰ کی بدبختی پھر وہ دو قسم ہے ایک یہ کہ ایمان تو ہے مگر بسبب اعمال کرنے سے یا عبادات و فرائض میں سستی کرنے سے بدبختی پیدا ہوئی جسکا نتیجہ درجات عالیہ سے حرمان ہے اور اسی لیئے اُس کو شقی کہتے ہین ۔ اور دوسرے یہ کہ اُسکے ساتھ ایمان بھی نہین بلکہ الہام الٰہی کی تکذیب بھی کرتا ہے سو یہ اشقٰی یعنی بڑا بدبخت ہے اور اُسی کے لیئے خدا پاک نے جہنم مین جانا بیان فرمایا ہے اور یہ عرف شرع مین کافر و مشرک ہے کسلیئے کہ کذب اسی پر صادق آتا ہے نہ مومن گناہگار پر کس لیئے کہ وہ تکذیب نہین کرتا اللہ اور اُسکے رسولونکی سب باتون کو سچ جانتا ہے مگر خواہش نفسانی یا غفلت و سستی سے گناہ کرتا ہے ۔

علماء اہل سنت اسکے جواب مین دو باتین بیان فرماتے ہین اول یہ کہ جو گناہگار مومن جہنم مین داخل ہوگا وہ وہان سدا نہ رہیگا چند روز سزا ہوگی سو ایسا داخل ہونا کچھ داخل ہونا نہین کس لیئے کہ آیت مین داخل ہونے سے ہمیشہ کے لیئے داخل ہونا مراد ہے ۔ دوم یہ کہ نارًا تلظّٰی تو خاص کافرونکے لیئے ہے اور گناہگار مومن جس آگ مین داخل ہوگا تو وہ اور آگ ہوگی جو اس آگ سے آگے کچھ بھی نہوگی وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی اور اُس آگ سے غفریب بڑا پرہیزگار دور رہیگا ۔ اب اس اتقیٰ کی تفسیر بیان فرماتا ہے فقال اَلَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی کہ وہ جو اپنا مال خرچ کرتا ہے فقرا اور مساکین کو دیتا ہے ریاکاری اور نمود یا غرض دنیاوی کے لیئے نہین بلکہ طہارت اور پاکیزگی حاصل کرنیکے لیئے اور اپنے درجات کی وسیع ترقی کیلیئے ۔ زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی کے بھی ہین اور افزایش و زیادہ کرنے یا ہونے کے بھی ہین ۔ اس جگہ دونون معنی صادق آتے ہین کس لیئے کہ اتقیٰ اپنا مال محض رضاء الٰہی کے لیئے خرچ کیا کرتا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے اور رضاء الٰہی مین صرف کرنے سے درجات و تقربات مین ترقی و افزایش بھی ہوتی ہے کیونکہ اس شجر تقرب کیلیئے یہ عبادت پانی اور ہوا ہے جس سے یہ درخت بڑھتا ہے اور نیز اسکو ایک قسم کی نورانیت قلب حاصل ہوتی ہے جسکو انشراح کہنا چاہیئے اور یہ نجاست بخل اور کدورات طمع و ظلمت حب مال سے پوری پاکیزگی ہے ۔ پھر اس یتزکّٰی کی تشریح کرتا ہے وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی یعنی اُسکو کسیکا دینا نہین آتا جو اُسکے بدلہ مین دیتا ہو ۔ کسی کی نعمت و احسان کا بدلہ نہین اُتارتا اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی بلکہ محض اپنے خدا برتر کی ذات کی خواہش مین یعنی خاص اُسی کی رضامندی حاصل کرنے کے لیئے دیتا ہے اور کوئی غرض نہین ۔ پھر اس اتقیٰ کا دار آخرت مین کیا انجام ہوگا؟ آپ ہی بیان فرماتا ہے وَلَسَوْفَ یَرْضٰی قسم ہے کہ وہ بہت جلد راضی ہو جاویگا یعنے دار آخرت مین اسقدر نعمتین اور اُس جہان کی خوبیان اُسکو عطا ہونگی کہ راضی ہو جاویگا ۔ اپنے مال صرف کرنے اور خدا سے پاک و برتر کی رضامندی حاصل کرنے سے پچھتاویگا نہین بلکہ خوش ہوگا ۔ اور سوف کے معنی ہین آیندہ کے ۔ یہ اسلیئے کہ یہ سب کچھ دار آخرت مین ہوگا جسکا شروع موت ہے ۔ یہ اسلیئے فرمایا کہ دنیا مین خیرات کا اگر کسی مصلحت سے بدلہ نہ ملے تو دل تنگ نہو کس لیئے کہ دنیا اس وعدہ پورا کرنے کی جگہ نہین اگر ایسا ہو تو لالچ کے مارے ہر بخیل بھی خرچ کرنے پر تیار ہو جاوے ۔ ہان یہ اور بات ہو کہ بسا اوقات اللہ کی راہ مین صرف کرنے والے کے مال مین برکت ہوتی ہے مصائب سے محفوظ رکھا جاتا ہے ۔

عرف شرع مین اتقیٰ اسکو کہتے ہین جو مومن صغائر و کبائر سے پاک ہو ۔ اور جو اتفاقاً کوئی گناہ سرزد ہو جاوے تو توبہ و استغفار

[illegible margin notes]

صدق دل سے کرے اور نہایت ندامت کرے۔ اور صوفیہ کرام کے نزدیک اسکے بعد خطرات اور توجہ الی ماسوی اللہ کی نجاست سے بھی پاک ہو۔ نہ دل میں حب جاہ و مال ہو نہ اللہ جل جلالہ کے سواء اور کسیکو جگہ ہو۔ پھر اتقی کے بھی درجات متفاوت ہیں فرد کامل اُسکا نبی ہے صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ۔ اسکے بعد پھر صدیق پھر شہید پھر صلحاء امت اور اولیاء کرام بھی صدیق و شہید کے زمرہ میں داخل ہیں۔ اور یہی لوگ اصحاب الیمین اور سابقون ہیں۔

آیت پر شبہ اور اسکا جواب

اب اس آیت سے بطور مفہوم مخالف کے یہ سمجھا گیا کہ جو اتقی نہیں گو متقی ہو وہ اس نار تلظی سے دور نہ ہے یعنی جو صغائر سے مجتنب نہو گو مومن ہو اور کبائر سے بچنے والا ہو اسکو اتقی نہیں کہتے متقی کہتے ہیں وہ اس آگ سے نہ بچیگا۔ حالانکہ یہ پہلی آیت کے کہ جس میں یہ تھا کہ اس آگ میں اشقی ہی داخل ہوگا خلاف ہے کس لیئے کہ متقی اشقی کیا شقی بھی نہیں اس الجھن کے جواب میں علماء نے طرح طرح کے جواب اپنی تفاسیر میں ذکر فرمائے ہیں مگر کاتب الحروف کے نزدیک یہ الجھن ہی کچھ نہیں کس لیئے کہ اول تو ہر جگہ مفہوم مخالف پیدا کرنا ہی لغو ہے جیسا کہ علماء اصول فقہ نے اپنی کتابوں میں تصریح کی ہے بلکہ یہ محاورہ کی بات ہے کہ کبھی کسی قید یا وصف کو اسکی بہتری اور خوبی جتلانے کے لیئے ذکر کیا کرتے ہیں مگر یہ مراد نہیں ہوتی کہ جس میں یہ قید یا یہ وصف نہیں اُسکے لیئے مخالف حکم ثابت ہے اسکی نظیر قرآن مجید ہی کی آیات میں از انجملہ یہ ہے ولا تکرہوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیوٰۃ الدنیا کہ اپنی لونڈیوں کو زنا کرانے اور خرچی کمانے پر مجبور نکرو اگر وہ پاک دامنی چاہیں۔ اب پاکدامنی کی قید محض اس لیئے ہے کہ پاکدامنی کی خوبی ظاہر کرنا مقصود ہے نہ یہ کہ اگر وہ پاکدامنی نہ چاہیں تو خرچی کمانے پر مجبور کی جائیں۔ اسیطرح آیت میں وصف اتقی کی خوبی کا اظہار مقصود ہے نہ یہ کہ جو اتقی نہیں وہ اس نار تلظی سے دور نہ ہوگا دوم اگر مفہوم مخالف بھی مان لیا جاوے تو بھی کچھ محذور نہیں کس لیئے کہ کبائر و صغائر سے بھی انسان مواخذہ کے قابل ہو جاتا ہے جسکی سزا جہنم کی آگ ہے گو وہ ابدی آگ نہیں ہوتی بلکہ موقت یہ اور بات ہے کہ حق سبحانہ صغائر و کبائر کو بشرطیکہ اُنپر اصرار نہو کبھی تو اور دوسرے نیک کاموں کے صلہ میں مٹا ڈالتا ہے کما قال ان الحسنات یذہبن السیات کہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں واولئک یبدل اللہ سیاتہم حسنات کہ ان لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ اور احادیث صحیحہ صریحہ میں بکثرت وارد ہے کہ ایک جمعہ کی شرائط سے نماز پڑھنا جمعہ بھر کے گناہ معاف کر دیتا ہے یا حج عمر بھر کے گناہ اور رمضان کے روزے سال بھر کے وغیر ذلک۔ اور کبھی دنیاوی تکالیف بیماری تنگدستی یا موت اعزہ یا اور کوئی حادثہ بشرطیکہ صبر کیا جاوے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اسکو یہیں اسیقدر عذاب پر رہائی ملجاتی ہے اور کبھی اہل دل کی ندامت و اشکباری جو اُنپر باعتبار تقرب الی اللہ کے نار تلظی سے یعنی شعلہ مارنے والی آگ ہو جاتی ہے وہ یہیں اس آگ میں جلکر تھوڑی دیر کے بعد نجات حاصل کر لیتے ہیں اور واللہ یہ دل کی آگ بڑی سخت آگ ہے جسکی گرمی سے دل پگھل کر آنسو نکلتے ہیں۔ اور کبھی موت کے وقت کی سختی اور کبھی تھوڑی سی قبر کی تنگی اور گھبراہٹ سے یہ گناہ مٹ جاتے ہیں اور نہیں تو اسکی رحمت کا پانی اور شفاعت کا ابر ماطر سب کو بہا دیتا ہے۔ پس بیکھ سمجھ کر مرجیہ فرقہ کو کیا جواب آئے گا وہ جو کہتے ہیں ایمان کے بعد کوئی گناہ جہنم میں نہیں لیجاتا اس آیت کا مفہوم مخالف اُنکے مسلک سے مخالف ہے۔ واللہ اعلم باسرار کلامہ۔

ف اس مقام پر ایک اور بحث دلچسپ ہے وہ یہ کہ الفاظ آیات کے ہر چند عام ہیں کوئی اشقی ہو اور کوئی اتقی کیون نہو ہر ایک کا حال اور مآل بیان فرما کر شقاوت و سعادت کا نقشہ کھینچا ہے اور کتاب آسمانی مین ایسا ہی ہونا بھی چاہیئے مگر جب قرآن مجید نازل ہو رہا تھا اسوقت بھی اشقیٰ و اتقیٰ کے افراد موجود تھے اور گو ان مین سے کسیکا نام نہین لیا گیا اور لینا بھی نہین چاہیئے تھا مگر ان پر لکھکر عموماً کلام کیا گیا اس لیئے ان اشقیٰ و اتقیٰ سے ضرور اسوقت کے لوگون کی طرف اشارہ ہوگا۔ اور اسی بات کو بعض مفسرین نے یون سمجھ لیا کہ یہ آیت فلان شخص کے لیئے نازل ہوئی ہے یا اس سے فلان شخص مراد ہے اور اسی لیئے وہ ان عام مفہومون کے نیچے خاص خاص نام تفسیر مین لکھ دیا کرتے ہین جہان کہین کافر یا اور کوئی اس قسم کا لفظ آیا اس سے مراد ابو جہل لے لیا۔ یا جہان کہین کسی کے صفات حمیدہ مذکور ہوئے ان سے اپنے معتقد فیہ کا نام لے دیا۔ یہانتک کہ بعض شیعہ نے تو جہان کہین اہل سعادت و شقاوت کے واقعات یا انکے حالات و مآل کا بیان کیئے گئے ہین ان سے حضرات اہل بیت اور انکے مخالفین جنکو کہ انہون نے مخالف بنا رکھا ہے مراد لیئے ہین گویا تمام قرآن اسی جھگڑے مین نازل ہوا ہے اور دیدہ و دانستہ گویا معاذ اللہ اللہ تعالےٰ اہلبیت کی مدح اور انکے مخالفون کی قدح کرتا ہے صاف صاف نام لینے سے ڈرتا ہے اور کوئی مقصد نہ تھا نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور کسی کام کے لیئے بھیجے گئے تھے اور لطف یہ ہے کہ جو جو مسائل اپنی طبیعت سے انکے نزدیک پیدا کرکے مذہب و ملت یا اصول دین بنالیئے گئے ہین[۱] وہ بھی صاف صاف قرآن سے ثابت نہین ہوتے اینچ تان کر ثابت کیئے جاتے ہین اور دور از کار تاویلات کیجاتی ہین اور شیعہ پر کیا موقوف ہے ہر ایک فرقے کا کم و بیش یہی حال ہے جنکو مذاق تصوف ہے وہ ہر آیات مین توحید وجودی کا جلوہ دکھاتے ہین اور کھینچ تان کر روح اور نفس اور قرب و بعد مقامات پر چسپان کرتے ہین حالانکہ نزول قرآن کے وقت تک یہ مسائل پیدا بھی نہین ہوئے تھے۔ یہ بڑی غلطی ہے۔

مین یہ نہین کہتا کہ کہین بھی قرآن مجید مین بزرگان دین صحابہؓ و اہل بیتؓ کی جانفشانیونکی مدح نہین یا روح و نفس اور مقامات و احوال و مواجید و اشواق کیطرف ایماء نہین ضرور ہے مگر نہ ہر جگہ۔ اب انہین آیات مین ضرور الاتقیٰ اور الاشقیٰ سے اسوقت کے بعض اشخاص کی طرف اشارہ ہے مگر یہ کہنا کہ کسکی طرف ہے قرائن کا محتاج ہے اور تعین کرنا ایک ظنی بات ہے۔ اس لیئے مین کہتا ہون کہ الاتقیٰ سے حضرت صدیق اکبر ابوبکر رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ ہے کس لیئے کہ جب یہ آیات ہجرت سے پہلے شروع اسلام مین شہر مکہ مین نازل ہو رہی تھین تو اسوقت مسلمانونمین یوتی مالہ یتزکی وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی کا مصداق اگر کوئی اور بھی فرض کیا جاویگا تو انسے بڑھکر اور کوئی نہین نکلیگا اول تو اسوقت کوئی مسلمان مالدار ہی نہ تھا بجز انکے نہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہ حضرت عثمانؓ نہ حضرت عمرؓ۔ اور پھر انہین حضرت کا مال اللہ کی رضامندی ہی مین بیدریغ صرف ہوا کرتا تھا۔ انہین نے بلال وغیرہ بامعدا مسلمانون کو کافرون سے خرید کر آزاد کیا یہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رفاقت مین مال و جان نثار کرنے والے یار غار تھے اسی لیئے انکے فضائل انہین کے ہمعصر صحابہ مین مسلم الکل تھے اور آنحضرت صلعم کے یارون مین بڑی عزت کی نگاہون سے دیکھے جاتے تھے رضی اللہ عنہ۔

---

[۱] اسمین اشارہ ہے کہ دراصل جو اصول دین ہین وہ تو صاف صاف قرآن سے ثابت ہین گروہ جو لبعد مین باہمی مخالفت اور فرعیات مین نزاع قائم ہونے سے ہر ایک نے اصول دین بنا لیئے ہین جیسا کہ شیعہ کا مسئلہ امامت وہ قرآن سے ثابت نہین ۱۲ منہ

سورۃ الضحیٰ مکہ میں نازل ہوئی اسمیں گیارہ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالضُّحٰى ۙ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۗ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۗ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

قسم ہے روز روشن کی اور رات کی جبکہ چھا جاوے ۔ نہ تمکو تمہارے رب نے چھوڑ دیا ہے اور نہ بیزار ہوا ۔ اور تمہارے لیئے دنیا سے آخرت کہیں بہتر ہے ۔ اور تمہارا رب تجھ کو اتنا دیگا کہ تم خوش ہو جاؤ گے

ترکیب

والضحیٰ الواو للقسم وہو اول النہار اذا انجلی وارتفعت الشمس وقیل المراد بہ النہار کلہ مجازا من اطلاق الجزء وارادۃ الکل بدلیل مقابلتہ باللیل اذا سجیٰ واللیل عطف علیہ اذا الحال فیہ معنی القسم سجیٰ ای سکن قالہ قتادۃ ومجاہد وابن زید وعکرمۃ وغیرہم یقال لیلۃ ساجیۃ ای ساکنۃ ویقال سجا الشئی یسجو سجوا اذا سکن وعن ابن الاعرابی سجیٰ اشتد ظلامہ وقال الاصمعی سجو اللیل تغطیۃ النہار ما ودعک الخ ہذا جواب القسم قرء الجمہور بتشدید الدال من التودیع وقرئ بتخفیفہا من قولہم ودعہ ترکہ وما قلیٰ عطف علی ما ودعک والقلاء البغض یقال قلاہ یقلیہ قلاء ولم یقل ما قلاک لموافقۃ رؤس الآی ۔ وللاخرۃ اللام جواب قسم محذوف ۔

تفسیر

یہ سورۃ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے ابن عباس کا بھی یہی قول ہے اس میں گیارہ آیت ہیں ۔ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اور نیز حاکم نے اور ابن مردویہ اور بیہقی نے ابی الحسن مقری سے ایک روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے قرآن عکرمہ بن سلیمان کے سامنے پڑھا اور اُسنے خبر دی کہ میں نے اسماعیل بن قسطنطین اور سہل بن عباد کے سامنے پڑھا جب میں والضحیٰ تک پہونچا تو ان دونوں نے فرمایا تکبیر کہہ اخیر تک یعنی والناس تک ہر سورہ کے بعد تکبیر کہہ کیونکہ ہمنے ابن کثیر کے سامنے قرآن پڑھا اُسنے یہی حکم دیا اور خبر دی کہ میں نے مجاہد کے سامنے قرآن پڑھا تو اُسنے مجھے یہی حکم دیا اور خبر دی کہ میں نے ابن عباس کے سامنے پڑھا تو آپنے مجھے بھی حکم دیا اور خبر دی کہ میں نے اُبیّ بن کعب کے سامنے پڑھا تو آپنے مجھے یہی حکم دیا ۔ اور خبر دی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا تو آپ نے مجھے یہی حکم دیا ۔

یہ روایت ابوالحسن احمد بن محمد بن عبداللہ بزی سے ہے جو قرأت کے امام تھے مگر فن حدیث میں ابو حاتم رازی انکو ضعیف جانتے ہیں لیکن اس روایت کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ شیخ شہاب الدین ابوشامہ شاطبیہ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے کسیکو نماز میں اس سورہ کے بعد تکبیر پڑھتے سنا تو فرمایا کہ بہت خوب کیا یہ سنت ہے ۔

پھر بعض علماء فرماتے ہیں کہ والضحیٰ سے لیکر اخیر تک جس سورہ کو تمام کرے تو اللہ اکبر کہے اور بعض کہتے ہیں اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہے اور وجہ اسکی علماء نے یوں بیان فرمائی ہے کہ ایک مدت تک آپ کو وحی آنی بند ہو گئی تھی پھر جب شروع ہوئی تو یہی سورہ والضحیٰ

نازل ہوئی جسکی خوشی میں آپ نے تکبیر پڑھی۔ اس روایت کا کوئی ثبوت نہیں مگر بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ابی حاتم و ابن جریر و امام احمد نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے تھے۔ ایک یا دو رات اُٹھے نہیں ایک عورت نے آکر کہا کہ میرے گمان میں تیرے شیطان کو نہیں دیکھتی کیا تجھے چھوڑ دیا تب یہ سورہ والضحیٰ نازل ہوئی۔ اور سفیان بن عیینہ کی روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کے آنے میں دیر ہوئی تو مشرکوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اللہ نے محمد کو چھوڑ دیا تب آنکے قول رد کرنے کے لیئے کہ اُس نے ہرگز نہیں چھوڑا۔ یہ سورۃ نازل ہوئی یہی اسکا شان نزول ہے۔

ف ابن اسحاق وغیرہ سلف سے منقول ہے کہ وہ جو سورۂ نجم میں مذکور تھا کہ دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی (یعنی ہم نے اپنے بندے کی طرف جبکہ بہت ہی قریب ہو گیا تھا وحی کی جو کچھ کہ وحی کی) انہیں ہی سورہ والضحیٰ وحی کی تھی۔

خلاصہ یہ کہ

چند روزہ وحی کے بند ہو جانے سے جسکو فقرا کے نزدیک قبض کہتے ہیں اور اسکو کبھی ضلال بھی کہتے ہیں ایک عجیب حالت رنج و غم کی آنحضرت پر گزری تھی جسپر کفار کو محبوب حقیقی کی ناراضی اور جدائی کے طعنہ دینے کا موقع ملا۔ اسپر دریائے رحمت جوش زن ہوا اور یہ سورہ نازل ہوئی جس میں اس طعنہ کا رد اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے محامد اور آیندہ کے لیئے تسلی اور قرب روز افزون کے وعدہ کا مژدہ ہے فقال

والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ کہ قسم ہے روز روشن یا وقت چاشت کی اور قسم ہے رات کی جبکہ چھا جائے اور پھیل پڑے۔ وقت چاشت کو (جبکہ آفتاب کی سلطنت کا عروج ہوتا ہے اور جہان میں نور پھیل جاتا ہے۔ رات کی کوئی مخفی چیز جو اچھی طرح دکھائی نہیں دیتی تھی مخفی نہیں رہتی) تقرب الٰہی اور نزول وحی کے وقت سے پوری مشابہت ہے کیونکہ اسوقت حجاب ظلمانی دور ہو جاتے ہیں۔ اور حقیقت الٰہی اور حقیقت کونی کا ظہور کلی ہوتا ہے۔ اور عالم ملکوت کے اسرار منکشف ہو جاتے ہیں۔ اور رات کو قبض و انقطاع وحی کے زمانہ سے کمال مشابہت ہے کیونکہ اسوقت ایک قسم کی ظلمت ہوتی ہے۔ اور نیز روز روشن کو فرحت و سرور سے اور رات کو رنج و غم سے مشابہت ہے۔ اسی لیئے والضحیٰ کے مقدم کرنے میں اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ ایام غم ہجر و انقطاع وحی تمام ہو چکے اب روز فرح و سرور و تتابع وحی کا وقت آگیا۔ اسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مژدہ ہے ؎ رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند ؛ چنان نماند و چنین نیز ہم نخواہد ماند ؛ رات جب چھا جاتی ہے اور اسکی ظلمت عالم پر طاری ہو جاتی ہے اسوقت کوئی روشنی نہیں ہوتی اور ایسے ہی موقع پر رات کا بھیجا جانا مستعمل ہوتا ہے اس میں اشارہ ہے زمانہ جاہلیت کیطرف اور ضحیٰ سے زمانہ آفتاب نبوت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے جلوہ گر ہونے کی طرف اشارہ ہے جو آنحضرت صلعم سے اول نہ تھا۔ اور آپ کے بعد پھر رات پھیل گئی مگر آفتاب کا خلیفۃ خلافت مدتوں تابان رہا اور اسکے بعد پھر تاریکی چھا گئی کہ جس میں متعدد فرقے پیدا ہو گئے اور ہر ایک فریق دلائل کے چراغوں اور مشعلوں سے استعانت کرتا ہے۔

اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مذہب مجتہدین و طرق اولیاء اللہ اس نور میں متفاوت درجہ رکھتے ہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ وقت چاشت سے اس نور الٰہی کی طرف اشارہ ہے جو قلب محمدی علیہ السلام پر جلوہ گر تھا۔ اور شب سے اس ظلمت انسانیہ کی طرف اشارہ ہے کہ جو نفوس وارواح پر طاری ہوا کرتی ہے۔ نور اللہ قلوبنا بنور محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

ف۱ وہ ضحیٰ کہ جسکی قسم ہے بظاہر عام ہے مگر بعض نے خاص مراد لیا ہے چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس ضحیٰ سے وہ ضحیٰ مراد ہے کہ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کلام کیا تھا اور رات سے لیلۃ المعراج مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں ضحیٰ سے جنت کی روشنی اور لیل سے جہنم کی تاریکی مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں ضحیٰ قلوب عارفین کا نور اور لیل قلوب کافرین کی ظلمت ہے۔ بعض کہتے ہیں ضحیٰ آپ کا چہرۂ منور اور لیل موئے مبارک۔ بعض کہتے ہیں ضحیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر حال جو سب پر روشن ہے اور لیل آپ کے اسرار روحانیہ کہ جنکو بجز علام الغیوب کے اور کوئی نہیں جانتا۔ بعض کہتے ہیں کہ ضحیٰ اسلام کی ترقی کا زمانہ اور لیل اسکا تنزل۔

چونکہ الفاظ قرآنیہ میں بڑی وسعت ہے ہر ایک احتمال کی گنجایش ہے اور یہ بڑا معجزہ ہے۔

ف۲ اس جگہ دن کو قسم کھانے میں مقدم اور رات کو موخر کیا اور پہلی سورۃ میں برعکس کیا تھا اسکا کیا سبب ہے علماء کرام نے اسکے جواب میں نہایت بے بہا موتیوں کی لڑیاں پروئی ہیں۔ مگر سب سے آسان اور جلد سمجھ میں آنے والی یہ بات ہے۔

(۱) یہ کہ پہلی سورۃ میں صدیق اکبرؓ کے فضائل تھے اس لیئے اسکو سورۃ ابی بکرؓ بھی کہتے تھے اور اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل مذکور ہیں اس لیئے اسکو سورۃ النبی صلعم کہتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ صدیق اکبر کے کمالات و انوار جو کچھ تھے وہ آفتاب نبوت کا عکس تھا ورنہ اسلام سے پہلے یہ باتیں حاصل نہیں وہی اندھیر انپر بھی طاری تھا جو عموماً ہر عرب کیا تمام دنیا پر طاری تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ جمیع انبیاء علیہم السلام ماں کے پیٹ ہی سے باکمال پیدا ہوتے ہیں اسلیئے سورہ ابی بکر میں رات کو قسم کھانے میں مقدم کیا اور اس سورۃ میں دن کو تاکہ معلوم ہو کہ نور صدیقی کے پہلے رات تھی اور نور محمدی ابتدا ہی سے نور ہے (۲) یہ کہ پہلی سورۃ میں رات کا اول ذکر کرنا اور اس سورۃ میں دن کا اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ صدیقیت سے ترقی کر کے محمدیت کا مرتبہ ہے اور نیز جس طرح دن کے بعد رات ہوتی ہے اسیطرح محمدیت کے بعد دنیا میں صدیقیت ہی باقی رہجایا کرتی ہے ؎ چونکہ گل رفت و گلستان شد خراب ٭ بوئے گل را از کہ جوئیم جز گلاب ٭ اور یہ ان دونوں حضرات میں کمال اتحاد ووصلت کی دلیل ہے جس کا نتیجہ دنیا میں ہر جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفاقت ہر معرکہ میں شرکت تھی اور مرنے کے بعد بھی اپنے آقا کے پہلو بہ پہلو ایک روضۂ منورہ میں لیٹے ہوئے ہیں (۳) یہ کہ رات اور دن اسکے عجائب قدرت کی دلیل ہیں کبھی دن کی قسم کو مقدم کر دیا۔ اور کبھی رات کی قسم کو مقدم کیا۔ لیکن دن کے اس جگہ مقدم کرنے میں ایک یہ بھی اشارہ ہے کہ یہ کافر جو تجھکو کہتے ہیں کہ تیرا رب تجھ سے ناراض ہو گیا اور تجھے چھوڑ دیا (حالانکہ اور مطاعن سے یہ منافرت محبوب کا طعنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر توجہ سے شاق گزرتا ہوگا اسکا اندازہ نہیں ہو سکتا مگر آنحضرت صلعم سے کمتر درجہ کے لوگ اپنے

عارفان طریق بھی اس مفارقت کو عذاب عظیم سے بڑھکر تصور کرتے ہیں اور جب دعا کرتے ہیں تو یہی کرتے ہیں ؎ خلاص حافظ ازان زلف تابدار مباد ؛ کہ بستگان کمند تو رستگار انند ؛) سو یہ تکلیف تو آپ کو دن ہی میں ہوتی تھی اور رات کا وقت تو آپ کا سراسر اطمینان قلبی اور یاد حق اور انس حقیقی کا وقت ہوتا تھا جس میں آپ کو مواصلات تامہ میسر آتی تھی (۴) یہ کہ یہ جو آپ کو طعنہ دیتے ہیں کہ تجھے چھوڑ دیا اندھے ہیں جنکو دوپہر میں بھی آفتاب نظر نہیں آتا اور پھر رات تو رات ہی ہے آپ انکے کہنے کی کچھ بھی پروا نہ کریں ۔ (۵) یہ ہے کہ جسطرح آفتاب روشن ہونے کے بعد تاریکی ہوتی ہے مگر اسکے بعد پھر آفتاب جلوہ گر ہوتا ہے وہ ہر ایک وطیرہ پر نہیں رہتا ۔ اسیطرح جو اس دہر میں ہیں انپر بھی ویسے تغیرات ہوں تو کیا تعجب ہے عارف کی یکسان حالت نہیں رہتی کبھی آفتاب غیب اور خورشید جمال حقیقی ایسا جلوہ گر ہوتا ہے کہ اسکی دوپہر ہوتی ہے جہاں ظلمت بہیمیہ کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہتا اور پھر کبھی انسانیت کی تاریکی اور مادیت کی رات بھی چھا جاتی ہے مگر اس رات کے بعد پھر آفتاب معنوی جلوہ گر ہوتا ہے ایسی جزر ومد سے یہ خیال کر لینا کہ انکو وہاں سے دوری ہو گئی انہیں کا کام ہے جنپر سدا بشریت کی رات کا اندھیرا چھایا رہتا ہے ۔ اور یہ تفاوت ایک لذت رکھتا ہے کس لیئے کہ ہجر کے بعد وصال ایسا ہی مزہ دیتا ہے جیسا کہ اہل جہان کے لیئے رات کے بعد آفتاب کا جلوہ گر ہونا مسرت بخشتا ہے مگر یہ کور باطن اس مزے کو کیا جانیں جس معلمت سے چند روز وحی بند ہوئی ہے اسکی حقیقت سے یہ کیا واقف ؟

پھر اس بات میں کیا لطیفہ ہے کہ تمام دن کی قسم نہیں کھائی صرف وقت چاشت کی برخلاف رات کے کہ اس میں کسی وقت کی تخصیص نہیں کی بلکہ عموم سمجھا گیا ؟

وہ لطیفہ یہ ہے کہ وقت چاشت فرحت وسرور کا وقت ہوتا ہے اور رات غموم وہموم کا وقت ہے یا یوں کہو کہ یہ وقت چاشت تمام حیوانات کی بیداری کا وقت ہے کس لیئے کہ دن چڑھے تو بڑے عیاش اور منحوس بھی جاگ اٹھتے ہیں ۔ اور تمام رات نیند اور غفلت کا وقت ہے جو موت سے مشابہ ہے جس میں اشارہ ہے کہ انسان کی فرحت اور اسکا سرور بہ نسبت غموم وہموم کے بہت ہی کم ہے یا اسکی دنیاوی ہستی کا زمانہ اسکے نیست کے زمانہ کے لحاظ سے بہت ہی کم ہے ۔ پھر اتنی سی خوشی اور ایسی حیات سریع الزوال پر یہ غرور یہ گمراہی ۔

ف ضحیٰ یعنے چاشت آفتاب بلند ہونے سے لیکر نصف النہار تک پہونچنے تک کا زمانہ ہے ۔ اس وقت میں کوئی نماز فریضہ نہیں کس لیئے کہ یہ کام کاج کا وقت ہے ۔ لیکن طالبان آخرت کے لیئے اس وقت بھی چند نوافل پڑھنا ایسا ہی مسنون ہے کہ جیسا رات میں تہجد یا اس سے کسیقدر کم ۔ نماز چاشت کم از کم چار رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہیں ۔ اس نماز کے بہت سے فضائل ہیں اور اہل اللہ کا دستور قدیم ہے ۔ اور اہل بصیرت نے فرمایا ہے کہ جو فقر وتنگدستی سے دور رہنا چاہیئے تو نماز چاشت پڑھے ۔ اور اگر گور کی تنگی اور وہاں کی اندھیری اور عذاب سے بچنا چاہے تو نماز تہجد پڑھا کرے ۔

اب وہ بات بیان فرماتا ہے کہ جسکی صداقت کے لیئے دن اور رات کی قسم کھائی ہے فقال ماودعک ربک وما قلی کہ نہ تمہارا

رب نے اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تمہیں رخصت کیا ہے اور نہ تمہارا پروردگار تم سے ناخوش ہوا ہے یعنی یہ جو چند روز
کسی مصلحت سے وحی بند ہو گئی اس لیئے نہیں کہ تمہارے رب یعنی پرورش کرنے والے کی پرورش میں کچھ قصور یا تمہاری حالت میں
کچھ فتور آگیا ہو بلکہ عنقریب پھر وہی آفتاب جلوہ گر ہو گا جیسا کہ رات کے بعد پھر آفتاب ظاہری جلوہ گر ہوا کرتا ہے - اب جلد
وصال دائمی اور قرب روز افزون آپ کو میسر آئے گا اسلیئے فرماتا ہے وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ کہ تمہاری ہر پچھلی ساعت
پہلی سے بہتر ہی بہتر ہے جو آج قرب و کمال ہے کل اس سے زیادہ ہے اور جو صبح ہے شام اس سے زیادہ ہے اور ربوبیت
تامہ کا بھی یہی مقتضا ہے کہ ہر آن اور ہر زمان پرورش کا سلسلہ جاری رہے پرورش ظاہری سے تو اور بھی مستفید ہیں
مگر پرورش باطنی اور جو تائید الٰہی تمہارے لیئے ہے کہ بغیر کسی مرشد و معلم کے خود حق سبحانہ نے تمہاری روح پر تجلی فرمائی اور اپنے
نور حقیقی سے منور کیا اور علم اولین و آخرین کے خزانے تمہارے ہاتھ میں دیئے وہ کم نہ ہو گی بلکہ اب یہ وصال علی الدوام ہو گا اور
مراتب قرب میں آپ درجات طے کرتے جاوینگے اور دنیا سے انقطاع کے وقت دنیا و مافیہا سے نفرت کلی اور عالم بالا کا شوق اور
جذبہ بیحد مستولی ہو گا چنانچہ بوقت اخیر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بار بار یہی فرماتے تھے اللھم الرفیق الاعلیٰ -

اور اسی لیئے واصلان حق کی اخیر عمر کا حصہ پہلی سے زیادہ تر متبرک سمجھا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اول عمر میں کمالات باطنیہ کی
ترتیب ہوتی تھی تو اخیر میں کھلم کھلا - بعض علماء نے آخرت سے مراد دار آخرت اور اولیٰ سے دنیا لی ہے - انکے نزدیک یہ
معنی ہونگے کہ آپکے لیئے دنیا سے آخرت بہتر ہے اور یہ بھی ٹھیک ہے کس لیئے کہ دنیا آپ کے لیئے تکالیف و شدائد کا گھر تھا
مہینوں سوکھے ٹکڑوں یا چند چھواروں اور پانی پر اوقات بسری کی ہے - دو وقت پیٹ بھر کر اچھا کھانا میسر نہیں آیا ہے پھر
نااہلوں کے ظلم و تعدی اور اصلاح عالم کی فکر ہر وقت دامنگیر رہتی تھی مخالف خون بہا رہے ہیں تو آپ دعا کر رہے ہیں کسی سے
اپنی ذات کا کبھی انتقام نہیں لیا کسی سے اپنے دنیاوی حقوق کا مطالبہ نہیں کیا کبھی کوئی عیش و نشاط کا سامان نہ بہم پہنچایا وہ
خدا کے پاک نور مجسم پیغمبر ہماری روح فدا ہو رات دن ہماری فکر میں رہکر دنیا و آخرت کی بھلائیاں ہمارے لیئے تجویز کرتے رہے
آخرت میں آپکے لیئے نعیم بے حد اور سرور سرمد ہے بلکہ وہ اس جہان کے سلطان اور حیات جاودانی اور سرور ابدی کے مالک
اور تقسیم کرنے والے ہیں - وہ درحقیقت ابوالقاسم ہیں - صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ -

دوم آپ کی سیادت کبریٰ اور سلطنت عظمیٰ کا ظہور کلی دار آخرت ہی میں ہو گا مرنیکے بعد ہر مومن پر روح پاک کی تجلی اور نور پیمبر
کا جلوہ ہو گا اور ہوتا ہے اور یہی جلوہ نجات کا باعث ہے - اور میدان حشر میں تاج کرامت آپکے سر مبارک پر رکھکر مقام محمود میں
کھڑے کیئے جاوینگے اور تمام انبیاء و اولیاء و اولین و آخرین کی نگاہیں اس روز آپ ہی کیطرف لگی ہوئی ہونگی آپ
ہی شفاعت کرینگے - جسطرح کوئی شفیق ماں اپنے گم شدہ بچے کو ڈھونڈتی پھرا کرتی ہے آپ امت کے مجھ جیسے روسیاہوں
گناہگاروں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اپنے رب کریم کے سامنے لیجا کر بخشوائینگے آپ کا حوض کوثر تشنگان میدان حشر کو
سیراب کریگا - آپ کا سایہ امت کو جگہ دیگا (اے میرے تاجدار میں فدا کہ میں بھی حضور کا ادنیٰ غلام ہوں - میں بھی

اس فیضِ عام سے فیضیاب ہوں آپ کے غضب بارگاہ کے قربان محروم نکیا جاؤں ننگ امت ہی سہی پر آپکا نام لیوا تو ہوں)
اور چونکہ کفار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دلشکنی کی تھی تو حق سبحانہ آپ کو خلعت عز و امتیاز عطا کرتا ہے اس
کی مثال یہ ہے کہ کوئی بادشاہ کسی ملازم خاص پر عنایت فرما کر کوئی معزز عہدہ عطا کرے اور وہ کمال جد و جہد سے اس
خدمت کو ادا کر رہا ہو لیکن حاسدان بد اندیش محض اسکی دلشکنی کے لئے جھوٹی خبرین اڑائین اور بدنام کرین کہ بادشاہ نے
اس سے یہ خدمت چھین لی اور نظروں سے گرا دیا تو ایسے موقع پر بادشاہ لوگون مین عزت و امتیاز دینے کے لئے اور ان
مخالفین کی باتون کو غلط کرنے کے لئے اُس معزز ملازم کو خلعت و عطیات سے سرفرازی بخشا کرتا ہے اور آیندہ
ترقیون کے لئے وعدہ فرمایا کرتا ہے تاکہ نہایت ہمت و کوشش سے اپنی خدمت کو ادا کرتا رہے - اسیطرح آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو مشرف فرماتا ہے فقال ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ کہ تمہین تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤگے
یہ بڑا وسیع وعدہ اور نہایت گران بہا خلعت ہے کس لئے کہ ایسے وعدون مین دو باتون کی طرف نظر کیجایا کرتی ہے اول
وعدہ دینے والے کی طرف کس لیئے کہ اگر تنگ حوصلہ یا کم مایہ کسیکو ایسا وسیع وعدہ دے تو وہ بلحاظ اسکی مقدرت و حوصلہ
کے ایک معمولی وعدہ بلکہ اس سے بھی کم سمجھا جاوے گا - مخاطب خیال کر سکتا ہے کہ یہ کیا مجھے کوئی جاگیر یا ملک دیگا
یہی دو چار روپئے یا پیسے - اور اگر کوئی شاہنشاہ بلند حوصلہ ایسی بات کہے تو ضرور خیال ہوتا ہے کہ کوئی جاگیر
یا ملک عطا ہوگا - اسیطرح جسکے لئے وعدہ ہو اسکی طرف بھی دیکھا جاتا ہے - اگر کوئی فرومایہ شخص ہے تو اسکی لیاقت
اور حوصلہ کے موافق عطیہ خیال کیا جاوے گا - اور اگر بڑا شخص اور بلند حوصلہ ہے تو اسی کے موافق عطیہ متصور ہوگا -
اب اس مقام پر وعدہ دینے والا تو خدا تعالے ہے جسکے ہاتھ مین دارین ہین اور اسکی بلند حوصلگی لفظ رب سے
ظاہر ہے جو تمام مخلوق کو بلا امتیاز مومن و کافر مطیع و عاصی ہر وقت پرورش کر رہا ہے اور ہمیشہ سے کرتا آیا ہے -
اور ہمیشہ کرے گا اور جسکی نسبت وعدہ ہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہین جو حق سبحانہ کا دنیا مین ظل ہین اور بلند حوصلگی
آپ کی اس سے ظاہر ہے کہ کوئی اپنے دشمن کو سرد پانی بھی دینا گوارا نہین کرتا آپ انکو سلطنت جاودانی اور ملک کامرانی
دیتے ہین پھر اب اس وعدہ کی وسعت کو غور کر لیجئے کہ کیا کیا دینگے - جو کچھ آپ کو کمالات جسمانی سے لیکر کمالات اخلاقی
و روحانی عطا ہوئے - اور جو کچھ شرف و امتیاز دوسرے جہان مین عطا ہونگے اگر ان کو بیان کیا جاوے تو ایک
دفتر مین بھی نہ سماوین اور حق سبحانہ نے فقیر کو توفیق دی تو خاص اسی آیت کی تفسیر مین ایک مبسوط کتاب لکھکر
آنحضرت ؐ کے عطیات و کمالات کا کچھ نمونہ دکھاوے گا - مگر ادنے بات اس وعدہ کے وسعت کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی بلند حوصلگی کی ایک دلیل ہے - یہ بات ہے کہ اس جملہ کو سنکر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ واللہ مین کبھی راضی نہونگا جبتک
کہ میری امت کا ایک شخص بھی جہنم مین رہے گا - اخرجہ الخطیب فی التلخیص - وایدہ ما فی صحیح مسلم ◆ ◆ ◆ ◆ ◆ ◆ ◆ ◆ ◆

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ۝ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۝ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ۝ فَأَمَّا الْيَتِيمَ

کیا اُسنے تمہیں یتیم نہیں پایا پھر جگہ دی اور اُسنے تمہیں حیران پایا پھر تمکو رہنمائی کی۔ اور اُسنے تمکو تنگدست پایا پھر غنی کر دیا پس یتیم کو تو

فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

دبایا نہ کرو اور سائل کو تو جھڑکا نہ کرو اور ہر حال میں اپنے رب کے احسان کو ذکر کرتے رہا کرو

ع

ترکیب

الم یجدک ہذا شروع فیما انعم اللہ علیہ والہمزۃ لانکار النفی وتقریر المنفی فکانہ قال قد وجدک یتیما والوجود بمعنی العلم۔ فآوی قرا الجمہور بالالف بعد الہمزۃ رباعیا من آواہ یؤویہ وقری فاوی ثلاثیا بمعنی الرباعی او ہو من اوی لہ اذا رحمہ ووجدک ضالا فہدی معطوف علی المضارع المنفی وقیل علی ما یقتضیہ الکلام السابق والضلال ہہنا بمعنی الغفلۃ کما قال الزجاج ونظیرہ قولہ تعالیٰ لا یضل ربی ولا ینسی وقولہ تعالیٰ ان تضل احداہما فتذکر احداہما الاخری وقیل من الطلب والمحبۃ کقولہ تعالیٰ انک لفی ضلالک القدیم ووجدک عائلا الخ معطوف علی الکلام السابق یقال عال الرجل یعیل عیلۃ اذا افتقر اما الیتیم منصوب بتقہر وقری تکہر بالکاف والعرب تعاقب بین القاف والکاف وقیل القہر الغلبۃ والکہر الزجر۔ قال ابو حیان ہی لغۃ واما السائل منصوب بتنہر والتقدیر مہما یکن من شیء فلا تقہر الیتیم ولا تنہر السائل واما بنعمۃ ربک فحدث قیل المراد بالنعمۃ النبوۃ وقیل عام والتحدیث الابلاغ والاظہار او الشکر۔ الجار والمجرور متعلق بحدث والفاء غیر مانعۃ من ذلک لانہا کالزائدۃ قالہ الکرخی۔

تفسیر

پہلے فرمایا ہے کہ ہم آپ کو اسقدر دینگے کہ آپ راضی ہو جاوینگے اب اس قول کی تائید و صداقت یا اطمینان قلبی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند گذشتہ واقعات کا اجمالاً ذکر فرماتا ہے جنمیں حق سبحانہ کی طرف سے کیسی کیسی عنایتیں ہوئیں اور ان مواقع میں کیا کیا عطا فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے تین حال ہیں (اوّل) لڑکپن بلوغ کی حد تک کی عمر سو اس عمر میں آپ یتیم تھے آپ پر کیا بیکسی تھی مگر حق سبحانہ نے کیا کیا انعام و اکرام کیے اس لیئے اس پہلی حالت کی بابت فرماتا ہے الم یجدک یتیما فآوی کہ کیا اُسنے یعنی خدا نے تمہیں یتیم نہیں پایا کہ پھر تمکو جگہ دی۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حمل میں تھے کہ حضرت کے والد ماجد عبداللہ کا عین جوانی میں انتقال ہو گیا اور کوئی جائداد یا مال نہ چھوڑا کہ جس سے پس ماندوں کی پرورش ہوتی پھر حق سبحانہ نے یہ انعام کیا کہ آپکے جد امجد عبدالمطلب کو آپ پر مہربان کر دیا ایسا کہ آپکے آگے تمام اولاد کو بھول گئے حالانکہ عبدالمطلب کثیر الاولاد تھے۔ اور حال یہ تھا کہ جب حضرت دو برس کے تھے تو والدہ ماجدہ بھی دنیا سے رخصت ہو گئیں اب نہ ماں ہے نہ باپ صرف اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ عبدالمطلب کو فریفتہ کر رکھا ہے جب چھ برس کے ہوئے تو عبدالمطلب بھی چل بسے اب خوف تھا کہ کیا کیا مصیبتیں آئیں مگر انکی جگہ حضرت کے چچا ابو طالب حضرت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والد صاحب سرپرستی کرتے لگے اور ایسی کی کہ کوئی اپنی حقیقی اولاد کی بھی ایسی نہ کرے گا پھر بچپن کا زمانہ اس طور سے گزرا اب بالغ ہوئے یہ وہ حصہ عمر کا شروع ہوتا ہے جس میں جوانی کی امنگیں اور نوخیز شباب کے ولولے بھی کچھ کم نہیں ہوتے ہر چند آپ مادرزاد نبی تھے اور طفولیت ہی میں رئیس الموحدین تھے خداپرستی مکارم اخلاق آپ کا شیوہ تھا مگر ہنوز مراتب قرب اور محبت کی سنگلاخ گھاٹیوں سے اور نبوت وحی اور شریعت اسلام کی حقیقت سے جو آپ کو بعد میں الہام ہوئی ناواقف تھے اس کو چہ سے بھولے ہوئے تھے اور حیران و طالب تھے لیکن حق سبحانہ نے رہنمائی کی اس بات کیطرف اس جملہ میں اشارہ کرتا ہے ووجدک ضالاً فہدیٰ کہ ہمنے تمہیں بھولا ہوا طالب پایا کہ پھر تمہیں رہنمائی کی جیسا کہ ان آیات میں ارشاد ہوتا ہے ماکنت تدری ماالکتاب ولا الایمان الآیہ - آپ عبادت کرتے تھے مگر یہ تعداد رکعات اور اسکے آداب و قوانین نہ جانتے تھے ناپاکی سے دور رہتے تھے ہاتھ پاؤں دھو لیا کرتے تھے مگر وضو اور غسل کے دستورات نہ جانتے تھے خیرات کرتے اور اسکی تاکید کرتے تھے مگر اسکے مصارف اور مقدار زکوۃ اور اسکے دیگر دستورات سے واقف نہ تھے - اسیطرح ایک محبت الٰہی کا جاذبہ تھا اور دل میں ایک آتش عشق شعلہ مارتی تھی مگر اسکی ترقی اور اسکے قوانین سے واقف نہ تھے اس حالت کو ضلال سے تعبیر کیا گیا - جو انکی ہدایت سے بڑھکر تھی - مفسرین نے ضلال کے چند معنی بیان فرمائے ہیں - کسی نے کہا کہ ضلال سے مراد رستہ بھولنا ہے جو آپ شام کے سفر میں بھول گئے تھے بعض نے کہا حلیمہ سعدیہ کے ہاں ایکبار جنگل میں گم ہو گئے تھے بعض نے کہا مکہ میں رہا کرتے تھے تب رستہ بھول گئے تھے - ابوجہل جارہا تھا آپ کو اٹھا کر اپنے پیچھے سوار کرکے اونٹنی کو ایڑ ماری تو نہ اٹھ سکی ہر چند مارتا تھا مگر وہ جنبش بھی نکرتی تھی آخر ہاتف غیب نے آواز دی کہ تو ناداں ہے جہان کے سردار کو پیچھے سوار کرتا ہے اور آپ آگے ہوتا ہے یہ آگے ہونے کے قابل ہے تب آپ کو آگے بٹھایا جب اونٹنی چلی - آکر عبدالمطلب سے کہا کہ یہ تیرا بچہ دیکھئے کیا کیا گل کھلاتا ہے اور سارا قصہ بیان کیا - بعض نے کہا وہ ضلال محبت کی بیتابی ہے جیسا کہ یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف سے تھی اور اسی لیئے بیٹوں نے بھی کہا تھا انک لفی ضلالک القدیم حالانکہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور کسی گمراہی میں نہ تھے - لیکن اس مقام پر ضلال سے مراد طلب اور حیرت ہے جو حضرت پر طاری تھی -

ف حضرات انبیاء علیہم السلام جمہور اہل اسلام کے نزدیک گمراہی سے پاک تھے ابتداء عمر سے لیکر اخیر تک کوئی ناپاک دھبہ انکے دامن عصمت پر نہیں لگا اور نہ لگنا چاہیئے کس لیئے کہ جسنے انکو نبی اور مخلوق کا ہادی بنا کر بھیجا وہ انکی سیرت اور صورت اور اخلاق کو نفرت انگیز کیونکر ہونے دیتا جسمیں سرا سر مقصود الٰہی فوت ہو جاتا - بعض گمراہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گمراہ کہنے میں اس لفظ سے استدلال پکڑ کر بڑی جرأت کی ہے اگر نادانستگی ہے تو خیر اور اگر متعصب عیسائیوں اور ہنود جیسا عناد اور آفتاب پر گرد و غبار ڈالنا مقصود ہے تو بڑا کمینہ پن اور دارین کی روسیاہی ہے -

تیسری حالت یا عمر شریف کا وہ حصہ ہے کہ جس میں عیالداری ہے - خصوصاً جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ شہر میں نکاح کیا جہاں نہ زراعت تھی نہ صنعت نہ کوئی کارخانہ نہ تجارت - اسوقت حق سبحانہ نے یہ احسان کیا کہ آپ کو غنی کر دیا اس بات کی طرف اس جملہ میں اشارہ فرماتا ہے ووجدک عائلاً فاغنیٰ اور تمکو فقیر پایا تو غنی کر دیا - حضرت کی تنگدستی تو ظاہر ہے مگر غنا کیونکر حاصل ہوئی ؟ اول تو اصل غنی دل کی غنا ہے

سو یہ بات حضرت کو بہت کچھ عطا کی اور دراصل جسکو غناء نفس حاصل نہین گو کیسا ہی مالدار ہو مگر سخت محتاج ہے مارا مارا پھرتا
ہے دلمین بیقراری ہے برخلاف غناء نفس کے کہ اُسکو اطمینان ہے۔ دوم حضرت کو خدیجہؓ بیوی ملی جس سے اعیان
قریش نکاح کرنا چاہتے تھے مگر وہ کسی کی طرف رغبت نکرتی تھین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا یہ بڑی مالدار تھین۔ اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تابعدار بلکہ جان نثار بھی تھین۔

یعنی ہم ایسے ہی کریم تمہاری گزشتہ عمر مین تمپر کیا کیا احسان کرتے رہے پھر اب آیندہ جو بیشمار عطیات کا وعدہ کرتے ہین اُسکو
کیونکر پورا کرینگے۔ اب ان تینون زمانہ کے انعامات کے شکریہ ادا کرنے کے لیئے تین حکم صادر فرماتا ہے (۱) اما الیتیم فلا تقہر کہ یتیم
جو ہو سو اُسپر ظلم نکرنا۔ اپنے یتیمی کے زمانہ کو یاد کرلیا کرو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی یتیم کو کیا اور بھی کسیکو نہ دبایا تھا
نہ کبھی دبایا نہ کسی پر سختی کی۔ عرب مین اسلام سے پہلے جہالت اور سخت دلی اور بدکاری کی کوئی حد نہ تھی۔ خصوصاً یتیمون بیوون
اور ضعیفون پر زیادتی کرنا اپنے ذرا سے نفع کے لیئے اُن کا نقصان کردینا کوئی بات نہ تھی اس لیئے بظاہر تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو خطاب ہے مگر سبھی سب کو حکم دیا جاتا ہے کہ یتیم پر قہر نکرنا یہ لفظ عام ہے۔ زبانی جھڑکنا سخت کلامی کرنا بری نگاہ سے دیکھنا
اور اُسکو مارنا یا اُسکے مال کی خیانت کرنا یا دغا فریب سے لے لینا سب قہر مین داخل ہے۔ بلکہ اُسکے ساتھ ہمدردی نکرنا اُسکے حال
پر رحم نہ کھانا بھی قہر ہے۔ عرب اس مرض مین مبتلا تھے۔ اور خیر دفع مضرت طلب منفعت سے مقدم ہے اس لیئے یہ فرمایا کہ قہر نکرنا
یون نہ کہا کہ رحم کر۔ اور یہ بھی نکتہ ہے کہ جب قہر نہین تو خواہ مخواہ رحم ہی رحم ہے۔

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم بالخصوص یتیمون پر بڑے مہربان تھے اور لوگون کو بھی تاکید رحم کرنے کی فرماتے تھے کہ یتیم
کی پرورش کرنے والا میرے ساتھ بہشت مین اس طرح سے رہیگا اور اپنی دونون انگلیون کیطرف اشارہ فرمایا کہ جسطرح
ہاتھ کی ایک انگلی دوسری سے ملی ہوئی ہے اسیطرح میرے ساتھ یہ ہوگا۔ یہ مضمون صحیح بخاری مین موجود ہے۔ اور یتیم ہی
پر موقوف نہین ہر ضعیف و بیکس پر رحم کرنا اسلام اور اسلامیون کا شیوہ ہے۔ اب اُن بیکسون مین سے ایک سائل بھی
ہے جب نہایت ذلیل وخوار حالت ہوجاتی ہے تب ہی شریف سوال کرتا ہے اس لیئے فرماتا ہے واما السائل فلا تنہر
اور جو کوئی سائل ہو اُسکو نہ جھڑکو۔ اگر اُسکے سوال پورا کرنے کی قدرت ہو تو پورا کرو بشرطیکہ ممنوع امر کا سوال نہو ورنہ نرم الفاظ
مین جواب دیدو۔ سائل کی دلشکنی نکرو۔ اور دیگر طعنہ و تشنیع نکرو کہ ایسے دینے کا کچھ بھی ثواب نہین۔ یہ اس دوسری نعمت
کے شکریہ مین ہے یعنی آپ کو تنگدستی کے بعد غنی کیا اپنے وقت کو نہ بھولو۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور مروت کا کچھ انتہا نہ تھا۔ نہین تو کہنا جانتے ہی نہ تھے۔ آپ بھوکے ہین سائل
نے مانگا جو میسر آیا دیدیا۔ ایکبار بحرین سے نوّے ہزار درہم آئے بانٹ کر خالی ہاتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایکبار ایک
عورت نے ایک عمدہ چادر سی کر آپ کو بھیجی۔ سائل نے مانگی اُسیوقت اتار دی کبھی گھر مین مال و زر کچھ بھی نہین رکھا اُسکے
سواے اپنے پاس نہوا تو قرض لیکر دیا یا اوروں سے فرمایش کرکے دلوادیا۔ یہانتک کہ ایکبار ایکہی کرتا تھا جسے پہنے ہوئے تھے

کسی نے مانگا اتار دیا۔ اب کوئی کپڑا نہیں جو پہنکر باہر نماز پڑھا جانے آویں لوگ بیٹھے راہ دیکھ رہے ہیں۔ اس بارہ میں آخر آیت نازل ہوئی کہ ایسا ہاتھ نہ کھولو کہ تنگ ہوکر گھر میں بیٹھ رہنا پڑے۔

ف آیت میں سائل سے وہی سائل مراد ہیں جو حاجتمند ہوکر سوال کرتے تھے نہ وہ لوگ کہ جنہوں نے بارہ مہینے گداگری کو پیشہ کر لیا ہے اور صحیح و تندرست ہیں کما سکتے ہیں مگر کہیں کوئی بہروپ بھر لیا ہے کہیں کوئی اور صورت بنالی ہو صدہا ہیں اور اشعار یاد کر لیے ہیں اور رٹے گئے ہیں پھر ایک نہیں دو دو چار چار جماعت بناکر مانگتے پھرتے ہیں اور تکیوں میں بیٹھکر مسکرات پیتے ہیں بھنگ گھوٹتے ہیں۔ چرس کے دم لگاتے ہیں نہ نماز ہے نہ روزہ اور اسیکو فقیری اور وصول الی اللہ اور معرفت و حقیقت کی روح جانتے ہیں اور پھر مانگتے کیا ہیں گویا شاہی حکمنامہ ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ اڑتے ہیں تو لیے بغیر ٹلتے نہیں اور پھر کیا کیا آوازہ کستے ہیں۔ ایسا سوال حرام ہے۔ اور ایسے سائل عرب میں نہ تھے اور جو کوئی تھا بھی تو شریعت نے منع کر دیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تندرست سائل کو جو کمانے پر قادر تھا درے مارے ہیں۔ یہ بے حیائی کا پیشہ جیسا ہندوستان میں ہے شاید کہیں اور بھی ہو۔ اس نے صدہا لوگوں کو بیکار اور نکما کر دیا حاجتمندوں کا حق تلف کرا دیا۔ ایسے لوگوں کو دینا اور جو در اصل حاجتمند ہیں اور شرم کے مارے سوال نہیں کرتے ان کو نہ دینا بڑا ظلم ہے۔ اگر اس وقت کے مسلمانوں کی سخاوت قانون محمدی کے موافق ہوتی تو بہت کچھ نفع ہوتا۔ یہ بھی جہل کا کرشمہ ہے۔

ف۔ آیت میں ایک لطیفہ ہے۔ سائل کے لیے لفظ تنہر ایک عجیب لطف عربی زبان والوں کو دے رہا ہے۔ کیونکہ سائل سے سیلان اور نہر سے نہر سمجھا جاتا ہے جسکو سیلان ہوتا ہے۔ سائل سے وہ سائل بھی مراد ہو سکتا ہے جو سائل پوچھے اسکو بھی جھڑکنا نہ چاہیے یہ آداب تعلیم ارشاد ہوا ہے۔

اب اس تیسری نعمت کے مقابلہ میں یعنے ہدایت و ارشاد کے مقابلہ میں یہ حکم ہوتا ہے واما بنعمۃ ربک فحدث اور اپنے رب کی نعمت کو بیان کیا کرو۔ نعمت کا لفظ عام ہے کوئی بھی نعمت ہو۔ اور بیان کرنے سے وہ بیان کرنا مقصود ہے جسمیں تعلی اور استکبار یا ریاکاری نہو۔ بلکہ اوروں کو حق سبحانہ کی عطا و جود کی طرف رغبت دلانا مقصود ہو۔

بعض علماء نے بقرینہ فہدیٰ نعمت سے مراد نبوت و ہدایت لی ہے۔ اور در اصل یہ بڑی نعمت ہے اس سے بڑھکر اور کیا نعمت ہو سکتی ہے اور اسکے بیان کرنے سے بندوں میں اسکا اظہار اور ابلاغ اور گمراہوں کی رہنمائی کرنا مراد ہے۔

ف قرآن مجید میں جو کچھ روحانی برکات ہیں وہ تو ہیں ہی ہیں مگر امور معاش میں بھی ایک اور سے تاثیر ہے کہ جب کبھی کوئی چیز گم ہو جاوے تو سات بار اس سورہ مبارکہ کو پڑھے اور انگلی کے سرے کو سر کے اردگرد پھراتا جاوے اور اسکے اصبحت فی امان اللہ وامسیت فی جوار اللہ امسیت فی امان اللہ واصبحت فی جوار اللہ پڑھکر دستک دے تو وہ چیز مل جاتی ہے۔ روح جو اپنا عالم قدس کا آشیانہ کھو بیٹھی ہے اس سے اسکا بھی جلد پتا لگتا ہے۔　　اللہ اکبر

سورۃ انشراح مکیہ ہے اسمیں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ۙ وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ ۙ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَہْرَکَ ۙ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ۙ

کیا ہم نے تمہارا سینہ نہیں کھول دیا　اور کیا تم سے تمہارا وہ بوجھ نہیں اتار ڈالا کہ جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی　اور کیا تمہارے ذکر کا آوازہ بلند نہیں کیا

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۙ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۙ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ ٥　ع

پھر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ پھر جب تم فارغ ہوکر تو تھک کے پڑا کرو ۔　اور اپنے رب ہی کیطرف دل لگالو

ترکیب

الم نشرح الخ الاستفہام لتقریری والمعنی قد شرحنا لک صدرک - ووضعنا عنک معطوف علی معنی ما تقدم وعنک متعلق بوضعنا ولتقدیمہ علی المفعول الصریح مع ان حقہ التاخیر لتعجیل المسرۃ والتشویق الی المؤخر - الذی الخ صفۃ الوزر - ورفعنا الخ معطوف علی السابق - یسرا اسم ان مع العسر خبرہا والعسر فی الموضعین واحد لان المعرفۃ اذا اعیدت یراد بہا الاول والیسر غیر الاول - ولذا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لن یغلب عسر یسرین ان اللہ یقول ان مع العسر یسرا الخ - اخرجہ عبد الرزاق وسعید بن منصور والبیہقی فی شعب الایمان وغیرہم ۔

تفسیر

یہ سورۃ بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی جمہور کا اسپر اتفاق ہے ۔ حضرت عائشہؓ و ابن عباسؓ کا یہی قول ہے ۔ اس میں آٹھ آیات ہیں ۔ اسکی مناسبت سورہ والضحیٰ سے ایسی ہے کہ بعض نے اسکو پہلی سورۃ کا جزو سمجھ لیا اور کہدیا کہ دونوں ایک سورۃ ہیں ۔ چنانچہ شیعہ کا یہی قول ہے ۔ لیکن درا صل یہ دونوں دو سورت ہیں اس لیئے کہ وہاں استفہام غائب کے صیغوں سے ہے جیسا کہ الم یجدک یتیما الخ اور یہاں متکلم کے صیغہ سے اور دونوں کے اسلوب میں بڑا فرق ہے ۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس سورۃ کے مضامین سورہ والضحیٰ کے اخیر مضامین کا بقیہ ہیں ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جو جو افضال الٰہی ہوئے ہیں انکی طرف چھوٹے چھوٹے جملوں میں اشارہ ہے اور بعد اسکے وہ حکم ہوئے ہیں جو تکمیل و ترقی کے لیئے دو رکن رکین ہیں ۔

آنحضرت صلعم کے اندر خدا ئے پاک نے دو قسم کے کمالات ودیعت رکھے تھے ایک وہ کہ جنکا تعلق مخلوق سے ہے اور دوسرے وہ کہ جنکا تعلق خاص آنحضرت صلعم کی ذات پاک اور حق سبحانہ سے ہے ۔ اول قسم کے کمالات میں سے وہ تین کمال سورہ والضحیٰ میں مذکور تھے (۱) یتیمی اور اس میں باوجود ایسے اسباب پیدا ہوجانے کے کہ کوئی سرپرست

اور معلم نہ رہا تھا۔ پھر کمالات ظاہری اور باطنی کی ایسے معلم نے تعلیم دی کہ انبیاء اولو العزم اور حکماء باکمال سے صدہا منازل آگے بڑھ گئے (دوم) ہدایت عطا کرنا اور اسکے صدہا اقسام ہین۔ اور دنیاوی تدابیر اگر موافق مصلحت اور مقتضے حال کے نہون تو گمراہی ہے پھر انمین سیدھی راہ کی تعلیم والہام ہدایت ہے۔ پھر دینی امور مین قوانین نوامیسیہ لیکر قوانین سیاسیہ تک راہ راست سے افراط وتفریط ضلال ہے اور راہ راست کی تعلیم والہام ہدایت ہے اسیطرح اخلاق مین افراط وتفریط ضلال ہے ان مین راہ راست کی تعلیم والہام ہدایت ہے۔ اسیطرح قوی انسانیہ کی تہذیب ہدایت ہے اور اسکے برخلاف ضلال ہے۔ اسیطرح مراتب قرب ومنازل تقرب مین اوپر کے درجہ کی تعلیم ہدایت ہے اور اسکے نیچا درجہ نقص وضلال ہے۔

ان سب امور مین حق سبحانہ نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی یہ کیسی نعمت وحکمت ہے (٣) غنائے نفس اور غنائے مال جو ایک اور نعمت ہے اسکا عطا کرنا بڑا احسان ہے کیونکہ ایسے مصلح قوم بنی آدم کے لیئے اگر استغنا نہو تو کوئی فائدہ مترتب نہو یہ تکمیل الکمال تھا۔

ان تینون کمالات کے بعد اس سورہ مین تین وہ کمال بیان فرماتا ہے جنکا تعلق خاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حق سبحانہ کے مابین ہے اور وہ یہ ہین (١) شرح صدر۔ اس کے لفظی معنے ہین سینہ کھولدینا۔ یہ ہدایت کا اعلیٰ مرتبہ ہے۔ اس مرتبہ مین تمام حقائق ملک وملکوت لاہوت وجبروت منکشف ہوجاتے ہین۔ زبان اسرار غیب کی کنجی اور دل خزانہ ہوجاتا ہے۔ پھر وہ جو کچھ فرماتا ہے عالم غیب مین مشاہدہ کرکے فرماتا ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اسی مرتبہ کے عطا ہونے کی التجا کی تھی رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي کہ اے رب میرا سینہ کھولدے یہ مرتبہ اولو العزم انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوا کرتا ہے اور آنحضرت کی نبوت کبریٰ کے لیئے یہ مرتبہ اور یہ کمال ضروری تھا اس لیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کمال حاصل ہونے کی استفہام تقریری کے پیرایہ مین خبر دیتا ہے کیا ہمنے تمہارا سینہ نہین کھولدیا ہمنے کھولدیا تاکہ آپ کو اور لوگون کو آپ کی نبوت کبریٰ کا اطمینان حاصل ہو اس لیئے سب اول اسی کمال کا اظہار فرماتا ہے۔ فقال الم نشرح لک صدرک کہ کیا ہمنے اے نبی تیرا سینہ نہین کھولدیا؟ ضرور کھولدیا یہ استفہام تقریری کامل ثبوت کا فائدہ دیا کرتا ہے۔ احادیث صحیحہ مین وارد ہے کہ دو بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سینہ فرشتون نے چاک کرکے قلب مبارک کو نورانی طشت مین آب قدس سے دھویا ایک بار لڑکپن مین جبکہ آپ حلیمہ سعدیہ کے ہان پرورش پایا کرتے تھے۔ دوبارہ جبکہ معراج کو تشریف شریف عالم بالا کی طرف لیگئے۔ جمیع الوانث بشریہ وکدورات انسانیہ دھو دیئے تھے۔ یہ اسی شرح صدر کی تاثیر تھی کہ دنیا ومافیہا آپ کے نزدیک مچھر کے پر کی برابر بھی وقعت نہین رکھتے تھے۔ اور غم اور خوشی دونون حالتین آپ پر کوئی تغیر پیدا نکرتی تھین۔ ہمت عالی کے نزدیک تمام جہان کی اصلاح کے لیئے کھڑا ہونا اور دنیا کو ناپاک کرنیوالی قوی سلطنتون کا اکھیڑکر پھینک دینا کہ جنکی نسبت یہ خیال کرنا بھی جنون شمار ہوتا تھا

کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ہر حال میں آپ انبساط قلبی کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کرتے تھے۔ لک کی قید یہ بتلا رہی ہے کہ اور کسی کیلئے یہ شرح صدر مراد نہیں بلکہ خاص آپ ہی کے لئے اور آپ ہی کے واسطے۔

فنا شرح صدر فرمایا شرح قلب نہ فرمایا اس میں کیا نکتہ ہے؟ اس میں یہ نکتہ ہے کہ صدر سینہ کو کہتے ہیں کہ جسکے اندر قلب ہے جب قلب کا قلعہ ہی درست کردیا اور شیطان اور اسکے وسواس کی آمد و رفت بند کردی ہو تو پھر قلب تک کہاں رسائی ہو سکتی ہے کس لیئے کہ وہ تو سینہ میں ایک محفوظ جگہ ہے۔ جیسا کہ جب کوئی شہر محفوظ کردیا جاوے تو اس شہر میں جو مخصوص گھر ہے وہ بدرجہ اول محفوظ ہوگا۔ اور جب چور اس محفوظ گھر میں آنا چاہتا ہے تو اول اس شہر میں گھستا ہے پھر جب کوئی رستہ پاتا ہے تو اس گھر میں بھی آگھستا ہے اور ہموم و غموم دنیا کے زہریلے اثر اور حب الشہوات و حرص و آرزو ہائے دور دراز کے تلخ ثمر اور دار آخرت سے غفلت اور حق سبحانہ سے محجوبیت کے ظلمات ڈال جاتا ہے پھر نہ کسی طاعت میں لذت نہ اسلام و ایمان میں حلاوت پاتا ہے اور نہ اسکی طرف رغبت کرتا ہے۔ اور جب یہ شہر ہی محفوظ ہو جاتا ہے اور اس میں ایسی روشنی تجلیات الٰہی کی ہوتی ہے کہ کوئی چور و مسترق روحانی جذبات کے پاسبانوں کے سامنے آنے نہیں پاتا تب عبادات و ریاضات میں حلاوت پاتا ہے اس لیئے شرح صدر فرمایا نہ شرح قلب۔

اب دوسرے کمال کا اظہار فرماتا ہے (۲) ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظہرک کہ ہمنے تمہارے اس بوجھ کو کہ جس نے تمہاری پیٹھ توڑ ڈالی تھی تم سے اتار دیا۔ وہ بوجھ کیا تھا؟ صحیح تر بات یہی ہے کہ جسکی روح میں جو استعداد رکھی گئی ہے اس کے حاصل کرنے میں کوشش کرنا ایک جبلی بات ہے اور جب انسانی قویٰ اور اسکے اعضاء ان چیزوں کی برداشت نہیں کرتے اور ان استعدادات کے حاصل کرنے میں تائید نہیں کرتے تو وہ چیزیں کہ جنکا داعیہ اسکی روح کو ہے ایک بار گراں معلوم ہونے لگتی ہیں۔ اور بڑی کشمکش اور اضطراب میں پڑ جاتا ہے۔ یہ ہے بار گراں اور یہ ہر شخص پر اس کے روحانی حوصلے کے موافق کم و زیادہ ہوا کرتا ہے۔ چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا حوصلہ بہت ہی بڑا تھا۔ اور خصوصاً اس سبب سے کہ شرح صدر ہو چکی تھی تو آپ کے عزائم کا کیا انتہا۔ اور مکہ میں اس وقت تک آپ کے پاس اس کے سرانجام کے اسباب نہ تھے نہ آپ کے قویٰ و جوارح ان کا تحمل کر سکتے تھے۔ یہ تھا وہ بوجھ بھاری کہ جسنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ توڑ رکھی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو یوں اتار دیا کہ اسکے سامان بہم پہونچا دیئے اور قویٰ و جوارح میں طاقت دیدی یا سامان بہم پہونچانے کا یہ قوی وعدہ ہے چونکہ یقینی ہے اس لیئے اس آنے والی چیز کی ماضی کے صیغوں سے خبر دیتا ہے۔ یہ ایک قوی پیشینگوئی ہے جسکا تحقق بہت جلد ہوا۔

بعض صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ وہ نبوت اور اسکے لوازمات کا بوجھ تھا کس لیئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جب شرح صدر ہو چکا تھا اور تجلیات الٰہیہ و آفتاب ذات حق سبحانہ آپ کی روح پر جلوہ گر ہو چکا تھا تو آپ مقام شہود میں تھے اسوقت سوائے خالق اکبر کے اور کوئی دکھائی ہی نہیں دیتا تھا مخلوق کا وجود ہی معدوم معلوم ہوتا تھا پھر انکے افعال خیر و شر کا

تو گیا ذکر تھا پھر کس کو کس بات سے منع کرتے اور کس کو کس بات کا حکم دیتے۔ سعدی

بسا میری نظر و نہیں تو خورشید ہے ؛ جدہر دیکھتا ہون ادہر تو ہی تو ہے

پھر ایسے مستغرق الحال کو مخلوق کیطرف متوجہ ہونا اور اعلےٰ مقام سے نیچے تنزل کرنا سخت بوجھ ہے پھر اس بوجھ کو خدا پاک نے یون اتارا کہ مقام بقا مین آپ کو ایسی ثابت قدمی عطا فرمائی کہ کثرت وحدت کا حجاب نہوئی عین تفصیل مین جمعیت کا مشاہدہ کرتے تھے اور مخلوق کی طرف متوجہ ہونے سے وہ شہود غائب نہین ہوتا تھا یہ انتہی درجہ کا کمال ہے جو انبیاء اولو العزم کا حصہ خاص ہے۔

بعض حضرات یون بھی ارشاد فرماتے ہین کہ وہ بوجھ بھاری جس نے کمر توڑ رکھی تھی وہ جہولانیت اور امکان کا بوجھ تھا جو آپ کو اوپر نہ ابھرنے دیتا تھا اور عالم قدس کے لحوق سے مانع تھا پھر جب اسکو خفیف کر دیا اور صفت امکان پر تقدس روح کا پرتو پڑگیا تو وہ بوجھ اتر گیا اور باطناً آپ عالم قدس کے لوگون مین داخل ہوگئے اور اسی لیئے طرفۃ العین مین آسمانون پر تشریف لے گئے اور یہی وہ رفع ذکر ہے جسکا ذکر آتا ہے (۳) ورفعنا لک ذکرک اور ہمنے تمہارے لیئے تمہارا ذکر بلند کیا اذان مین اللہ تعالےٰ کے نام کے ساتھ پانچ وقت آپ کا نام مبارک بھی پکارا جاتا ہے۔ خطبہ مین حضرت پر ثنا و درود ہوتی ہے کلمہ جو ایمان کی جڑ ہے اسکے اندر بھی آپ کا ذکر ہے ہر حال مین باستثناء مواضع چند جہان حق سبحانہ کا ذکر ہے وہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی ہے۔ عالم غیب مین آپ سلطان ہین کوئی جگہ اور کوئی محل نہین جہان آپ کا ذکر خیر نہو قبر مین بھی اور حشر مین بھی۔ ملائکہ بھی پوچھتے ہین کہ آنحضرت صلعم کا مطیع تھا یا نا فرمان آنپر ایمان بھی لایا تھا یا نہین۔ جنت کے دروازون اور عرش کے کنگرون پر بھی اسم گرامی مکتوب ہے۔ موافق یا مخالف کی کوئی ایسی تاریخ نہین جس مین حضرت کا ذکر نہو منکر بھی محامد ہی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اب معمورۂ دنیا پر کوئی ایسی جگہ نہین کہ جہان آپ کا ذکر نہو۔ پھر اس سے بڑھکر اور کیا رفعت ہوگی۔

اس رفعت ذکر کو ایک محل رفیع الشان سے تشبیہ دیجاوے کہ جس مین بارہ کمرے ہون تو نہایت ہی مناسب ہے ہر ایک مین آپ ہی حاکم اعلےٰ ہون۔ جسکی توضیح یہ ہے کہ ایک کمرہ مین ایک بادشاہ عظیم الشان بیٹھا ہوا ہے اور اسکے سامنے روے زمین کے بڑے بڑے بادشاہ عرب و عجم روم و شام ایران و ہند وغیرہ ممالک کے دست بستہ حاضر ہین اور تدابیر مملکت اور قوانین جہانداری آپ سے دریافت کر رہے ہین اور جو کچھ آپ فرماتے ہین اسکو سر اور آنکھون پر رکھتے ہین کہین ہارون الرشید دست بستہ کھڑے ہین کسی گوشہ مین مامون ہین۔ کسی مین سلاطین سلجوقیہ ہین کہین خلفاے مصر ہین۔ پھر ان سے پیچھے کہین سلطان بایزید یلدرم ہین۔ اور کہین سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ ہین۔ اور کہین تیمور صاحبقران ہین اور کہین علاء الدین خلجی اور سلطان محمود۔ الغرض ہر ملک اور ہر زمانہ کے نام آور با اقبال بادشاہ جنکے تذکرون سے کتب تواریخ مزین ہین اور جنکے کارنامے زبان زد خلائق ہین ایک شاہنشاہ کے سامنے مسلح حاضر ہین اور حکم کے منتظر ہین۔ اور وہ ان جملہ بادشاہون کا بادشاہ کون ہے وہی ذات بابرکات محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔

پھر دوسرے کمرہ مین ایک حکیم استاد زمانہ بیٹھا ہوا ہے اور اسکے سامنے دنیا بھر کے حکماء اور فیلسوف دست بستہ حاضر کھڑے ہین

رفع ذکر کا بیان

اور علوم سیاست منزل و تہذیب اخلاق و درستی آداب حاصل کر رہے ہین - کہین ابو علی سینا کھڑا ہے - کہین ابو ریحان بیرونی کھڑا ہے - کہین ظہیر فارابی - اور کہین شہرستانی - اور کہین نصیر طوسی وغیرہ وغیرہ حکماء دہر علوم کا استفادہ کر رہے ہین - اور وہ استاد کل صلے اللہ علیہ وسلم ہر ایک کو اسکی استعداد و فہم کے موافق تعلیم دے رہے ہین ۔

تیسرا کمرہ

تیسرے کمرہ مین قانون محمدی کی بہت سی کتابین دھری ہوئی ہین ہدایہ وغیرہ - اور ایک قاضی القضاۃ علیہ الصلوۃ والسلام بڑی تمکنت اور وقار سے بیٹھے ہوئے ہین - اور اسکے سامنے بڑے بڑے معاملہ فہم اور مجتہد قوانین سیاسیہ و نوامیس حاضر ہین - کہین امام ابو حنیفہ ہین تو کہین قاضی ابو یوسف اور امام محمد اور امام مالک و امام شافعی حاضر ہین - پھر انکے پیچھے امام الحرمین و ابن دقیق العید و تاج الدین سبکی وغیرہ حاضر ہین - اور آپ کے فیصلجات اور ارشادات کو اپنا دستور العمل بنا رہے ہین -

چوتھا کمرہ

چوتھے کمرہ مین ایک مفتی مقرر مسند افتا پر بیٹھے ہوئے ہین اور علوم و فنون کے دریا جو اسکے سینہ مین جوش زن ہین رواں ہین - کہین تو نئے واقعات کے احکام کتاب و سنت سے قواعد و اصول کے مطابق نکال کر توضیح کیجا رہی ہے - کہین محدثین محنت و نگار فنون احادیث سے بحث کرکے استفیدہ ہو رہے ہین اور کہین مفسرین زمان قرآن مجید کے جلوہ مین جو جو اسرار ودیعت رکھے ہوئے ہین ان سے استفسار کرکے قلب بند کر رہے ہین - اور کہین واقعات قرآنیہ کی تحقیق کر رہے ہین اور کہین اہل دل ان آیات سے جنمین روحانی جذبات مذکور ہین استفادہ کرکے حظ وافر اٹھا رہے ہین - کہین فرائض نویسون کی ایک جماعت مسائل فرائض و میراث دریافت کر رہی ہے - اور کہین قراء بیٹھے ہوئے تصحیح قراءت کر رہے ہین اور الفاظ قرآنیہ کو انہین لب و لہجہ سے ادا کرنا سیکھتے ہین - اور کہین نماز و روزہ حج و زکوۃ وغیرہا فرائض کے آداب و سنن پوچھ رہے ہین - اور کہین معاملات بیع و رہن وغیرہ کے متعلق مسائل دریافت کر رہے ہین - اور کہین متکلمین علم عقائد کے مسائل کا استفادہ کر رہے ہین مخلوق کی ابتدا اور انتہا اور صفات باری اور اسکے افعال اور وجود ملائکہ اور اسکے پیغمبرون اور انکی کتابون اور انکے شرائع سے سوال کر رہے ہین کہین مرنے کے بعد سے لیکر جو کچھ اخیر تک روح پر واقعات گزرتے ہین ان کا حال دریافت کر رہے ہین - اور کہین دنیا بھر کے مذاہب کا حال دریافت کر رہے ہین کہ ان مین سے کون کون سر سے سے غلط اور خیالات جاہلانہ پر مبنی تھے - اور کون سے من اللہ ہین - جو انبیاء علیہم السلام کی معرفت دنیا مین ظاہر ہوئے تھے مگر بعد مین ان مین تحریف و تبدیل ہو کر انکی صورت بگڑ گئی اور کہین ایک جماعت اسرار احکام الٰہی دریافت کر رہی ہے - اور کہین علم زہد و رقاق کے دقائق حل کر رہے ہین - یہ مفتی مقرر وہی سرور کائنات ہین - علیہ افضل التحیۃ والصلوۃ ۔

پانچواں کمرہ

پانچوین کمرہ مین ایک محتسب باوقار مسند حکومت پر بیٹھا ہوا ہے - اور احکام الٰہی سے نافرمانی کرنے والون کو سزائین دلوا رہا ہے - کہین زانی سنگسار ہو رہا ہے - اور کہین چور کے ہاتھ کاٹے جا رہے ہین - اور کہین مسکرات کے استعمال کرنے والون پر درے پڑ رہے ہین - کہین ظلم و تعدی کرنیوالونکو سزائین ہو رہی ہین - اور کہین لہو و لعب ناچ باجے والون پکڑے پڑ رہے ہین شہوات اور فسق و فجور کے رسوم مٹائے

جا رہے ہین۔ دغا بازون۔ مکارون۔ فریبیون پر سرزنش ہو رہی ہے۔ مرتشی حکام سے باز پرس ہو رہی ہے صاحب وقار
منصب بھی وہی عالیجناب ہین صلے اللہ علیہ وسلم۔ چھٹے کمرہ مین ایک ملکی مدبر اور پولٹکل خیالات کا حل کرنے والا
نہایت عز و وقار سے مسند پر بیٹھا ہوا ہے۔ بڑے بڑے مدبران ملک دست بستہ زمانہ کے موافق تدابیر پوچھ رہے ہین پھر
کہین سلطنت کے اصول بیان فرما رہے ہین امرہم شوریٰ کا اشارہ کرکے کار و بار سلطنت کے لیئے مدبران قوم کو کمیٹی یا
مجلس قائم ہونے کا حکم دے رہے ہین اور تمام شاہی اختیارات قومی مشورہ کے سپرد فرما رہے ہین۔ اور کہین سلطنت
کے استحکام کے لیئے قومی لشکر جرار کی تیاری کا حکم دے رہے ہین واعدوا لہم ما استطعتم اور ہر زمانہ کے موافق اسلحہ
و سامان حرب مین سب سے اول رکھنے کی تاکید فرما رہے ہین۔ اور والیان سلطنت کے افسرون کی اطاعت کا حکم موکد صادر
فرما رہے ہین من اطاع امیری فقد اطاعنی پھر قرب و جوار کی سلطنتون کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیئے اسکے قوانین و دستورات
کی تعلیم دے رہے ہین۔ کہین ملک مین امن و امان قائم کرنے کی تاکید شدید کر رہے ہین کہین عہدنامون کی پابندی پر مجبور
فرما کر قوم کے عزت و وقار کو قائم رکھنے کی تدبیر کر رہے ہین۔ کہین قوم کو ماتحتون پر رحمت و شفقت کی ترغیب دلا رہے ہین
اور کہین سرکشون خیرہ چشمون سے سختی اور جوانمردی کرنے کی تاکید فرما رہے ہین۔ کس لیئے کہ قیام سلطنت کے یہی اصول
ہین۔ کہین قوم کو نیک چلنی اور پرہیزگاری کی تعلیم اور عیش و نشاط مین پڑنے کی ممانعت کر رہے ہین اور باہمی اتحاد و محبت
کے اصول۔ جماعت کی نماز۔ جمعہ و عیدین اور حج اور بیمار کی پرسش اور سلام کا جواب دینا۔ حاجات مین کام آنا معاملات
مین درگزر کرنا وغیرہ تعلیم کر رہے ہین۔ اور کہین فتوحات کے حوصلے دلا رہے ہین۔ اور احدی بنکر گھر مین بیٹھ رہنے
کی برائیان بیان فرما رہے ہین۔ یہ کون ہین؟ وہی عالی جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم۔ ساتوین کمرہ مین ایک عابد

ساتوین کمرہ

و زاہد دنیا و مافیہا پر لات مارے کس استغناء سے بیٹھا ہوا ہے۔ اور صبح سے شام تک اور رات اور دن مین اپنی عمر گرانمایہ
کی ایک گھڑی تو کیا پل بھی بیکار نہین کھوتا کبھی تلاوت قرآن مع التدبر التام ہے اور کبھی نوافل مین مشغول ہین کبھی
تسبیح و تہلیل مین مصروف ہین اور اوراد و ادعیہ صبح و شام رات اور دن مین سے کسیکو بھی ترک نہین کرتے ایک خشک
ٹکڑے اور پانی کے گھونٹ اور موٹے پرانے کپڑون پر اقتصار ہے۔ اور کسی غار یا ٹوٹے پھوٹے مکان کے گوشہ مین
رہتے ہین انکے چہرے پر انوار چمک رہے ہین لوگون کو ان سے دلی انس ہے۔ ملائکہ علوی و سفلی بھی انکے پاس آتے ہین
اور بندگان خدا بھی جوق جوق آکر مستفید ہوتے ہین پھر کسیکو نوافل اور تہجد مین اوراد و اشغال کی تعلیم ہے کسیکو ذکر
و ظائف کی تلقین ہے نہ کسی امیر کی پروا نہ کسی دولتمند کے آنے کی تمنا یہ حضرت بھی وہی سرور کائنات ہین صلوٰۃ اللہ علیہ
وسلامہ۔ آٹھوین کمرہ مین ایک عارف و کامل تشریف رکھتے ہین جو ذات و صفات کے اسرار اور عالم ناسوت و ملکوت

آٹھوان کمرہ

کے حقائق اسکے دل فیض منزل پر منکشف ہین۔ حقائق و معارف مواجید و اشواق کا اسکی زبان فیض ترجمان سے دریا
جاری ہے۔ فصوص الحکم و فتوحات مکیہ وغیرہ کتابین اسی ذات مقدس کے بیانات سے لکھی جا رہی ہین وہ بھی آپ ہی

نواں کمرہ

ہین صلے اللہ علیہ وسلم ۔ نوین کمرے مین ایک واعظ منبر پر بیٹھا ہوا ہے لوگون کی روح اور دلون کو اپنے کلام کی تاثیر سے
ہلا رہا ہے اور ایسا سکہ بٹھا رہا ہے کہ پھر وہ دور ہی نہین ہوتا ۔ کسیکو ثواب عظیم واجر جزیل کی ترغیب سے راہ پر لا رہا
اور کسیکو عذاب قبر اور عذاب جہنم کی لپیٹین دکھا کر توبہ کرا رہا ہے ۔ اور کسیکو دار آخرت کے درجات اور حیات
جاودانی کے برکات دکھا کر نیک کامون پر آمادہ کر رہا ہے ۔ ہزارون کافر و بت پرست کفر و بت پرستی سے توبہ
کرکے ایمان لا رہے ہین ۔ بدکار اپنی بدکاری پر نادم ہوکر رو رہے ہین سنگدلون کا دل موم ہوکر پگھلا جا رہا ہے ۔ مجلس
مین آہ و بکا کی آواز دلون کو ہلا رہی ہے ۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ اثر مین وہ قیام ہے کہ پھر دور ہی نہین ہوتا ۔ جو ایکبار بھی
اس مجلس مین آگیا اسپر بھی ایسا رنگ جما کہ عمر بھر نہ اترا ۔ خونخوار خونی ایسے رحمدل ہوگئے کہ چڑیا کے بچے پر بھی اپنے
بچون سے زیادہ شفقت کرنے لگے ۔ شہوت پرست پرہیزگار بن گئے ۔ سست و غافل ہوشیار بن گئے ۔ کنجوس اور کٹر سخی

دسواں کمرہ

ہوگئے ۔ دنیا کی کایا پلٹ گئی یہ حضرت واعظ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہین ۔ دسوین کمرے مین ایک بڑے مرشد کامل
صاحب طریقہ و صاحب دل بیٹھے ہوئے ہین جنکی نگاہ خاک کو کیمیا کر رہی ہے طالبان خدا انکے اردگرد ہجوم ہے وہ
ہر ایک کے اسکی استعداد کے موافق حجاب دور کر رہے ہین ۔ اور وصول الی اللہ کے رستے بتا رہے ہین اور انکے مقامات
واحوال اور مراتب و مناصب ظاہر کر رہے ہین اور مریدون کے باطن مین رنگا رنگ توجہات و تاثیرات پیدا کر رہے ہین ۔
کسیکو وجد آرہا ہے کوئی حیرت زدہ ہو رہا ہے ۔ کوئی لطائف پر نظر کر رہا ہے ۔ کسی پر فنا کا غلبہ ہے تو کسی پر بقا کا کوئی وحدت
کے دریا مین ڈوبا ہوا ہے تو کوئی تفرید کے جنگل مین ٹکرا رہا ہے ۔ حضرت جنید بغدادی و شبلی و سید عبد القادر جیلانی و شیخ
احمد بدوی و معین الدین چشتی و نظام الدین محبوب الٰہی و شیخ شہاب الدین سہروردی و خواجہ بہاء الدین نقشبند وغیرہ

گیارہواں کمرہ

اولیاء کرام حاضر ہین ۔ یہ مرشد کامل بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہین ۔ گیارہوین کمرے مین ایک نور پیکر بیٹھا ہوا ہے
جس کے رخسارون پر آفتاب و ماہتاب قربان ہو رہے ہین اور آسمان کے ستارے نثار ۔ وہ جمال الٰہی کا پورا آئینہ
ہے ازلی محبوبیت اسمین کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے اسمین ایک ایسی کشش ہے جو تمام بنی آدم کے دل بیخود اسکی طرف

بارہواں کمرہ

کھنچے چلے آرہے ہین ۔ مخلوق پروانہ کیطرح بے اختیار اس شمع پر قربان ہو رہی ہے وہ بھی آپ ہی ہین ۔ بارہوین کمرے مین
ایک رسول صاحب کتاب نہایت عز و شان کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہوا ہے ۔ اور حضرت ابراہیم و اسحاق و یعقوب
و داؤد و سلیمان و موسے و عیسے علیہم السلام اُن کے اردگرد تشریف رکھتے ہین ۔ اور یہ خاتم النبیین انکی شریعتون مین
اصلاح کر رہے ہین ۔ کہین ضرورت زمانہ کے لحاظ سے کچھ احکام بڑھا رہے ہین کہین گھٹا رہے ہین کہین مٹے ہوئے نشانون کو
از سر نو قائم فرما رہے ہین اور سب تسلیم کر رہے ہین اور اپنا استاد مان رہے ہین یہ بھی وہی ہین صلے اللہ علیہ وسلم ۔
یہ ہے وہ شرح صدر اور یہ ہے وہ رفع ذکر جسکی پوری شرح ایک کتاب مین بھی ناممکن ہے ۔
حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ مین چند اشعار نظم کیے ہین اور وہ یہ ہین ۔

اغر علیہ للنبوۃ خاتم		من اللہ مشہود یلوح ویشہد
وضم الالہ اسم النبی مع اسمہ		اذ قال فی الخمس المؤذن اشہد
وشق لہ من اسمہ لیجلہ		فذو العرش محمود وہذا محمد

چونکہ یہ رفع ذکر و شرح صدر و وضع وزر جو بڑی نعمت و سرور دائمی ہے یوں ہی نہیں مل گئی ہے اس کے لیے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بڑے بڑے مجاہدات کئے ہیں اس لئے فرماتا ہے فان مع العسر یسرا کہ بیشک ہر سختی کے ساتھ آسانی بھی ہے جب کوئی سختی اور مشقت کا بوجھ سر پر پڑتا ہے تو بہت دیر کے بعد نہیں بلکہ بہت جلد راحت بھی پاتا ہے۔ اسی لیے بعد کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ مع کا یعنی کچھ دیر نہیں۔ آئین ایمانداروں کو آگے سامی جمیلہ پر دنیا و آخرت میں کامیابی کا پورا وعدہ ہے اور اسی لئے اس جملہ کو دوبارہ تاکید کے لئے فرمایا جاتا ہے ان مع العسر یسرا کہ فرحت ورنج کے بعد خوشی اور دکھ کے بعد سکھ ہے۔ صبر کا نتیجہ اچھا ہے۔ دنیا میں دیکھو جب کاشتکار زراعت کی مشقت اٹھاتا ہے تو غلہ پیدا ہونے کی خوشی دیکھتا ہے۔ علم میں اور کمالات حاصل کرنے میں جو مشقتیں اٹھاتے ہیں بہت جلد اپنی کوشش کے پھل پاتے ہیں۔ اسیطرح جو ایماندار نفس کو بدخواہشوں سے روکتے اور عبادت و فرائض کے ادا کرنے کی مشقت و محنت اٹھاتے ہیں دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد جو بہت ہی قریب زمانہ ہے اور گویا ساتھ ہی لگا ہوا ہے عمدہ پھل پاویں گے اسمیں سستوں اور کاہلوں تن پروروں کو تنبیہ ہے کہ وہ کبھی سعادت کا منہ نہیں دیکھیں گے۔

اس جملہ کے دوبارہ لانے سے محاورہ عرب کے موافق زبان دانوں نے یہ سمجھا ہے کہ خدا تعالےٰ ایک سختی کے ساتھ دو راحت عطا کیا کرتا ہے یا کہو دو راحت عطا کرنے کا وعدہ کرتا ہے کس لئے کہ لفظ عسر الف لام آنے سے معرفہ ہوگیا اور یسر نکرہ ہے۔ اور جب معرفہ بار دگر ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے وہی مراد ہوتا ہے برخلاف نکرہ کے کہ اسکے دوبارہ آنے سے پہلے سے غیر مراد ہوتا ہے۔ اس قاعدہ سے عسر تو وہی ایک رہا اور یسر دو ہوگئے اور اسکی تائید ان روایات سے ہوتی ہے جو عبد الرزاق وسعید بن منصور و عبد بن حمید و بیہقی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک عسر دو یسر پر غالب نہوگا کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ان مع العسر یسرا الخ بزار محدث نے کہا ہے کہ اس روایت کے سلسلہ میں ابو حاتم رازی ہے اور اسکی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ حسن بصری سے عبد الرزاق و ابن جریر اور حاکم اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خوش اور شاد گھر سے باہر تشریف لائے ہنس رہے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ ایک عسر یعنی سختی دو یسر یعنی آسانی پر غالب نہ آئیگی فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا۔ کسی عرب کے شاعر نے بھی اس مضمون کو اس شعر میں ادا کیا ہے ؎

اذا اشتدت بک البلوی ففکر فی الم نشرح ۞ فعسر بین یسرین اذا فکرتہ فافرح ۞ کہ جب تجھ پر کوئی بلا آوے تو الم نشرح سورۃ کو غور کر کہ اس میں ایک مشکل پر دو آسانیوں کا وعدہ مذکور ہے۔ بعض علماء نے مع سے حقیقی معیت

سمجھ کر ایک اشکال پیدا کیا ہے پھر اسکا جواب یون دیا ہے کہ خاص مصیبت کے وقت مین تحمل اور آیندہ آنے والی
راحت کی قوی امید پہ بھی ایک یسر ہوتا ہے۔ اگر یہ نہو تو وہ مصیبت نہ کٹے اور پھر دوسرا یسر اس مصیبت کے
بعد میسر آتا ہے جبکہ اس محنت یا مصیبت کا اس رحیم و کریم کی طرف سے بدلہ ملتا ہے مگر یہ سب کچھ ایمان اور صبر کے
ساتھ مشروط ہے وہ جو بے صبر و بے ایمان ہین جنکو خدا تعالےٰ کا اعتقاد نہ اسکے وعدہ پر بھروسہ۔ اگر کسی مصیبت کے بعد
راحت نہ دیکھین اور خود مصیبت کے وقت بھی اطمینان و امید کی راحت قلبی انکو نصیب نہو تو کچھ عجب نہین اور ایسا دیکھا
بھی گیا ہے۔

عرفاء کرام اس آیت کی یون تفسیر کرتے ہین کہ عسر مجاہدہ کے ساتھ یسر مشاہدہ ہے اور عسر انفعال کے ساتھ یسر
اتصال ہے۔ اور عسر قبض کے ساتھ یسر بسط رکھا ہوا ہے اور اسکے بعد دوسرا یسر کشف حجاب اور رفع عتاب کا ہے یا یون
کہو کہ عسر اول جو احتجاب بالخلق عن الحق ہے اسکے بعد یسر کشف ذات ہے اور دوسرے عسر کے بعد جو احتجاب عن الخلق
بالحق ہے دوسرا یسر ہے اور وہ شرح صدر اور ثبات مشاہدہ ہے کہ کثرت مین بھی وحدت کا جلوہ ہے اور یہ مقام نبوت ہے۔
بعض علماء فرماتے ہین کہ ایک یسر سے مراد یسر دنیا اور ملکون اور شہرون کا فتح کرنا اور اعداء دین پر غلبہ پانا ہے
اور دوسرے سے مراد یسر آخرت ہے اور وہ ثواب جنت اور عالم باقی کے درجات ہین جیسا کہ اس آیت مین اشارہ ہے
ہل تربصون بنا الا احدی الحسنیین حالانکہ یہان دونون حسنی سے حسن ظفر اور حسن ثواب مراد ہے۔ گویا اس جملہ مین ایماندارونکو
بشارت ہے کہ اگر تم اسلام مین سرگرمی اور کوشش کروگے سستی اور نامردی اور دنیا پر فریفتہ ہوکر اسلام مین دغابازی
نکروگے تو تمکو دو آسانیان اور فرحتین اس ایک تکلیف کے بدلہ مین ملین گین۔ ایک دنیا مین فتح و ظفر عزت و اقبال
دوسری آخرت کے درجات۔ اور اگر یہ عسر گوارا نکروگے تو دنیا مین ذلت اور آخرت مین عذاب الیم پاؤگے۔

جہانتک تجربہ ہوا اور تواریخ زمانہ شہادت دے رہی ہین اس سے یہی ثابت ہوا کہ جب مسلمانون نے اسلام کے فرائض
بجالانے کی تکلیف گوارا کی خصوصاً اعداء دین کے مقابلہ مین جوانمردی کی تو وہ ملکون کے مالک اور آخرت کے حصہ دار
ہوگئے جسکی نظیر صحابہ کرام اور انکے بعد اسلامیون کے عروج کا زمانہ ہے۔ پھر جب فرائض اسلام ترک کئے عیش و
نشاط مین پڑے نامردی اور خیانت اور حمق مین مبتلا ہوئے تو دنیا مین غیرون نے انکے تاج و تخت چھینے انکی عزتون
کو خاک مین ملایا غلامی کی ہتکڑیان اور فرمانبرداری کا طوق جو لعنت کا طوق ہے انکی گردنون مین ڈالا۔ پھر دین بھی برباد
ہوا دنیا بھی گئی۔ سب سے اول خلافت عباسیہ کا انجام دیکھو کہ اس عہد کے نالائق خلیفہ کی عیاشی اور عہدہ دارونکی تن پروری
اور غفلت اور عیش پسندی اور خیانت نے کیا آفت برپا کی۔ دجلہ کا پانی مسلمانون کے خون سے سرخ ہوا عورتون کی عصمت
تاتاری کفار کے ہاتھ کیسی خراب ہوئی۔ سلطنت گئی خزانے گئے۔ علوم مٹے کتب خانے برباد ہوئے مدارس و مساجد منہدم
ہوئے۔ اسیطرح اندلس کی حالت ہوئی پھر اس زمانہ مین جبکہ پوری ایک صدی بھی نہین گذری فرانس نے الجیریا اور ٹیونس

اور روس نے ترکستان پر، انگریزوں نے ہندوستان اور اسکے ملحقات پر کیا تسلط کیا۔ یہ جو کچھ ہوا مسلمانوں کی عیاشی، بدکاری، بےہمتی، اور جہالت اور فرائض اسلامیہ سے غفلت کا نتیجہ ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

ان فقروں کے بعد یہ بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اذا فرغت فانصب یعنی جب رسالت کے کام سے (جو تبلیغ احکام وعظ وپند تدبیر امور فیصل قضایا ہیں) فراغت ہوا کرے تو عبادت کے لیئے کھڑے ہو جایا کرو۔ منجملہ ان دو راحتوں کے جو ایک سختی کے بعد عطا ہوتی ہیں ایک بڑی راحت مشغولی بحق بھی ہے کس لیئے کہ ارواح طیبہ کا جیز طبعی تقرب الٰہی ہے اور اور تمام مشاغل ایک قسم کے عوائق ہیں جہاں دور ہوئے فوراً ادھر ہی میلان ہوا اور یہی ان کا آرام جان ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جو تو تندرست ہو تو اپنا ایکان عبادت سے کر (یہ اس لیئے کہ نصب کے معنی تکان کے بھی ہیں) یعنے بڑی کوشش اور سعی عبادت میں کر کہ تھک جاوے۔ قتادہ وضحاک ومقاتل فرماتے ہیں اس کے یہ معنے ہیں کہ جب نماز فرض سے فارغ ہو تو نفل کے لیئے کھڑا ہو اور دعا اور خوب کر کہ تھک جاوے۔ بعض فرماتے ہیں کہ جب مشاغل سے فراغ دل حاصل ہو نماز کے لیئے کھڑا ہونا مراد ہے۔ حقیقت میں جو اپنے فراغ کو اس کام میں صرف نکرے بلکہ لہو ولعب میں تو وہ عمر گرانمایہ کو برباد کرتا ہے۔ مگر بعض ایسے بھی بدنصیب ہیں کہ انہیں دنیاوی جھگڑوں سے کبھی فراغت ہی نہیں ہوتی پھر ان کو اللہ کی عبادت کی فرصت کہاں اسی جنجال میں موت آلیتی ہے۔ عاقل کو ضرور فارغ ہونا چاہیئے یہ نعمت الٰہی کا شکر یہ ہے (۲) والی ربک فارغب کہ اپنے رب کی طرف رغبت کر یا اسکی طرف پھر اسیکو مدنظر رکھ۔ یہ دوسرا الیسر ہے۔ یعنے ہر کار اور ہر شان اور ہر حال میں اسی محبوب حقیقی کی طرف نظر رہے خصوصاً عبادت میں نہ ریاکاری مطلوب ہو نہ دنیا نہ آخرت بلکہ اسکی ذات اور اسیکا شوق اور اسیکا جذبۂ محبت۔ اس میں اشارہ ہے کہ شرح صدر میں اسقدر عروج تھا کہ بجز ذات حق کے اور کوئی دکھائی ہی نہیں دیتا تھا محویت کبری تھی۔ پھر جب دنیا کی تکمیل کا آپ پر بوجھ ڈالا گیا جو بڑا بھاری بوجھ تھا اس لیئے کہ حق سے خلق کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا تو ایسی حالت میں روح پر وہ رنگ جو خاص مشغولی بحق میں ہوتا ہے ممکن ہے کہ کسیقدر متغیر ہو جاتا ہو سو اسکی تدبیر بھی ارشاد فرمادی کہ جب اس کام سے فارغ ہوا کرے تو پھر روح کو اسکے تقرب سے قوی اور منور کر لیا کرو اور پھر اسی مقام شہود میں آجایا کرو تاکہ ماندگی دور ہو جاوے

؎ ہرچند پیر و خستہ دل و ناتوان شدم ٭ ہر گہ کہ یاد روئے تو کردم جوان شدم ٭

اللہ اکبر

سورۃ والتین مکہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝

قسم ہے انجیر اور زیتون کی اور طور سینا کی اور اس امن کے شہر کی کہ ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

پھر ہم نے اس کو سب سے نیچے پھینک دیا مگر ان کو نہیں جو ایمان لائے اور نیک کام کیے سو ان کے لیے تو بے انتہا بدلہ ہے۔

ترکیب

والتین الواو للقسم والزیتون وطور سینین وہذا البلد الامین معطوف علیہ لقد خلقنا الانسان الجملۃ المصدرۃ بلام التاکید وقد الیٰ آخرہا جواب القسم والقسم مع جوابہ جملۃ فعلیۃ۔ والمراد بالتین والزیتون عند الجمہور الشجرتان المعروفتان وقیل الجبلان وقیل البلدان وطور جبل کلم اللہ علیہ موسیٰ علیہ السلام فی ناحیۃ الشمال والغرب من العرب وہو مضاف الی سینین عند النحاۃ سینین وسیناء اسمان للمکان الذی حصل فیہ الجبل المذکور۔ وقال ابو علی الفارسی سینین فعلیل کررت اللام التی ہی نون فیہ ولم ینصرف سینین کما لم ینصرف سیناء لانہ علم للبقعۃ وقیل اسمہ سریانی ولذا اختلفت لغۃ العرب فی تعریبہ فقیل سینین وقیل سیناء والامین بمعنی المامون وصفۃ البلد فی احسن الخ فی موضع الحال من الانسان والمراد بالتقویم القوام لان التقویم فی الحقیقۃ فعل اللہ تعالیٰ اسفل منصوب مضاف الی سافلین وہو حال من المفعول ویجوز ان یکون نعتا لمکان محذوف والتقدیر علی الاول ای رددناہ حال کونہ اسفل سافلین ای ارذل الاراذل وعلی الثانی رددناہ مکانا اسفل سافلین ای الدرک الا الذین علی الاول استثناء متصل من ضمیر رددناہ فانہ فی معنی الجمع وعلی الثانی منقطع ای لکن الذین کانوا صالحین من الہرمی فلہم اجر غیر ممنون علی طاعتہم علی الضعف واثیبوا علی مقاساۃ المشاق۔

تفسیر

جمہور کا اتفاق ہے کہ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی جیسا کہ ابن الضریس و نحاس و ابن مردویہ و بیہقی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی ہے اور ابن الزبیر سے بھی یہی منقول ہے اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔ بخاری و مسلم و اہل سنن وغیرہ نے براء بن عازب رضہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے اور عشا کی نماز پڑھائی تب ایک رکعت میں سورۂ والتین والزیتون پڑھی سو میں نے آپ سے بہتر خوش آواز اور عمدہ پڑھنے والا نہیں سنا۔ اور انہیں سے خطیب نے روایت کی ہے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی تو آپ نے سورۂ والتین پڑھی۔ اور بھی اس قسم کی روایات ہیں۔

خدا تعالیٰ اس سورہ کے ابتدا میں چار چیزوں کی قسم کھا کر انسان کی آفرینش کا حال اور پھر سعادت و شقاوت حاصل کرنے سے مآل بیان فرماتا ہے اور وہ چاروں چیزیں اس کی کمال قدرت کے دلائل ہونے کے سوا اس مطلب کے ساتھ کمال مناسبت بھی رکھتی ہیں مثال

والتین والزیتون وطور سینین وہذا البلد الامین کہ قسم ہے انجیر اور زیتون اور طور سیناء اور اس شہر امین کی۔ طور سیناء اور بلد امین تو بالاتفاق دو جگہ ہیں۔ طور سینا وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسے علیہ السلام کو شرف کلام باری حاصل ہوا اور بلد امین یعنی محفوظ یا امانت والا شہر مکہ ہے۔ یہ امن کا شہر ہے۔ جاہلیت میں بھی یہ شہر دار الامن رہا۔ عرب میں باوجودیکہ اسلام سے پہلے باہمی وہ مار دھاڑ تھی کہ جسکی انتہا نہ تھی مگر مکہ میں کوئی اپنے دشمن سے دشمن کے ساتھ بھی تعرض نکرتا تھا اور اسلام میں بھی اسکی یہی حرمت تاقیامت باقی رہی۔ جو اسپر چڑھکر آیا غارت ہوا۔ جس طرح اور شہروں پر آفات آئیں اسپر کبھی نہیں آئی یہ اپنے رہنے والونکا امانت دار ہے۔ اسمیں بڑی وجہ امین ہونیکی یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جو دنیا کے لئے بڑی نعمت اور اسکی امانت تھے اسی شہر کے تفویض ہوئے تھے۔ ہر چند مشرکین آپکی ذات بابرکات کے فنا کرنے میں ساعی تھے مگر کسیکی کچھ بھی نچلی اس شہر نے یہ امانت بسلامت مدینہ منورہ کے سپرد کردی۔

اوّل قول مگر تین اور زیتون میں متعدد اقوال ہیں (۱) اکثر علماء کا تو یہ قول ہے کہ تین سے انجیر کا درخت اور زیتون سے یہی زیتون کا درخت مراد ہے۔ پھر ان میں کیا شرف ہے جو انکی حق سبحانہ نے قسم کھائی؟ علمائے کرام نے اسکے چند اسباب لکھے ہیں اوّل یہ کہ انجیر کا عجب میوہ ہے جسمیں نہ گٹھلی نہ پوست۔ پھر غذا بھی ہے اور چند امراض کے لئے دوا بھی۔ سریع الہضم جید الکیموس والکیموس بلغم کو کم کرتا ہے بدن کو فربہ گردوں کو ریگ وغیرہ سے پاک وصاف کرتا ہے اور کبد وطحال کے مسامات کھولتا ہے اورام کو تحلیل کرتا ہے اسکو انسان بے مشقت کھا سکتا ہے اسکے درخت میں نہ کانٹا ہے نہ بہت بلند ہے کہ یہ پھل لینا مشکل ہوجاوے۔ اور اسمیں معنی اہل کمال سے پوری مشابہت بھی ہے کہ جس طرح وہ ظاہر و باطن میں یکسان ہیں یہ بھی ظاہر و باطن میں یکسان ہے نہ چھلکا پھینکنے کے قابل نہ گٹھلی ڈالدینے کے لائق۔ دوم یہ کہ اہل کمال کیطرح یہ بھی لاف وگزاف سے مبرا ہے پھل اور پھولوں کی بہار کا دعوی کرنے سے پہلے پھل ہی لے آتا ہے بخلاف اور درختوں کے۔ اور سال میں کئی بار میوہ لاتا ہے اور ارزان بھی ہے بہر طور اسکو اہل کمال سے کمال مناسبت ہے اور اس سورہ میں اہل کمال کا حال ہے۔ اور اسیطرح زیتون کو بھی اہل کمال سے ظاہر و باطن میں کمال مشابہت ہے۔ زیتون کے فوائد بھی انجیر کی طرح بہت ہیں اس کے سوا ہے زیتون میں ایک اور بات بھی ہے جو انجیر میں نہیں وہ یہ کہ اسکے پھلوں کا تیل علاوہ سیکڑوں فوائد کے جلانے میں وہ روشنی صاف دیتا ہے کہ ایسی اور تیلوں میں کم ہوتی ہے جس سے اہل کمال کی اس روشنی کیطرف اشارہ ہے کہ جو دنیا کے ہمراہ میں انکے ساتھ ہوتی ہے اور مرنے کے بعد قبر میں اور حشر میں اور پلصراط پر دائیں بائیں دوڑتی چلے گی الغرض ان دونوں میں ایک عمدہ خوبی ہے اور انکے لگانے اور پرورش کرنے میں بھی بڑی دقت نہیں ہوتی بلکہ پہاڑوں میں خود بخود پیدا ہوجاتے ہیں یہی حال اہل کمال کا ہے کہ آفرینش سے انکی ذات میں صلاحیت رکھی ہوئی ہے چنداں تربیت کی حاجت نہیں برخلاف خار دار بے ثمر درختوں کے کہ انکی کوئی لاکھ تربیت کرے پھر وہی کے وہی رہتے ہیں

دوم قول (۲) قول یہ ہے کہ ان دونوں سے دو مبارک شہر مراد ہیں کعب رضی کہتے ہیں تین دمشق کا نام ہے۔ اور زیتون بیت المقدس کا۔ اور برکات ان دونوں شہروں کے بسبب مولد ومسکن ہونے حضرات انبیاء علیہم السلام کے مشہور ہیں جس سے اہل کمال کے پیدا ہونیکے مقامات کا ذکر کرکے ان اہل کمال کا یاد دلانا مقصود ہے

سوم قول (۳) قول یہ ہے کہ تین اور زیتون دو پہاڑوں کے نام ہیں۔

اور یہی قول کاتب الحروف کے نزدیک قوی تر ہے کیونکہ توریت سفر استثنا کے تینتیسوین باب کے شروع مین ایک بشارت ہے۔ اور وہ یہ ہے - خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُنپر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیون کے ساتھ آیا اور اُسکے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُنکے لیئے تھی۔

اسکو تو اہل کتاب کے علماء بھی مانتے ہین کہ سینا سے کوہ سینا مراد ہے اور وہان سے خداوند کا آنا حضرت موسے علیہ السلام پر تجلی کرنا ہے اور کلام کا شرف دینا لیکن شعیر اور فاران سے جلوہ گر ہونے مین وہ اپنے خیال کے موافق توجیہ کرتے ہین اور شعیر اور فاران بھی فلسطین کے پہاڑون کا نام بتلاتے ہین مگر کوئی تسلی بخش بات نہین بتلا سکتے کہ فلسطین یا شام یا تیہ ہی کے پہاڑون کا نام شعیر اور فاران ہے اور اگر تسلیم کر لیا جاوے تو پھر دس ہزار قدسیون کے ساتھ آنیکے کچھ معنی نہین بتا سکتے۔ اسلیئے مین کہتا ہون کہ شعیر سے مراد بیت المقدس کے پہاڑ ہین۔ مگر اُس پہاڑ کے کہ جسپر بیت المقدس شہر آباد ہے دو ٹکڑے ہین ایک کو تو ابتک زیتون کی پہاڑی کہتے ہین اور دوسرے کو تین کہتے تھے۔ اور شعیر ان دونون کو کہتے ہین۔ اور فاران مکہ کے پہاڑ کا نام ہے جہان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوئے۔ اور فتح مکہ کے روز دس ہزار قدسی یعنی پاکباز صحابہ آپکے ساتھ تھے اور آتشی شریعت تھی آپکے ہاتھ مین تھی جس نے بت پرستون منکرون زناکارون بدکارون کو جلا دیا پس اس بشارت کے بموجب خدا پاک ان چارون مقدس جگہون کی قسم کھاتا ہے جہان سے نبوت و رسالت کے آفتاب و ماہتاب دنیا کو منور کرنیکے لیئے جلوہ گر ہوئے تاکہ معلوم ہو کہ آیندہ جو کچھ انسان کی سعادت و شقاوت کی بابت کہا جاتا ہے وہ لغو بات نہین بلکہ ان چارون جگہون کے مقدس و ابرار حضرات انبیاء علیہم السلام کا قول ہے کہ جسکو جہان مانتا ہے اور یہی تمام شرائع کا ماحصل اور خلاصۂ مطلب ہے۔

پس تین و زیتون سے شام کے مقدس پہاڑ مراد ہین جہان سے حضرت عیسیٰ و داؤدؑ و سلیمانؑ و الیاسؑ وغیرہ اولو العزم انبیاء پیدا ہوئے اب خواہ تین سے دمشق کا پہاڑ مراد لو جیسا کہ کعب کا قول ہے اور ابن عباسؓ سے بھی اسی کے قریب قریب منقول ہے اور اسکے قریب ربیع اور ضحاک اور عکرمہ کا قول ہے خواہ بیت المقدس کے سلسلہ کوہ کو کہو جو زیتون کے سوا ہے اور زیتون تو بیت المقدس کا پہاڑ ہے جیسا کہ عکرمہ و کعب و قتادہ کہتے ہین اور طور سینا سے بالاتفاق وہ پہاڑ مراد ہے جہان حضرت موسیٰ پر تجلی ہوئی اور فاران کی جگہ ہذا البلد الامین فرمایا جس سے بالاتفاق مکہ معظمہ مراد ہے جو کہ فاران پر آباد ہے چونکہ حضرت موسیٰ اور آنحضرت علیہ السلام ممتاز نبی ہین اسلیئے انکے مطلع الانوار مواضع کا جدا جدا نام لیا گیا اور یکے بعد دیگرے ترقی ہوتی گئی کیونکہ سب سے زیادہ مرتبہ مکہ معظمہ کا ہے وہین کے آفتاب نے تمام دنیا کو منور کر دیا۔

ف بعض عرفاء فرماتے ہین تین سے شجرۂ روح قدسیہ کیطرف اشارہ ہے اور زیتون سے شجرۂ عقل قدسی کیطرف کہ اُسکی روشنی پھیلتی ہے اور طور سینین سے عارف کے قلب کیطرف اور بلد امین سے محب کے سینہ کیطرف اشارہ ہے کہ جسمین بیشمار اسرار الٰہی امانت رکھے ہین

بہرحال ان چیزونکی قسم کھا کر فرماتا ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کہ ہمنے انسان کو بڑے عمدہ انداز اور مثال مین پیدا کیا ہے صانع حق نے کیسی بہتر تصویر اپنے ہاتھ سے ؛ اسکے تناسب اجزاء کو دیکھا جاوے تو عقل حیران رہجاوے۔ ناک ہے تو کیسی اور کس موقع پر۔ آنکھین ہین تو کیسی اور کس موقع پر۔ بھوؤن اور پلکون کی خوبصورتی اس نرگسی آنکھ کا جسکی سفیدی اور سیاہی کبھی

عاشق کو گمراہ کر رہی اور کبھی ہدایت پر لا رہی ہے) اور کبھی حسن بڑا ہی ہے پھر ہاتھ پاؤن ہین تو ایسے قد ہے کہ سرو کو شرما رہے ہے رخسار کی خوبی آفتاب و ماہتاب کو ماند کر رہی ہے۔ لال لب یاقوت بدخشان کو اور دندان مروارید عدن کی لڑی کو شرما رہے ہین اور حیوانات کو اور اسکو ملا کر دیکھا چاہیئے تو قدرت حق کا تماشہ نظر آئے۔ پھر اسکے باطن مین کیا کیا قوتین عطا کین کہ اسکو قادر مرید سمیع و بصیر مدبر و حکیم دکھا بنا دیا۔ گویا اپنے صفات عالیہ سے حصہ عطا کیا چنانچہ اس حدیث مین اسیطرف اشارہ ہے ان اللہ خلق آدم علی صورتہ کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ کیونکہ حق سبحانہ شکل و صورت سے تو پاک ہے لیس کمثلہ شئی افمن یخلق کمن لایخلق کہ اسکی کوئی مثل نہین اور خالق مخلوق جیسا نہین۔ پھر صفات ہی کیطرف اشارہ سمجھنا چاہیئے۔ انسان باطنی لحاظ سے ایک عجیب مجموعہ ہے تمام عالم کا نمونہ ہے۔ سیکڑون دریا جوش زن ہین۔ سیکڑون نہرین پڑی بہ رہی ہین سیکڑون بلند پہاڑ اسمین موجود ہین۔ آتش فشان مادے بھی ہین۔ ہیبتناک پر از ظلمات جہنم کے مشابہ عمیق گڑھے بھی ہین جن مین گر کر نکلنا مشکل ہے۔ بڑی بڑی پر خار وادیان بھی ہین جنکے بھولے کو خضر ہی رستہ بتادین تو بتادین۔ اب ان چار نہرون کو ہی دیکھیئے کہ رات دن کس زور شور سے بہا کرتی ہین شہوت کی نہر غضب کی نہر طمع کی نہر خیال کی نہر اگر یہ ٹھیک ٹھیک بہین تو خیر اور جو طغیانی پر آجائین تو پھر اسکے ڈوبے کبھی نہ ابھرین۔ اسیطرح محبت و عشق کی نہرین علم و ادراک کلیات و جزئیات مادیہ و معانی مجردہ کے دریا روان ہین۔ قوی ملکوتیہ کے بلند پہاڑ ہین جنمین انجیر اور زیتون اور کیا کیا مفید اور پر ثمر چیزین ہین اور قوی بہیمیہ کے پر خار وادی اور ہیبتناک گڑھے بھی ہین جنمین سانپ بچھو اور زہریلے جانور رہا کرتے ہین اور اس عالم کبیر پر ظلمات کی رات اور انوار حق کا دن بھی آتا ہے اور تجلی ذات کا آفتاب اور نور روح کا ماہتاب اور انوار لطائف کے ستارے بھی چمکا کرتے ہین یہ تو اسکی فطری حالت ہے اب جس نے اسکی اصلاح کی اور ان وادیون اور گندہ نہرون اور ظلمات سے بچنے مین کوشش کی وہ سعادت کے ملک کا بادشاہ بنگیا اور جس نے کوشش نہ کی بلکہ خود انہین کیطرف ان کا سبز باغ دیکھ کر جھک پڑا تو شقاوت کے عمیق گڑھے مین گرا جو نہایت نیچے ہے۔ اب ان دونون حالتونکی طرف ان جملون مین اشارہ ہوتا ہے ثم رددناہ اسفل سافلین کہ پھر ہمنے اسکو اسکے برے کرتوتونکے سبب نیچے کے درجہ مین پھینک دیا یا کہو گرادیا۔ اور جسقدر سافلین ہین یعنی فروتر اور پست درجہ کے جو ان سے بھی فروتر ہوگیا۔ اور حیوانات مین تحصیل کمالات کی استعداد نہ تھی اسلیئے وہ فرو اور پست ہوئے مگر اس بدنصیب نے باوجود استعداد کے تحصیل کمالات مین کوشش نہ کی بلکہ نقص پیدا کر لیئے اسلیئے اب ان سے بھی گیا گذرا ہوا اسی بات کی طرف لحاظ کرکے خدا تعالیٰ قرآن مین فرماتا ہے کہ یہ چارپایون کے مانند بلکہ ان سے بھی بڑھکر گمراہ ہے۔ الغرض شیطان ہوگیا اور خبیثون مین مل گیا۔ یہ ایک حالت تھی اور دوسری حالت کیطرف اس استثناء مین اشارہ کرتا ہے الا الذین امنوا وعملوا الصالحات فلہم اجر غیر ممنون مگر وہ اس پستی سے مستثنیٰ ہین جو ایمان لائے اور اچھے کام کیئے یعنی قوت نظریہ و عملیہ کو درست کر لیا وہ ملک سعادت کے بادشاہ ہین اُنکے لیئے بے انتہا اجر اور نیک بدلے ہین جیساکہ بادشاہونکو ہر نعمت میسر ہے۔ اور یہ بھی معنے ہوسکتے ہین کہ انسان کو ہمنے نہایت خوشنما قالب مین ڈھالا عمدہ انداز پر بنایا۔ چڑھتی جوانی کی بہار قابل دید ہوتی ہے یہ اسکی ایک حالت ہوئی اب اسکی مرضی بغیر اپنے آسمانی حکم سے اسکی حالت ہلکو پلٹا اور بڑھاپے کی پست تر حالت مین پہونچایا لیکن ایماندارون نیکون کو اسپر بھی دار آخرت مین ایک نئی زندگانی اور بلندی ہے جسکو اجر غیر ممنون سے تعبیر کیا

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ○ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ○

پھر اسکے بعد تجھے قیامت کے معاملہ میں کون جھٹلا سکیگا ۔ پھر کیا اللہ سب حاکموں سے زیادہ حاکم نہیں؟ ضرور ہے

ترکیب

ما استفہامیہ ای ای شی وقیل بمعنی من یکذبک الکاف مفعول یکذب وفاعلہ ضمیر یرجع الی ما والباء للسببیۃ فی بالدین والظرف متعلق بالفعل ۔ اللہ فاعل لیس باحکم الحاکمین خبرہا ۔ والاستفہام اذا دخل علی النفی صار الکلام ایجابا وتقریرا ۔ فما یکذبک الخ قال الفراء تقدیرہ فمن یکذبک بالحجۃ بعد ظہور ہذہ الدلائل بالدین ۔ وقیل الخطاب للانسان والمعنی فما الذی یلجئک بعد ظہور الامر ایہا الانسان الی تکذیب الجزاء ۔

تفسیر

جب اے انسان تجھے یہ معلوم ہو گیا کہ حق نے تجھ کو عمدہ اور بہتر سے بہتر انداز اور شان میں پیدا کیا ہے اور پھر تیری حالت کو باعتبار ظاہر کے بھی ایسا پلٹتا ہے کہ بوڑھا ہو جاتا ہے نہ آنکھوں میں نور رہتا ہے نہ چہرہ پر تازگی قد مثل کمان کی طرح جھک جاتا ہے دانتوں کی لڑیاں ٹوٹ پڑتی ہیں پھارسا پچپلا منہ کھلا نظر آتا معلوم ہوتا ہے اور صدہا نقصان پیدا ہو جاتے ہیں ع پیری و صد عیب چنین گفتہ اند ۔ اور باطن میں بھی تغیر ہوتا ہے کہ یا تو فطرت سادہ تھی پھر برے کاموں سے شیطان اور کدورت ہو جاتا ہے پھر ایسا صنعت وقدرت وکمال کے دیکھنے کے بعد فما یکذبک بعد بالدین وہ کونسی دلیل اور کونسی وجہ تیرے پاس ہے جو تجھے دار آخرت کے انکار پر مجبور کر رہی ہے یا کہو اے نبی علیک السلام اس بیان اور ان حالات کے سننے کے بعد وہ کونسا تیرہ باطن ہے جو تجھے دین قیامت اور اعمال کی جزا و سزا کے معاملہ میں جھٹلا دیگا ۔

اور اگر اسپر بھی باور نہیں الیس باحکم الحاکمین تو پھر کیا خدا تعالیٰ سب حاکموں سے زیادہ حاکم نہیں؟ ضرور ہے ۔ اسکو تو سب مانتے ہیں اور عقل کا الگ ان سے روز دیکھتے ہیں انکے حکم سب پر نافذ ہوتے ہیں بڑے بادشاہ کو دیکھو جسکے پاس لشکر اور خزانہ اور ملک اور حکماء وعقلاء سب کا سب حاضر ہیں مگر وہ بھی جلیل وجبار کا زیر فرمان اسیطرح ہے کہ جسطرح ایک ادنیٰ فقیر ومفلس وبیکس ۔ اس بادشاہ کے ذاتی تغیرات لڑکپن اور جوانی اور بڑھاپا اور پھر بیماری وتندرستی پھر موت اور اسکے اعزہ کی بیماری اور موت اسیطرح ہے کہ جسطرح غربا کی وہ بادشاہ ان میں سے ایک کو بھی ٹال نہیں سکتا پھر جب یہ دنیاوی بادشاہ اپنی عدالت کا قائم کرنا لوازمہ سلطنت جانتے ہیں بدوں کو سزائیں دیتے ہیں خیر خواہان سلطنت اور فرمانبرداروں کو انعام عطا کرتے ہیں پھر کیا وہ سب سے بڑا حاکم اپنے نافرمانوں سرکشوں بندگان خدا پر ظلم وستم کرنے والوں بدکاروں منکروں کو یونہی چھوڑ دیگا اور مطیع وفرمانبرداروں کی طاعت ضائع کر دیگا ہرگز نہیں ۔ اور دنیا تو اس جزا وسزا کا مقام نہیں کس لیے کہ یہ تو آخیر عمر تک دار العمل ہے پھر ضرور ہے کہ اور دوسرا جہان دار الجزاء ہو اور یہی مدعی ہے یہ دوسری دلیل اثبات جزاء وسزا پر تھی ۔

ابوہریرہ سے مرفوعاً منقول ہے کہ جب کوئی اس جملہ الیس اللہ الخ کو پڑھے تو کہے بلیٰ وانا علیٰ ذالک من الشاہدین کہ ضرور ہے اور میں بھی گواہ ہوں ۔ روایت کیا اسکو ترمذی وابن مردویہ وغیرہ نے ۔ احناف کے نزدیک یہ جملہ نماز میں زبان سے نہ کہے صرف دل سے اور بیرون نماز کہے ۔ اور آئمہ ہر جگہ کہنے کا حکم دیتے ہیں ۔

اللہ اکبر

سُوْرَةُ اقْرَأْ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ آيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ

اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے سب کچھ بنایا جس نے آدمی کو خون کی پھٹکی سے پیدا کیا پڑھو اور تمہارا رب بڑا کرم ہے جس نے قلم کے ذریعہ

بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

سے تعلیم دی۔ جس نے انسان کو وہ سکھایا جسکو جانتا ہی نہ تھا۔

ترکیب

اقرأ عند الجمهور بسکون الهمزة هو امر من القراءة وعند البعض بفتح الراء على انه قلب الهمزة الفا ثم حذفها للامر ومفعول اقرأ محذوف اى ما يوحى اليك . باسم ربك متعلق بمحذوف وهو حال اى اقرأ متلبسا باسم ربك . وقال ابو عبيدة الباء زائدة فهو مفعول اقرأ والاسم صلة ايضا والمعنى اذكر ربك وقيل الباء بمعنى على والمعنى اقرأ ما يتلى عليك على اسم الله . وقيل الباء للاستعانة اى مستعينا به . الذى الخ الجملة صفة لربك خلق الانسان الجملة تفسير للجملة الاولى وهى الذى خلق . وقيل تخصيص بعد التعميم تشريفا للانسان لما فيه من بديع الخلق وعجيب الصنع . من علق الجار متعلق بخلق والعلق جمع علقة وهى الدم الجامد واذا جرى فهو المسفوح . ولم يقل من نطفة او من علقة رعايةً للفواصل . اقرأ تاكيد وتقرير للاول . وربك موصوف الاكرم صفة . الذى موصول علم بالقلم صلة والجملة صفة ثانية فالموصوف مع الصفات مبتدء علم الانسان الخ الجملة خبر والمبتدء مع الخبر جملة اسمية وهى حال من ضمير اقرأ

تفسیر

یہ سورہ بھی بلاخلاف مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور قرآن میں سے جو سب سے پہلے سورہ نازل ہوئی یہی ہے۔ اور یہی جمہور صحابہ و تابعین کا قول ہے۔ اور صحیح بخاری و مسلم وغیرہ کتب حدیث کی روایات صحیحہ اسی بات کو ثابت کر رہی ہیں۔ اس کے بعد سورۂ فاتحہ پھر نون نازل ہوئی پھر مزمل پھر مدثر۔ اور اس بحث کو ہم مقدمہ تفسیر میں لکھ آئے ہیں۔ اور اس میں انیس آیتیں ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ سب سے اول سورۂ فاتحہ نازل ہوئی۔ اور جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سب سے اول سورۂ مدثر نازل ہوئی سو یہ روایت اس قول کے مخالف نہیں کس لیے کہ سب سے اول اس سورۂ اقرا کی یہی پانچ آیات مالم یعلم تک نازل ہوئی تھیں اور پھر تعلیم سوال اور نماز میں پڑھنے کے لیے سورۂ فاتحہ نازل ہوئی اور کچھ مہینے تک وحی بند ہو کر پھر سب سے اول مدثر نازل ہوئی اور لگاتار قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا۔ پس حضرت علی رض جو سب سے اول الحمد کا نازل ہونا ارشاد فرماتے ہیں وہ نماز اور تعلیم کے بارہ میں ہے اور جابر رض جو مدثر کو اول کہتے ہیں اس لحاظ سے کہتے ہیں کہ وحی بند ہونے کے بعد جو سب سے اول نازل ہوا وہ یہی سورہ تھی۔

تفسیر

اس سورہ مبارکہ کے نازل ہونے کی کیفیت صحیح بخاری میں یوں مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سچے خواب دکھائی دینے لگے۔ پھر جو کچھ خواب میں دیکھتے تھے وہی بات صبح کی سفیدی کی طرح پیش آتی تھی اسکے بعد آپ کو خلوت نشینی کیطرف رغبت ہوگئی (کیونکہ ابتداءً میں فراغ خاطر لوگوں کے ساتھ میل جول ترک کیئے بغیر میسر نہیں آتا) پھر آپ حراء پہاڑ کے ایک غار میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے چند رات دن وہاں رہا کرتے پھر گھر میں آکر خدیجہ بیوی کے پاس سے کھانے پینے کا سامان لیجایا کرتے یہانتک کہ اسی غار حرا میں تھے کہ فرشتہ وحی لیکر آپ کے سامنے آیا اور کہا کہ پڑھو آپ نے فرمایا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ پھر آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ مجھے فرشتہ نے پکڑ کر کھینچ لیا اور بڑے زور سے بھینچا پھر مجھے چھوڑ دیا۔ اور پھر کہا پڑھ پھر میں نے کہا میں نہیں پڑھ سکتا۔ پھر دوبارہ مجھے پکڑ کر بھینچا زور سے پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھ پھر میں نے کہا میں نہیں پڑھ سکتا پھر تیسری بار مجھے پکڑا اور بہت زور سے بھینچا پھر چھوڑ دیا اور کہا اقرء باسم ربک الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقرء وربک الاکرم الذی علم بالقلم۔ علم الانسان مالم یعلم۔ کہ پڑھ اپنے اس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا بنایا انسان کو خون کے لوتھڑے سے پڑھ۔ اور تیرا رب کریم ہے کہ جسنے قلم سکھائی انسان کو وہ بتایا جو جانتا نہ تھا۔

نکتہ اولی

اس واقعہ میں چند نکتہ ہیں (۱) کمالات میں ترقی بتدریج کرنا بنی آدم کی فطرت میں ہے۔ اور اسی قدرتی قاعدہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اول خواب یعنی رویاے صادقہ کے ذریعہ سے علوم غیب کا القا ہوتا رہا تاکہ اور اسرار غیب اور ملکیت کبری حاصل ہونے کی رفتہ رفتہ عادت ہوجاوے۔ اس کے بعد اب دوسرا مرتبہ ترقی کا شروع ہوا وہ یہ ہے کہ عالم بیداری میں بحالت فراغ قلبی عالم ملکوت کا مشاہدہ ہونے لگا۔ اس لیئے آپ کو خلوت وعزلت کا شوق ہوا۔ تب آپ غار حراء میں جبیٹھے۔ جب اس عرصہ میں الواث بشریہ و کدورات بہیمیہ سے آئینہ باطن بالکل پاک وصاف ہوگیا تو عیاناً جبرئیل امین تشریف لائے جو عالم ملکوت کے بادشاہ ہیں۔ یہ ترقی کا تیسرا مرتبہ تھا

نکتہ دوم

(۲) یہ کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو پڑھنے کو کہا تو آپ نے تین بار یہ کیا کہا کہ میں پڑھ نہیں سکتا یا میں نہیں پڑھتا جو ما انا بقاری کا ترجمہ ہے۔ اس میں سر یہ ہے کہ گو آپ بھی صاحب کمال تھے اور جو وہ پڑھاتے تھے آپ کے نزدیک آسان تھا۔ مگر جب ملکیت کبری کا ظہور اتم ہوا اور عالم غیب کے علوم سامنے آئے تو انکا کمال اور فصاحت وبلاغت اسطرح لاشئے ہوگئی کہ جسطرح آفتاب کے سامنے ستاروں کے نور لاشئے ہوجاتے ہیں اور یہ آپ پر ایک بار عظیم معلوم ہونے لگا۔ اس لیئے جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو تین بار لیکر بھینچا اور یہ ایک قسم کی توجہ ہے

سلہ یہ پہاڑ مکہ سے منیٰ کیجانب تخمیناً دو میل دور ہے۔ اسی میں وہ غار ہے جہاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم قبل نبوت خلوت گزین ہوتے تھے اور یہیں وحی کا آنا شروع ہوا اور سب سے اول سورۂ اقرء کی یہ آیات نازل ہوئیں ۱۲ منہ

سلہ یہ شبہ کرنا کہ اس سے پہلے آپ نے عیاناً جبرئیل کو دیکھا نہ تھا پھر جب وہ سورہ اقرء کی وحی لیکر غار حراء میں آئے اور آپ کے بار بار پڑھنے کی تاکید کرنے لگے تو آپ نے کیونکر پہچان لیا کہ یہ جبرئیل ہیں ممکن ہے کہ کوئی جن بھوت ہو) محض خام خیال ہے کس لیئے کہ جبکا ادراک باطن اسدرجہ بڑھجاوے کہ اسکو عیاناً ملائکہ دکھائی دینے لگیں اُسکے نزدیک ان کا پہچان لینا بعینہ ایسا ہے کہ جیسا دوپہر میں آفتاب کا پہچان لینا جہاں دلیل کی ضرورت نہیں ۱۲ منہ

جسکو توجہ اتحادی کہتے ہیں اسکے سبب وہ بار گران آسان ہوگیا اور جوش آیا پڑھنے لگے۔

پنجم

واضح ہو کہ صوفیہ کرام کے نزدیک توجہ کی چار قسم ہیں (اوّل) تاثیر انعکاسی اس میں کامل کا عکس مرید میں پڑ جاتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسا کوئی عطر مل کر کسی مجلس میں آوے اور ہمنشینوں کے دماغ میں اسکی خوشبو پہونچے مگر یہ اثر پائدار نہیں اسکے اٹھ جانے سے اٹھ جاتا ہے بعد میں باقی نہیں رہتا (دوم) تاثیر القائی کہ اپنا اثر مریدوں پر ڈالے۔ اور وہ جب تک کوئی مانع نہو قائم بھی رہے۔ اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی چراغ جلا کر لاوے اور دوسرا اس سے اپنی بتی روشن کر لے سو جب تک ہوا اور بارش وغیرہ کا صدمہ نہ پہونچے قائم رہیگی اور جسقدر اپنا تیل ہے اسی کی مقدار پر روشن رہیگی - یہ اول سے قوی ہے (سوم) تاثیر اصلاحی کہ مرشد اپنی روحانی طاقت سے مرید کے باطن کی اصلاح کر دے اور لطائف جاری ہو جاویں اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسا کوئی کاریگر کسی حوض کی نالیوں اور پانی کے آنے کی جگہ کو اور فوارہ کو صاف کر دے اور پانی ڈالکر فوارہ کو روان کر دے یہ اول سے بھی قوی ہے۔ لیکن یہ بھی اسیوقت تک جاری ہے کہ جب تک حوض میں پانی ہے اور نیز جسقدر پانی آنے کی نالیوں میں وسعت ہے اور جب تک ان نالیوں میں بہت کا کوڑا کرکٹ نہیں آیا ہے (چہارم) تاثیر اتحادی جو سب سے قوی تاثیر ہے اور وہ یہ کہ مرشد کامل اپنے روحانی زور سے مرید کو اپنے ضمن میں لے کر اپنی روح کو اسکی روح سے ایک کر دے اور جو کچھ کمالات اسکی روح میں ہیں وہ اسمیں بھی آجاویں یہ سب سے اعلیٰ تاثیر ہے اسمیں بار بار استفادہ کی حاجت نہیں رہتی۔ اور یہ کوئی محال بات نہیں روحانی طاقتوں کا تو کیا ذکر ہے۔ بعض پرند جانوروں میں ایسی تاثیر ہے کہ وہ دوسرے چھوٹے جانور کو ایک مدت میں اپنا سا ہی کر دیتے ہیں اور اسکے توالد و تناسل کا یہی طریقہ ہے۔ یہ توجہ اتحادی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول کریم پر کی تھی اور اس توجہ میں یہ کوئی ضرور نہیں کہ ہمیشہ اتحاد ظاہری و باطنی باقی رہے

نکتہ سوم

(۳) یہ کہ اسکے بعد آپ پر ایک عجیب حالت طاری تھی کہ بدن کانپ رہا تھا اس حالت میں آپ گھر تشریف لائے۔ اور آپ کی بیوی خدیجہ رضی محض اپنی محبت شوہری کے جوش میں اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لیگئیں کہ ان کو یہ کیا بات پیش آئی ہر چند خود خدیجہ نے بھی تسلی بخش الفاظ کہے تھے کہ آپ غریب و بیکس کے چارہ ساز مہمان نواز حق پسند ہیں آپ کو کوئی آسیب و آفت خدا نہیں پہنچائیگا مگر پھر بمقتضائے محبت دل نے نہ مانا اور ورقہ پاس لیگئیں۔ یہ ورقہ عیسوی مذہب کا عمر رسیدہ اور نیک شخص تھا تاکہ انسے اصلی حال دریافت کریں۔ ورقہ نے سب قصہ سنکر کہا کہ یہ ناموس اکبر ہے جو حضرت موسیٰ اور انبیاء اولوالعزم کے پاس آیا کرتا تھا کوئی خوف کی بات نہیں اور کاش میں اسوقت جوان ہوتا اور جبکہ تیری قوم تجھے یہاں سے نکالیگی تو میں مدد کرتا۔ آپنے فرمایا کیا میری قوم مجھے نکالدیگی۔ ورقہ نے کہا ایسا کون نبی ہے کہ جسکے ساتھ اسکی قوم نے ایسا نہیں کیا۔ پھر چند روز کے بعد ورقہ مر گیا اس لرزہ آنے میں یہ حکمت تھی کہ کوئی یہ خیال نکرے کہ یہ غار کا قصہ بناوٹی ہے بلکہ اسکے آثار ظاہر جسم پر لوگوں نے دیکھ لیے اور ورقہ بھی حضرت پر ایمان لانیکے بعد چند روز میں مر گئے تاکہ کوئی یہ گمان نکرے کہ یہ شریعت و احکام ورقہ سے سیکھے تھے۔

(اب میں) اس مقام پر حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہم السلام کی ابتدائی حالت اہل کتاب کی مسلم کتابوں سے دکھا کر موازنہ کرتا ہوں

تا کسی متعصب کو نکتہ چینی کا موقع نہ ملے - انجیل متی کے تیسرے باب کے اخیر میں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے حضرت یحییٰ
علیہ السلام سے اصطباغ پایا یعنی اُنکے مرید ہوئے اور مریدی کی رسم ادا کی جو دریا میں غوطہ مارنا تھا اور جب دریا سے اوپر آیا تو اُسکے لیے
آسمان کھل گیا اور خدا کی روح کبوتر کی مانند اُتری اور اپنے اوپر آتے دیکھا اور آسمان سے آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے -
پھر چوتھے باب کے اول میں ہے - تب یسوع روح کے وسیلہ سے بیابان میں لائے گئے تاکہ انہیں شیطان آزمائے اور جب چالیس دن
اور چالیس رات روزہ رکھ چکے آخر بھوکے ہوئے تب آزمائش کرنے والے نے اُن پاس آکے کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو کہہ کہ یہ پتھر روٹی
بنجاویں - مسیح علیہ السلام نے جواب دیکر ٹالدیا پھر شیطان حضرت مسیح کو ہیکل یعنی بیت المقدس کے کنگرے پر چڑھا لے گیا اور کہا کہ اپنے
آپ کو نیچے گرا دے اگر سچا ہے تو فرشتے اٹھالیں گے تجھے کچھ بھی نہ لگیگی - حضرت مسیح علیہ السلام نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ کی آزمائش نکرنی چاہیے
تیسری بار پھر آزمایا کہ ایک بلند پہاڑ پر چڑھا کر دنیا کی ساری بادشاہتیں اور اُنکی شان و شوکت دکھا کر کہا اگر تو مجھے سجدہ کرے تو یہ سب
کچھ تجھے دیدوں تب مسیح علیہ السلام نے فرمایا اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اُسی اکیلے کی
بندگی کر - تب شیطان چھوڑ گیا اور مسیح علیہ السلام جلیل کو چلے گئے اور کفرناحوم میں جا رہے اور منادی کرنے لگے - انتہی ملخصاً
یہ ترقی اُس ترقی سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی کم درجہ پر ہے - اول تو آنحضرت صلعم کسی کے مرید نہیں ہوئے نہ کسی کے
ہاتھ سے اصطباغ پایا بلکہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے نہ کبوتر کی شکل میں آپ پر روح اُتری بلکہ عیاناً -

حضرت موسیٰ کی بابت یہ ہے - تب آپ نے گلہ کو بیابان کے ایک طرف ہانک دیا اور خدا کے پہاڑ حوریب کے نزدیک آیا
اُسوقت خداوند کا فرشتہ ایک بوٹے میں سے آگ کے شعلہ میں اُس پر ظاہر ہوا اُس نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک بوٹا
آگ میں روشن ہے اور وہ جل نہیں جاتا تب موسیٰ نے کہا میں اب نزدیک جاؤں اور اس بڑے منظر کو دیکھوں کہ یہ بوٹا کیوں نہیں
جل جاتا - جب خداوند نے دیکھا کہ وہ نزدیک آیا تو خدا نے اُسے بوٹے کے اندر سے پکارا کہ اے موسیٰ نزدیک مت آ اپنے پاؤں
جوتا اُتار کیونکہ یہ جگہ جہاں تو کھڑا ہے مقدس زمین ہے پھر اُس نے کہا کہ میں تیرے باپ کا خدا اور ابراہیم کا خدا اور اسحاق کا
خدا اور یعقوب کا خدا ہوں الخ - توریت سفر خروج باب ۳ - یہاں حضرت موسیٰ پر خدا نے درخت میں سے تجلی کی مگر وہ تجلی جو غار حرا میں
ہوئی تھی اس سے کہیں بڑھکر تھی کس لیے کہ وہاں کسی ناسوتی شکل میں تجلی نہ تھی اور بلاکیف تھی اور تجلی کے بعد ناموس اکبر عیاناً
دکھلائی دیا - اسی فرق اور امتیاز کو خدا تعالیٰ سورۂ نجم میں اور دیگر سورتوں میں جتلاتا ہے کہ ولقد رآہ بالافق المبین فاستویٰ
وهو بالافق الاعلیٰ ثم دنا فتدلیٰ فكان قاب قوسين او ادنیٰ فاوحیٰ الیٰ عبده ما اوحیٰ ما كذب الفؤاد ما رأیٰ افتمارونه علیٰ ما یریٰ - کہ
محمدؐ نے جبرئیلؑ کو آسمان کے کنارے پر عیاناً دیکھا - اور جبرئیل جبکہ بلند کنارے پر تھے سنبھلے اور نزدیک ہوتے گئے یہاں تک کہ کمانوں
کے فاصلے کے برابر یا اس سے بھی کم قریب آکر ہمارے بندہ کو جو کچھ وحی کرنا تھا وحی کیا (سورۂ اقرأ کی یہ آیات) اور محمد صلعم کے
دل کو اطمینان ہو گیا - پھر کیا اے لوگو جو کچھ انہوں نے دیکھا اس میں شک کرتے اور جھگڑتے ہو - ورقہ کے پاس جانا
یہ ایک انسانی فطرت کے باعث تھا - اور ورقہ جانتے تھے اس لیے ایمان لے آئے -

اسپ اہم آیات کی تفسیر کرتے ہین۔ اقرأ باسم ربک کہ اے نبی پڑھ اپنے رب کے نام سے۔ اسکے دو معنی ہین اول یہ کہ باسم مین ب زائدہے

اول معنی

تب یہ معنی ہونگے کہ پڑھ اپنے رب کا نام یعنی اسکو یاد کر۔ اور اسم کا لفظ اس مقام مین اسلئے آیا کہ ذات حق کیطرف ابتدائی حالت مین بغیر لاحظ صفات کے رسائی نہین اور اسم مین صفات کا لاحظہ ہوتا ہے اور اسیلئے اسکے بعد منجملہ اور صفات کے صفت الذی خلق ذکر کی یعنی وہ جو پیدا کرتا ہو اور اسمین شان ربوبیت بھی جلوہ گر ہے جو اول مین باسم ربک مین ظاہر کی گئی ہے اور اسیلئے باسم اللہ نہ کہا بلکہ باسم ربک فرمایا تاکہ ذات بحت کا لاحظہ ابتدا مین شاق نہو۔ اور نیز ربک کے لفظ مین تسلی بھی ہے کہ کسی اجنبی کے نام یاد کرنے کا حکم نہین دیاجاتا بلکہ تمہارے اُس خالق کا کہ جسنے ابتک تمہاری ظاہری اور باطنی پرورش کی اور کرتا ہے اور کریگا اور یہ اسکی صفت ربوبیت ہی کا تقاضا ہے کہ تمکو تعلیم سے ترقی دیکر مخلوق کا ہادی بنانا چاہتا ہے۔ رب کا نام پڑہنا یعنے اسکا ذکر کرنا۔ عام ہے کہ زبان سے مع تعداد ہو یا بے تعداد یا محض قلب سے مگر اصل مقصود اس صفت کا استغراق اور مراقبہ ہے تاکہ اس آسان رستہ سے شاہد مقصود تک پہونچے اور اس آئینہ سے اسکے جمال باکمال کا نظارہ کرے۔ اور فی الحقیقت جملہ صفات باری سے اس صفت ربوبیت کی طرف جسقدر انسان کیا کل مخلوق کو فطرتاً وابستگی ہے اسقدر اور سے نہین کیونکہ اول تو اسکا مشاہدہ ہر دم کرتا ہے کسی دلیل و برہان یا کسی کے اظہار و بیان پر موقوف نہین جسقدر جسکو ادراک ہے اُسیقدر وہ اپنے اندر اُسکی شان پرورش کو لاحظہ کرسکتا ہے۔ دویم اسمین جو مخلوق اور خالق مین رابطہ ہے اُسکا بھی کامل اظہار ہے۔ انسانی محاورے مین لفظ رب کی جگہ کبھی پیار سے باپ کا لفظ مستعمل ہوتا ہے کس لیئے کہ باپ مین بھی اپنے بچہ کے لیئے ربوبیت کا ایک جلوہ ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اسی لحاظ سے خدا تعالی پر اس لفظ کا استعمال کیا اور اے میرے رب کی جگہ اے میرے باپ کہا مگر اُنکے بعد عیسائیون نے یہی سمجھ لیا کہ دراصل حضرت عیسٰی خدا تعالےٰ کے بیٹے اور وہ انکا باپ ہے

دوسرے معنی

(اور یہ بھی معنے ہین) کہ ب باسم ربک مین استعانت کے لیئے ہے جیسا کہ کتبت بالقلم مین۔ اس تقدیر پر یہ معنی ہوئے کہ پڑھ اپنے رب کے نام کی مدد سے۔ کیا پڑھ؟ قرآن یا یون کہو جو کچھ تجھے سُنایا جاوے اور جو کچھ تجھ پر وحی کیا جاوے۔

ف ہرچند حضرات انبیاء علیہم السلام خصوصاً سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم ازل ہی مین پڑھائے جاتے ہین۔ اور مدرسہ الٰہی مین اعلے درجہ کی تعلیم پاکر دنیا مین مخلوق کو پڑھانے اور سدھارنے آتے ہین مگر ظہور اُنکا اس عالم مین پیکر انسانی مین ہوتا ہے تاکہ اس مجانست سے بنی نوع انسانی بآسانی تعلیم پاسکین۔ اور پیکر انسانی یہی خاک و آب وغیرہ عالم ناسوت کے کثیف اجزا ہین جنکی خاصیت جہل اور نسیان اور لذات حسیہ پر فریفتگی ہے اس لیئے آنحضرت صلعم کے دل کو بلوغ سے پہلے ہی سینہ چاک کرکے آب قدس سے دھویا گیا تھا تاکہ لذات حسیہ کی فریفتگی اور جملہ تلویثات دور ہوجاوین۔ اور بلوغ کے بعد ایک دوسرا عالم شروع ہوتا ہے اس لیئے بعد بلوغ بھی قلب مبارک کو آب قدس سے دھویا تاکہ تمامی عمر خصائص ہیولانیت سے پاک اور منزہ رہین پھر جب عالم ناسوتی مین عہدۂ رسالت کبریٰ عطا ہوا تو جبرئیل نے عیاناً غار حرا مین وہ کچھ پڑھایا کہ اولین و آخرین کے جملہ علوم آپکے بحر علوم کا ایک قطرہ ہوگئے اور ایسا پڑھایا کہ آپنے اندھونکی آنکھین کھولدین دلونکے حجاب اُٹھا دیئے مردہ اجسام مین نئی روح پھونکدی جہلا کو علوم کا چشمہ بنادیا کما قال تعالیٰ یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ۔ اور دراصل پڑھانے والا اللہ تعالیٰ تھا جبرئیل ایک واسطہ درمیانی کا

اسلیئے کمال پر پہونچکر جبریل سے بھی بڑھ گئے ۔ اور اسی بات کیطرف باسم ربک الذی میں اشارہ ہے کیونکہ یہ انکشاف علوم اسم ربک کی برکت تھی اول اسم ربک فرمایا تاکہ رب کی شان ربوبیت جسمین تعلیم علوم بھی ہے اپنے اندر غور کرنے سے ظاہر ہو جاوے یہ شبہ الفس ہے - اسکے بعد آفاق کیطرف متوجہ کرنے کے لیئے فرماتا ہے الذی خلق کہ جس نے تمام مخلوق کو بنایا ۔ اپنی ذات میں ربوبیت کا جلوہ دیکھنے کے بعد کہ اُسنے میرے ظاہر اور باطن میں کیا کیا صنعتین صرف کی ہیں اور پھر کسطرح ہر لحظہ انکی تکمیل کے اسباب بہم پہونچا رہا ہے مخلوق میں غور کرنے سے اور بھی حیرت ہوتی ہے اور مخلوق میں سے انسان سب سے زیادہ نمونہ ربوبیت ہے اسلیئے اسکے بعد فرمایا خلق الانسان من علق وہ رب کہ جسنے انسان کو خون کے لوتھڑے سے بنایا ۔ علق علقہ کی جمع ہے جسکے معنے ہیں خون بستہ ۔ مختلف غذاؤں نے ہضم کے بعد جسم میں ایک نیا رنگ بدلا اور سب کا عطر کھنچکر ایک دوسرا جوہر تیار ہوا جسکو منی کہتے ہیں جسمیں جملہ کمالات جو بعد کو ظاہر ہونگے ودیعت رکھے ہوئے ہیں یہ پہلا استحالہ یا اول ترقی تھی اسکے بعد جب وہ منی عورت کے رحم میں جاتی ہے تو چند روز کے بعد خون بستہ ہو جاتی ہے یہ دوسرا استحالہ ہوا ۔ پھر یہ خون چند روز کے بعد ترقی کر کے گوشت کا لوتھڑا بنجاتا ہے اسکو مضغہ کہتے ہیں یہ تیسرا استحالہ ہوا ۔ اب صناع حقیقی اُسمیں سے مختلف اجزا ہاتھ پاؤں سر دل دماغ نمودار کرتا ہے اور ہر ایک عضو کی خاصیتیں اُسکو عطا کرتا ہے اب منی کے اندر جو کمالات ودیعت تھے خوب ظاہر ہونے لگے اب ایک ہی مادہ سے مختلف اجزاء بنانا اور ان میں یہ حیرت انگیز نقاشی کرنا کیا طبیعت جسم بے تمیز کا فعل ہے ؟ ہرگز نہیں ۔ پھر کیا ماں باپ کی کاریگری ہے ہرگز نہیں انکو تو خبر بھی نہیں کہ اندر کیا ہو رہا ہے اور اب تک بھی جو مصلحتیں اور حکمتیں اسکے اعضا میں رکھی ہیں انکی بھی تشریح سے بڑے بڑے اطبا عاجز ہیں قدرت کے بنائے ہوئے اعضا میں کوئی جوڑ نہیں لگا سکتے اور نہ کسی میں کوئی زائد قوت رکھ سکتے ہیں پھر ماں باپ بے علم کو کیا تمیز پھر یہ کون کاریگر ہے اور کیسے مبارک ہاتھ اس اندھیری کوٹھری میں یہ حیرت بخش کاریگری کرتے ہیں ؟ اُسی قادر مطلق اور حکیم برحق کے یہ چوتھا استحالہ تھا ۔

اسکے بعد اُسمیں حیات یعنی جان ڈالی جاتی ہے اور وہیں اُسکے تغذیہ و تنمیہ کے سامان وہ رب حقیقی مہیا کرتا ہے اور رحم ہی میں یہ پورے انسان بنجاتی ہیں یہ پانچواں استحالہ تھا ۔ الغرض جب وہ منی اتنی الٹی پلٹیوں کے بعد انسان ہو جاتی ہے اور حضرت انسان رحم سے باہر آتے ہیں تب اُسپر ربوبیت کا اظہار یوں ہوتا ہے کہ اول تو اُسی جسم میں سے اُسکے لیئے غذا تیار کی ۔ ماں کی پستانوں میں دودھ پیدا کیا ۔ اس مرتبہ میں اس سے بڑھکر کوئی غذا مفید ہے نہ آسان ہے پھر اُسکو بھی دودھ پینا اور منہ سے چوسنا سکھایا ۔ جب اس عرصہ میں اسکی اور بھی تکمیل ہو گئی اور اُسکے جسم میں دوسری غذا کیلئے قابلیت پیدا ہو گئی دانت نکل آئے معدہ میں قوت آگئی دودھ پھر کر ہضم کرنیکا سامان بھی بہم پہنچگیا تو دنیا بھر کا الوان نعمت سے بھرا ہوا دسترخوان اسکے لیئے بچھا دیا گیا اب جو چاہیں کھائیں جو چاہیں پئیں ۔ اب بولنے بھی لگے حس ادراک بھی کرنے لگے اور اس میدان میں ترقی کرتے چلے یہانتک کہ عقل ہیولانی کے تنگ دائرہ سے نکلکر عقل بالفعل اور عقل کل تک جا پہونچے اب تو زمین و آسمان کے قلابے ملانے لگے ۔ ان جملہ مراتب کو لحاظ کرے تو اسکی شان ربوبیت کا کامل جلوہ نظر آنے لگا اور یہ بھی جان لے کہ اسکی ربوبیت کا سلسلہ یہیں تک ختم نہیں ہو بلکہ ایک دوسرے عالم تک جاتا ہے جسکے لیئے علوم روحانیہ پڑھائے جاتے ہیں ۔

ف منی کے مادہ کا ذکر چھوڑ کر خون بستہ کا ذکر کرنا اسوجہ سے ہوگا کہ ماں کے رحم میں آکر خون بستہ ہو جانا اول استحالہ ہے اور یہیں سے انسان کی عمارت شروع ہوتی ہے اور نیز عمارت تمام ہونیکے بعد بھی خون ہی کے زور پر قائم رہتی ہے اسی سے اجزاء تحلیل شدہ پھر تیار ہوتے جاتے ہیں اور اسی سے روح نفسانی و حیوانی و طبعی بنتی ہے وہ ہی روح انسانی یعنی نفس ناطقہ کا مرکب ہے بھلا کوئی کاریگر کسی مادہ سے ایسا خون بناکر تو دکھادے

مضامین مذکورہ بالا جو شان ربوبیت یاد دلاتے ہیں ذکر فرما کر پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اقرأ پڑھ یہ کلمہ تاکید کے لئے دوبارہ استعمال کیا۔

ف مفسرین نے اس کلمہ کے دوبارہ آنے کی بہت سی حکمتیں بتائی ہیں ازانجملہ یہ ہے کہ اول بار جو اقرأ فرمایا تھا اس سے مراد خود کا پڑھنا تھا کس لئے کہ آپ بظاہر امی تھے پھر جب تک کہ پہلے آپ کو نہ پڑھایا جاوے تب تک آپ اوروں کو کیا پڑھا سکتے تھے اس لئے اسکے بعد دوسرا اقرأ فرمایا کہ اب آپ لوگوں کو پڑھائیں آپ ہی استاد الکل فی الکل ہیں یہ دستار فضیلت آپ ہی کے سر مبارک پر قضا و قدر کے ہاتھوں نے باندھی ہے ازانجملہ یہ ہے کہ اقرأ اول سے علوم باطنیہ کے پڑھنے کیطرف اشارہ ہے اور اقرأ ثانیہ سے علوم ظاہرہ کیطرف یا برعکس۔ ازانجملہ یہ کہ اقرأ اول کی اقرأ دوم تاکید ہے جیسا کہ کہتے ہیں پڑھ پڑھ۔ اور یہ اس لئے کہ آپنے بھی کئی بار انکار ما انا بقاری کہکر کیا تھا

پڑھانا پڑھنے والے کے لئے ایک بڑا بھاری کام ہے بغیر مددغیبی کے ہو نہیں سکتا اسلئے مددغیبی کا بھروسا دلانیکے لئے اسکے بعد یہ بھی فرمادیا وربک الاکرم کہ تیرا رب کریم ہے اسکے کرم اور فضل پر بھروسہ رکھو اُسکا کرم اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ضرور تمہاری دستگیری کریگا اور یہ بھاری کام تمہارے لئے آسان ہوجاویگا۔ اور اُسکے کرم کا یہ ثبوت ہے کہ الذی علم بالقلم اُسنے انسان کو قلم یعنی لکھنا سکھایا وہ مطالب جو ذہن میں ہوتے ہیں قلم کے ذریعہ سے کاغذ پر ثبت ہوجاتے ہیں جنکو لکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے اور بھولی بات کو لکھی دیکھکر یاد کرلیتا ہے اور دوسرا شخص بھی گو سیکڑوں ہزاروں برس گذر گئے ہوں مگر لکھی ہوئی بات کو سمجھ لیتا ہے اور ایک کے سینے کا مضمون دوسرے کے سینہ میں مرکوز ہوجاتا ہے قلم پر نہ صرف سلطنت تجارت حرفت کا دارمدار ہے بلکہ دینی امور بھی قلم کے ذریعہ سے آیندہ نسلوں تک بحفاظت پہونچتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کی کتابیں اور اُنکے علوم اور اسیطرح اولیاء کرام کے فیوض و برکات جو پچھلوں کو پہونچے اور پہونچ رہے ہیں قلم ہی کے ذریعہ سے اسلئے قلم کے محامد میں لوگوں نے بہت کچھ عمدہ مضامین لکھے ہیں۔

اور دوسرا ثبوت اُسکے کرم کا یہ ہے کہ علم الانسان مالم یعلم کہ انسان کو جسکی حقیقت بیان ہوچکی ہے کہ وہ خون کی ایک پھٹکی سے بنا ہے وہ وہ چیزیں سکھائیں کہ جنکو وہ جانتا نہ تھا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کو اسرار غیب بتائے بندوں کی نجات اور دنیاوی انتظام کے قانون سکھائے عرفاء کو مواجید و اشراق کے رستے بتائے ذات و صفات کے علوم عطا کئے حکماء کو صدہا علوم اور علوم کے اصول سکھائے جن سے انہوں نے دنیا میں وہ وہ عجائب فنون ایجاد و اختراع کیے جو حیرت بخش ہیں عام ہے کہ قلم کے ذریعہ سے یا خود اسکے دل میں القاء کیے ہیں۔ ان آیات میں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ تعلیم الٰہی کے دو طریقے ہیں ایک تعلیم قلم یعنی تعلیم کتابی کہ کسی دوسرے کا فیض ہوتا ہے جو پڑھنے والیکو حاصل ہوا کرتا ہے۔ دوم تعلیم بالدنی جو وحی و الہام کے ذریعہ سے انبیاء کو ہوتی اور قرآن تعلیم لدنی ہے اور یہ قلم کے ذریعہ سے پچھلوں تک متوارث ہوتا رہیگا۔ بعض عرفاء فرماتے ہیں کہ مراد قلم اعلیٰ ہے یعنی روح اعظم جو واسطہ ہے علوم غیبیہ کا۔ اسکے ذریعہ سے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو جانتا نہ تھا۔ ف انسانکو جن وسائل سے علم آتا ہے بہت ہیں ازانجملہ قلم ہے جسکا ذکر ہوا ازانجملہ حواس ظاہرہ و باطنہ ہیں یہ جزئیات مادیات کے علم میں کام آتے ہیں ازانجملہ استدلال و نظر و فکر ہے جو چند معلومات کے مرتب کرنے سے مجہول چیز معلوم ہوجاتی ہے۔ ازانجملہ کشف ہے۔ ازانجملہ رویاء صادقہ ہیں ازانجملہ وحی و الہام ہے۔ نجوم و رمل و جفر تعلم معین یقین کے ذرائع نہیں انسے جو حاصل ہوتا ہے وہ ظن ہے اور وہ کارآمد نہیں۔ اب ان بے انتہا نعمتوں کے بدلہ میں انسان اپنے منعم سے کیا کرتا ہے۔

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۙ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ؕ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ؕ اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى ۙ عَبْدًا

بیشک انسان تو سرکشی کر رہا ہے۔ اسلئے کہ اپنے آپکو بے پروا جان رہا ہے۔ پھر کر تو تیرے رب ہی کے پاس جانا ہے۔ تم نے اسکو بھی دیکھا جو بندے کو

اِذَا صَلّٰى ؕ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰىٓ ۙ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ؕ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ؕ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ؕ

نماز سے روکتا ہے۔ بھلا دیکھو تو سہی اگر وہ راہ پر ہوتا یا پرہیزگاری سکھاتا۔ بھلا دیکھو تو سہی اگر اس نے جھٹلایا اور منہ موڑ لیا تو کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے

ترکیب

كلا فيها اقوال (۱) انها بمعنى حقا وهو مذهب الكسائى لانه ليس قبلها ولا بعدها شئ تكون كلا ردا له ذكره الجرجانى صاحب النظم (۲) ردع وزجر لمن كفر انعامه تعالى بطغيانه وان لم يتقدم له ذكر (۳) مذهب ابى حيان انها بمعنى الا التنبيه نحو الا انهم هم المفسدون فيقف على ما قبلها ويبتدأ بها وعلى الاول الوقف عليها ان راٰه بالنصب قال الاخفش اصله لان راٰه فحذفت اللام كما يقال انكم لتطغون ان رايتم غناكم وقال ابن الصائغ هو مفعول له لــ يطغى لذلك والرؤية ههنا بمعنى العلم ولو كانت بصرية لا امتنع الجمع بين الضميرين فى فعلها الشئ واحد لان ذلك من خواص علم وشبهه فالمفعول الاول الضمير فى راٰه والثانى استغنى الرجعى والرجوع والمرجع كلها مصادر والرجعى على وزن فعلى ارايت فى المواضع الثلاثة بمعنى اخبرنى لان الرؤية سبب الاخبار عن المرئى فاقيم مقام الاستفهام والخطاب لكل من يصلح له ارايت فاعل الضمير المستتر فيه اسم اشارة الذى موصول ينهى الضمير الراجع فيه الى الموصول فاعله عبدا مفعوله اذا صلى متعلق بينهى والموصول مع صلته مفعول رايت والجملة الشرطية (ان كان على الهدى معطوف عليه او امر بالتقوى معطوف) مفعوله الثانى وجواب الشرط محذوف يدل عليه قوله الم يعلم الخ وارايت الثانى زائدة مكررة للتاكيد ارايت الثالث مفعوله الاول محذوف ان كذب وتولى شرط الم يعلم الخ جوابه والشرط مع الجواب مفعوله الثانى فان قلت كيف صح ان يكون الم يعلم جوابا للشرط قلت كما صح فى قولك ان احسن اليك زيد هل تحسن اليه ۔ الكشاف ۔

تفسیر

کیا شکر گزاری اور نیازمندی کرتا ہے یا سرکشی اسکا بیان ان آیات میں ہے ۔ کلا نہیں نہیں انسان شکر گزاری نہیں کرتا بلکہ ان الانسان لیطغیٰ انسان سرکشی کرتا ہے ۔ اور یہ کس لیئے کرتا ہے ان راٰہ استغنیٰ کہ وہ اب اپنے آپ کو اس منعم کا محتاج اور دست نگر نہیں سمجھتا جانتا ہے کہ اب مجھے کیا پروا ہے مجھ میں زور ہے تو ایسا میرے پاس مال و اسباب ہے تو یہ کچھ ۔ اور مجھے علم و عقل ہے تو یہ کچھ میرے آگے تمام حیوانات میرے غلام ۔ اور عناصر میرے خدمت گار ہیں ۔ میں بجلی کی طاقت کو بس میں لاکر تار کے ذریعہ سے پل بھر میں سیکڑوں کوس اپنا مضمون پہنچا سکتا ہوں میرا الہام بھی کچھ کم نہیں ۔ کہربائی

طاقتوں سے وہ وہ حیرت انگیز کام کرسکتا ہوں کہ جو کوئی اور نہیں کرسکتا۔ ابخرات پانی کے زور سے ہزاروں من بوجھ
کھینچنے والی تیز چلنے والی ریل بنا سکتا ہوں۔ بخارات کو بس میں کرکے کیسی کیسی مشین چلا سکتا ہوں۔ سمندر کے سفر کیلئے
میں نے اپنے علم اور عقل سے وہ وہ سامان بہم پہنچائے کہ سمندر پر میری حکومت ہوگئی۔ اور انسانی علاج میں میں نے وہ
وہ نسخے بہم پہونچائے کہ جنکو دیکھ کر حیرت ہوجاوے۔ میں ہڈی کی جگہ اور ہڈی لگا سکتا ہوں اور بدن میں خون جدید
پہونچا کر قوی کرسکتا ہوں۔ میں نے بارش کی حقیقت معلوم کرلی۔ اب جب چاہوں چند گولے چھوڑ دوں انکے ابخرات
اوپر کو جاکر بادل بنجاتے ہیں اور پانی برسنے لگے۔ میں بجلی بنا سکتا ہوں نوشادر اور جست اور تانبے کو ترکیب دینے
سے بادل تو وہی کڑک وہی چمک ہونے لگے۔ اب میں آسمان کی طرف بھی غبارہ میں بیٹھ کر اڑنے لگا ہوں
میں نے وہ وہ دوربینیں ایجاد کی ہیں کہ جن سے عالم غیب کا مشاہدہ ہوجاتا ہے۔ لاکھوں کوس کے ستارے
میرے سامنے آجاتے ہیں وہاں کی چیزیں مجھے خوب دکھائی دیتی ہیں۔ میں نے معاش میں وہ وہ کارآمد چیزیں
ایجاد کی ہیں اور وہ وہ پرلطف مکان بنانے جانتا ہوں کہ کوئی کیا بنائیگا۔ وہ وہ باجے ایجاد کیئے ہیں
کہ چابی دینے سے خود بخود گھڑیوں بجتے ہیں اور سننے والے کو محو کردیتے ہیں ہماری کوٹھی کا فرنیچر یعنی سامان
کچھ جنت کے سامانوں سے کم نہیں۔ ابھی میں بہت سی چیزوں کی تحقیق میں سرگرم ہوں پھر دیکھئے میں کیا ہوجاتا
ہوں۔ خدا خدا ایسے کہاں ہے مجھے کوئی دوربین۔ خوردبین یا اور کسی آلہ سے تو دکھائے فلسفہ جدید کہتا ہے
یہ ایک انسان کا خیال ہے جو پشت در پشت چلا آیا ہے عالم اجسام مادہ کے سبب موجود ہے۔ آپ ہی چیزیں
بگڑتی بنتی ہیں۔ جیسا کہ دریا کے جوش میں پانی کے بلبلے اٹھتے اور بیٹھ جاتے ہیں۔ مرنے کے بعد کس نے روح
کو دیکھا ہے وہ تو قطعاً مرجاتی ہے۔ پھر آخرت اور ثواب و عقاب کا جھگڑا محض ریفارمروں نے لوگوں کو سمجھانے
ڈرانے کے لیے بنالیا ہے اور اس بغیر انکا کام بھی نہیں چلتا تھا۔ یہ ہے وہ انسان بدبخت نمک حرام کی سرکشی جسنے اس
خون کی بوند کو ایسا بنایا اور یہ کچھ سکھایا آج اس سے اکڑتا ہے اور یہ سرکشی علی قدر مراتب ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ مکہ
کے کافر اور مشرک اپنے حوصلہ کے موافق کرتے تھے آجکل جو علوم جدیدہ اور نیا فلاسفہ پھیل گیا اور عمدہ عمدہ سامان معاش
بہم پہونچے تو صاف صاف بغاوت کی ٹھہرادی حالانکہ ابھی تو اس نمک حرام کو لاکھواں حصہ بھی نہیں بتایا ہے یہ خود جانتا ہے
کہ فلسفہ حال اور اسکی تحقیق کسی حد پر جاکر ٹھہر نہیں گئی ہے ہر روز اور ہر سال نئی نئی باتیں معلوم ہوتی جاتی ہیں
جن باتوں کا اگلی سال یقین تھا اب انکو غلط بتایا جاتا ہے۔ الغرض جن جن نعمتوں پر شکر کرنا چاہیئے تھا
انہیں پر اکڑنے لگا۔ کوئی حسن پر کوئی حسب و نسب پر۔ کوئی مال و جاہ پر۔ کوئی علم و ذہن پر کوئی اولاد و لشکر
و حشمت پر۔ بعض مفسرین الانسان سے مراد آیت میں خاص انسان لیتے ہیں۔ مکہ کے کفار ابوجہل وغیرہ
اس بیان کے بعد انسانی سرکشی کو باطل کرتا ہے۔ فقال ان الی ربک الرجعیٰ کہ بیشک تیرے رب

کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہی ہے پھر کر اُسی کی طرف آنا ہوتا ہے۔ اسکے دو معنے ہیں اول یہ کہ موت سے تو کسیکو بھی انکار نہیں
جن حکیموں فیلسوفوں نے یہ کچھ ایجاد و اختراع کئے ہیں آخر وہ بھی اپنی صحت اور جوانی کی بقاء کی کوئی تدبیر نہیں کر سکے
دیکھ رہے ہیں کہ عمر رواں ہاتھ سے چلی جا رہی ہے تندرستی اور جوانی کا قافلہ لٹا رہا ہے یکے بعد دیگرے اسکے قویٰ
جواب دیتے چلے جاتے ہیں آخر ایک روز یہ سرکش لمبے چوڑے دعوے کرنیوالا بھی چلدیتا ہے بے حس و حرکت ہو کر
گر پڑتا ہے اب اسکی روح خدا کے پاس جاتی ہے اپنے کئے کا بدلا پاتی ہے۔ دوئم یہ کہ باوجود ان نعمتوں اور ان علوم کے
جو اسکو خدا نے تعلیم کئے اور جن پر یہ سرکشی کرنے لگا اور گھمنڈ سے اکڑ بیٹھا جب آنکر اسکی کوئی تدبیر بگڑتی ہے تو پھر خدا ہی سوجھتا ہے
زمانہ حال کے بڑے بڑے مدعی جب انکا جہاز سمندر کے طوفان میں پھنستا ہے اور کل تدابیر سے عاجز آ جاتے ہیں تو خدا ہی سوجھتا ہے
اسیطرح وہ لشکر جنکو اسلحۂ جنگ پر ناز تھا شکست کھاتا ہے اور کوئی تدبیر بن نہیں پڑتی تو خدا ہی کی طرف دل دوڑتا ہے
بڑے بڑے حکیم و ڈاکٹر جو اعجاز مسیحا کے مدعی تھے جب تدبیر بگڑتی ہے اور کچھ بن نہیں آتی تو وہی سوجھتا ہے۔ بہر طور
ہر حال اور ہر مثال میں اگر غور سے دیکھا جاوے تو انسان پر تمام تدابیر اور ذریعوں کے بعد ایک ایسی حالت بھی
آتی ہے کہ یہاں بجز ناچاری کے اور کچھ نہیں ہو سکتا یہی وہ حالت ہے کہ جسکو رب کی طرف رجوع کرنے سے
تعبیر کیا جاتا ہے اور جنکی اندرونی آنکھیں روشن ہیں وہ تو ہر وقت ہی دل سے اسکی طرف رجوع کرتے
ہیں اور خواب غفلت سے بیدار ہو کر جان لیتے ہیں کہ تمام اسباب کا سلسلہ ایک مسبب الاسباب کے ہاتھ
میں ہے۔ مگر جو گمراہ ازلی ہیں اور بالکل تیرہ باطن ہیں اور بہائم سے زیادہ ان میں باطنی حس و ادراک نہیں وہ
اس حالت میں بھی کہ جو رجوع الی اللہ کی حالت ہے دل سے رجوع نہیں ہوتے اور اُسی گمراہی کے جال میں پھنسے
رہتے ہیں۔ منجملہ اسکے سرکشی کی ایک حرکت یہ بھی ہے ارأیت الذی ینہی عبدا اذا صلی کہ بندے کو نماز پڑھنے
سے روکتا ہے۔ یعنی اللہ کے بندوں کو نماز اور رجوع الی اللہ سے روکتا ہے۔ آپ تو روکا ہوا تھا ہی اوروں
کو بھی روکتا ہے یہ گمراہی اور سرکشی کا کمال درجہ ہے۔ ابوجہل لعین نے بھی ایسا ہی رسول کریم صلے اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے پیچھے سے آکر گلے میں پٹکا ڈالکر اس زور سے کھینچا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں نکل آئیں۔ اور کہا کہ اگر پھر کبھی تجھے کعبہ میں نماز پڑھتے دیکھوں گا تو گردن توڑ ڈالونگا
اور بلال جو غلام تھے جب تک اسکی ملک میں تھے انکو بھی نماز سے روکتا تھا۔ اسوجہ سے مفسرین نے کہدیا
کہ یہ آیات ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔

ف: نماز سے روکنے سے وہی روکنا مراد ہے جو عبادت الٰہی کا مخالف بنکر روکے ورنہ بقاعدہ اگر کوئی نماز
پڑھے جیسا کہ اوقات مکروہ میں یا غصب کی زمین میں یا فرائض و سنن کے علاوہ اور زیادہ نوافل میں نوکر یا جو کسی
مصروف ہو کر حرج کار کرے تو یہ روکنا وہ روکنا نہیں۔

اسکو یہ بتاتا ہے کہ بجائے اس سرکشی کے شکریہ کرتا تھا۔ فقال ارأیت ان کان علی الہدیٰ او امر بالتقویٰ کہ اے دیکھنے والے دیکھ تو سہی وہ ناشکر متکبر باغی بنکر جو اوروں کو بھی خدا کیطرف رجوع ہونے سے روکتا ہے اگر بجائے اس گمراہی اور سرکشی کے خود ہدایت پر ہوتا یعنی سیدھی راہ چلتا جو انبیاء کی راہ ہے اور اس سے بھی ترقی کرکے اوروں کو بھی تقویٰ و پرہیزگاری کی ہدایت کرتا حکم دیتا تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ گمراہی اور سرکشی کے بدلے ہدایت پر ہوتا اور لوگوں کے روکنے کے بدلے انکو بھی ہدایت کرتا مہدی اور ہادی ہوتا تو کیا بگڑ جاتا برخلاف اسکے ضال و مضل بنگیا۔ نعمت کی شکر گزاری یہ ہے نہ وہ۔

ف لفظ ارأیت جسکے معنی یا دیکھے ہیں انفصال حقیقی کے لیئے نہیں صرف تنبیہ غافل کے لیئے ہے کہ ان میں سے ایک نہ ایک بات ضرور کرنی تھی اور جو دونوں ہوتیں تو اور اچھا ہوتا مگر وہ بدنصیب تو ادھر آتا ہی نہیں اس بات کو اس جملہ میں ارشاد فرماتا ہے ارأیت ان کذب وتولیٰ الم یعلم بان اللہ یریٰ دیکھ تو سہی اگر اس بدبخت نے ارشاد الٰہی کو جو اسی کی بہتری کے لیئے تھا بجائے تصدیق کرنیکے جھٹلا دیا اور منہ موڑ لیا ہے تو کیا یہ نہیں جانتا کہ اللہ بھی دیکھ رہا ہے۔ خلاصہ کلام اگر وہ خود بھی ہدایت پر ہوتا اور دوسروں کو بھی ہدایت کرتا تو بھی اور جو اسنے جھٹلا دیا اور منہ موڑ لیا تو بھی خدا نیکی بدی کا بدلہ دیتا ہے پھر جو بندہ نیکی سے روکتا اور بدی کرتا ہے کیا اسنے یہ سمجھ لیا ہے کہ خدا دیکھتا نہیں ہے ضرور دیکھتا ہے۔ اس میں اجمالی طور پر اعمال کی جزا و سزا کیطرف اشارہ ہے۔ اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ حق سبحانہ لطیف و خبیر ہے کوئی جوہر اور کوئی عرض اسکے علم سے باہر نہیں اور علم بھی علم حضوری کہ نہ ذہول ہے نہ نسیان اور یہ اس لیئے کہ وہ خالق ہے۔ اور جواہر و اعراض مخلوق ہیں اور علت کو معلول کا علم حضوری ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ وہ عادل ہے پھر اسکے نزدیک محسن اور مسی نیک اور بد برابر کیونکر ہو سکتے ہیں اور قادر بھی ہے اور قدرت کاملہ کا ثبوت اس کے خالق ہونے سے بخوبی ہے۔ پھر جو قادر بھی ہو عادل بھی ہو عالم بھی ہو کہ اعمال تو اعمال دلوں کے خطرات بھی اسکو معلوم ہوں پھر اگر وہ نیک کو جزا اور بد کو سزا نہ دے تو عالم کی بادشاہی تو بڑی چیز ہے ایک گھر پر بھی حکومت نہیں کر سکتا اسلیئے جس طرح اسکے فضل کا مقتضا یہ تھا کہ اسنے انسان کو یہ نعمتیں عطا کیں اور علم کی دستار اسکے سر پر باندھکر اور مخلوق کا سردار بنایا اسیطرح اسکے عدل و انصاف کا بھی یہ تقاضا ہے کہ ان نعمتوں کے شکر کرنے والے کو دنیا میں یا مرنے کے بعد جزا خیر عطا کرے اور وہ کیا ہے حیات جاودانی اور سرور ابدی۔ اور شکر یہ کیا ہے ایمان لانا اور نیک کام کرنا اور یہ خیال رکھنا کہ مجھے اللہ جل جلالہ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اور دل سے اس محسن کی محبت کرنا۔ اور ناشکری کیا ہے کفر اور طغیان اور نیکی سے اوروں کو بھی روکنا تو اسکی سزا جہنم ہے۔

چنانچہ اگلی آیتوں میں اسیکی تصریح فرماتا ہے

كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ

خبردار اگر وہ باز نہ آیا۔ تو ہم اسکی ذرب پکڑکر گسیٹین گے۔ جو جھوٹا اور گنہگار ہے۔ سو اب بلائے اپنی مجلس کو ہم بھی اپنے پیادے بلاتے ہین

كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِب ۝

خبردار۔ اسکا کہنا نہ مانیو اور سجدہ کرو اور نزدیک ہو جاؤ۔

ترکیب

کلا۔ زجر للناہی عن الصلوۃ والتحریت۔ لئن شرطیۃ واللام موطئۃ للقسم ای واللہ لئن لم ینتہ عما ہو علیہ ۔ لنسفعا الخ جواب الشرط۔ واصلہ لنسفعن۔ وہو صیغۃ جمع المتکلم مع لام التاکید ونون الخفیفۃ للتاکید۔ السفع القبض علی الشیٔ وجذبہ بشدۃ (کشیدن) یقال سفع یسفع (سفع موے پیشانی گرفتن (جمع لفعوا) یقال بہ سفعۃ من الشیطان ای مس و سوختن آتش وسموم روی را ورنگ گردانیدن (سفعہ بالضم سیاہی کہ بسرخی زند) صراح۔ وقری لنسفعن بنون مشددۃ۔ ونون الخفیفۃ تبدل بالالف فی الوقت لسکونہا والفتاح ما قبلہا۔ وکتبت فی المصحف بالالف علی حکم الوقف۔ ولما علم انہا ناصیۃ المذکور اکتفی بلام العہد عن الاضافۃ فقیل بالناصیۃ ناصیۃ بدل من الناصیۃ وجاز بدلہا عن المعرفۃ لانہا وصفت بکاذبۃ خاطئۃ۔ فاستقلت بفائدۃ وصارت کالمعرفۃ۔ وقرئت ناصیۃ بالرفع علی انہا خبر مبتدء ای ہی وقرئتا بالنصب علی الذم۔ ووصف الناصیۃ بالکذب والخطاء وہما لصاحبہا علی الاسناد المجازی کما الشتم۔ والناصیۃ شعر مقدم الراس۔ النادی المجلس الذی ینتدی فیہ القوم ای یجتمعون والمراد اہل النادی (ندا بالکسر والمد آواز دادن وخواندن وقد یضم ایضا مثل دعاء ورغاء مناداۃ مثلہ و تنادوا ای ناد ی بعضہم بعضا ندی ندوۃ نادی منتدی انجمن) صراح۔ الزبانیۃ قال الکسائی والاخفش وعیسی بن عمرو جمع زابن۔ وقال ابو عبیدۃ جمع زبنیۃ۔ وقیل زبانی بتشدید الیاء۔ وقیل ہو اسم الجمع لا واحد لہ من لفظہ کعبادید وابابیل۔ واصل الزبن الدفع والعرب تطلق ہذا الاسم علی من اشتد بطشہ قال قتادۃ ہم الشرط۔ قرء الجمہور سندع بالنون ولم یرسم الواو کما فی قولہ یوم یدع الداع۔

تفسیر
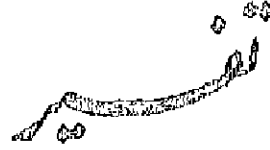
کلا۔ خبردار۔ یہ اس ناشکر کو جھڑکی ہے۔ واضح ہو کہ لفظ کلا کے کلام عرب مین کئی معنے ہین۔ کبھی بمعنی بیشک وتحقیق کے آتا ہے۔ کبھی حرف تنبیہ کی جگہ مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ الا اسکے معنی ہین دیکھو۔ کبھی تنبیہ وزجر و توبیخ کے لیے آتا ہے جسکے معنے ہین خبردار۔ یا نہین نہین۔ اس جگہ اس معنے مین مستعمل ہے۔ اور یہ کلمہ قرآن مجید کے نصف اول مین مستعمل نہین ہوا نصف اخیر بالخصوص آیات وسورہ مکیہ مین آیا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ مکہ کے لوگ کفر وبدکاری اور بیہودہ گوئی پہ اصرار اور ہٹ دھرمی زیادہ کرتے تھے۔ اس جھڑکی کے بعد فرماتا ہے لئن لم ینتہ لنسفعا بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ خاطئۃ اگر وہ بدکیش ناشکر کافر اسپر بھی باز نہ آیا تو ہم

اسکی ڈب پکڑ کر کھینچین گے یعنی پیشانی کے بال پکڑ کر جو خطاکار اور جھوٹی پیشانی ہے۔

ف۱ - پیشانی پکڑ کر گھسیٹنے سے مراد سر کا ذلیل و خوار کرنا ہے دنیا اور آخرت مین۔ انجام کار ایسے متکبر و کافر سخت رسوا اور بہت ذلیل ہوتے ہین۔ خدا سے جبار انکے سب زور توڑ دیا کرتا ہے۔ کوئی تدبیر نفع نہین دیتی اور جو کسی مصلحت سے دنیا مین چند روز مہلت بھی دی تو مرنے کے بعد تو ہی سزا ہے۔ سفع کے معنے گھسیٹنے کے بھی ہین اور سیاہی کو بھی کہتے ہین اسلیئے دوسرے معنے پر خیال کر کے علماء نے یون مطلب بیان کیا ہے کہ ہم اسکو روسیاہ کرینگے۔

ف۲ پیشانی سر مین ایک نمود کی چیز ہے اور سر ہی تمام غرور اور بطالت کا خزانہ ہے اس لیئے ذلیل کرنے مین پیشانی کا ذکر کیا اور اس لفظ سے تعبیر کیا۔ اور چونکہ یہ پیشانی یعنے سر غرور اور خیالات بیہودہ کا مخزن ہے دماغ ہی مین یہ لغویت ہوتی ہے۔ اس لیئے اسکو خاطیہ یعنے خطاکار کہا یعنی غلط خیالات کا مخزن۔ اور اس مین جھوٹی تمنا ئین بھی ہوتی ہین کہ جس طرح دنیا مین ہم نے عزت حاصل کی خدا کے ہان بھی حاصل کرینگے۔ اور یہ بھی کہتے تھے کہ ہمکو کون سزا دیسکتا ہے اس لیئے اسکو کاذبہ یعنی جھوٹی بھی فرمایا۔ یعنی وہ علوم جو اسکو راہ حق سے روکے ہوئے تھے بطالت و کذب تھے۔ بعض فرماتے ہین کہ پیشانی خاطر کا ذبہ ہونے سے مجازاً پیشانی والا مراد ہے۔

ف۳ خاطی اور مخطی مین فرق ہے۔ اول وہ جو دیدہ دانستہ کوئی برا کام یا غلطی کاری کرے۔ دوئم وہ جو بھولے سے اول کی سزا جہنم ہے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے من غسلین لا یاکلہ الا الخاطئون - دوسرا قابل درگذر ہے جیسا کہ اس آیت سے سمجھا جاتا ہے ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا کہ اے ہمارے رب بھول اور نادانستہ خطا پر ہمین نہ پکڑنا۔

اگر اسپر بھی بس نہو اور یہ سمجھے کہ ہمکو کون پکڑ سکتا ہے جیسا کہ ابوجہل لعین نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ مین نماز اور قرآن پڑھنے سے روکا اور دھمکی دی کہ اب دیکھون گا تو گردن توڑ ڈالونگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے قہر سے ڈر وہ چاہے تو تیری گردن توڑ ڈالے۔ اسپر اس نے کہا میری گردن کون توڑ سکتا ہے اگر مین اپنے اعوان و انصار کو کیا ہر وقت مجلس اور دربار کے بیٹھنے والون کو بھی کہون اور ان کو بلاؤن تو آدمیون سے جنگل بھر دون۔ اسیطرح ہر سر پر غرور کو خیال ہوتا ہے تو حق سبحانہ فرماتا ہے جب اسکی پیشانی کو پکڑ کر گھسیٹین اور اسکو ذلیل و خوار کرنا چاہین تو فلیدع نادیہ وہ اپنی مجلس اور اعوان و انصار کو بلالے دیکھین کون آکر ہمارے مقابلہ مین اسکو بچاتا ہے؟ کس لیئے کہ سندع الزبانیہ ہم بھی اپنے جلادون کو بلائے لیتے ہین قہر الٰہی کے جلاد وہ قہر الٰہی کے فرشتے ہین جن کے مقابلہ کی کسیکو بھی طاقت نہین۔ اور نیز وہ حوادث و ہولناک وقائع ہین جو دنیا مین پیش آتے ہین اور پھر کسی کے ٹالے نہین ٹلتے۔ وبا۔ قحط۔ بیماری۔ تنگدستی۔ بیعزتی نفاق باہمی۔ بزدلی۔ سوء تدبیر۔ کاہلی۔ غلبہ اعدا وغیرہ بھی آسمانی جلاد ہین۔

ف۴ پھر جب ایکبار حسب دستور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ مین نماز پڑھ رہے تھے تو ابوجہل لعین نے دیکھا

اور حملہ کرنے کے لئے بڑھا۔ جب قریب آیا تو کسی چیز کو ہاتھوں سے ہٹاتا ہوا پچھلے پاؤں جلدی سے لوٹا۔ لوگوں نے دیکھکر پوچھا تو کہا میرے اور اسکے درمیان ایک آگ کی خندق تھی اور پروں کی آواز معلوم ہوتی تھی۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا اگر وہ میرے ہاتھ لگاتا تو اسکو فرشتے اچک لیجاتے اور تم سبکے سامنے پرزے پرزے کر ڈالتے (رواہ مسلم واحمد ونسائی وغیرہم)

آخرش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ پیش آیا۔ بدر کی لڑائی میں اس واقعہ کے بعد ابوجہل بہت سے بہادروں کو لیکر نبی کریم صلعم کے مقابلہ میں نکلا حالانکہ اسکی جمعیت سے چند تھی مگر جب قہربان الٰہی نازل ہوا تو اسکی مجلس وجلیس کچھ کام نہ آئے اور بہت سے مارے گئے اور بہت بھاگے اور بہت سے گرفتار ہوئے اور یہ بھی زخمی ہوکر زمین پر گرا۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسکی گردن کاٹی۔ اور کان میں رسی ڈال کر گھسیٹتے ہوئے لائے۔ اور ایک گڑھے میں لاکر ڈال دیا گیا۔ خدا کے قہر سے ڈرنا چاہیے آج وہ پرغرور جھوٹی اور خطاکار پیشانی کس ذلت سے میدان بدر میں گھسیٹی گئی۔

اس تہدید کے بعد اہل اللہ کی طرف روئے سخن کرتا ہے کلا کہ ہرگز ہرگز لا تطعہ اس کا فر بدکیش ناشکر کا کہنا نہ مان جو تجھے نماز و تقرب وعبادت الٰہی سے روکتا ہے بلکہ اسجد اپنے رب کو کہ جس نے تجھے یہ نعمتیں دین علم دیا سجدہ کر اور اسکے آگے جھک۔ بندہ کی یہی سعادتمندی ہے کہ اپنے آقا اور محسن کے آگے جھکے۔ سجدہ سے مراد بعض علماء کے نزدیک نماز ہے۔ اس افضل جزو سے کل کو تعبیر کیا اور اسکے افضل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ سر پر غرور کہ جسکو ناشکر اونچا کرتا ہے اپنے رب کے آگے سجدے میں رکھدیا جاتا ہے۔ اور یہ انسان کے تمام جسم میں افضل جزو ہے۔ یہ کمال نیازمندی کی دلیل ہے اور اسی لیئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب اپنے رب کو سجدہ کرتا رہتا ہے تو نہایت قریب ہوجاتا ہے (رواہ مسلم) اور اسی لیئے غیر اللہ کے لئے سجدہ حرام ہوگیا۔ بلکہ جو جھکنا سجدہ سے مشابہت رکھے اسکو بھی فقہاء نے حرام لکھا ہے۔

اور اسی بنیئے اس سجدہ سے اقترب اسکا قرب حاصل کر۔ بندہ جس قدر اپنے رب کی عبادت کرتا ہے اسیقدر قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور سجدہ افضل عبادت ہے اس لئے اس میں تقرب بھی زیادہ ہے اسلئے اپنے رب کو سجدہ کرنا تمام صالحین کی قدیم عادت ہے۔ بعض انبیاء علیہم السلام کی شریعت میں صرف سجدہ کرنا ہی نماز تھا۔

اس آیت کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ کرنا واجب ہے۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس آیت کو پڑھکر سجدہ کیا کرتے تھے۔ اور یہ قرآن کے مواقع سجود میں سے اخیر موقع ہے۔

ف بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ کلا لئن لم ینتہ الخ خاص ابوجہل کے لیئے نازل ہوا ہے۔ اور خطاب کلا لا تطعہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں۔

سورہ قدر مکیہ ہو اس میں پانچ آیات ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ

ہمنے اتارا ہے اسکو شب قدر میں اور تو کیا جانے کیا ہے شب قدر۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اسمیں

الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

فرشتے اور روح نازل ہوتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام پر۔ سلامتی کی رات ہے وہ صبح روشن ہونے تک

ترکیب

انا مبتدء انزلناہ الضمیر یرجع الی القرآن وان لم یتقدم ذکرہ لکونہ معہودا مسطورا فی متعلق بانزلنا والجملۃ خبر المبتدء۔ وما ادراک الجملۃ الاستفہامیۃ لبیان عظم شان لیلۃ القدر۔ لیلۃ القدر مبتدء خیر من الف شہر خبرہ والجملۃ الستانفۃ جواب الاستفہام۔ تنزل بحذف احدے التائین من الاصل۔ الملائکۃ فاعلہ وتانیث الفعل لاعتبار تانیثہ الفاعل والروح معطوف علی الملائکۃ فیہا اے فی لیلۃ القدر والجار متعلق بتنزل باذن ربہم متعلق بتنزل او بمحذوف ہو حال من فاعلہ اے متلبسین باذن ربہم اے بامرہ۔ من کل امر۔ اے من اجل کل امر وقیل من بمعنے اللام اے لکل امر وقیل بمعنے الباء اے بکل امر متعلق بالفعل السابق۔ والفعل مع متعلقاتہ جملۃ مستانفۃ مبنیۃ لوجہ فضیلۃ لیلۃ القدر۔ وتم الکلام عند من کل امر۔ ثم ابتدء فقال سلام ہی فی سلام وجہان الاول بمعنی مسلمۃ اے تسلیم الملائکۃ علی المؤمنین او تسلیم بعضہم علی بعض فعلے ہذا ہی مبتدا مؤخر وسلام خبر مقدم وحتی متعلقۃ بسلام اے الملائکۃ مسلمۃ الی مطلع الفجر والثانی بمعنے سلامۃ ویجوز الوقف علیہا ویکون المعنی سلام من کل امر ہی۔ حتی مطلع الفجر یجوز ان یتعلق حتی بسلام او بتنزل مطلع بکسر اللام وفتحہا لغتان وقیل الفتح اولی۔

تفسیر

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ سورہ کہاں نازل ہوئی! ماوردی کہتے ہیں کہ اکثر علماء کے نزدیک یہ مکہ میں نازل ہوئی ہے اور ابن عباس و ابن زبیر و عائشہ صدیقہ رض کا بھی یہی قول ہے۔ ثعلبی کہتے ہیں کہ اکثر کے نزدیک یہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے اور واقدی بھی یہی کہتے ہیں۔ قول اول زیادہ معتبر اور قرین قیاس ہے۔ اسکی پانچ آیت ہیں۔

مناسبت

مناسبت اس سورہ کو سورہ اقرا سے یہ ہے کہ سورہ اقرا میں بشر پر الطاف اور اسکے ترقیات کا اور پھر اسکی سرکشی اور سرکشی سے باز نہ آنے پر سزا ذکر تھا۔ اس سورہ میں بتلایا جاتا ہے کہ ان ترقیات و الطاف کے سوا ہمنے انسان پر اور بڑے انتہا عنایت کی ہیں (۱) یہ کہ اسکی تہذیب اور دارین سعادت کیلئے ہمنے قرآن نازل کیا یعنی ہمکو اس علم پر نہیں چھوڑا بلکہ علم الانسان مالم یعلم کے پورا کرنیکے لیئے آپ ہم نے بواسطہ جبرئیل اور پیغمبر علیہما السلام کے کلام کیا اور خود ہمکو آیندہ سعادت کی باتیں سکھائیں اور بادیہ میں گرنیوالی باتوں سے بچایا (۲) یہ کہ جسطرح دنیاوی شاہنشاہ ہونگے ان ایک،

ایک روز ایسا ہوتا ہے کہ جس میں الطاف وعنایت خسروانہ بیشمار ہوتی ہیں انعامات بٹتے ہیں فرمانبرداروں کے لیئے ترقی درجات ہوتی ہے
اسیطرح ہمنے بھی انسان کے لیئے ایک رات سال بھر میں ایسی رکھی ہے کہ اگر یہ اس میں ہماری طرف توجہ کرے اور عبادت و دعا و استغفار
کرے تو اسکو بے انتہا انعامات ملیں دعائیں قبول ہوں اُسکے گناہوں سے درگذر ہو اور برسوں کی عبادت سے یہ عبادت افضل ہے
اور وہ لیلۃ القدر کا وقت ہے۔ ان دونوں باتوں کا اس سورہ مبارکہ میں ذکر ہے۔ اور یہ رحمت خاص نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم
اور اُسکے پیرووں کے لیئے ہے اور سرا اس میں یہ ہے کہ پہلی امتوں کی عمریں دراز اور قوی تیز تھے اس لیئے اُنکے لیئے عمل اور احکام
کی پابندی کی بھی مشقت زیادہ تھی کئی کئی سو برسوں کی عمریں ہوا کرتی تھیں اور اُن میں وہ کیا کیا ریاضات شاقہ کرتے تھے اور اسی
بات کی طرف نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا ہے کہ میری امت اور اگلی امتوں کی مثال ایسی ہے کہ جیسا کسی نے
نصف دن تک ایک معین اجرت پر کسیکو کام پر لگایا اور پھر نصف دن سے لیکر عصر تک اسی کام اور اسی اجرت پر دوسرے کو مقرر
کیا اور پھر عصر سے لیکر غروب تک دوگنی اجرت پر تیسرے شخص کو معین فرمایا۔ پہلوں نے کہا ہمارا وقت اتنا اور مزدوری اسقدر
کہ جسقدر نصف دن سے لیکر عصر تک والے کی ہے اور اس کا وقت ہم سے نصف۔ پھر دوسروں نے بھی تیسرے کی نسبت یہی شکایت کی
کہ اسکا وقت ہم سے کم اور اجرت دو چند۔ مالک نے فرمایا کہ یہ میری عنایت ہے جسپر چاہوں کروں کیا تمہارے حق میں سے کچھ
کوئی کمی نہیں کی؟ انہوں نے کہا نہیں۔ وہ پہلا شخص یہود حضرت موسیٰ کی امت اور دوسرا عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کی امت اور تیسرا میری امت ہے تمہارے لیئے وقت کم اور اجرت دو چند ہے۔ (اسکو امام مالک وغیرہ محدثین نے بسند صحیح نقل کیا ہے)
اور مقتضاے رحمت تامہ (کہ جسکی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے التماس کی تھی اور جواب میں ارشاد ہوا تھا کہ فساکتبہا للنبی الامی الخ
کہ میں اسکو نبی امی کے حصہ میں لکھ دیتا ہوں۔ اور کتب سابقہ سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ میں ایک نئی قوم پیدا کروں گا
اور وہ میری قوم کہلاویگی اور وہ ابد تک مبارک ہوگی میں اپنے دست شفقت کو اُن سے نہ اٹھاؤں گا الخ) یہی تھا کہ اس
امت اور اس مبارک قوم کے لیئے ایک رات تقرب الٰہی میں ہزار راتوں سے بڑھکر بنائی جاوے تاکہ یہ لوگ تھوڑی عمر اور
تھوڑے زمانہ میں وہ تقرب حاصل کریں جو اوروں کو سیکڑوں برسوں میں بھی حاصل نہوتا تھا گویا وصول الی اللہ
کے لیئے پہلے بیل گاڑی تھی پھر حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد میں گھوڑا گاڑی بنی اور اس آخر الزمان نبی کے عہد میں ریل
بلکہ اس سے بھی جو کوئی تیز اور آرام کی سواری ہو وہ بنی جلد سے مقصود تک تھوڑی سی دیر میں پہونچتا ہے اور یہی وجہ ہے
کہ جوگی اور گسائیں اور پادریوں میں راہب کیا کیا مشقتیں اٹھاتے ہیں اور کیسی کیسی سخت ریاضتیں کرتے ہیں مگر انپر تقرب الٰہی کا
دروازہ نہیں کھلتا باطن میں وہی تاریکی باقی رہتی ہے جو کبھی کسی جھری یا سوراخ میں سے کچھ جھلک پڑگئی تو کس حساب میں ہے برخلاف
طریقہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے یہاں تھوڑی دیر میں اور بہت آسانی سے کشود کار ہوتا ہے پھر جو کوئی اب بھی ادھر نہ آوے تو
بڑا ہی بدنصیب ہے ذرا اس سے کوئی کر تو دیکھے۔ ان سب باتوں کا ذکر اس سورہ مبارکہ میں ہے گویا شوق دلانے کے لیئے اعلان شاہی ہے
فرماتا ہے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کہ خاص ہمنے نہ کسی اور نے اسکو یعنی قرآن کو جسکا چرچا ہورہا ہے اور مکہ میں غلغلہ مچا ہوا ہے کسی نے

دوسرے وقت نازل نہیں کیا بلکہ اس خاص وقت میں یعنی لیلۃ القدر میں۔

اب اس جگہ ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ باتفاق مورخین قرآن مجید تئیس ۲۳ برس میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا ہے۔ اور سب سے اول جو سورۂ اقرأ مالم یعلم تک نازل غار حرا میں ہوئی تو شوال کا مہینا تھا اور غالباً اول عشرہ تھا پھر یہ کیونکر صحیح مان لیا جاوے کہ قرآن مجید کو ہم نے شب قدر میں نازل کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انزال اور تنزیل میں فرق ہے تنزیل ٹکڑے ٹکڑے کرکے نازل کرنا اور انزال ایک بار۔ سو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تنزیل تئیس برس میں ہوئی اور ابتدائے تنزیل ماہ شوال میں ہوئی مگر اس آیت میں انزال کا ذکر ہے نہ تنزیل کا۔ بات یہ ہے کہ قرآن مجید کل یکبارگی شب قدر میں جو رمضان کے مہینے میں واقع تھی (جیسا کہ اسی لحاظ سے فرمایا گیا شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن کہ رمضان کا وہ مہینا ہے کہ جس میں قرآن نازل کیا گیا۔) لوح محفوظ سے بیت العزۃ میں جو آسمان پر ایک جگہ ہے نازل کیا گیا اور پھر وہاں سے حسب حاجت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلعم کے پاس لاتے تھے اور آپ ہر کلام کو اسکے اصلی موقع پر جمع کرا دیتے تھے اور ترتیب اصلی قرآن مجید کی یہی ہے جو اب موجود ہے اور اسی ترتیب سے لوح محفوظ سے بیت العزۃ میں اوپر سے لاکر رکھا گیا تھا۔

پھر یہ بات دریافت طلب ہے کہ لوح محفوظ کیا ہے اور بیت العزۃ کیا ہے اور کیا قرآن کاغذوں پر معمولی سیاہی سے لکھا ہوا مجلد بیت العزۃ میں آیا تھا؟ اسکی تشریح ہم مقدمہ تفسیر میں کرچکے ہیں۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ لوح محفوظ کوئی لوہے یا چاندی یا سونے یا لکڑی کی تختی نہیں ہے۔ بلکہ وہ علم الٰہی کا تعین اور مرتبہ اثبات ہے جس میں ہر ایک چیز کا علم دوسری چیز کے علم سے متعین و ممیز ہے باامتیاز خاص ورنہ ذات بحت کے مرتبہ میں بھی اسکے علوم ناقص اور غیر متمیز نہیں۔ اس مرتبہ کو لوح سے تشبیہ دیگئی کہ جہاں ایک مطلب کو دوسرے مطلب سے امتیاز خاص ہوتا ہے اور یہ امتیاز اس سے جدا ہے جو لکھنے والے کے ذہن میں پہلے تھا کس لیے کہ وہ مرتبہ مخفی و مکنون تھا یہ لوح کے دیکھنے والوں پر ظاہر ہے وہ خود پڑھ سکتے ہیں اور ممکن ہے کہ عالم شہود میں یہ مرتبہ اپنے مناسب کسی شکل نورانی میں متمثل بھی ہو جسکو عالم جسمانی میں لوح سے کمال مشابہت ہو۔ اور بیت العزۃ اسکے بعد دوسرا مرتبہ علم و امتیاز کا ہے کہ جو اعلیٰ طبقہ کے ملائکہ کے اوپر ظاہر و منکشف ہے اور ممکن ہے کہ اس مرتبہ میں قرآن کی حقیقت اپنے مناسب صورت میں متمثل ہو جسکو نوشتہ کتاب سے نہایت مشابہت ہو۔ واللہ اعلم۔

ف لیلۃ القدر کیا ہے؟ قدر مصدر ہے قدرت اقتدر کا اور قدر اور قدَر سکون دال اور اسکی حرکت سے دونوں کے ایک ہی معنی ہیں مگر یہ فرق ہے کہ بالسکون مصدر و بالفتح اسم ہے۔ واقدی کہتے ہیں قدر کے لغت میں معنی ہیں اندازہ کرنا۔ اور قدر شرف و منزلت کو بھی کہتے ہیں لفلان قدر عند فلان کہ فلاں شخص کی فلاں شخص کے نزدیک قدر یعنی عزت ہے (کبیر)

ف ایک سوال انا انزلناہ پر یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ یہ جملہ بھی تو قرآن کا جزو ہے۔ پھر جب انزلناہ کی ضمیر قرآن کیطرف پھرتی ہے تو آئین یہ جملہ داخل نہیں ہوسکتا ورنہ حکایت و محکی عنہ کا اتحاد لازم آجائیگا۔ اس کا جواب چند وجہ سے ہے کہ گو انزلناہ میں ضمیر قرآن کی طرف پھرتی ہے مگر قرآن کا اطلاق جزو اور کل سب پر ہوتا ہے ایک آیت یا سورہ کو قرآن کہتے ہیں جیسا کہ مجموعہ کو پس ضمیر قرآن کے ان اجزا کیطرف پھریگی جو سب سے اول لیلۃ القدر میں نازل ہوئے۔ اور بھی جواب ہیں ۱۲ منہ

لیلۃ القدر کو لیلۃ القدر کہنے کی وجہ

انہی دونوں معنی کے لحاظ سے اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کی علماء نے کئی وجہ بیان فرمائی ہیں (۱) ابن عباس فرماتے ہیں اس رات کو اس لیے لیلۃ القدر کہتے ہیں کہ اس رات میں برس بھر کی آنے والی باتیں عالم بالا میں مقدر و معین کیجاتی ہیں کسیکا مرنا بیمار ہونا۔ رزق کی فراخ دستی۔ تنگدستی۔ عزت و ذلت جو کچھ سال بھر میں اس جہان میں ظاہر ہوگا وہ سب اس رات میں عالم بالا میں مشہور کر دیا جاتا ہے اور ہر ایک کام پر ملائکہ معین کر دیئے جاتے ہیں (۲) یہ کہ اس رات عالم بالا کے روحانیات اسقدر زمین پر آتے ہیں کہ گویا زمین میں تنگی ہو جاتی ہے گنجایش نہیں رہتی اور تنگی کے معنے میں بھی یہ لفظ قرآن مجید میں مستعمل ہوا ہے ومن قُدِر علیہ رزقہ (۳) زہری فرماتے ہیں اس لیے اس رات کو لیلۃ القدر کہتے ہیں کہ اس رات نیک بندوں کی خدا تعالےٰ اور عالم بالا کے لوگوں کے نزدیک نہایت قدر و منزلت ہوتی ہے بلکہ اہل صفا سے مصافحہ بھی کرتے ہیں اور عام ایمانداروں کو بھی چھوتے ہیں گو انکو محسوس نہو جسکا اثر انکے دلمیں رقت اور گناہوں پر رونا اور دعا کرنا ہوتا ہے اور انکے اعمال حسنہ کی بڑی قدر و منزلت ہوتی ہے (۴) ابوبکر وراق کہتے ہیں اسلیئے اسکو لیلۃ القدر کہتے ہیں کہ اس میں خدا تعالیٰ نے کتاب قابل قدر امت قابل قدر کیلئے رسول صاحب قدر کی معرفت نازل فرمائی۔ اور اسی لیے یہ لفظ تین بار آیا۔ اور اس لیے بھی کہ اس رات کی قدر کرنا چاہیئے

یہ رات کب آتی ہے ؟

اس میں علماء کے متعدد اقوال ہیں بعض کہتے ہیں کہ سال بھر میں ایک بار ہے جسکا کوئی تعین نہیں۔ اکثر کا قول یہ ہے کہ رمضان میں یہ رات ہوتی ہے۔ پھر اکثر اسی پر متفق ہیں کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں بالخصوص ۲۱ - ۲۳ - ۲۵ - ۲۷ - ۲۹ راتوں میں تلاش کرنا چاہیئے۔ اور بعض نے خاص ستائیسویں رات کی بابت زور دیا ہے اور احادیث بھی بکثرت اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں ہوتی ہے۔

اور حکمت اس کے اخفاء میں یہ ہے کہ اسکا طالب سال بھر عبادت میں گزارے۔ گناہوں سے بچے ورنہ خیر رمضان شریف اور خصوصاً عشرہ اخیرہ میں تو بڑی کوشش کرے۔ نیکی کرنا تو اس رات میں بڑی قبولیت کا باعث ہے مگر اس رات گناہ کرنا بھی قہر الٰہی کا سبب ہے جیسا کہ کوئی خاص بادشاہ کے دربار میں بغاوت اور نافرمانی ظاہر کرتا ہے بہ نسبت اوروں کے وہ زیادہ سزا کا مستحق ہوتا ہے اس لیے اس بات کی زیادہ احتیاط چاہیئے کہ بالخصوص اس رات گناہ سے بچے اور غفلت و عیش میں اس رات کو نہ گنوائے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اسکی برکت سے محروم رہا وہ سب بھلائیوں سے محروم رہا یعنی بڑا ہی بدنصیب ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جسکو دربار کے روز بھی حضوری نصیب نہیں ہوئی تو پھر وہ خلوت میں کیا ملتا اور پھر معلوم نہیں کہ اسکی زندگی میں یہ رات اسکو نصیب بھی ہوتی ہے کہ نہیں زندگانی کا بھروسا کیا اس لیے ہر رات کی قدر کرنیوالیکو وہ رات بھی نصیب ہو جاتی ہے۔ اسی لیے ہمیشہ سے صلحاء کا رات کو جاگنا عبادت کرنا۔ نماز تہجد پڑھنا دستور رہا ہے۔

اور سراس لیلۃ القدر کا

یہ ہے کہ یہ اسکی تجلی کی رات ہے اور منجملہ شیون باریتعالیٰ کے ایک شان مواصلت و تقرب و تدلی بھی ہے مخلوق کیطرف جیسا کہ فرماتا ہے کل یوم ہو فی شان ہر روز اسکی ایک شان ہوتی ہے اس رات یہ ہوتی ہے جس سے دراک دانایان بندگان میں اسکی طرف کا

اشتیاق پیدا ہوتا ہے اور قوت خیالیہ قوت مدرکہ کے تابع ہو جاتی ہے اور تمام عالم سفلی میں عالم بالا کی طرف جنبش ہو جاتی ہے اور عالم بالا اور وہاں کے لوگ ملائکہ و ارواح کو بھی اس تجلی کے ساتھ عالم سفلی کیطرف جھکاؤ ہو جاتا ہے جسکو اترآنے سے تعبیر کیا جاتا ہے اور عالم غیب کے عالم شہادت سے ملنے سے ایک نئی کیفیت اور لمعات پیدا ہوتے ہیں اور ایک عجیب حالت پیدا ہوتی ہے جسکی تشبیہ نہیں دیجاتی۔ مگر ایک تشبیہ ناقص سی یہ ہے کہ جس طرح بارش کے برسنے اور آفتاب کے ایک موقع خاص میں آنیسے ہر تخم اور ہر جڑی بوٹی میں ایک نئی جان پڑ جاتی ہے۔ پیڑ اور بوٹیاں نشو و نما کرتی ہیں درختوں میں پتے اور شگوفے اور رنگا رنگ کے پھول آتے ہیں اور فرحت و انبساط کی کیفیت ہو جاتی ہے اسیطرح عالم بالا اور حق سبحانہ کی تجلی سے ارواح بشریہ بلکہ تمام عالم محسوس پر ایک نئی کیفیت بہار کی پیدا ہوتی ہے۔

ف قرآن مجید میں ایک جگہ یوں بھی آیا ہے انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین کہ ہمنے قرآن مجید کو لیلۃ مبارکہ میں نازل کیا ہے۔ پھر کیا یہ اور کوئی رات ہے جیسا کہ بعض علماء شب برات کہتے ہیں جو شعبان کے نصف میں واقع ہوتی ہے؟ امام نووی شرح صحیح مسلم باب صوم التطوع میں کہتے ہیں کہ لیلۃ مبارکہ سے لیلۃ القدر مراد ہے۔ اور جو نصف رمضان کی رات کہتے ہیں وہ بڑی غلطی کرتے ہیں۔ اس تقدیر پر کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ مگر عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ نصف شعبان کی رات ہے۔ اس صورت میں ایک تعارض سا واقع ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شب برات میں حکم ہوا تھا کہ قرآن کو لوح محفوظ سے نقل کر کے بیت العزۃ میں لیجاؤ یہ ہے لیلۃ مبارکہ میں نازل کرنا۔ اور پھر جب فرشتوں نے نقل کر کے بیت العزۃ میں پہونچایا تو لیلۃ القدر تھی۔ اور جب دنیا میں نازل ہوا تو شوال یا ربیع الاول کا مہینا تھا۔

ف اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تجلی کا وقت رات میں کیوں مقرر ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دن میں ہر چیز ظاہر ہوتی ہے اس لیئے دن عالم شہادت سے مناسبت رکھتا ہے اور رات میں اخفاء و پوشیدگی ہوتی ہے اسلیئے یہ عالم غیب سے مشابہ ہے اور عالم غیب کے اسرار منکشف ہونے کے لیئے نہایت مناسبت رکھتی ہے۔

ف بعض عرفاء انا انزلناہ فی لیلۃ القدر سے اسطرف بھی اشارہ کرتے ہیں کہ رات سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ حالت ہے جو شہود ذاتی کے بعد پیدا ہوئی تھی یعنی مقام خلت میں محتجب ہونا کس لیئے کہ قرآن مجید کا نازل ہونا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بغیر ایسی حالت کے ممکن نہ تھا اور اسکو لیلۃ القدر اسلیئے کہا کہ یہ حالت قابل قدر و تعظیم ہے۔

اب آپ ہی حق سبحانہ لیلۃ القدر کے مراتب بیان فرماتا ہے فقال وما ادراک ما لیلۃ القدر کہ اے نبی یا اے مخاطب تو کیا جانے کہ کیا حقیقت ہے لیلۃ القدر کی۔ کس لیئے کہ گو عارف وسیع المعرفت ہی کیوں نہو۔ لیکن حقیقت اس تجلی کی کہ جو گوناگون عالم کو ساتھ لاتی ہے اور قابلیت و استعداد کے موافق ہر ایک میں رنگا رنگ تاثیرات پیدا کرتی ہے بغیر اس کے معلوم نہیں کر سکتا کہ تمام عالم اور جمیع قابلیت و استعداد عالم سفلی پر احاطہ ہو اور یہ مقدور بشر سے باہر ہے اسلیئے خود ہی کسقدر اس کے مراتب بیان فرماتا ہے۔ لیلۃ القدر خیر من الف شھر کہ لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر ہے

خلاصہ یہ کہ گو ہر مہینہ میں رات اور دن ہوتے ہیں اور ہر رات دن میں تجلیات غیبیہ و شہودیہ ہوا کرتی ہیں لیکن جو تجلی اس رات ہوتی ہے وہ اُس سے ہزار ہا مرتبہ زیادہ ہے۔ اس رات کی تجلی سے اُس تجلی کو وہ نسبت ہے جو قطرہ کو دریا سے۔ اور عدد ہزار سے حصر مراد نہیں کہ ہزار ہی مہینوں سے بہتر ہے زائد سے نہیں۔ بلکہ لفظ الف یعنی ہزار سے کثرت مراد ہے کس لیے کہ عرب میں اس سے اوپر کوئی عدد نہیں۔ اس سے زیادہ جو گنتی کرنی ہوتی ہے تو اسی عدد کے ساتھ اضافت کرنے سے کرتے ہیں۔

اور برسوں کی جگہ مہینوں کا نام اس لیے آیا کہ عرب کے سالوں کی بنا محض قمری مہینوں پر ہے اور قمر کو رات سے تعلق ہے برخلاف شمسی مہینوں کے کہ اُن کا مدار دنوں پر ہے اور قمر کو اس تجلی سے نہایت مناسبت ہے یعنی جس طرح قمر اندھیری رات کو روشن کرتا ہے اسی طرح یہ تجلی دنیا کے ظلمکدہ کو جو رات سے مشابہ ہے روشن کرتی ہے۔

ف اس رات کے ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کے کیا معنی؟ ایک یہ کہ اس رات کی عبادت ایک خصوصیت خاص سے ایسے ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے کہ جن میں یہ رات نہ ہو۔

اور اسی لیے یہ فضیلت اُمت محمدیہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئی کہ ان کی عمریں بہ نسبت امم سابقہ کے بہت کم ہیں۔ اگر کسی نے یہ ایک رات بھی پائی تو گویا اُس نے کچھ اوپر ۸۳ تراسی برس عبادت کی اور جو کسی نے عمر میں کئی بار دس بیس پچاس بار پالیا کس لیے کہ ہر سال ایک بار یہ رات آتی ہے تو گویا سیکڑوں برس عبادت کر لی۔ اور لطف یہ کہ ہزار مہینے سے بہتر فرمایا نہ برابر اب بہتری کس درجہ تک ہوگی اسکی حقیقت وہی جانتا ہے۔

ف بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس میں بنی اُمیہ کی سلطنت کی عمر کی طرف بھی اشارہ ہے۔ بلکہ قاسم بن فضل نے ایک روایت بھی کردی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا کہ میرے ممبر پر بندر چڑھتے اور اُترتے ہیں (یعنی بنی اُمیہ کے بادشاہ کس لیے کہ اُس عہد میں خلیفہ ممبر نبوی پر چڑھ کر خطبہ پڑھا کرتا تھا) یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بری معلوم ہوئی۔ تب آپ کے اطمینان کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ اول تو یہ روایت ضعیف ہے جیسا کہ ترمذی نے کہا ہے۔ مزّی کہتے ہیں کہ یہ روایت غیر معروف ہے۔ اور قاسم جو کہتا ہے کہ یعنی بنی اُمیہ کی سلطنت کے برس جو گنے تو پورے ہزار مہینے ہوتے ہیں نہ کم نہ زیادہ محض غلط ہے کس لیے کہ بنی امیہ کی سلطنت سن چالیس میں ہجری میں قائم ہوئی تھی معاویہؓ سے اور سن ایکسو بتیس میں مروان الحمار پر ختم ہوگئی جسکی مدت بانوے ۹۲ برس ہوتے ہیں اور ہزار مہینوں کے کچھ اوپر تراسی ۸۳ برس ہوتے ہیں۔ اس سے قطع نظر الف شہر سے خبر کہنے میں یہ اشارہ یا بیان کیونکر ہو گیا کہ بنی امیہ کی سلطنت ہزار برس رہے گی۔ ایسے ہی بے تک راویوں نے قرآن مجید کے مطالب میں ایسی گڑبڑ کردی ہے کہ اصل کلام کو اُسکے اسلوب سے ہٹا کر محض پھیکا بنا دینے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔

اب اس رات کی دوسری فضیلت بیان فرماتا ہے تنزل الملائکۃ والروح فیہا باذن ربہم کہ اُس رات فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔

ف کیا کل ملائکہ نازل ہوتے ہیں؟ بعض علماء فرماتے ہیں کل نازل ہوتے ہیں یکے بعد دیگرے ایمانداروں کے دیکھنے اور ملنے کیلئے آتے ہیں پھر بعض
آسمان دنیا ہی تک اترکر رہجاتے ہیں یہ اسلئے کہ ایک وقت فرشتوں نے انسان کی حالت ابتدائی دیکھکر یہ کہا تھا طعن سے اتجعل فیہا من یفسد فیہا الخ
کہ یارب زمین پر آپ ایسی قوم پیدا کرتے ہیں جو وہاں فساد کرے اور اسکو اپنے گناہوں سے ناپاک بناوے۔ مگر حق سبحانہ نے اس
انسان پر یہ انعام کئے اور اسکی بتدریج ایسی ترقی کی کہ اب اسکے کمالات کے مشتاق ہوکر اوپر سے وہی فرشتے آتے ہیں اور
ایک وقت یہ تھا کہ جب یہ منی کا قطرہ اور خون کا لوتھڑا تھا تو اس کے ماں باپ کو بھی اس سے گھن آتی تھی پھر اسکو صورت جمیلہ عطا فرمائی
اور ماں کے پیٹ سے باہر تشریف لائے تو ماں باپ اور خویش واقارب اسپر شیدا ہوئے اسکے بعد جو کمالات روحانیہ میں ترقی
کی تو آج عالم بالا کے لوگ اپنی مناسبت سے اسکو دیکھنے آئے۔ بعض فرماتے ہیں کہ سب نہیں بلکہ ایک گروہ خاص جنکا جبرئیل
علیہ السلام سے تعلق ہے۔ پھر جب یہ اوپر جاتے ہیں تو اوپر کے ملائک اور جنت کے کارکن انکے حال دریافت کرتے ہیں پھر وہ ایک ایک مرد
اور عورت کا نام لے لیکر حال بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں فلاں شخص کو اب کے سال عبادت میں پایا فلاں کو خراب وخستہ اول کیلئے
دعا اور دوسرے کے لئے استغفار کرتے ہیں اور افسوس بھی۔ پھر روح سے کیا مراد ہے؟ جمہور مفسرین کہتے ہیں روح سے مراد حضرت
جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ جو اس گروہ ملائکہ کے سردار ہیں اسی لیئے خاصکر انکا ذکر بھی کیا۔ ورنہ ملائکہ میں یہ بھی داخل تھے۔
بعض کہتے ہیں روح ایک اور فرشتے کا نام ہے جسکو روح القدس کہتے ہیں اور اسکو انسانی ترقی میں جو کمالات روحانیہ میں
ہو کمال دخل ہے گویا وہ معلم روحانی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں پر تو روح القدس ایک بار نازل ہوا تھا جب وہ ایک
گھر میں بیٹھے ہوئے تھے جسکی برکت سے مختلف زبانیں بولنے لگے تھے (کتاب اعمال) مگر امت محمدیہ کے صلحاء کے پاس ہر سال تشریف
لاتے ہیں جس کا اثر اسکے اوپر کہ جسکے پاس آتے ہیں یہ ہوتا ہے کہ اسکے دلمیں رقت پیدا ہوتی ہے آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں بدن کے
رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ کرامات وبرکات کا کارخانہ حواریوں تک چلکر ختم ہوگیا برخلاف اس امت مکرمہ کے کہ آج
روح القدس کی برکت وتاثیر سے قیامت تک جاری رہیگا اور جو چاہے اب بھی مشاہدہ کرلے کہ ہر زمانہ میں اسی امت میں ایسے
اولیاء وصلحاء پائے جاتے ہیں کہ ان سے عجائب وغرائب کرامات وبرکات سرزد ہوتے ہیں جو اس دین کے برحق ہونے کی کھلی ہوئی
نشانی ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ کسی زمانہ اور کسی جگہ میں ایسے لوگ بہت تھے کہیں تھوڑے مگر زمانہ خالی نہیں رہتا۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ روح سے ایمانداروں کی روحیں مراد ہیں جو مفارقت بدن کے بعد ملائکہ میں مل گئی ہیں وہ بھی اپنے بھائیوں
سے ملنے اور انکے حالات دیکھنے اور اس عالم سفلی کی کہ جہاں سے یہ گئی ہیں سیر کرنے آتی ہیں نیکی میں دیکھتی ہیں تو
خوش ہوتی ہیں اور دعا کرتی ہیں اور جو برے کاموں میں مبتلا ہیں تو ناراض ہوتی ہیں اور دل میں فرشتوں سے شرماتی ہیں
جنکی ناراضگی کا اس بدنصیب پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ خسارت مال وزوال اقبال ودنیاوی مصائب۔ تاکہ تنبیہ ہوکر رجوع الی اللہ کرے
وہ انکی معمولی درود وفاتحہ اور خالی نام کی تعظیم اور انتساب نسبی اور سببی سلسلہ بیعت وغیرہ سے کبھی خوش نہیں ہوتیں بلکہ اپنی طرف
نسبت کرنے سے شرم کرتی ہیں۔ بہر طور اس رات ایک عجیب بابرکت اجتماع عالم سفلی پر ہوتا ہے اور عالم بالا اور عالم

عالم سفلی کے اجتماع سے بطور تعاکس ایک عجیب ہیئت مرکبہ انوار کی پیدا ہوتی ہے جسکا سرور عالم سفلی والون اور عالم علوی
والون دونون کو ہوتا ہے جیسا کہ اجزاء مختلفۃ المزاج کے ملنے سے معجون مرکب مین ایک کیفیت متشابہ پیدا ہوتی ہے جو
جداگانہ ہر ہر جزو کی کیفیت سے ایک جدی چیز ہے اور یہی سر ہے کہ دنیا مین خاص عبادات کے لئے مجمع کرنا افضل ٹھہرایا
گیا جیسا کہ نماز جماعت اور جمعہ وعیدین و حج - تاکہ باہم ملنے سے انوار کا تعاکس ہو اور ناقصون کو کاملون کے فیض سے حصہ ملے
اور اسی لئے جسقدر جماعت زیادہ ہو ثواب زیادہ ہے ۔ الغرض یہ نزول ملائکہ و روح ایک طلسم الٰہی ہے کہ ناقصون کو اس طریق
سے کاملون مین حساب کر لیا جاتا ہے ۔ اور یہ نازل ہونا اُنکا اختیاری نہین بلکہ اُنکے رب کے اذن واجازت سے ہے گو تمام عالم
کے ملائکہ اور ارواح طیبہ کو دنیا کے صلحا و ابرار سے ملنے کا شوق ہو مگر وہ بلے اجازت نہین آسکتے - یہ خیال کر لینا کہ جب ہم چاہیں
اور اُنکے بلانے کا کوئی سامان کرین وہ فوراً آپہنچینگے گویا کہ ہمارے حکم کے تابع ہین جیسا کہ جاہلون کا خیال ہے غلط اور باطل خیال
ہے اسی کے رد کرنے کو باذن ربہم کا جملہ ساتھ لگا دیا ہے ۔

اب تیسری صفت اس مبارک رات کی یہ بیان فرماتا ہے من کل امر سلام ہی کہ ہر چیز سے ہر آفت و بلا سے یہ رات
سلامتی کی رات ہے جسقدر بلائی آفات اور اُسکے مکروہات مصائب جو ابن آدم کے لئے تیار رہتے ہین اس رات نیک ایماندارون
کے لئے اُن سے سلامتی اور امن ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کس لئے کہ ملکیت کا غلبہ ہوتا ہے بہیمیت کیونکر ضرر پہونچا سکتی ہے
بعض علماء من کل امر کو ایک جملہ اور سلام ہی کو دوسرا جملہ قرار دیتے ہین - تب یہ ملائکہ اور روح کے متعلق ہوگا پھر
اگر من کو بیان کے لئے کہین گے تو یہ معنی ہونگے کہ ہر کام کے اور ہر قسم کے فرشتے اُترتے ہین کیونکہ ملائکہ اور روحانیات
ایک خاص خاص کام مین مشغول ہین کوئی رکوع مین تو کوئی سجود مین کوئی تجلی جمال کے مشاہدے مین کوئی ایماندارون کے لئے دعا
و استغفار مین کوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیاوی کارخانہ کے سرانجام دینے مین پھر یہ اُس رات اپنے اپنے کام کو چھوڑ کر گویا ایماندارون سے
ملنے دیکھنے اپنا فیض پہونچانے آتے ہین آج کی رات جشن شاہانہ اس دنیا پر ہوتا ہے ہر کارخانہ کے لوگون کو اسمین شریک ہونیکے لئے
چھٹی ملجاتی ہے ۔ اور جو من کو اجل یا واسطے کے معنے مین لین گے تو یہ معنی ہونگے کہ ہر کام کی تدبیر کرنے کو نازل ہوتے ہین
جو کچھ دنیا مین سال بھر تک ہوتا ہے اُسکا حکم تو شعبان کی پندرھوین رات ہوتا ہے جسکو شب برات کہتے ہین اور اُسکے بجا لانے
کے لئے لیلۃ القدر مین فرشتے دنیا پر نازل ہوتے ہین پھر سال بھر تک اُسکے مطابق کارروائی کرتے رہتے ہین یہی مدبرات امر ہین
بعض قراء نے من کل امرئ پڑھا ہے جسکے یہ معنی ہین کہ وہ ہر ایک آدمی یعنی مؤمن کے لئے نازل ہوتے ہین اور یہ روایت کی ہے
کہ جب وہ کسی ایماندار مرد یا عورت سے ملتے ہین تو سلام کہتے ہین جس مین سلامتی کی دعا ہو - پھر سلام ہی کے یہ معنی کہ یہ رات
سلامتی کی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا - یا یہ کہ اسمین ملائکہ باہم اور نیز مومنون کو سلام کرتے ہین - اور یہ ایک قرآن مجید کی کمال
بلاغت ہے کہ ایک لفظ کو خواہ آخر کے کلام سے ملاو یا اول سے - ہر حال مین معنی عجیب پیدا ہوتے ہین ۔ والحمد حمداً کثیرا -
پھر یہ تجلی کب تک رہتی ہے آپ ہی فرماتا ہے حتی مطلع الفجر کہ صبح صادق کے طلوع تک - پھر ملائکہ اوپر چلے جاتے ہین ۔

سورۂ بینہ (لم یکن) مدینہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۙ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ

کافر اہل کتاب اور مشرکین تو بغیر اسکے ٹلنے والے نہ تھے کہ ان کے پاس کھلی دلیل پہونچے (وہ کیا) کوئی خدا کی طرف سے رسول آئے

يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۗ

اور پاک صحیفے سنائے جن میں مضبوط احکام ہوں

ترکیب

لم یکن الذین کفروا اسم کان من للبیان اہل الکتاب والمشرکین مجرور ان بمن منفکین خبر کان اے زائلین عما کانوا علیہ من دینہم ہذا حکایۃ عن قولہم قبل الاسلام (کانوا یقولون لا نترک ما نحن علیہ حتی یجیٔ النبی الموعود فی التوراۃ والانجیل فاذا جاء نتبعہ و نترک دیننا فلما جاء کفروا بہ) زجرا و توبیخا لہم لاثبات کذبہم - البینۃ الحجۃ الواضحۃ وہو محمد صلے اللہ علیہ وسلم ولذالک سماہ سراجا منیرا - رسول مرفوع علے انہ بدل من البینۃ او خبر مبتدا المحذوف وقرأ ابن مسعود ابی رسولا بالنصب حالا من البینۃ من اللہ صفۃ لرسول اے کائن من اللہ یتلوا صحفا مطہرۃ صفۃ اخری لرسول او حال والصحف جمع صحیفۃ اے قراطیس وانہ وان کان امیا لکنہ لما تلے ما فی الصحف کان کالتالی لہا - فیہا کتب قیمۃ صفۃ لصحف او حال من ضمیرہا والمراد الاحکام المکتوبۃ فیہا او الایات والسور الثابتۃ فیہا -

تفسیر

اس سورہ میں علمار کا اختلاف ہے اکثر کہتے ہیں مدینہ میں نازل ہوئی اور یہی ابن عباس سے منقول ہے اور بعض اسکو مکیہ کہتے ہیں کہ مکہ میں نازل ہوئی حضرت عائشہ صدیقہ کا یہی قول ہے - اسمیں آٹھ آیت ہیں۔

وجہ تسمیہ

اس سورہ کو بینہ اس لیئے کہتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں مشرکین عرب اور اہل کتاب اپنے قبائح مروجہ کو ترک نکرتے تھے اور بینہ آنے پر محول کرتے تھے اس سورہ میں بتلایا جاتا ہے کہ لو اب وہ بینہ بھی آگیا اب کیون نہیں مانتے -

مناسبت اسکی سورۂ قدر سے یہ ہے کہ وہان بتا دیا گیا ہے کہ (انسان کو وہ چیزین جو وہ جانتا نہ تھا بتانے کے لیئے) ہمنے قرآن کو لیلۃ القدر مین اتارا جو بڑی متبرک رات ہے اور اہل کتاب اور مشرکین ایسے رسول اور ایسی کتاب کے منتظر تھے - اب بتایا جاتا ہے کہ لو وہ کتاب اور وہ رسول آگیا ہے - اب تو اپنا باطل مذہب چھوڑو اسلیئے سب سے اول اسی بات کا ذکر فرماتا ہے فقال لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیہم البینۃ کہ کافر لوگ یعنی اہل کتاب اور بت پرست اپنے باطل مذہب اور جہالت و بطالت سے دور ہونے والے نہین تھے جب تک کہ انکے پاس بینہ نہ آجاوے - آگے بینہ کی تفسیر فرماتا ہے -

اس آیت کے معنی مین علمار کا اختلاف ہے - بعض کہتے ہین کہ بینہ آنے کے بعد بھی وہ کافر اپنے کفر سے نہین ٹلے - اور یہ قید کہ جب تک

اُنکے پاس بینہ نہ آوے یہ بتاتی ہے کہ بینہ آنے کے بعد ٹلنا چاہیے اسلئے یہ قرار دیا جاویگا کہ یہ انہیں کافرونکا قول بطور تعریض کے خدا تعالےٰ نے نقل کیا ہے۔ جیسا کوئی کہے اور اصرار کرے کہ جب تک میرے پاس سواری نہ آلیگی میں چلنے والا نہیں پھر سواری آنیکے بعد بھی نہ چلے اور حیلہ بہانہ کرے تو کوئی اسپر تعریض کرے اور یہ کہے کہ آپ تو سواری آئے بغیر چلنے والے نہ تھے یعنی اب سواری بھی آگئی اب کیوں نہیں چلتے ۔

اسیطرح خدا تعالےٰ اُن کافرونپر تعریض کرتا ہے کہ تم تو بینہ آئے بغیر اپنے مذہب باطل سے ٹلنے والے نہ تھے اب بینہ بھی آگیا اور پھر بھی تم اسیطرح اڑے ہوئے ہو۔

(۱) بعض علماء فرماتے ہیں کہ کفار کا قول نقل نہیں کیا بلکہ از خود فرماتا ہے کہ کافر اپنے کفر اور ضلالت پر یہانتک جمے رہے ٹلے نہیں کہ اُن پاس بینہ بھی آگیا اور پھر بھی اُسی جہالت میں پڑے ہوئے ہیں ایسی کُھلی دلیل کو بھی نہیں مانتے ۔

(۲) بعض فرماتے ہیں یہ معنی ہیں کہ کافر یعنے اہل کتاب اور مشرکین دنیا سے جُدا ہونے والے نہیں تھے بینہ آئے بغیر یعنے خدا تعالےٰ اُس پُرآشوب زمانہ میں کہ دنیا پر کفر کی ظلمت طاری تھی اپنی برہان بھیجے بغیر کفار کو موت نہیں دینے والا تھا اب اُس نے بینہ بھیجدیا جو ہی اور بھولی راہ میں فرق کردیا حجت تمام کردی یہ اُسکی رحمت کا تقاضا ہے ۔

(۳) بعض فرماتے ہیں یہ معنی ہیں کہ بینہ آنے تک اہل کتاب اور مشرکین عرب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے قائل اور اُنکے مبعوث ہونیکے منتظر تھے جب آپ آئے اور بینہ آگیا تو ٹل گئے یعنے منکر ہوگئے کقولہ تعالےٰ فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ

اہل کتاب کی کتابوں میں ایک آنے والے پیغمبر کی خبر تھی توریت میں بھی اور انجیل میں بھی ایک ایسے عالیشان نبی برپا ہونے کی پیشین گوئی ابتک موجود ہے جسکا بیان ہم اپنی تفسیر میں کئی جگہ کرچکے ہیں بلکہ اہل کتاب کو حضرت کے تمام صفات بھی معلوم تھے اور اسیطرح مشرکین عرب میں بھی چرچا تھا کہ مکہ سے ایک ایسا شخص پیدا ہونے والا ہے جو عرب کی ابدی عزت و شوکت کا باعث ہوگا اور اُسکے سبب سے کل جہان پر بھی حکومت کرینگے اور یہ بات عرب میں ایسی مشہور تھی کہ ہر کہ ومہ جانتا تھا اور ایسے شخص کے مبعوث ہونیکا انتظار کرتا تھا۔ الغرض اہل کتاب اور عرب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے منفک یعنی جدا اور مخالف نہ تھے پھر جب مبعوث ہوئے تو بجُز چند سوا سب ہوگئی آپ سے جُدا ہوگئے دشمن بن گئے ۔

(۴) ایک یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اہل کتاب اور مشرکین اپنی حالت سرداری اور ریاست سے ٹلنے والے نہ تھے یہانتک کہ اُنکے پاس بینہ آگیا اور جب وہ بینہ پر ایمان نہ لائے تو وہ ریاست جاتی رہی ۔ اس میں اُس پیشین گوئی کی طرف اشارہ ہے کہ یہود سے حکومت کا عصا دور نہوگا جب تک کہ اُنکے پاس شیلا نہ آوے شیلا سے مراد بینہ ہے ۔

اسمیں کچھ بھی شبہ نہیں کہ عرب پر مشرکین کی حکومت تھی عام ہے کہ مشرکین عرب ہوں یا مشرکین مجوس ہوں کیونکہ یمن میں مجوسی یعنی ایرانی بھی فرمانروا تھے اور باقی ممالک میں بھی بت پرست قبائل کے سردار حکمرانی کرتے تھے اور اہل کتاب بالخصوص نصاریٰ شام اور دیگر ممالک کے فرمانروا تھے اور ان ممالک پر قیصران روم کا جھنڈا لہرا رہا تھا یہود گو کہیں کے فرمانروا مستقل نہ تھے مگر خیبر وغیرہ مقامات میں آپ سردار تھے کسیکے زیر حکم نہ تھے اور دینی ریاست کا بھی بڑا دعویٰ تھا یہ سب کچھ رنگ بینہ آنے کے بعد مٹ گیا کسیکی بھی ریاست باقی نہ رہی عرب کے سردار دونکا تو کیا ذکر ہے اسلام نے قیصر اور کسریٰ کے بھی تاج سر سے اتار دیئے ۔ یہ ایک بڑا اعجاز ہے جسکا چرچا سیکڑوں برسوں سے ہو رہا تھا اور ہر قوم میں تھا

اور یہ انتہی معنی سب سے زیادہ ترچسپاں ہیں گویا اس آیت میں بطور پیشین گوئی کے آنحضرت صلعم کے مخاطبوں کو جو مشرکین اور اہل کتاب یہود و نصاری تھے متنبہ کیا جاتا ہے کہ اب ہماری کھلی ہوئی دلیل آچکی ہے اب راہ پر آجاؤ اور کجی اور سرکشی چھوڑ دو ورنہ اسکا انا اور تمہارا منفک ہونا یعنے زائل و برباد ہونا وابستہ ہے - اور ایسا ہی ہوا بھی -

منفکین۔ انفکاک سے ہے جسکے معنی ہیں جدا ہونا ملنا زائل ہوجانا چھوڑنا - انفکاک کے معنے پر آیت کے معنے کا اختلاف مبنی ہے -

بتلایا جاتا ہے کہ وہ بینہ کیا ہے ؟ آپ ہی بیان فرماتا ہے رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ اللہ کا فرستادہ - رسول - اور رسول بھی کیسا ؟ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً کہ وہ پاک صحیفے پڑھکر سُناتا ہے - صحیفہ - کاغذ - کتاب - رسالہ - قرآن مجید کی ہر ایک سورت ایک صحیفہ ہے جسطرح توریت کے ابواب یا بعض صحیفے ہیں - اور صحیفے بھی کیسے ہیں پاک انہیں جھوٹ اور بناوٹ کی کوئی نجاست نہیں - یہ نجاست کتاب کے حق میں ظاہری نجاست سے بڑھکر پلید کرنیوالی ہے - اسیطرح تحریف و تبدیل بھی کتاب کیلئے نجاست ہے - اسیطرح اُسکے مضامین میں فحش اور خلاف تہذیب باتیں بھی نجاست ہے - الغرض ہر ایک عیب خواہ کسی قسم کا ہو ایک نجاست ہے - سو وہ صحیفے جنکو خدا کا برگزیدہ رسول سُنا رہا ہے ان جملہ عیوب سے پاک ہیں - اس لفظ میں ایک مہذبانہ تعریض بھی اہل کتاب پر ہے کہ جن صحیفوں کو وہ لیے پھر رہے ہیں اُن میں اُن ناپاکوں نے نجاست تحریف لگا رکھی ہے کتاب آسمانی ہونے کے لئے یہ دو ہی معیار کافی ہیں اول تو یہی کہ ہر قسم کے عیوب سے وہ کتاب پاک ہو جس میں مذکورہ بالا عیوب ہونگے وہ آسمانی کتاب ہو نہیں سکتی دوم کہ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ اُن صحیفوں میں مستحکم اور عمدہ مضامین بھی ہوں - یہ اُن صحیفوں کی جنکو خدا کا رسول سُنا رہا ہے دوسری صفت ہے -

کتب کتاب کی جمع ہے - اور کتاب بمعنی مکتوب اکثر مستعمل ہوتا ہے - اور مکتوب مضمون ہوتا ہے - بعض علماء فرماتے ہیں کہ مراد احکام و مطالب ہیں کیونکہ لکھے تو وہی جاتے ہیں اور قیمہ بمعنے مستقیم یعنے اُن مطالب میں کوئی کجی نہو عقل سلیم کے مطابق ہوں - سو یہ وصف بھی قرآن مجید کے مطالب میں پایا جاتا ہے جیساکہ وصف اول پایا گیا -

شبہ صحف اور کتب کے تو ایک ہی معنی ہیں پھر یہ کیا فرمایا کہ صحیفوں میں کتابیں ہوں گویا یوں کہا کتابوں میں کتابیں اور یہ کلام غلط ہے -

جواب اسکا یہ ہے کہ کتب سے مراد صحیفے نہیں بلکہ مطالب و احکام ہیں بمعنے مکتوب اور وہ کتاب ہی میں ہوا کرتے ہیں -

بینہ

بان الشئی بیانا ظہو یتن پیدا - صراح بین ظہور کے معنے میں ہے بینہ وہ شے جو بالکل ظاہر ہو یا ظاہر کردے اس لیئے شہادت کو جو کسی دعوی کے اظہار کیلئے پیش کیجاتی ہے بینہ کہتے ہیں - اس مقام پر اُس سے مراد خدا کی طرف کی کھلی ہوئی دلیل اور برہان واضح ہے - اور وہ کون ہے آنحضرت کی ذات بابرکات صلے اللہ تعالے علیہ وسلم - اور اسی لیئے آپ کو سراج منیر یعنے روشن چراغ بھی کہا گیا ہے - اکثر مفسرین کا اسپر اتفاق ہے کہ بینہ سے مراد اس جگہ رسول کریم ہیں صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کس لیئے کہ اُسکے بعد کا جملہ رسول من اللہ خود اس بات کو بیان کررہا ہے -

رسول کریم خداتعالی کی دلیل واضح اس لیئے تھے کہ آپ کی تھوڑی سی صحبت بھی گم گشتگان وادی ضلالت کو راہ راست دکھاتی تھی

اور آپ سے صدہا معجزات و آیات بینات ایسے سرزد ہوتے تھے جو خارق العادۃ زائد از قوت انسانیہ ہوئیکے سبب آپ کی سچائی کی روشن دلیلیں تھیں جنکے بعد کور ازلی محروم رہے تو رہے ورنہ فوراً ہدایت ہوتی تھی۔ آپ کے اخلاق کریمانہ اور آپکی سیرت و صورت بھی حق نما کا ایک صاف آئینہ تھا اور سب سے بڑھکر ارواح کے لیئے آپ عجیب مناسبت رکھتے تھے اور یہ بات خلاف قیاس نہیں اجسام مین ایکدوسرے کے لیئے جاذب پایا جاتا ہے۔ لوہے اور مقناطیس ہی کو دیکھو۔ پھر آپکی روحانیت مین جملہ ارواح کے لیئے اگر ایسا بڑا جذب ہو کہ خود بخود نفوس انسانیہ اسطرف کھنچے چلے آتے تھے تو کیا عجب ہو۔ اور یہی قوت روحانیہ تو ہے جو ایک عالم کو بہت جلد اپنی طرف مائل کر لیتی ہے۔ وجوہ مذکورہ بالا کے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالٰی کیطرف کی روشن دلیل یا اس اندھیرے کے زمانہ مین جو شب تار سے زیادہ عالم مین محیط تھا چودھوین رات کے چاند تھے۔ پھر ان جہنم کے اندھون کو اس بینہ کے بعد بھی کچھ سوجھائی نہ دے تو ان مین دراصل کچھ بھی ادراک روحانی باقی نہین رہا۔ پھر ایسے حروف غلط اگر لوح دنیا سے مٹائے نہ جاوین تو کیا کیا جاوے۔

فوائد

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد سے آگے ہدایت کا چراغ بہت روشن ہونیکے بعد ٹمٹمانے لگا تھا اور آخر کار گل ہوگیا تھا دنیا مین اندھیرا پھیل گیا تھا ہر عرب جو آپ کا مولد و مسکن تھا اسکی تو عموماً یہ حالت تھی کہ بت پرستی کے دلدلون مین دہنس گئی تھی خاص خانہ کعبہ مین بہت سے بت گھڑ رکھے تھے کہین جنون بھوتون خبیثون کی اشیاء کی پرستش ہوتی تھی کہین صلحاء و ابرار کی ارواح طیبات کو معبود مان رکھا تھا کہین ستارے اور چاند اور سورج پوجا جاتا تھا۔ الغرض سیکڑون معبود اور انکی پرستش کے سیکڑون دستور مروج تھے اخلاقی حالت بھی بہت ہی خراب ہوگئی تھی۔ قتل و غارت لوٹ مار زنا چوری شراب خوری ایک عام پیشہ تھا۔

اب رہے اہل کتاب سو انکے دو فریق تھے ایک یہود انکی یہ حالت تھی کہ اصلی توریت و صحف انبیاء علیہم السلام کو بھی کھو بیٹھے تھے اور جو کچھ صرف باقی تھا اسپر بھی عمل نہ تھا اور انکے بھی متعدد فرقے تھے جنمین سے ایک فرقہ قیامت کا ہی منکر تھا حضرات انبیاء کا کوئی بھی دستور انکا رہبر نہ رہا تھا صرف رسوم باقی رہ گئے تھے انکے علماء اور درویشون نے دین فروشی کا پیشہ بنا رکھا تھا۔ جہلاء انہین کے کہنے پر چلتے تھے اخلاقی حالت بالکل تباہ و برباد ہوگئی تھی۔ دوسرا فریق نصاریٰ کا تھا انمین سے بھی وہ مسیحی خوشبو نکل گئی تھی صرف چھلکا باقی رہگیا تھا۔ انھون نے خود حضرت مسیح علیہ السلام اور انکی والدہ ماجدہ مریم کی پرستش شروع کردی تھی۔ خدا ایک کونسل تھی جسکے وہ ممبر حضرت مسیح اور روح القدس تھے بعض کے نزدیک حضرت مریم بھی ایک ممبر تھین حلال و حرام کی اور پاک و ناپاک کی کوئی قید نہ رہی تھی انکے علماء نے مکر کا دام پھیلا رکھا تھا جہلا انکے بندے تھے پھر انکے بھی بہت سے فرقے تھے اور آئے دن باہم جوتی پیزار ہوا کرتی تھی روما مین انکے اہل علم نے ایک سلطنت قائم کرلی تھی اور وہان کا سجادہ نشین حضرت مسیح کا نائب کہلاتا تھا جسکو پوپ کہتے تھے پھر ان پوپون نے لوگون کو سخا مارا تھا۔ اور طرح طرح کی بدعات اور عجیب و غریب احکام جاری کر رکھے تھے۔ مردے کو یہ نجات کی چٹھی روح القدس کے نام سے دیا کرتے تھے یہ شادی نہین کرتے تھے مگر ہزارون کنواریان بیچاری انکی خدمت کے لیئے رات دن انکے پاس رہا کرتی تھین پھر کیا کیا شرمناک واقعات پیش آتے تھے اسلیئے ان سب کو خدا تعالیٰ نے کافر کہا اور بہت بجا فرمایا۔ ایمان کی کونسی بات باقی رہ گئی تھی؟

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ

اور اہل کتاب نے جو اختلاف کیا تو بینہ آنے کے بعد ۔ اور ان کو حکم (بھی) کچھ نہیں دیا گیا تھا مگر یہی کہ اللہ کی عبادت کیا کریں خالص کر کے

لَهُ الدِّينَ ۝ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ ۝ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ ۝ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝

اُس کی اطاعت یکسو ہو کر　اور نماز پڑھا کریں　اور زکوٰۃ دیا کریں　اور یہی ہے مستحکم دین سچا۔

ترکیب

وما تفرق الخ الجملۃ مستانفۃ لتوبیخ اہل الکتاب وتخصیص بذکرہم للدلالۃ علی ان المشرکین مع جہلہم اولی بالتفرق الا الاستثناء مفرغ من اعم الاحوال والاوقات۔ وما امروا الجملۃ فی محل النصب علی انہا حال من اہل الکتاب والمعنی انہم ما امروا بالشئی یخالف اصول دینہم بل بشئی یوافقہا۔ مخلصین قرء الجمہور بکسر اللام وقرء الحسن بفتحہا وہی حال من الضمیر فی لیعبدوا حنفاء حال من الضمیر فی مخلصین فیکون من باب التداخل ویمکن ان یکون من یعبدوا جمع حنیف۔ والحنیف المائل عن الباطل الی الحق وقیل المتبع لطریقۃ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ویقیموا ویؤتوا معطوفان علی لیعبدوا وسقطت النون لتقدیر ان ای ان یعبدوا اللہ الخ دین القیمۃ قال الفراء ہذا من باب اضافۃ النعت الی المنعوت کقولہ ان ہذا لہو الحق الیقین والہاء للمبالغۃ کما فی قولہ کتب قیمۃ۔

تفسیر

اب یہ ظاہر فرماتا ہے کہ جس بینہ کے انتظار میں اہل کتاب اور مشرک بیٹھے ہوئے تھے اور اُسکی آرزو کیا کرتے تھے اُس کے آنے کے بعد کیا کیا؟ آپ ہی ارشاد فرماتا ہے وما تفرق الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءتہم البینۃ کہ افسوس اہل کتاب جو علم اور فہم رکھتے تھے ہدایت انبیاء علیہم السلام سے واقف تھے وہی بینہ پہنچنے کے بعد اُس سے مخالف ہو گئے اور مشرکین عرب کا تو کیا ذکر ہے وہ تو جاہل ہی تھے۔ یہ اُن کی کمال بدنصیبی پر افسوس ظاہر کیا جاتا ہے کہ جبکا زمانہ دراز سے انتظار تھا اور شدید انتظار تھا مگر جب وہ وقت آیا تو جو ازلی بدنصیب تھے اُنکی آنکھوں پر پردے پڑ گئے اور عناد و ضد کے نشہ نے اُنہیں بے خبر کر دیا ؎

آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اُٹھ بھی کھڑے ہوئے　میں جا ہی ڈھونڈھتا تیری محفل میں رہ گیا

جسطرح لیلۃ القدر کی تجلی کے انتظار میں کوئی راتوں نہ سوئے پر جب وہ رات آئے تو سو جاوے۔ یہی حال آنحضرت کی بعثت پر اہل کتاب کا ہوا (اور یہ بھی ایک وجہ مناسبت اس سورۃ کی لیلۃ القدر سے ہے) یہی حال حضرت مسیح کی بعثت پر یہود کا ہوا جبکا افسوس حضرت مسیح علیہ السلام عجیب عجیب تمثیلوں اور دل ہلا دینے والے فقروں میں کرتے تھے

وما امروا اور وہ جو مخالف ہوئے اور بہت جلد اس رسول سے بگڑ بیٹھے ان کو کوئی حکم بھی تو ایسا سخت یا توریت و انجیل کے خلاف نہیں دیا گیا تھا الا لیعبدوا اللہ مگر یہی کہ اللہ کی عبادت کیا کریں مگر نہ شرک کی آمیزش کے ساتھ بلکہ ان شرائط سے۔

(۱) مخلصین لہ الدین اول یہ کہ خاص اسی کی اطاعت کی نیت سے اس میں تثلیث کی آمیزش نہ ہو نہ اور کسی معبود کی شرکت ہو اور دل سے پورا اخلاص بھی ہو ریاکاری اور نمود کی گرد بھی نہ لگی ہو۔

اب کہو یہ کونسی بڑی بات تھی جس سے وہ بینہ سے پھر گئے بلکہ یہ تو وہی بات ہے کہ جسکی توریت و انجیل میں بھی جا بجا تاکید ہے۔

(۲) حنفاء یکطرفہ ہو کر کسی باطل اور غلط طریق کیطرف میلان نہ ہو جسکے اصول جہل اور خیالات فاسدہ پر مبنی ہوں اور حنیف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسی وجہ سے لقب تھی ہے جسمیں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیم جو رئیس الموحدین اور خدا پرست فرقوں کے بزرگ بلکہ اکثر کے جد امجد ہیں اور تمام فریق یہود و نصاریٰ ابراہیمیت کا دعوے بھی کرتے ہیں انکے طریق کی پابندی اس عبادت میں ملحوظ رہے سو یہ بھی کوئی ایسی بات نہ تھی کہ جس سے وہ بھاگ گئے۔

اس حکم عبادت کے بعد جو ہر قسم کی عبادت کو شامل تھا ایک خاص عبادت کے لئے دوسرا یہ حکم بھی دیا گیا تھا ویقیموا الصلوٰۃ کہ نماز قائم کیا کریں۔ یہود و نصاریٰ نے وہ نماز بھی ترک کر دی تھی کہ جو انکے مذہب میں تھی سجدہ اور دعا یا رکوع سبت یعنی ہفتہ کے روز۔ یہ حکم بھی کوئی ایسی بات نہ تھی کہ جس سے وہ انکار کرتے بلکہ سچے مذہب کا فطری تیسرا حکم یہ تھا (۳) ویؤتوا الزکوٰۃ اور زکوٰۃ بھی دیا کریں یعنی خیرات کیا کریں۔ خیرات کرنا بھی وہ بات ہے کہ جسکو تمام مذاہب بالاتفاق اچھا جانتے ہیں پھر وہ کونسی بات ایسی تھی کہ جسکے سبب اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کا حیلہ ملا ہاں اسقدر تو ضرور ہوا کہ نماز اور زکوٰۃ کے طریقے میں اصلاح کی گئی جو عقل سلیم کے سر مو خلاف نہیں۔ پھر ان سے خلاف و انحراف اگر شقاوت ازلی نہیں تو اور کیا ہے۔ کوئی عیسائی۔ کوئی ہندو۔ کوئی یہودی۔ کوئی مجوسی انصاف سے کہہ تو دے کہ اس بینہ یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کیلئے انکے پاس کوئی دلیل ہے اور جب آپ کے مذہب کے یہ اصول ہیں تو ذلک دین القیمۃ تو اس دین کے محکم اور مضبوط ہونے میں کیا شبہ ہے بیشک یہ دین قیم ہے اور یہی مذہب اس بات کا مستحق ہے کہ اسکو آسمانی مذہب قرار دیا جائے اور یہ تمام بنی آدم میں شائع ہو اور سب ایک دین اور ایک مذہب ہو جاویں اختلاف کا نام باقی نہ رہے اور یہ ایک روز ہو کر رہیگا خلاصہ یہ کہ بینہ آنے کے بعد اہل کتاب نے اختلاف کیا حالانکہ ان کو جو حکم دیا گیا تھا نہ بلحاظ مشقت عمل کے سخت تھا۔ اور نہ توریت و انجیل کے برخلاف تھا۔ مگر وہ اسپر بھی مخالف ہو گئے اور حکم جو انکو دیئے گئے اور رسول نے انکو سنائے تھے صرف یہ تین حکم تھے۔

(۱) خالص اللہ کی عبادت کرنا (۲) بالخصوص نماز پڑھنا (۳) مالی عبادت کرنا زکوٰۃ و خیرات دینا۔ اور دین قیم بھی ہے۔ تعظیم خدا جو دو پہلے حکموں میں ہے۔ اور ترحم بر خلق جو تیسرے حکم سے متعلق ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝

بیشک جنہوں نے انکار کیا یعنے اہل کتاب اور مشرک وہ جہنم کی آگ میں سدا رہا کرینگے۔ وہی سب خلق سے بدتر ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَاؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ

وہ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے وہی سب خلق سے بہتر ہیں۔ اُن کا بدلہ اُنکے رب کے پاس باغ ہیں بسنے کے

تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝

جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں انہیں ہمیشہ ہمیشہ رہا کرینگے۔ اللہ ان سے راضی ہوا وہ اس سے راضی ہوئے یہ اسکو ملتا ہے جو اپنے رب سے ڈرا کیا ہو۔

ترکیب

الذین موصول کفروا صلتہا من اہل الکتاب والمشرکین بیان لکفروا اسم ان فی نار جہنم خبرہا اے یصیرون الیہا بعد الموت خالدین فیہا حال من المستکن فی الخبر۔ اولئک مبتداء ہم شر البریہ الجملۃ خبر۔ قرء الجمہور فے الموضعین البریۃ بغیر ہمز وقرئی بالہمزۃ وقیل الاصل بالہمز لانہ یقال براء اللہ الخلق بالہمز اے ابتدعہ واخترعہ ومنہ قولہ من قبل ان نبرءہا ولکنہا خففت عند العرب والبریۃ الخلیفۃ والباری الخالق۔ الذین آمنوا الخ اسم ان ہم خیر البریہ خبرہا جزاءہم مبتداء عند ربہم صفۃ جنات عدن خبر یقال عدن بالمکان یعدن عدنا اے اقام ومعدن الشئ مرکزہ ومستقرہ۔ تجری الخ الجملۃ صفۃ جنات خالدین حال العامل محذوف اے ادخلوہا خالدین ولا یجوز ان یکون حالا من الضمیر المجرور فی جزاؤہم لوقوع الفصل بین المصدر ومعمولہ بالخبر واجازہ قوم ابدا تاکید للخالدین رضی اللہ الخ الجملۃ خبر ثان ویجوز ان تکون فی محل نصب علے الحال باضمار قد۔ ذلک مبتداء لمن خشی ربہ الجملۃ خبر۔

تفسیر

اب اُن اختلاف کرنیوالوں کا جو اپنے آپکو دنیا سے بہتر سمجھتے ہیں انجام کار بیان فرماتا ہے فقال ان الذین کفروا کہ وہ جو منکر ہو گئے ہیں بینہ کے خواہ اہل کتاب ہوں خواہ مشرکین ہوں وہ جہنم کی دہکتی آگ میں جلیں گے پھر جسطرح یہ اُنکا کفر کبھی اُنسے دور نہیں ہوتا تھا بلکہ ہمیشہ اُنکے ساتھ رہتا تھا اسیطرح وہ بھی ہمیشہ اس آگ میں پڑے جلا کرینگے کبھی رستگاری نہوگی جن عقائد و اعمال و رسوم کو وہ موجب نجات جانتے ہیں کچھ کام نہ آئینگے کس لیے کہ وہ سب باطل کوششیں ہیں۔ اور وہ جو اپنے آپ کو دنیا سے بہتر جانتے ہیں یہ بھی غلط خیال ہے بلکہ اولئک ہم شر البریہ وہ تمام مخلوق سے بدتر ہیں کس لیے کہ مخلوق میں مومن اور فرشتے تو بالاتفاق بہتر ہیں اب رہے حیوانات خواہ وہ کیسے ہی کیوں نہوں سور کتا یہ اُنسے بھی بدتر ہیں کس لیے کہ وہ اپنے آقا کی ناشکری تو نہیں کرتے اور یہ بدنصیب باوجود عقل و ادراک ہوش و حواس کے ناشکری کرتے ہیں اُسکے احکام اور اُسکے رسول اور اُسکی باتوں کو جھٹلاتے ہیں اور حیوانات کو مرنیکے بعد عذاب و ثواب کچھ نہیں ہے اُنکے گلے میں تو رنج و حزن دائمی کی مستحکم رسی پڑی ہوئی ہے۔

یہود کو دعوی تھا کہ نحن ابناء اللہ واحباءہ کہ ہم خدا کے بیٹے اور اُسکے دوست ہیں ہم ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کے اجزاء بدن ہیں اور اُنکے لیے برکت و مغفرت کا وعدہ ہو چکا ہے پھر ہمکو کسیطرح بھی جہنم میں نہ ڈالے گا اور بڑے سے بڑے گناہوں کی بازپرس ہوئی بھی تو یہ ہوگی کہ دو چار روز جہنم کی طپش و کہا کر پھر ہمکو ہمارے باپ دادا کے مرتبہ میں پہونچا دیا جاوے گا۔ الغرض مغفرت و جنت ہمارا موروثی حصہ ہے

اس لیئے ہم سب مخلوق سے بہتر اور اشرف ہیں ہماری برابر کوئی نہیں ہو سکتا۔ عیسائی کہتے ہین کہ جب ہم حضرت مسیح پر ایمان لاسے اور
اُن کو خدا اور خدا کا بیٹا جان لیا تو وہ ہمارے لیئے آپ کفارہ ہو گئے سولی چڑہے اور ملعون ہوئے اور تین روز جہنم میں رہے اب ہمکو
کوئی گناہ مضرت نہیں پہونچا سکتا حوض مین غوطہ لگانے سے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف ہو گئے بہر حال ہماری نجات ہے آسمانی
بادشاہت ہمارے لیئے حیات جاودانی کے ہم مالک۔ ہم باپ کے برابر کرسی پر بیٹھین گے ہم سے بہتر اور افضل کوئی قوم نہیں اور ہمارے جسمانی
عبادات ہمارے ہان روحانی حیثیت پر ناپاک اعتقاد۔ ہنود کی بت پرست قومین جو ہزاروں مین اخلاقی اور روحانی نجاستوں مین آلودہ
ہین اور تمام مذہب توہمات و خیالات فاسدہ پر مبنی ہے ہر چند انکے گروہ آریہ نے اسکی اصلاح کرنی چاہی ہے وید کی تاویلات کرکے اسکو
لوگوں سے مخفی رکھکر (تاکہ ظاہر ہو جانے پر قلعی نہ کھل جاوے) اس مین اسلامی توحید و اخلاق لانے کی کوشش کی ہے مگر پھر کہاں تک
۵ تن بہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم ۔ کا مضمون ہے اسپر وہ اپنے آپکو پوتر جانتے ہین اور وں کو ملیچھ بتلاتے ہین اور ان کے
سایہ تک سے بچتے ہین ہاتھ اور کپڑا چھو جانے سے تو وہ مرم بہشت ہو جاتا ہے سوائے پیروں چھوتے تک وہ باتا ہو دغیر قوم کی صورت دیکھنا
بھی پسند نہیں کرتے۔ پھر سرگ یعنی جنت تو ان کا زر خرید ہے یا برہمن کا عطیہ اور انکے تمام کاروبار تو اسکے سبب چلاتے ہین۔ پھر جو کوئی پاپ یعنی
گناہ ہو جاتا ہے تو گنگا جی مین اشنان کرنے سے دُھل جاتا ہے بالخصوص ان مین سے فرقہ برہمن تو اوروں سے بہتر ہین وہ جو چاہین کرین
انکو کوئی گناہ ہی نہیں کس لیئے کہ برہما جی کے پوتر یعنی لپسر ہین وہ کسیکو مارین گالی دین اُس کے مقابلہ مین راجا مہاراجہ تکو بھی شراد دینے
کا اختیار نہیں نسل مین برکت حاصل کرنے کے لیئے ان سے نطفہ حاصل کرنا قدیم سے ہنود کا قدیم دستور تھا۔ اور ہنود قومین لڑنا مرنا
کے میدان مین ٹھوکرین کھا کر اور کیا کیا جتن لیکر کتنی حاصل کرتی ہین۔ مگر برہمن جی مہاراج تو کوٹھے سے سرگ مین چلے جاتے ہین انکے
سوا اور اقوام ہند کو دینی کتابوں کے پڑھنے کی اجازت تک نہیں (تاکہ راز نہ کھل جاوے) جو کچھ خیرات کرنا ہو تو برہمن کو دو گو وہ
بڑا مالدار ہی کیوں نہ ہو اُس کا دیا مردوں کے پاس پہونچتا ہے پھر ہنود کی بیاہ شادی مرنے جینے کے رسوم تو انکی عبادت کرانا
برہمن ہی کے ہاتھ مین ہے۔ پھر قانون بھی جو بنایا ہے جسکو دھرم شاستر کہتے ہین وہ منو جی برہمن کا بنایا ہوا ہے جو بطور [illegible]
اوتاروں رشیوں سے اُسکی ترمیم بھی نہ ہو سکی الغرض یہ بھی اپنی فضیلت اور نجات کو موروثی حصہ جانتے ہین اور اسکے قریب قریب
اور دیگر بلاد کی بت پرست قوموں کا خیال تھا جسکا ابطال کر دیا گیا اور بتلا دیا گیا ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک
ہم خیر البریۃ کہ انسان کی فضیلت کا دار و مدار ایمان اور عمل نیک پر ہے یا ہنود کے سمجھانے کو یون کہو گیان اور کرم پر ہے
۵ ذات بھات پوچھے نا کوئے ٭ ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئے۔ یا حکماء کے سمجھانے کو یون کہو کہ کمال انسانی قوت نظریہ و عملیہ کی تکمیل
پر موقوف ہے قوت نظریہ کی تکمیل ایمان سے ہے کس لیئے کہ علوم الٰہیات کو واقعی طور پر جاننا ایمان شرعی مین داخل ہے اور عملیہ قوت
کی تکمیل نیک کاموں کے بجالانے مین ہے۔ اور نیک وہی کام ہین جنکو طبائع سلیمہ نیک کہتی ہوں جیسا کہ خدا کی عبادت کرنا بندگان خدا
بھلائی کرنا۔ سو اول بات کو لفظ آمنوا حاوی ہے اور دوسری کو عملوا الصالحات الغرض یہ کہ رب سب کا رب ہے تمام مخلوق
اور کل بنی آدم اُسکے نزدیک ایک ہی قطرہ کی پیدایش ہین۔ اگر کسیکو فضیلت ہے تو ایمان و اعمال صالحہ سے ہے اور یہی مضمون اس آیت مین ہے

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کہ اللہ کے نزدیک تم مین سے وہ افضل واشرف ہے جو پرہیزگار ہے اور پرہیزگاری ایمان واعمال صالحہ سے حاصل ہوتی ہے۔ الغرض یہ لوگ مخلوق مین بہتر ہین۔ اور دراصل وہی بہتر ہے جو ایمان اعمال صالحہ کے لباس سے آراستہ ہے۔ دنیا مین بھی اور آخرت مین بھی اسکے بعد آخرت کے درجات بیان فرماتا ہے جہان سدا رہنا ہے۔ اگر وہان عزت ہے تو در اصل عزت ہے ورنہ دنیا کی چندروزہ عزت مال و زر حسن وجمال حسب ونسب کی عزت ایک خواب وخیال ہے فقال جزاءہم عندربہم جنات عدن کہ انکا بدلہ انکے مہربان رب کے پاس رہنے کے باغ یعنی عالم قدس کے باغ ہین جنمین تمام راحت کے سامان مہیا ہین جنکو کبھی خزان نہین چھو سکتی یہ انکے ایمان واعمال صالحہ کا مظہر ہے تجری من تحتہا الانہار انکے نیچے نہرین بہتی ہونگی۔ یہ انکے اعمال صالحہ عرفان الٰہی کی نہرین ہین جو دنیا مین انکے اندر رات دن بہا کرتی تھین کبھی بند نہوتی تھین۔ پھر جسطرح یہ ایمان و معارف واعمال صالحہ ان کے ساتھ ہمیشہ رہا کرتے تھے اسیطرح یہ بھی اس عالم مین ان باغون خالدین فیہا ابدا ہمیشہ ہمیشہ رہا کرینگے نہ ان کو کبھی موت آوے گی نہ وہان سے نکالے جاوینگے نہ انکی عمر مین فتور ہوگا یہ خلود اس نیت کا ثمرہ ہے جو ایمانداروں نیک بختون کے دل مین تھی وہ یہ کہ گو انکی عمرین تھوڑی تھین مگر نیت اور قصد یہی تھا کہ ہمیشہ ہمیشہ اسی اطاعت و بندگی مین رہین گے کبھی اس نیک رویہ کو نہ چھوڑین گے ؎ خلاص حافظ ازان زلف تابدار مباد ۔ کہ بستگان کمند تو رستگار انند۔ اور یہی قصد کفار کا تھا اس لیئے وہ بھی خلود کے مستحق ہوئے مگر جہنم کے خلود کے۔

ان سب نعمتون سے بڑھکر ایک بڑی نعمت ان کو یہ نصیب ہوگی رضی اللہ عنہم کہ اللہ ان سے راضی اور خوشنود ہوگا ورضوا عنہ اور یہ اس سے راضی اور خوشنود رہین گے۔ پھر اب اور کسی نعمت کی کیا اصل ہے۔ محبوب کی رضامندی کی لذت عاشق صادق سے اور بادشاہ کی خوشنودی کی فرحت ملازم سے پوچھنی چاہیئے۔ اور لفظ ماضی سے تعبیر کرنے مین اسطرف اشارہ ہے کہ اب دنیا مین بھی انکا رب ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے کوئی حسرت وارمان دلمین باقی نہین رہا ایمانداروں نیک کام کرنے والون کو یہ تمغہ پہنایا گیا جس کا اثر نیک مومن کے دل پر ایسا ہوتا ہے کہ وہ دنیا وما فیہا کو اسکے آگے ہیچ جانتا ہے۔ تنگدستی بیماری ناکامی مین بھی اسکے دل مین ایک ایسی فرحت ہوتی ہے کہ جسکے سبب وہ تنگدستی بیماری کو کچھ بھی نہین جانتا۔ یہ تمغہ صحابہ خصوصا خلفاء اربعہ کو بخوبی حاصل ہوگیا تھا کس لیئے کہ انکے ایمان لانے اور نیک کام کرنے کی بھی گواہی خدا تعالیٰ اور اسکے رسول کریم نے دیدی تھی اور کیون نہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریون کو یہ کچھ فضیلت حضرت مسیح علیہ السلام کی برکت سے عطا ہوئی تھی پھر کیا خاتم المرسلین صلعم کے حواریون اور قدیم جان نثارون کو یہ رتبہ نصیب نہوتا؟ اس لیئے نیک مسلمانون کا عام دستور ٹھہر گیا ہے کہ جب کبھی ان بزرگوارون کا نام لیا جاوے تو اس تمغہ رضی اللہ عنہ سے لیا جاوے اور یہ ایک ادب ہے اور جو لوگ انکی تنقیص کرتے ہین جیساکہ شیعہ وخوارج وہ گویا پیغمبر خدا صلعم کی تعلیم اور اثر کی تنقیص کرتے ہین۔

پھر فرماتا ہے کہ یہ نعمت کسکو نصیب ہوتی ہے فقال ذلک لمن خشی ربہ یہ اسکو نصیب ہوتی ہے جو اپنے رب سے ڈرا کرتا ہے خواہش نفسانی اور پابندی رسم ورواج قوم کو اسکے احکام کے مقابلہ مین کچھ نہین سمجھتا۔ یہ حصہ کسی شخص کو اسکے مال وجمال حسب ونسب سے نہین ملتا بلکہ خدا کے ڈرنے سے سب کا اصل الاصول خوف خدا ہے یہ نہین تو کچھ نہین یہی بڑی دولت ہے۔

سورۂ اذا زلزلت الارض مدینہ میں نازل ہوئی اس میں آٹھ آیات ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ یَوْمَئِذٍ

جب زمین تھرتھرا کر بھونچال میں آجائے گی اور جب زمین اپنے بوجھ (دفائن) نکال پھینکے گی اور انسان کہنے لگے گا اسکو کیا ہو گیا ۔ اس دن

تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۙ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا ۙ یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۙ

اپنی خبریں بتا دیگی ۔ اسلئے کہ آپ کا رب اسکو حکم دیگا ۔ اس دن لوگ مختلف حالتوں میں پھر کر آویں گے ۔ تاکہ انکے اعمال انہیں دکھلائے جاویں

ترکیب

اذا شرطیۃ کان والفرق بینہا ان اذا تستعمل فی الشرط المحقق اذا اردت التعلیق بالاجیر فلیس القول اذا بخلاف ان فانہا تستعمل فی المحتمل فلما کان الزلزال یقینیا قال اذا زلزلت فعل مجہول الارض مفعول مالم یسم فاعلہ زلزالہا زلزال مفعول مطلق مضاف الی الضمیر الراجع الی الارض - قال الفراء الزلزال بالکسر مصدر وبالفتح اسم وقال القرطبی بالفتح مصدر کالوسواس والقلقال وقیل ہما مصدران والفتح لغۃ فالمصدر مضاف الی فاعلہ والمعنی اے حرکۃ الارض حرکۃ شدیدۃ کما قال اذا رجت الارض رجا واخرجت الخ الجملۃ معطوفۃ علی زلزلت الارض والاثقال جمع ثقل والمراد بہ الدفائن وقال الخ ایضا معطوفۃ ما مبتدأ لہا خبرہ والجملۃ الاستفہامیۃ مفعول قال والمعنی یتعجب الانسان من زلزال الارض - وہذہ الجمل کلہا شرط والجواب یومئذ تحدث الخ قال ابو السعود یومئذ بدل من اذا والعامل فیہما تحدث اخبارہا مفعول ثان والاول محذوف اے تحدث الناس اخبارہا اما بلسان الحال او بلسان المقال وقیل یجوز ان یکون اذا منتصبا بمضمر اے اذکر اذا زلزلت الارض بان ربک متعلق بتحدث فالباء سببیۃ اے تحدث بسبب ایحاء اللہ الیہا - وقیل زائدۃ فیکون ان ربک اوحی لہا بدلا من اخبارہا لہا بمعنی الیہا لان اوحی یتعدی تارۃ بالی وتارۃ باللام وانما اوثرت اللام ایماء الی انہا فعلت ذلک لاجلہا حتی تتوسل الارض بذلک الی الانتقام من العصاۃ یومئذ البدل من یومئذ قبلہ وانا منصوب بمقدر اے اذکر وانا منصوب بما بعدہ یصدر الناس اے یرجع والصدر الرجوع ضد الورود من موقف الحساب الی منازلہم اشتاتا جمع شت بمعنی متفرق وہو حال من فاعل یصدر اے یرجعون متفرقین بعضہم بیض الوجوہ وبعضہم سود الوجوہ بحسب اعمالہم - لیروا اللام متعلق بیصدر قرأ الجمہور مبنیا للمفعول من رؤیۃ البصر اے لیریہم اللہ اعمالہم وقری مبنیا للفاعل والمعنی لیروا جزاء اعمالہم -

تفسیر

یہ سورہ ابن عباس و قتادہ کے نزدیک مدنی ہے اور جمہور کا بھی یہی قول ہے مگر ابن مسعود و عطا و جابر کہتے ہیں کہ مکہ میں نازل ہوئی ۔ اس سورہ کی آٹھ آیات ہیں بعض کہتے ہیں نو اسلئے کہ وہ ایک جملہ کو دو سمجھتے ہیں ۔

مناسبت اسکی پہلی سورۃ سے یہ ہے کہ پہلی سورۃ میں تھا جزاؤہم عند ربہم کہ ایماندار و نیکی کی جزا انکے رب کے نزدیک جنات عدن ہیں

یہ سنکر ایمانداروں کا دل مشتاق تھا کہ یہ پوچھتے کہ کب یہ جزا ملیگی اس لیے اسکا وقت بتلادیا کہ اذا زلزلت الارض الخ کہ جب زمین ہلائی جاویگی یعنی قیامت میں یا یون کہو کہ مسئلہ معاد کا پہلی سورۃ میں اخیر میں ذکر تھا کہ مشرکین اور کافر جہنم کی آگ میں اور ایماندار ابرار جنات عدن میں ہمیشہ رہا کرینگے۔ اس سورہ میں مسئلہ معاد کی ابتدائی حالت بیان فرمائی کہ زمین ہلے گی اور اپنے دفائن واموات اوگل دیگی۔ کافر تعجب کرینگے اور یہ عالم کہ جس پر یہ منکرین مبتلاء ہین زیر وزبر ہوجاویگا۔ فقال اذا زلزلت الارض زلزالہا کہ جس وقت ہلائی جاویگی زمین جیسا کہ اوسکو ہلانا چاہیے اور جتنی کہ ہل سکے یعنی بہت زیادہ۔ یہ شروع قیامت ہوگا کہ اسرافیل کے صور پھونکنے سے زمین میں سخت زلزلہ آویگا جس سے کوئی پہاڑ اور عمارت باقی نرہیگی۔ اور سمندر جوش مارکر اودہر اودہر پھیل پڑینگے (واذا البحار سجرت) مجاہد کہتے ہین۔ یہ اول بار صور پھونکنے میں ہوگا۔ بعض کہتے ہین باردوم صور پھونکنے کے وقت ہوگا۔

ف عرب کے کسی بڑے فصیح و بلیغ نے یہ فقرہ بنایا تھا۔ اذا زلزلت الارض زلزالا اور اسپر اسکو بڑا ناز تھا پھر جب یہ آیت نازل ہوئی اور اس مین زلزالا کی جگہ زلزالہا آیا مصدر کو مضاف کردیا تو فقرہ مین جان پڑگئی وہ عرب سنکر وجد مین آگیا اور بول اٹھا کہ مین اس کلام کی فصاحت پر ایمان لایا۔ اسکا لطف اٹھانا اہل زبان ہی کا حصہ ہے۔

اور اس زلزلہ سے کیا کیا ہوگا؟ منجملہ انکے یہ ہوگا واخرجت الارض اثقالہا کہ زمین اپنے بوجھ نکال ڈالیگی۔ ثقل و بوجھ جس سے مراد ہے زمین کے اندر کی چیزین۔ خزانے اور کانین اور مردے گلے ہوئے اور طرح طرح کے پتھر اور قدیم عمارات کی بنیادین اور جو کچھ زمین کے طبقات مین ہے زلزلہ عظیم سے باہر نکل پڑیگا۔ مسلم اور ترمذی نے ابوہریرہ رضی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن زمین اپنے جگر کے ٹکڑے قے کردیگی چاندی سونے کے ستونوں جیسے ٹکڑے باہر پڑے ہونگے۔ قاتل دیکھکر کہیگا ہاے مین نے اسکے لیے قتل کیا تھا۔ اور قطع رحم کرنے والا کہیگا ہاے مین نے اسکے لیے عزیزون کو چھوڑا تھا اور چور دیکھکر کہیگا ہاے اسکے لیے میرے ہاتھ کاٹے گئے پھر کہا جاویگا لو اٹھالو مگر وہ کچھ بھی نہ لین گے۔ وقال الانسان مالہا اور کہیگا انسان اس زمین کو کیا ہوگیا؟ وہ اسکے باغ اور وہ اسکے عمدہ عمارات کیا ہوئے اسکی وہ رونق کیا ہوگئی جس پر بنی آدم فریفتہ تھے اور کٹے مرتے تھے۔ کیونکہ پھر زمین کے لیے تلوارین چلتی تھین ہاے ہاے یہ زر بھی پڑا ہے اور یہ زمین بھی پڑی ہے آج کوئی نہین پوچھتا۔ بعض علماء یہ فرماتے ہین کہ زمین کا دفائن باہر پھینکنا اور انسان کا یہ کہنا دوسری بار صور پھونکنے کے بعد کا معاملہ ہے۔ جب مرنے کے بعد سب زندہ ہوجاوینگے اور زمین و زر کو یون خراب و مبتذل دیکھین گے۔ مگر یہ بھی ممکن ہے کہ قرب قیامت کا معاملہ ہو جبکہ ایک زلزلہ آویگا اور دنیا کو درہم برہم کردیگا پھر جو کچھ انسان اسوقت زندہ ہون یہ کہین اور پھر نفخ صور اول شروع ہوجاوے۔ یومئذ تحدث اخبارہا۔ اسروز زمین اپنے اخبار و حالات بیان کریگی۔ کہ فلان نے مجھپر زنا کیا اور فلان نے قتل کیا تہا اور فلان نے فلان گناہ اور فلان نے نماز پڑہی تھی۔ فلان نے فلان نیک کام کیا تھا سب حالات بتلاویگی۔ اور یہ کیون بان ربک اوحی لہا اسلیے کہ تیرے رب نے

اسکو وحی کی ہوگی یعنی وحی اور حکم رب سے بندوں پر انکی برائی کی گواہی دیگی - یہ معاملہ بالاتفاق نفخ صور ثانیہ کے بعد ہوگا -

ف بعض علماء فرماتے ہیں کہ تحدث اخبارہا کے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ زبان حال سے اپنی گزشتہ خبریں بتا دیگی عبرت کرنے والوں کے لیئے -

ف یہ شبہ کرنا کہ زمین جسم لا یعقل کیونکر کلام کر سکتا ہے ؟ اسکا جواب یہ ہے کہ مخلوق الٰہی میں سے ہر ایک چیز روح رکھتی ہے صرف اتنا فرق ہے کہ حیوانات کی روح بدن کی تدبیر و تصرف اور حس و ادراک اختیاری کا شرف رکھتی ہے برخلاف اور اجسام کی روح کے کہ اس کا ادراک حس محسوس نہیں مگر کبھی محسوس بھی ہو جایا کرتا ہے بطریق خرق عادات و معجزات اور اسی لیئے بعض دفعہ پتھروں نے حضرات انبیاء علیہم السلام سے کلام کیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع نبوت کے وقت پتھر سلام کیا کرتے تھے اور ستون حنانہ حضرت کی مفارقت میں رویا ہے اور اسی لیئے ہر شے خدا کی تسبیح و تقدیس کیا کرتی ہے کما قال وان من شئ الا یسبح بحمدہ و لکن لا تفقہون تسبیحہم اور انہیں ملکوت کے حکما بھی قائل ہیں اور قیامت کے روز جب ظہور کلی ہوگا ان چیزوں کی گویائی بھی سب کے نزدیک محسوس ہو جاویگی اور اسی طرف اس آیت میں اشارہ ہے بیدہ ملکوت کل شئ زمین بھی گواہی دیگی انسان کے اعضاء بھی گواہی دینگے - اور حدیث میں آیا ہے کہ جہاں تک موذنوں کی آواز جاتی ہے وہاں کے شجر و حجر گواہی دینگے مگر سوائے حیوانات کے دیگر اجسام کی حیات فلسفہ جدیدہ کی سمجھ سے باہر ہے اور اسی لیئے وہ اسکو محال خیال کرتے ہیں مولانا روم اپنی مثنوی میں اس حیات کی کن دلکش الفاظ میں تصویر کھینچتے ہیں - ع

ہستی کوہ است مخفی از خرد	ہستئ ما چون خرد کے پی برد
باد را بے چشم گر بینش نداد	فرق چون میکرد اندر قوم عاد
آتش نمرود را گر چشم نیست	با خلیلش چون ترحم کرد ایست
گر نبودے نیل را آن نور دید	از چہ کافر را ز مومن برگزید
گر نہ کوہ و سنگ با دیدار شد	پس چرا داؤد را او یار شد
این زمین را گر نبودی چشم جان	از چہ قارون را فرو خورد آنچنان
گر نبودے چشم دل حنانہ را	چون بدیدی ہجر آن فرزانہ را
در قیامت این زمین از نیک و بد	کہ ز نادیدہ گواہی ہا دہد

پھر اور کیا ہوگا ؟ یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالہم کہ اس روز دربار عدالت سے اپنے اپنے منازل پر مختلف حالات میں لوگ لوٹ کر آوینگے جو ایماندار و نیک ہیں انکے منہ چاند سے روشن ہونگے جنت کی طرف خوشی میں دوڑتے آوینگے اور کافر و مشرک اور بدکار جہنم کی قید کا حکم سنکر سیاہ رو غمگین جہنم کیطرف جائیں گے یہ اسلیئے کہ ہر ایک کو اسکے اعمال کا بدلہ دکھایا جاوے نیکوں کو نیک بدوں کو بد - ؟

ف کیوں نہیں سمجھتے کہ انسان کی زبان جو گویائی کا ایک آلہ ہے اور گوشت کا ٹکڑا اسمیں کون سے اسباب گویائی کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں ؟ کچھ نہیں صرف ایک قادر مطلق نے اسمیں قوت رکھدی ہے اگر وہ چاہے تو یہی قوت انسان کے کسی دوسرے عضو میں رکھدے وہ بھی اسیطرح بولنے لگے دیکھنے کی قوت آنکھ میں رکھدی ہے - سونگھنے کی ناک میں بولنے کی تمام جسم میں اگر وہ چاہے تو ایک قوت کو دوسری جگہ رکھدے یا کل بدن کو تمیع قوتوں کا محل کردے یہ ہر جگہ سے دیکھنے سننے بولنے سونگھنے لگے اور کبھی کبھی خاصان خدا پر یہ حالت دنیا میں بھی طاری ہو جاتی ہے جبکہ بہیمیت پست اور

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

پھر جسنے ذرہ بھر بھلائی کی ہے وہ اسکو دیکھ لیگا ۔ اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہے وہ اسکو دیکھ لیگا

ترکیب

الفاء التفریع من موصولۃ مبتدا ... منصوب علی انہ تمییز من مثقال ذرۃ یرہ مجزوم و یکون ان تکون من شرطیۃ یرہ جواب الشرط وقیل خیرا بدل من مثقال قرا الجمہور یرہ فی الموضعین بضم الہاء وصلا وسکونہا وقفا وقرا ہشام بسکونہا وقفا و وصلا وقرا الجحدری فی الموضعین مبنیا للفاعل وقری مبنیا للمفعول نسبہ ... ابان وقری یراہ ... ان من موصولۃ ... الجزم ... الحرکۃ المقدرۃ ... مثقال بالکسر ... وزن ... اسم لمقدار ... الذرۃ ... ان یضرب الرجل یدہ علی الارض فما لصق من التراب فہو ذرۃ وقیل ما یری فی شعاع الشمس من الہباء

تفسیر

اب اعمال دیکھنے کی تفصیل کرتا ہے فقال فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ کہ جو ذرہ کے برابر بھی اچھی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کریگا ضرور اسکو یعنی اسکے نیک بدلہ کو دیکھ لیگا وہ نیکی رائگان نہ جاویگی ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ اور جو ذرہ بھر بدی کریگا وہ اسکے نتیجہ کو دیکھ لیگا ۔

ف[۱] علماء کا اتفاق ہے کہ کافروں کی نیکیاں انکے کفر کے سبب سے ملیا میٹ ہو جاتی ہیں پھر وہ اپنی نیکی بڑی بھی نہ دیکھیں گے ذرہ بھر کا تو کیا ذکر۔ اسیطرح ایمانداروں کی بدیاں مٹا دیجاتی ہیں یا معاف کر دیجاتی ہیں پھر انکو بھی ذرہ بھر بدی دیکھنے کا موقع نہیں ملتا پھر آیت کے معنی کیونکر صحیح ہونگے اسکا جواب یہ ہے دیکھنے کا موقع بیان نہیں فرمایا اس لیئے عام ہے پس کافر کی نیکیوں کا نتیجہ اسکو دنیا میں ملجاتا ہے افزایش مال و کثرت اولاد تندرستی وغیرہ ۔ ہاں آخرت میں کچھ ثواب نہ ہوگا بس یہ کہنا صحیح ہوگیا کہ کافر کی بھی کوئی نیکی خواہ ذرہ برابر ہو رائگان نہ جاویگی آخرت میں نہ سہی دنیا میں تو ضرور اسکا بدلہ دیکھ لیگا ۔ اسیطرح مومن کو اسکے گناہوں کے سبب دنیا میں رنج کوئی مصیبت بیماری تنگدستی رنج و غم دیکھنا پڑتا ہے گو آخرت میں نہ سہی ۔ بعض یہ جواب دیتے ہیں کہ دونوں جگہ من عام نہیں اول سے مراد ایماندار ہے کہ جو ایمان لاکر نیکی کریگا وہ ضرور اپنی نیکی کا بدلہ دیکھے گا اور نیکی کے لیئے ایمان مقدم ہونا شرط ہے اور اسیطرح دوسرے من سے مراد کافر ہے کہ کافر کو ہر بدی کا بدلہ دکھایا جاویگا خواہ ذرہ بھر ہی کیوں نہو ۔ یہ بھی جواب ہے کہ جب کافر کی نیکیاں ہی نہیں اسکے کفر نے ملیا میٹ کر دیں اور اسیطرح مومن کے گناہ ہی نہ رہے توبہ و استغفار سے معاف ہوگئے پھر انکا بدلہ کیا یہ تو موجود نیکی و بدی کے بدلہ کا ذکر ہے ۔

ف[۲] بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آیت جامع اور یکتا ہے ۔ کعب احبار کہتے ہیں کہ نبی کریم صلعم پر یہ دو آیت ایسی نازل ہوئی ہیں جو توریت و زبور و انجیل کا خلاصہ اور لب لباب ہیں ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آنحضرت صلعم نے ایک شخص کیلئے قرآن تعلیم کرنیکو فرمایا پھر جب اسکو یہ سورۃ تعلیم فرمائی اور ان آیتوں تک پہونچا تو اسنے کہا بس کیجئے مجھے یہی دو آیت عمل کرنیکے لیئے کافی ہیں اسکی خبر حضرت نبی کریم صلعم کو پہنچی آپنے فرمایا وہ فقیہ شخص ہو جاویگا کیونکہ ہر ایک گناہ سے بچنا چاہیئے خواہ ذرہ بھر ہی کیوں نہو اور ہر ایک نیکی پر مستعدی کرنی چاہیئے خواہ چھوٹی سے چھوٹی ہی کیوں نہو

ف[۳] نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ جسنے یہ سورۃ پڑہی اسکو نصف قرآن پڑہنے کا ثواب ہوگا ۔ اور جسنے قل ہو اللہ پڑہی اسکو تہائی قرآن کا اور جسنے قل یا ایہا الکافرون پڑہی اسکو چوتھائی قرآن کا ثواب ہے ۔ رواہ الترمذی و ابن مردویہ و البیہقی ۔

تفسیر

یہ سورہ اکثر کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی۔ اور ابن مسعود و جابر و حسن و عکرمہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور ابن عباس و انس بن مالک و قتادہ کہتے ہیں مدینہ میں نازل ہوئی۔ حسن سے روایت ہے کہ یہ سورہ نصف قرآن کی برابر ہے۔ نقل کیا اسکو ابو عبید نے فضائل میں۔ اور ابن عباس سے بھی یہی منقول ہے۔ نقل کیا اسکو محمد بن نصر نے بسند عطاء بن ابی رباح۔

(ربط) سورۂ اذا زلزلت الارض میں نیکی اور بدی کا انجام اس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا گیا تھا کہ سلیم الطبع کو سننے کے بعد پھر قبول کرنے میں کوئی تردد نہیں رہتا مگر کج طبع اور ہٹ دھرم کب مانتے ہیں انکے سمجھانے کے لیئے تو آسمانی کوڑا درکار ہے اس لیئے اس سورہ میں لشکر جہاد اور اُسکے گھوڑوں کے جوانمردانہ اوصاف کی قسم کھا کر بد انسان کا مقتضاء طبع بیان فرماتا ہے کہ بدنصیب بڑا ہی ناشکر اور احسان فراموش ہے اور اسپر بھی خدا کیطرف سے بہتری کی توقع امید رکھتا ہے اور مال کا لالچ اُسکے دل میں راسخ ہے جس لیئے ابواب سعادت کیطرف نہیں آتا چند روزہ زیست کیلئے مارا مارا پھرتا ہے اخیر میں اشارہ ہے کہ ایک دن وہ بھی آنے والا ہے کہ آسمانی سیاست اُن کو ادب سکھاویگی چنانچہ چند روز بعد ایسا ہی ہوا۔

یا یوں کہو کہ پہلی سورہ میں کفار و بدکردار لوگوں پر آخرت کی سرزنش بیان کی تھی جو اُن تیرہ باطنوں کے دل پر مؤثر نہیں ہوتی وہ تو دنیا کے خسارہ سے ڈرتے ہیں اس لیئے اُن پر جو دنیا میں عذاب آنے والا ہے اسکی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ فقال

(۱) والعادیات ضبحا کہ ہمکو قسم ہے غازیوں کے اُن گھوڑوں کی جو دشمن پر حملہ کرنیکے لیئے دوڑتے ہیں اور دوڑتے میں اُخ اُخ کی اُنکے پیٹ سے آواز پیدا ہوتی ہے۔

(۲) فالموریات قدحا پھر اُنکی کہ جو رات میں اپنی ٹاپوں سے پتھر و زمین سے چقماق کیطرح آگ جھاڑتے جاتے ہیں۔ یہ دوسرا وصف انہیں جہادی گھوڑوں کا ہے جو اُنکی قوت اور تیز روی ظاہر کرتا ہے۔ قوی گھوڑونکے نعل رات میں جب تیزی سے چلتے ہیں پتھروں پر کھٹاکھٹ پڑتے ہیں تو پتھر و نعل سے آگ چمکا کرتی ہے یہ گھوڑے اعداء دین پر قہر الٰہی ہیں اور یہ آگ قہر الٰہی کی آگ ہے اور اُنکے سواروں کی اُس حرارت و شجاعت دینی کا اثر ہے جو سید فیاض نے اُنکے دلوں میں رکھی ہے جو بدکاروں کے خرمن عیش و کامرانی کے جلانے کو کافی ہے۔

(۳) تیسرا وصف اور بیان کرتا ہے فالمغیرات صبحا پھر اُنکی جو صبح ہوتے جبکہ اعداء دین خواب غفلت میں سرشار ہوتے ہیں دھاوا کرتے ہیں راتوں چلے اور چلتے میں ٹاپوں سے آگ کے شرارے جھڑتے تھے صبح ہوتے ہی بدکرداروں اور آسمانی مجرموں پر دھاوا کر دیا۔

(۴) اور چوتھا وصف یہ ہے فاثرن بہ نقعا پھر اُنکی قسم جو صبح میں دھاوے کے وقت بڑے زور سے دوڑنے میں گرد و غبار اُٹھاتے ہیں اور دشمنوں کے مونہوں کو گردآلود کرتے ہیں۔ یہ صبح کے وقت گرد اُڑانا زیادہ قوت و زور پر دلالت کرتا ہے اسلیئے کہ شبنم سے زمین تر ہوتی ہے برخلاف شام کے کہ خشکی ہوتی ہے ذرا سی حرکت میں بھی گرد اُڑنے لگتی ہے۔ اور فاثرن اسم فاعل کیجگہ فعل اس لیئے استعمال ہوا تاکہ معلوم ہو یہ گرد اُٹھانا اور اُنکے انبوہ میں گھس جانا جو آیندہ آتا ہے تھوڑی دیر کا فعل ہوتا ہے برخلاف جہاد کی تیاری کے کہ وہ ہمیشہ رہتی ہے اس لیئے وہاں اسم فاعل کا صیغہ استعمال ہوا تاکہ دوام و ثبوت پر دلالت کرے۔

(۵) پانچواں وصف فوسطن بہ جمعا پھر اُنکی قسم جو صبح کے وقت دھاوا کرنے اور غبار اُٹھانے کے بعد مخالفوں کے انبوہ میں گھس جاتے ہیں یہ نہیں کہ دھمکی دے کر رہ جاتے ہیں اور وقت پر نامردی کرتے ہیں۔ یہ پانچ وصف جنگی گھوڑوں کے ہیں بالترتیب لکھ

بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ جمع میں جانے والے اونٹوں کے اوصاف ہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اسی بارہ میں ایک روایت بھی کرتے ہیں صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ عادیات سے نفوس انسانیہ کیطرف بھی اشارہ ہے جنکو ریاضت کے میدان میں دوڑنے سے دوڑنے والے گھوڑوں کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور یہی اپنی ریاضت و مجاہدات کے نعلوں سے آگ جھاڑتے ہیں جس سے اشتیاق و تجلی کے شرارے مراد ہیں اور یہی بوقت تجلی جو صبح سے مشابہ ہے اس میدان میں دھاوا کر کے جسمانی خواہشوں کی گرد اڑاتے اور مقام وصل و قرب میں جا گھستے ہیں۔ یہ ظاہر الفاظ کے معنی نہیں مگر اشارہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ قرآن کا کمال اعجاز ہے کہ اس کے ہر پہلو میں ایک معنی ہیں

پھر ان چیزوں کی قسم کھا کر فرماتا ہے ان الانسان لربہ لکنود کہ بے شک انسان اپنے رب کا ناشکرا اور احسان نہ ماننے والا ہے۔ اول تو اسکی نعمتوں کو اسباب یا خیالی معبودوں اور اپنی کوشش کی طرف منسوب کرتا ہے دوم یہ کہ ان نعمتوں کو بے موقع صرف کرتا ہے۔ سوم اپنے محسن و مربی کی طرف نہیں جھکتا۔ لذات و شہوات میں مستغرق رہتا ہے وانہ علی ذلک لشہید اور وہ اس بات پر گواہی دیتا ہے۔ اسکا حال اور اسکی بناوٹ اور رات دن کے تغیرات میں اسکے دست و پا کی بیداری کہہ رہی ہے کہ انسان بڑا ناشکرا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ ہر ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ فلاں شخص فلاں نعمت کا شکر نہیں کرتا سو وہ اسکی نسبت بھی یہی کہتا ہے گویا دوسرے کو یہ کہنا اور آپ اسی حالت میں مبتلا ہونا اپنے اوپر آپ اقرار کرنا اور گواہی دینا ہے کہ میں ناشکرا ہوں یہ اسکی دوسری بات تھی۔ اب تیسری یہ ہے کہ وانہ لحب الخیر لشدید وہ مال کا بڑا دوست اور سخت لالچی بھی ہے۔ یہ انسان کے تین افعال بد تھے جو اسکو دوزخ کی طرف لیجاتے ہیں۔ اب اس ناسپاس کے مقابلہ میں ان حیوانات کو دیکھنا چاہیئے جو مالک کے مطیع ہیں جیسا کہ گھوڑا جسکے اوصاف کی قسم کھائی جس سے تعریض ہے کہ ایسا انسان حیوانوں سے بھی بدتر ہے جس میں مالک کی اطاعت کا مادہ نہیں۔ اور نیز اسطرف بھی اشارہ ہے کہ ایسے ناسپاس نافرمان شہوات و لذات کے بندے مال و زر کے عاشق ایک روز ایسے جہادی گھوڑوں کے پاؤں میں روندے جاتے ہیں جنکی ٹاپوں سے آگ نکلتی ہے اور جو دشمنوں کے خرمن آرام کو جلاتی ہے۔ ان الفاظ میں اس بشارت کی طرف بھی اشارہ ہے جسکا انجیل متی کے تیسرے باب میں ذکر ہے کہ یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام پاس جب یہود کے لوگ فریسی اور صدوقی فرقے اصطباغ پانے آئے تو آپ نے فرمایا۔ قولہ۔ میں تو تمہیں توبہ کے لیئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن وہ جو میرے بعد آتا ہے (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس لیئے کہ عیسیٰ تو انکے بعد نہیں آئے بلکہ روبرو آئے تھے اور نیز بعد کے اوصاف بھی انمیں نہیں پائے گئے) مجھ سے زور آور ہے کہ میں اسکی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں وہ تمہیں روح اور آگ سے بپتسمہ دیگا اسکا چھاج اسکے ہاتھ میں ہے وہ اپنی کھلیان کو پھٹکے گا اور گیہوں کو کھتے میں جمع کرے گا اور بھوسی کو اس آگ میں جلائیگا جو کبھی نہیں بجھتی۔ وہ آگ جہاد کی آگ ہے جو گھوڑوں کی ٹاپوں سے نکلتی ہے اور جو قیامت تک نہ بجھے گی۔ کیونکہ نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لن یبرح ہذا الدین قائما یقاتل علیہ عصابۃ من المسلمین حتی تقوم الساعۃ رواہ مسلم کہ یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا قیامت تک مسلمانوں کی ایک نہ ایک جماعت اسپر لڑتی رہے گی۔

بشارت بطرف [illegible]

فتح مکہ کے روز آپ نے فرمایا کہ اب ہجرت نہیں رہی لیکن جہاد اور نیت باقی ہے اور جب تمکو لڑنے کیلئے حکم دیا جاوے تو نکلو۔ متفق علیہ۔
اور فرمایا کہ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر جہاد کرتا رہیگا اپنے مخالف پر فتح پاوے گا۔ یہانتک کہ آخر کے لوگ دجال سے لڑینگے
(رواہ ابوداؤد) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البرکۃ فی نواصی الخیل (متفق علیہ) کہ برکت گھوڑوں کی پیشانی میں رکھی ہوئی ہے۔ اور یہ بھی
فرمایا کہ الخیل معقود بنواصیہا الخیر الی یوم القیامۃ الاجر والغنیمۃ (رواہ مسلم) کہ گھوڑوں کی پیشانی یا چوٹی میں قیامت تک بہتری باندھی
گئی ہے اور وہ بہتری کیا آخرت کا اجر اور دنیا کی غنیمت۔

اور یہ سچ ہے جس قوم میں ترفّہ اور نزاکت اور عیش پسندی آجاتی ہے خواہ کتنی ہی ہنرمند صناع ہوشیار ہو ایک مدت اس قوم کا زوال ہو جاتا
ہے جو گھوڑوں پر چڑھنے والے سپاہی اور موٹا پہننے والے اور موٹا کھانے والے اور پیادہ و جفاکش ہوتے ہیں مسلمانوں میں جب سلطنت اور دولت نے
(جو انکے باپ دادا نے کہ جوانمرد اور جفاکش سپاہی تھے حاصل کی تھی) کئی صدیوں تک مقام کیا تو نزاکت اور عیش پسندی آگئی پھر تو امراء کی یہ حالت ہو گئی
کہ دھوپ کی برداشت اور گھڑی بھر بھوک اور پیاس اور شہوت کی برداشت کا تو کیا ذکر ہے پاخانہ میں لوٹا بھی خادم ہی دھرے تو پاخانہ پھریں
کپڑے بھی کوئی دوسرا پہنائے تو پہنیں۔ رات میں چار قدم باہر جاتے ڈر لگتا ہے ذرا چلیں اور اُچھل کر گھوڑے پر چڑھیں تو ناف ٹلجائے کسی کام میں
دل نہ لگے محنت کرنا کیسا رات دن داستان گو اور فواحش اور مسخروں کے جلسے گانوں اور مزہ کے مزوں اور آرائش تن کے چرچے اور پھر گنجفہ اور
شطرنج اور مرغبازی پتنگ بازی بٹیر بازی کبوتر بازی اور گون بازی اور کوں بازی اور شراب خواری اور عیاشی اور بستر راحت پہ پہروں چڑھے
تک سونا۔ اور جاگنا تو گھنٹوں جمائیاں اور انگڑائیاں لینا۔ اور دو گھنٹے پیخانے میں بیٹھنا۔ پہروں منہ دھونا سنگار کرنا مسّی کی
دھڑی جمانا۔ آئینہ سامنے رکھ کے اپنے جمال کا جلوہ دیکھنا وغیرہ یہ عادات آگئیں جنکو اُنکے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے منع
کیا تھا اسکے ساتھ علم بھی رخصت ہوا دانائی بھی گئی۔ دل کی جوانمردی بھی گئی۔ بندوق کی آواز سے دل دھڑکنے لگا۔ اور اسپر بھی امور
کارخیر سے ہاتھ بند قومی حمیت رخصت ہوئی رہ گئی تو خود پسندی آبائی مفاخر پر لاف زنی کینہ پروری رذالوں کمینوں سفلوں
سے رغبت باہمی نفاق حسد و بغض کمینہ تدبیریں۔ پس سلطنت و دولت و عزت و شوکت بھی چلدی بھیک مانگنے کی نوبت
آگئی اپنے آبائی خدمتگاروں کی چلمیں بھرنے کی نوکری رہ گئی عورتوں کے ننگ و ناموس بھی گئے۔ الغرض دین بھی گیا۔ دنیا
بھی گئی۔ یہ اس لحب الخیر لشدید وانہ لکنود کی تفسیر ہے۔ عبرت عبرت۔

خیر دنیا تو گئی تھی سو گئی تھی اب تو افلاس یا بقیہ گندہ دولت کے خمار میں حق سبحانہ سے لڑائی کی ٹھہرادی۔ لگے کفر بکنے احکام ربانی کو ٹالنے
اب دین اور عقبیٰ بھی چلے اسلئے فرماتا ہے افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور وحصل ما فی الصدور ان ربہم بہم یومئذ لخبیر کہ کیا یہ ناشکر انسان
جو ایسے کام کرتا ہے یہ نہیں جانتا کہ جب قبروں میں سے مردے اٹھائے جاوینگے اور جو سینوں میں خیالات فاسدہ مخفی ہیں سب شہوات وغیرہا
وہ ظاہر کئے جاوینگے بلکہ متشکل کرکے سامنے لائے جاوینگے تو اس دن ان کا رب انسے خبردار ہے ہر بات دنیا میں جو کی تھی انکو معلوم ہے
پھر وہ وہاں کیا ان اعمال بد اور عقائد فاسدہ کی سزا نہ دیگا؟ ضرور دیگا۔ اگرچہ وہ اب بھی خبیر ہے کوئی بات اس سے مخفی نہیں
مگر یہ کہنا کہ اس روز جو سزا و جزا کا دن ہے خبردار ہے۔ منکروں کو پوری تہدید ہے۔ جلد توبہ کرنا چاہیئے۔ اللّٰہم تبت الیک۔

سورۃ القارعۃ مکیۃ ہے اس میں گیارہ آیات ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْقَارِعَةُ ۙ مَا الْقَارِعَةُ ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۭ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ وَتَكُوْنُ

کھڑکھڑانے والی (قیامت) کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی۔ اور (اے مخاطب) تو کیا جانے وہ کھڑکھڑا دینے والی چیز کیا ہے وہ ایک ایسا وقت ہے کہ لوگ اس دن پتنگوں کی طرح تتر بتر ہوں گے۔ اور پہاڑ

الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۭ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۭ وَاَمَّا مَنْ

دھنکی ہوئی اون جیسے ہو جاویں گے۔ پھر تو جس کے اعمال تول میں بھاری ہوں گے تو وہ من مانے عیش میں ہوگا۔ اور جس کی

خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۭ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۭ نَارٌ حَامِيَةٌ

تول ہلکی ہو گئی تو اس کا ٹھکانا گڑھا ہے۔ اور تو کیا جانے وہ کیا ہے۔ آگ ہے دہکتی۔

ترکیب

القارعة مبتدء ما القارعة خبر. قرء الجمهور بالرفع والقرع الصوت الشديد ومنه قوارع الدهر والمراد بها القيامة واخواتها من اسماء القيامة كالحاقة وانما سميت بها لانها تقرع قلوب الانسان وتقرع اعداء الله بالعذاب والعرب تقول قرعتهم القارعة اذا وقع بهم امر فظيع وما الاستفهامية مبتدء وادراك خبر وما القارعة مبتدء وخبر والجملة مفعول ثان لادراك اى واى شيء اعلمك ما شان القارعة. ثم بين سبحانه بعض شئونها فقال يوم يكون والناصب في يوم القارعة اى تقرعهم يوم يكون الخ وقيل اذكر وقيل خبر مبتدء محذوف وانما نصب لاضافته الى الفعل فالفتحة فتحة بناء لا فتحة اعراب. والفراش جمع فراشة وهى الطيور التى تتساقط فى النار والسراج وبها يضرب المثل فى الطيش والهوج يقال اطيش من فراشة المبثوث المتفرق المنتشر ويجوز مبثوث كما يجوز مبثوثة كما فى قوله تعالى كانهم جراد منتشر - واعجاز نخل منقعر واعجاز نخل خاوية وتكون الجبال عطفت الجملة على الجملة والعهن الصوف المصبوغ بالالوان المختلفة المنفوش المندوف الذى نفش بالندف - فاما من شرط فهو فى الخ جوابه موازينه جمع موزون وهو العمل الذى له وزن وخطر عند الله وهذا قول الفراء وغيره وقيل جمع ميزان وقيل المراد بها الحجج والدلائل عيشة راضية اسناد مجازى او استعارة مكنية وتخييلية فامه اى مسكنه وسماه بالام لانه ياوى اليه كما ياوى الى امه هاوية من اسماء جهنم وسميت بها لانه يهوى فيها مع بعد قعرها والمهوى والمهواة ما بين الجبلين ما هيه اصله ما هى الضمير يعود الى الهاوية وزيدت الهاء بعد الياء للسكت۔

تفسیر

وجہ تسمیہ

یہ سورہ بلا خلاف مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس بھی یہی کہتے ہیں۔ اس سورہ کا نام قارعہ ہے اور قرعہ لغت میں ٹھونکنے اور کھڑکھڑانے کو کہتے ہیں اور اسی لئے ایسے حوادث دہر کو جو عاقل کو دہلاتے اور دل کو ہلاتے ہیں قوارع الدہر کہتے ہیں اور قرآن مجید کی اس قسم کی آیات کو جو طبع بشری کو جنبش دینے والی ہیں قوارع القرآن کہتے ہیں۔ اور اس سورہ میں بھی وہ مضامین ہیں جو انسان کو خواب غفلت سے جگاتے اور اس کے دل کو ہلاتے ہیں یا اس میں اس حادثہ کا ذکر ہے جو دنیا کو زیر و زبر کر دیگا یعنی قیامت اسلئے اس کا نام قارعہ ہوا۔

واضح ہو

کہ اجسام میں خدا تعالیٰ نے ایک قسم کا ثقل یعنی بوجھ یا بھاری پن رکھا ہے جیسا کہ روحانیات میں تجرد اور سبکی ہے اور یہ ایک قدرتی بات ہے
اور یہی ثقل اسکو سکون و قرار پر مجبور کرتا ہے اور یہی اسکو اسکے حیز طبعی کی طرف جھکاتا ہے پھر ایک تو یہی ثقل جسمانی ہے جس سے
علی قدر مراتب کوئی جسم بھی خالی نہیں اور ایک معنوی ثقل بھی ہے جسکو وقار کہتے ہیں یہ ادراک و حواس والے اجسام کے ساتھ مخصوص ہے
اور یہ انکے لیے خوبی ہے بالخصوص انسان میں جو انکے مردانہ پن اور تحمل و برداشت کا باعث ہے۔ پھر جس میں یہ وصف نہیں اور
تڑپھڑ کرتا ہی بیٹھے میں بھی کہیں ہاتھ ہلتے ہیں کہیں پاؤں کبھی آنکھیں پھڑکتی ہیں تو کبھی جلد جلد بات چیت کرتا ہے اسکو معیوب سمجھتے ہیں اور
بندر اور اس قسم کے جانوروں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ جوانمردوں کو اپنے استقلال اور قائم مزاجی پر بڑا ناز ہوا کرتا ہے اور وہ کہتے ہیں ہم پہاڑ ہیں حوادث
دہر ہمکو جنبش بھی نہیں دے سکتے کفار قریش اپنے اس وصف پر بڑے نازاں تھے اور یہاں تک دعویٰ تھا کہ اگر کوئی ہمارے جسم میں زخم بھی لگا کر
تو ہم جس موضع پر بیٹھے ہوں انہیں کچھ بھی فرق نہ آوے اور اسکی وہ مشاقی بھی کیا کرتے تھے اور اسکو میدان جنگ اور دشمنوں کے مقابلہ میں ثابت قدمی کا
سبب جانتے تھے۔ سو اول قسم کا ثقل زیادہ تر پہاڑوں میں ہے کہ جب سے انکو قدرت نے جہاں بٹھایا ہے وہیں بیٹھے ہیں ہلتے ہی نہیں اور اسی لیے
اس امر میں ثابت قدموں کو پہاڑ سے تشبیہ دیا کرتی ہے اور دوسری قسم کا ثقل انسان میں ہے۔ مگر انسان کے اس ثقل سے عالم بالا کا مقصود اخلاق
حمیدہ اور ملکات کاملہ میں ثابت قدم رہنا ہے جو حسنات حاصل کرنے کا سبب اور معاصی اور لذات و شہوات کے جھونکوں میں اڑنے سے بچنے کا باعث
ہے اور دنیا میں آنے سے بھی یہی مقصود ہے کہ وہ اس ثقل کو حاصل کر لیجاوے اور جس میں یہ ثقل جسقدر ہے اسیقدر وہ خدا تعالیٰ کے
نزدیک گرامی اور بھاری ہے اور جس میں یہ ثقل نہیں وہ بے وقار اور ہلکا ہے اور اسکا ان نیک باتوں سے ہلکا ہونا بہیمیت اور جسمانیت کا بھاری پن
ہے جسکا حیز طبعی ہاویہ یعنی مقام اسفل ہے۔ ان باتوں کیطرف خدا پاک اس سورۃ میں ایما کر کے انسان کو ابواب خیرات کی رغبت دلاتا اور اسکے
ثمرات و نتائج عیشۃ راضیۃ ظاہر فرماتا ہے اور بدوں کو ہاویہ میں لیجانے والے بوجھ سے سبکی حاصل کرنے اور ثقل مقصود حاصل کرنے کیطرف ابھارتا
ہے اور ثبوت کبریٰ کا یہی مقصد اصلی ہے اسلیے فرماتا ہے القارعۃ ما القارعۃ وما ادراک ما القارعۃ کہ قارعہ کھڑکھڑانے والی کیا ہی ہے وہ کھڑکھڑانے
والی۔ اور اے مخاطب تو کیا جانے کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز۔ اس لیے کہ وہ اس عالم کی فنا اور فنا کے مقدمات ہیں جو بغیر دلیل
سمعی کے سمجھ میں نہیں آتے کس لیے کہ انسان ہمیشہ سے آسمان و زمین پہاڑوں اور دریاؤں اور چاند و ستاروں کو دیکھتے دیکھتے
یہ سمجھ گیا ہے کہ یہ ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے ان کو فنا نہیں صرف عناصر سے مرکب چیزوں کو فنا ہے وہ بھی کہ ایک
وقت کے بعد اس ترکیب کی گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اپنے خیال کو مستحکم کرنے کے لیے اس نے سیکڑوں دلیلیں بنالی
ہیں۔ اس لیے اس کوتاہ فہم کے حق میں یہ فرمایا کہ تو کیا جانے کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز بہت درست ہے۔ پھر آپ ہی
اسکی کیفیت بیان فرماتا ہے یوم یکون الناس کالفراش المبثوث جس دن کہ آدمی بکھرے ہوئے پتنگوں اور پروانوں جیسے ہو جاوینگے یعنی انکا وہ ثقل
کہ جسپر ناز تھا اس روز کی ناقابل برداشت مصائب دیکھکر بالکل جاتا رہیگا۔ اور ایسی بیقراری اور بیتابی ہوگی کہ ادہر کے ادہر اور ادہر کے ادہر مارے مارے

پھر پڑینگے - فراش فراشہ کی جمع جسکے معنی پتنگا - پروانہ - بھنگا - جو رات مین روشنی یا آگ مین گرا کرتا ہے - جبکہ صور پھونکے گا اور لوگ قبرون سے اٹھین گے اور ایک خدا کی طرف کا پکارنے والا عدالت کی طرف بلائیگا اور جلال کبریائی کی تجلی ہوگی تو دہشت کے مارے لوگ پتنگون کیطرح یا ٹڈیون کیطرح بیقرار و مضطر ہوکر دوڑے آوینگے - اور ممکن ہے کہ یہ نفخ صور اول کا واقعہ ہو کہ جب آواز تیز ہوگی اور کڑاک اور زلزلہ زیادہ ہوگا تو گھبراہٹ مین پتنگون کیطرح ادہر ادہر مارے مارے پھرینگے اور بڑی بیقراری ہوگی سب عقل و ثبات جاتا رہیگا - اس تشبیہ مین چار باتین ہین (۱) طیش و بیقراری اور ایک دوسرے پر بدحواسی مین گرنا (۲) کثرت و ضعف کہ انکی بھنگون جیسی کثرت ہوگی اور آج کے بڑے قوی ہیکل اور دلیر اس روز انکے آگے بھنگے معلوم ہونگے - (۳) ہر جانب اور ہر سمت کے بلانے والے کی طرف ایسا آنا کہ جیسا پتنگے چراغ کیطرف آیا کرتے ہین (۴) آگ مین گرنا جیسا کہ پتنگے گرتے ہین اسطرح وہ آتش جہنم مین گرینگے اور یہ اس لیئے کہ وہ روز ظہور کلی ہے یعنی دنیا کا پردہ الٹ کر ہر ایک چیز کی حقیقت اصلیہ دکھا دی جائیگی پھر جس طرح آج پتنگون بھنگون کی طرح شہوات و لذات کی آگ کی طرف دوڑے چلے جاتے ہین جہان طبلہ پر تھاپ پڑی اور سارنگی کی آواز آئی لوگ دوڑ پڑے - سو اس روز یہ خواہش آتش جہنم کی صورت مین ظہور کریگی اور یہ اسیطرح اسکی طرف بےمحابانہ جاینگے وہ رغبت اور اختیار جبر و اضطرار کی صورت مین جلوہ گر ہوگا دنیا کے خواب کی یہ تعبیر ہوگی -

اب دوسرے ثقل کی کیفیت بیان فرماتا ہے جو پہاڑون مین رکھا ہوا ہے فقال وتکون الجبال کالعهن المنفوش اور پہاڑ دہنی ہوئی اون جیسے ہوکر اڑتے پھرینگے - عہن رنگین پشم کو کہتے ہین - اور رنگین پشم سے تشبیہ اس لیئے دی کہ اب جو دنیا مین مختلف رنگون کے پہاڑ ہین سنگ مرمر - سنگ سرخ - سنگ سیاہ وغیرہ - زلزلے درپے آنے سے چورا چورا ہو جاوینگے اور باہم ملنے سے ایک رنگت پیدا ہوجاویگی - منفوش دہنی ہوئی نفش دہنا پھر دہنیے کے دہننے سے اور بھی اسکے ٹکڑے ٹکڑے ہوکر اڑا کرتے ہین اسیطرح جب عالم بالا کے دہننے والے اس پہاڑون کی اون کو دہنین گے تو یہ اڑتے پھرینگے - اب اس سے زیادہ اور کیا کھڑکھڑانے والا وقت ہوگا - یہ ہے القارعہ - جسکی حقیقت سے یہ مست بادۂ غفلت بے خبر ہین -

یہانتک تو ایک مصیبت تھی اب اور دوسری سنیئے وہ یہ کہ اس روز جب یہ سب کچھ ہوچکے گا بار دگر لوگ اصلی حیات مین آوینگے اور میزان عدالت کھڑی ہوگی تو فاما من ثقلت موازینه فهو فی عیشة راضیة اس روز جس نے اس چند روزہ حیات دنیا مین اپنے اس ثقل خداداد کو اچھے کامون مین صرف کیا اور ایمان و حسنات کا ثقل پیدا کر لیا تو پھر اسکی تولین بھاری نکلین گی - ایمان کی تول ہے تو ویسی ہی بھاری ہے - اور نماز کی ہے تو ویسی ہی گرانبار ہے اور روزے کی ہے تو ویسی ہے اور صدقات و خیرات کی ہے تو ایسی ہے - شہوات و لذات سے صبر کی ہو تو ایسی ہو - اور محبت الٰہی کی ہے تو سب سے بڑھکر ہے تو وہ لوگ دلپسند زندگانی مین ہونگے جسکو حیات جاودانی اور زندگانی با کامرانی کہنا چاہیئے یہ لفظ عیشة راضیة بڑا وسیع المعنی لفظ ہے - آخرت کی جسقدر خوبیان ہین جنت اور وہان کے نعیم اور فرح و سرور اور دیدار الٰہی سب کو حاوی ہے -

واما من خفت موازینه فامه هاویة اور جسکی تولین ہلکی ہونگی - اعمال حسنہ و ایمان مین اس ثقل خداداد کو کام مین نہ لایا بلکہ شہوات

ولذات حب دنیا وغیرہ میں صرف کیا اور اپنی نالائق باتوں پر ثابت قدمی دکھائی۔ کفر پر اڑے رہے۔ ایمان لاتے شرم آئی بدوضعی کو وضعداری سمجھے۔ دنیا پر فریفتہ رہے اور اس عشق میں بڑی ثابت قدمی دکھائی۔ رسم ورواج بدکے پابند بڑے استقلال سے اسکو تھامے رہے۔ اور بڑا ثقل ان باتوں میں پیدا کیا۔ تو اب یہ بھاری لنگر انکو جہنم کے گڑھے کی طرف اسطرح کھینچے ہوئے لیجاویگا کہ جیسا اجسام کا ثقل طبعی پستی کیطرف لیئے جاتا ہے اور اسی رمز کیطرف اشارہ کرنے کے لیئے لفظ ام کا استعمال کیا۔ کیونکہ ام کے اصلی معنی ہیں اصل اور رجوع ہونیکی جگہہ کے اور اسی لیئے ماں کو ام کہتے ہیں کہ وہ بچہ کی اصل ہے اور اسکی طرف رجوع کرتا ہے مراد یہ کہ اسکا اصل ٹھکانا ہاویہ ہوگا۔ اور ہاویۃ گڑھے کو کہتے ہیں اور یہ جہنم کا نام ہے۔ اس لیئے اسکے بعد فرماتا ہے وما ادراک ماہیۃ کہ اے مخاطب تو کیا جانے کیا ہے ہاویہ کوئی دنیا کا عمیق گڑھا یا کسی بلند پہاڑ کی کھوہ نہیں ہے کس لیئے کہ اسکی اصل حقیقت بھی بغیر ملہم غیب کے سمجھانے سمجھہ میں نہیں آتی پھر آپ ہی بتاتا ہے نار حامیۃ کہ وہ دہکتی آگ ہے۔ یہ آگ حب شہوات ولذات کی اور غضب وحسد کی بغض وعداوت کی اور تعصب کفر وبدراہی کی آگ دنیا میں دل میں تھی آج وہ جہنم کی آگ بن کر سامنے آئی۔ اور آگ بھی کیسی آگ حامیۃ بہت گرم کہ جسکی گرمی کے مقابلے میں دنیا کی آگ گرم نہیں۔ یہ آگ اس آگ کی بہ نسبت کچھ بھی نہیں اس لیئے یہ لفظ استعمال ہوا ورنہ آگ کے لیئے تو ہر وقت حرارت لازم ہے۔

ف فرقہ معتزلہ موازین کو دنیا وی ترازو سمجھکر اور اس میں اعمال وایمان کا وزن جو عوارض ہیں محال جانکر یہ تاویل کرتا ہے کہ تولیں بھاری ہونے سے مراد ہے حجت قوی ہونا اور خدا کے نزدیک گرامی اور بھاری ہونا اور کہتے ہیں یہ ایک عرب کا محاورہ ہے اور اسیطرح تولو نکے ہلکے ہونے سے مراد ذلیل ہونا اور انکی حجتوں کا ضعیف ہونا ہے۔

مگر یہ ان کا قصور فہم ہے کس لیئے کہ وہ ترازو دنیا کی ترازو نہیں بلکہ وہ ہے کہ جس سے اعمال وایمان کا وزن ہوتا ہے۔ حدیث صحیح میں میزان کا قیامت میں قائم ہونا ثابت ہے اہل سنت اسکے قائل ہیں۔

ف دو فریق بیان ہوئے اول وہ کہ جنکے ایمان واعمال حسنہ کی تولیں بھاری ہونگی دوم وہ کہ جنکی تولیں ہلکی ہونگی اور دونونکا انجام بھی بیان فرمادیا۔ مگر ایک تیسرا فریق اور بھی ہے یہ وہ کہ جنکی نیکی اور بدی کا وزن برابر ہوگا۔ ان کا کیا انجام ہوگا؟ مناوی فرماتے ہیں کہ ان سے حساب آسان لیا جاویگا اور آخر وہ بھی بخشے جاوینگے۔ اور ان کا ذکر اسلیئے نہیں کیا تاکہ معلوم ہو کہ قابل عذاب وہی ہیں جنکی نیکی کی تول ہلکی رہیگی گنا ہونکا پلہ بھاری رہیگا۔ پھر اب اگر ایمان بھی نہیں تو ہمیشہ جہنم میں رہیگا ورنہ شفاعت یا اسکو مخصوص رحمت کے سبب وہ سزا پاکر یا ایمان کی برکت سے بغیر سزا پائے یونہی نجات پا جاوے گا مگر خطرہ میں ضرور ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص لایا جاویگا ننانویں ۹۹ دفتر بڑے بڑے گناہونکے اسکے پیش ہونگے پھر حق سبحانہ پوچھے گا تجھے انمیں سے کسیکا انکار ہے کیا میرے فرشتوں کراما کاتبین نے ناحق لکھ لیئے ہیں۔ کہیگا نہیں یارب پھر پوچھے گا تجھے کوئی عذر ہے کہیگا نہیں یارب تب حق سبحانہ فرماویگا تیری ایک نیکی ہمارے ہاں ہے ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے تب ایک ورقہ نکلے گا جسمیں کلمہ شہادت ہوگا تب وہ شخص کہیگا بھلا ان دفترونکے مقابلہ میں اس ورقہ کا کیا وزن ہوگا تب وہ ورق ایک پلہ میں اور وہ دفتر دوسرے پلہ میں رکھے جاوینگے تب یہ ورق بھاری نکلے گا اور وہ دفتر ہلکے ہو جاوینگے اللہ کے نام سے کوئی چیز بھاری نہیں ہوگی۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

سورۃ التکاثر مکیۃ وھی ثمان آیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ كَلَّا لَوْ

غافل کر دیا تم کو حرص نے یہاں تک کہ قبریں جا دیکھیں خبردار ابھی جان لوگے۔ پھر کہتے ہیں خبردار ابھی جان لوگے۔ نہیں نہیں اگر

تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ۝ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝

تم یقینی طور پر جان جاؤ (تو غافل نہ ہو) ضرور تم کو دوزخ دیکھنا ہوگا پھر اسکو بالیقین دیکھنا ہوگا۔ پھر اس دن تم سے نعمتوں کا حال پوچھا جائے گا۔

ترکیب

الہی فعل یقال الہاہ عن فلان اذا شغلہ عنہ وکم مفعولہ التکاثر فاعلہ۔ والتکاثر التباہی والتفاخر بکثرۃ الاموال والاولاد والتفاخر عن اللہ تعالیٰ حتی غایۃ لالہاء زرتم المقابر جمع مقبرۃ۔ والمعنی الہاکم حرص الدنیا والتفاخر بالاموال والعشائر عن العمل للآخرۃ حتی ادرککم الموت وانتم علی تلک الحالۃ۔ کلا الردع او خبر علیہ سوف تعلمون شرط ومفعول تعلمون محذوف ای الامر الذی انتم علیہ ما یدل علیہ علما یقینا ونصب العلم علی المصدریۃ واضافۃ الی الیقین من اضافۃ الموصوف الی صفتہ وقیل العلم عام یکون یقینا وغیر یقین فاضافہ الی الیقین اضافۃ العام الی الخاص وجواب لو محذوف قال الاخفش التقدیر لو تعلمون علم الیقین ما الہاکم او نحوہ۔ لترون الجحیم اللام جواب قسم محذوف ای واللہ لترون الجحیم فی الآخرۃ ولیس ہذا جواب لو۔ قرء الجمہور بفتح التاء مبنیا للفاعل والرؤیۃ بصریۃ ولذا تعدیت الی مفعول واحد۔

تفسیر

یہ سورہ جمہور کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن عباس رض بھی یہی فرماتے ہیں۔ مگر بعض کہتے ہیں مدینہ میں نازل ہوئی۔
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ایک روز ہزار آیتیں پڑھ سکتے ہو لوگوں نے عرض کیا کہ بھلا ہر روز کون پڑھ سکتا ہے
آپ نے فرمایا کیا تم الہاکم التکاثر نہیں پڑھ سکتے۔ روایت کیا اسکو حاکم نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔
ربط اس سورہ کا القارعہ سے یہ ہے کہ اس سورہ میں انسان کو حوادث ہولناک سے خبر دیکر متنبہ کیا تھا کہ ہوشیار خبردار تجھ پر ایک ایسا وقت آنیوالا ہے اسکے لیے تیاری کر اور ادھر ادھر کے فضول جھگڑے جو کچھ بھی کار آمد نہیں چھوڑ دے مگر برخلاف اسکے انسان ایسی فضول باتوں میں غرق ہے کہ جو اسکو کچھ بھی مفید نہیں وہ کیا؟ کثرت مال و اولاد کی حرص اور اسی پر فریفتہ ہو کر تا بہ ضروریہ سے غافل ہو جانا اسلئے اس سورہ میں اس بات کی برائی بیان فرمائی جاتی ہے کہ او انسان تجھے اس تکاثر نے اصلی کام سے غافل کر دیا اور ایسا غافل کہ کبھی بھی اصلی کام کی فرصت نہیں دی موت تک اسی فضول دھندے میں پڑا رہا۔ اور دراصل یہی اسکا سبب نزول ہے۔
مگر قتادہ و مقاتل کہتے ہیں کہ اسکے نازل ہونیکا سبب یہ ہے کہ مدینہ میں یہود تفاخر کیا کرتے تھے کہ ہم فلاں فلاں قوم سے مال و قبائل میں زیادہ ہیں یہاں تک کہ عمر بھر اسی تفاخر میں رہے اور جو کچھ کرنا تھا وہ نہ کیا اس لیے انکا حال قابل افسوس بیان کرکے مسلمانوں کو متنبہ کیا جاتا ہے۔
اس تقدیر پر یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور کلبی کہتے ہیں اسکا سبب نزول یہ ہے کہ قریش کے دو قبیلے تھے ایک بنی عبد مناف

دوسرا انکی یہ ہم دونوں قبیلے کے لوگ کسی مجلس میں اپنے اپنے مفاخر ذکر کرنے لگے ایک نے کہا ہمارا قبیلہ مالدار ہے اور آدمی بھی اسمیں زیادہ ہیں سرداری اسیکا حق ہے۔ دوسروں نے کہا ہم زیادہ ہیں ہمارے لوگ بہادر زیادہ ہیں اسلئے بیشتر جنگ میں مارے گئے آئی یہ بات بڑھ گئی تو یہ ٹھہری کہ چلو قبریں گن ڈالیں چنانچہ قبرستان میں گئے اور قبریں گنیں اس بیہودہ اور فضول تفاخر کی برائی میں جو انسان کو دار آخرت کے اسباب پیدا کرنے سے روکتا ہے یہ سورہ نازل فرمائی۔

الہٰکم التکاثر حتی زرتم المقابر کہ تمکو افاخر مال و قبائل نے غافل کر دیا یہانتک کہ قبریں جھانکیں یعنی موت تک اور ٹھہرنا ہے میں بھی جو چلنے کا وقت ہے۔ اور ایسے وقت کی نسبت کہتے ہیں کہ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوا ہے۔ یعنی مرنے کو طیار بیٹھے ہو اسوقت تک بھی تم لوگو اس تفاخر نے اصلی کام سے غافل اور بیخبر کر رکھا ہے پھر یہ نہیں سوچتے کہ دار آخرت کی تدبیر کا کونسا وقت آویگا۔ تفاخر اور تکاثر ایک معنی میں ہیں اور حرص کرنا بھی اسکے معنی ہیں۔ اس موقع پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی پُر درد اور پُر اثر الفاظ ارشاد فرمائے ہیں۔ مسلم و ترمذی وغیرہ نے عبد اللہ بن شخیر رض سے روایت کی ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو آپ اسکو پڑھکر فرماتے تھے کہ ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال اور تیرا تو وہی مال ہے جو تو نے کھا لیا یا پہن لیا یا دے دیا خیرات کر کے۔

واضح ہو کہ انسان کی دو سعادت ہیں ایک سعادت دنیا اور اسکی تین قسم ہیں اول خاص اسکے جسم کی بناوٹ کے متعلق حسن و جمال۔ دوسری جسم کے آرام و آسایش کے متعلق وہ کیا؟ تندرستی اور مال و اسباب و مکان کی فراہمی اور ان میں کامیابی تیسرے اپنے بعد اپنے ذکر خیر کے بقاء کے اسباب بہم پہونچنا اور زندگی میں عزت اور آپس کے لوگوں میں سربلندی حاصل کرنے کے اسباب مہیا ہونا وہ کیا؟ اولاد اور اقارب اور قوم کی سربلندی یا عمارت وغیرہ یادگار کا چھوڑ جانا۔ تمام دنیا کی خوبیاں جن پر انسان فریفتہ ہے انہیں میں منحصر ہیں۔ اس سعادت کو نعمت الٰہی سمجھا جاتا ہے اور بقدر ضرورت اسکے حاصل کرنے کی کوشش بھی بری بات نہیں مگر اس میں غرق ہو جانا اور آتش حرص کا ہر وقت شعلہ زن رہنا اور پھر آسایش تن سے زائد بیکار باتوں میں ہمہ تن مستغرق ہو جانا اور سعادت اخرویہ سے بالکل غافل رہنا محض حماقت ہے۔ ہزاروں شخص ایسے ہیں کہ بقدر ضرورت یہ سب سامان انکو میسر ہیں مگر حرص اور باطل تمناؤں نے دیوانہ کر رکھا ہے جمع کرتا ہے نہ کھاتا ہے نہ کھلاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کسی وقت کام آئیگا حالانکہ موت کے پاس پہونچ گیا پھر بھی اُس سے تمتع حاصل نہیں کیا اب جانے وہ ضرورت کا وقت کب آئیگا اسیطرح اولاد کی تربیت اور انکی بھلائی میں کوشش کرنا بھی ایک عمدہ بات ہے مگر اسطرح غرق ہو جانا کہ اپنا آرام کھو دینا اور عقبی کے کاموں سے محروم رہنا رات دن انہیں کے دہندے میں پڑا رہنا یہ عبث فعل ہے حالانکہ وہ اولاد مرنیکے بعد کیا زندگی میں بھی اپنے مشاغل میں ایسی محو ہو جاتی ہے کہ اس بوڑھے کو کوئی بھی نہیں پوچھتا۔

سعادت دنیا

دوسری سعادت اخرویہ ہے وہ مرنے کے بعد ملک جاودانی میں کامیابی۔ پس جو چندروز سعادت میں ایسا محو ہو کہ اُس سعادت جاودانی سے بالکل غافل ہو جاوے اور موت کے وقت تک اُس میں غرق رہے وہ سخت ہی بدنصیب ہے اُس بدنصیبی کا ذکر اسی آیت میں اور آیندہ آیات میں کرتا ہے۔

سعادت آخرت

فرماتا ہے کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون کہ نہیں نہیں ابھی معلوم ہو جاویگا کہ یہ تکاثر و تفاخر مرنے کے بعد کیا کام آتا ہے؟ یعنی کچھ بھی کام نہ آویگا دست افسوس ملیگا کہ ہائے کس فضولی میں عمر گرانمایہ برباد کی جن چیزوں کی کثرت چاہتا اور اُس پر فخر کرتا تھا اولاد و مال وہ تو وہیں رہگیا میرے کچھ بھی کام نہیں آیا اب تو یہاں موت بھی نہیں ہائے اس بے انتہا زندگانی کا کوئی توشہ ساتھ نہیں لایا۔

حکایت

حکایت کسی شہر میں کوئی بزرگ تھا

دنیا سے علیحدہ ایک گوشہ میں یادِ الٰہی میں مصروف تھا اور اسکا دوست قدیم ایک تاجر تھا جو رات دن حصول مال و زر میں غرق تھا اور طرح طرح کے بڑے مکان بنا لئے تھے باغ لگائے تھے اور ہر قسم کے سامان عیش و نشاط اسکو حاصل تھے۔ ایکبار اُس مالدار تاجر نے اس باخدا کو ملامت کرنی شروع کی اور کہا تو بڑا نادان ہے دیکھ میں نے اس عرصہ میں یہ کچھ پیدا کیا تو نے کیا کیا؟ اُس باخدا نے جواب دیا کہ اے نادان تو نے اس چند روزہ زیست کے لیے کچھ کیا وہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں کیلئے کیا کیا؟ کیا یہ چیزیں تیرے ساتھ چلیں گی؟ اور اگر نہ چلیں تو بتلا دے تجکو انکے چھوٹ جانے پر کیا حسرت ہوگی اب بتا تو نادان ہے یا میں؟ وہ تاجر زار زار رونے لگا۔ بعض لوگ اسکے بیہودگی کہا کرتے ہیں کہ ہمیں آخرت کا حال معلوم ہے اسلئے حق تعالیٰ فرماتا ہے کلا ہرگز نہیں تم کو کچھ بھی معلوم نہیں لو تعلمون علم الیقین اگر تمکو یقیناً وہاں کا حال معلوم ہو جاوے تو یہ تفاخر و تکاثر چھوڑ کر اصلی کام میں مصروف ہو جاؤ۔ گویا تمہارا علم آخرت کے بارہ میں علم الیقین نہیں جسکا بیت کوئی بادشاہ کسی فقیر باخدا کا معتقد تھا اُن سے ایکبار کوئی دعا عاقبت کی بادشاہ نے طلب کی جس سے چند [illegible] بادشاہ کو معلوم ہوئی مگر دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ فقیر صاحب ضرور یہ پردہ کوئی ہوس رکھتے ہونگے [illegible] فقیر نے اتفاقاً [illegible] جس سے ارادہ کی انکو معلوم ہوا اگلے روز بادشاہ کا خیال معلوم کرکے فقیر نے کہا آپ سے ایک راز کی بات کہتا ہوں [illegible] اور آپ مر جاوینگے یہ سنتے ہی بادشاہ کے ہوش و حواس جاتے رہے کس لیے کہ فقیر کی بات کو یقینی جانتا تھا تمام امور سلطنت [illegible] کردیئے اور رات دن رونے اور توبہ کرنے اور دعا و عبادت میں مصروف ہو گیا۔ ایک ایک گھڑی کو غنیمت جانتا تھا تمام شہوانی خیالات [illegible] باطل تمنائیں کافور ہو گئیں۔ گریاں گناہ کرتا تھا۔ اسی طرح ہفت روزہ شغل میں [illegible] پیدا ہوگئی اور [illegible] ساتویں دن موت کے انتظار میں تھا۔ اور عزیز و اقارب فرزند و زن کو رخصت کر چکا تھا جب دن [illegible] کے پاس آیا اور پوچھا کہ موت تو نہیں آئی۔ شاہ صاحب نے فرمایا [illegible] کہ اس عرصہ میں اس دعا کا کیا اثر تھا۔ اور اسباب عیش و نشاط سے کیسی گذرتی تھی۔ عرض کیا کچھ بھی خبر نہ تھی۔ بادشاہ فقیر کی رمز کو سمجھ گیا اور راہ راست پر آ گیا۔ حقیقت میں علم الیقین اس جہان کا ہو جاوے تو [illegible] اور پھر خوف [illegible] یہ زندگانی وبال ہو جاوے۔ یہ اہل اللہ بالخصوص انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کا ہی حصہ ہے اور اسی لیے انکے اقوال اور عام خلائق کے افعال میں جو دنیا پر فریفتہ ہیں اور ہمیشہ جینے کی امیدیں دل میں رکھتے ہیں بڑا فرق ہے۔

ف کلا سوف تعلمون کو دوبار لانے میں کیا حکمت ہے؟ بعض علماء فرماتے ہیں تاکید کے لیے۔ جیسا کہ کوئی ناصح کہتا ہے تو سمجھ جا تو سمجھ جا بعض فرماتے ہیں کہ اول بار اہل شر کے لیے اور بار دوم اہل خیر کے لیے پس اول وعید اور دوم وعدہ ہے۔ یہ ضحاک کا قول ہے۔
اب اسقدر فرمانا عاقل کے لیے کافی تھا کہ اگر تمکو یقین ہو جاوے تو اصلی کام کرنے لگو اور اس حرص و فخر کو چھوڑ دو مگر چونکہ انسان کے دلوں میں تو اس حرص و فخر اور غفلت کے بیشمار پردے پڑے ہوئے تھے اسلئے اب آنکو صاف صاف بتلایا جاتا ہے فقال لترون الجحیم کہ ضرور ضرور تم دوزخ کو دیکھو گے۔ عام قرأ قرآن کو بفتح تاء پڑھتے ہیں قرأ کہتے ہیں کہ یہی ٹھیک بھی ہے کیونکہ یہ تہدید ہے تو عام محاورہ عرب کے موافق اسکے الفاظ بھی بولے جاتے ہیں۔ بعض بضم تاء بھی پڑھتے ہیں۔ اور جحیم دوزخ کو کہتے ہیں پھر یہ دیکھنا عام ہے۔ ایماندار لوگ بھی دور سے دیکھ کر دل میں ڈرینگے اور لقاء الٰہی اور نجات کا شکریہ کرینگے اور کفار و گنہگار اسکا عذاب دیکھیں گے جو انکے کرتوت کی سزا ہے

اور تکاثر کا مآل کار ہے۔ ایک اور آیت میں بھی یہی مضمون ہے وان منکم الا واردہا پھر دوبارہ اس بات کی تاکید کیلئے اس کلام کو اعادہ کرتا ہے فقال ثم لترونہا عین الیقین
کہ ضرور تم اس دوزخ کو یقین سامنے دیکھو گے۔ پھر اس کے بعد یہ سوال کیے جاؤ گے اسکا مزہ چکھو گے بعض فرماتے ہیں کہ اول جا بعد مرنیکے اور عالم برزخ میں عذاب دیکھنے کا ذکر ہے
اور دوسرے میں حشر کے روز دیکھنے کا ذکر ہے۔ یا یہ کہ اول بار کا دیکھنا کنارے کھڑے ہو کر بار دوم کا دیکھنا دوزخ میں جا کر۔ بعض مفسرین ان آیات کے یہ معنی بیان کرتے
ہیں کہ اگر تمکو علم الیقین ہو جاوے تو تم دل کی آنکھ سے اب دنیا میں دوزخ کو دیکھ لو۔ اور یقیناً دیکھ لو کوئی شبہ باقی نہ رہے مگر تم کو اسکا علم یقین نہیں
ف۔ علم کے تین مرتبے ہیں اول علم الیقین کہ جیسا کسی نے دریا کو آنکھ سے دیکھ لیا دوسرا عین الیقین کہ اسکے کنارے پر پہونچکر پانی چلو
میں لے لیا ہو۔ تیسرا حق الیقین کہ دریا میں گھس کر غوطہ لگا لیا ہو۔

پھر فرماتا ہے کہ آج جن نعمتوں پر پھولے ہوئے ہو اور انکے ازدیاد کی حرص میں لگے ہوئے آخرت سے غافل اور ان کے ناشکر بنے ہوئے ہو قیامت کے روز
انسے سوال ہوگا فقال ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم کہ اس روز دنیا کی نعمتوں سے سوال ہوگا تم سے پوچھا جائیگا کہ دنیا میں ہماری نعمتوں کا تمنے کیا شکر ادا
کیا اور جس لیے تمکو دی گئی تھیں ان کو حاصل کر کے وہ کام بھی کیا یا نہیں؟ یعنی عبادت۔

خدا کی بیشمار نعمتیں ہیں جو حد و شمار سے باہر ہیں کما قال وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا نعمتیں ظاہری و باطنی۔ تندرستی جسم کے اعضا کی خوبی رزق
اور دھوپ گرمی میں ٹھنڈا پانی اور سایہ وغیرہ وغیرہ جن سے کوئی فرد بشر بھی خالی نہیں۔ اسلیے علی اختلاف الانظار مفسرین نے متعدد اقوال میں نعیم کی
تفسیر کی ہے۔ کوئی کہتا ہے عافیت کوئی کہتا ہے تندرستی اور اولاد و مال کوئی کہتا ہے ٹھنڈا پانی اور خنک سایہ کسی نے کہا حس و ادراک۔ کسی نے
کہا پیٹ بھر کر کھانا اور آرام سے سونا اور پھر پیشاب بول و براز خارج ہو جانا۔ وغیر ذالک یہ سب قول ٹھیک ہیں۔

مسلم وغیرہ اہل سنن نے روایت کی ہے کہ ایکبار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے تو باہر ابوبکر و عمر کو بھی پایا آپ نے پوچھا اس وقت تم
کسلیے گھر سے نکلے ہو کہا بھوک کے سبب نکلے ہیں آپ نے فرمایا میں بھی اسی لیے نکلا تب سب ایک انصاری کے باغ میں تشریف لیگئے جسکے ہاں کھانا تیار تھا
تسنے اور اسکی بیوی نے دیکھکر کہا مبارک مہمان اور ہماری خوش قسمتی۔ تب سب کو ٹھنڈی چھاؤں میں بٹھایا اور ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے پکایا
اور سامنے لایا اور چھوہاروں سے بھی لایا سب نے شکم سیر ہو کر کھایا اور ٹھنڈا پانی پیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر و عمر کی طرف متوجہ
ہو کر فرمایا بخدا آج کی اس نعمت سے بھی تم سے پوچھا جاویگا قیامت کے دن۔

حکایت

ف۔ کوئی مفلس شخص افلاس سے تنگ آکر خدا تعالیٰ کا شاکی ہوا اور سفر کو گیا وہاں اسکو اسقدر مال و زر حاصل ہوا کہ تین خچر لاد کر لایا رستہ میں پانی نہ ملا
اور گرمی سے ہلاکت کی نوبت پہونچی تب ایک شخص نمودار ہوا جسکے پاس سرد پانی تھا اسنے سوال کیا اسنے کہا ایک خچر مال کا دیدے تو دیتا ہوں آخر کار دینا ہی
پڑا ورنہ موت سامنے رکھی تھی پانی پیکر بھوک لگی اور سخت بیتابی ہوئی ہلاکت کی نوبت آگئی تب ایک شخص ملا جسکے پاس روٹی تھی اس سے سوال کیا اسنے
کہا اگر ان دونوں خچروں میں سے ایک دے تو دیتا ہوں ورنہ تو مر جائیگا دونوں یہیں رہ جائینگے ایک خچر دیکر روٹی لی اور پیٹ بھر کر کھایا تھوڑی دیر کے بعد
پیٹ میں پاخانہ اور پیشاب بند ہو جانے سے اس شدت کا درد ہوا کہ ہلاکت کی نوبت آگئی ایک شخص حکیم نمودار ہوا اسنے کہا یہ خچر مجھے دے تو ابھی آرام ہوتا ہے آخر جان
عزیز تھی وہ بھی دیدیا درد سے نجات ملی تب ہاتف غیب نے کہا روٹی اور ٹھنڈا پانی اور درد سے سلامتی اسقدر مال کو آج لی ہے اس سے پہلے تجھے خدا ہمیشہ مفت
دیتا رہا پھر بھی تو اسکا شاکی ہوا یہ کیا انصاف ہے؟ وہ شخص روتا رہا اور تائب ہوا۔ اسکی نعمتوں کا شکر ہر حال میں واجب ہے۔ وللہ الحمد والمنۃ علی کل حال۔

سورۂ عصر مکیہ ہے اسمیں تین آیات ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۧ　ع

قسم ہے عصر کی　بیشک انسان خسارہ میں ہے　مگر وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے　اور حق پر قائم رہنے کی اور صبر کرنے کی باہم ہدایت کرتے رہے۔

ترکیب

و للقسم العصر مقسم بہ والمراد بہ الدہر عموماً وقیل العشی وہو ما بین زوال الشمس وغروبہا وقیل صلوۃ العصر قرء الجمہور بسکون الصاد وقرئ بکسرہا ایضاً ان الانسان اسم ان لفی خسر خبرہا والجملۃ جواب القسم قرء الجمہور بضم الخاء وسکون السین وقرئ بضمہا ایضاً والمعنی فی نقصان وخسران ثم الا استثناء متصل من الانسان وقیل منقطع علی ان المراد بالانسان الکافر وعملوا وما بعدہ عطف علی آمنوا والتواصی وصیۃ بعضہم بعضاً۔

تفسیر

یہ سورہ بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی۔ اور ابن عباس کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ مدینہ میں نازل ہوئی۔

ربط　اس سورہ کا سورۂ تکاثر سے یہ ہے کہ انسان تمام عمر کثرت مال و اولاد و فراہمی اسباب عیش و نشاط میں صرف کر دیتا ہے اور اسی کو اپنی عمر کا حاصل سمجھتا ہے ورنہ جانتا ہے کہ بہت سے اوقات خراب ہوئے اور عمر ضائع ہوئی اور اسی کو وہ مقصود اصلی جانتا ہے اور اسی لئے وہ اسکی حرص کرتا ہے اور اسپر فخر کرتا ہے اس خیال کے رد کرنے کو یہ سورہ نازل فرمائی کہ کوئی کیسا ہی مال و دولت میں کامیابی حاصل کر لے مگر پھر بھی نقصان اور خسارہ ہی میں ہے اس خسارہ سے تو وہ بچے ہوئے ہیں جو ایمان لائے اور نیک کام کر گئے اور نیک کاموں کی بنیاد ڈال گئے۔ عمر گرانمایہ کا اصلی نفع یہی ہے نہ وہ کہ جو عموماً طبائع انسانیہ سمجھی ہوئی ہیں۔

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے انکے جاہلیت کے دوست ابو الاسد نے بطور طنز کے یہ کہا تھا کہ تم بڑے ہوشیار اور تجارت میں خبردار تھے کبھی نقصان نہیں اٹھایا اب کیا نادانی چھا گئی جو تمام مال صرف کر کے ایک شخص کے معتقد ہو گئے اور قدیم دین کو چھوڑ بیٹھے یہ تمنے بڑا خسارہ اٹھایا اسکا خیال باطل بھی اس سورہ میں رد کر دیا گیا۔

فقال والعصر کہ قسم ہے زمانہ کی جس میں یہ انسان زندہ ہے اور یہ ایک نہایت قیمتی اور گرانمایہ سرمایہ ہے جو خدا تعالیٰ نے انسان کو دیکر دنیا میں ایمان اور نیکوکاری کی تجارت کرنے بھیجا ہے اور یہ سرمایہ ایسا بے ثبات ہے کہ برف کی طرح آپ ہی آپ پگھلتا جاتا ہے اگر اسکے بجائے ایمان اور عمل نیک کے برا سودا خریدا یا کچھ بھی نہیں خریدا تو بھی انسان خسارہ میں ہے اسلئے اس وقت عزیز کی قسم کھائی جسکو یہ ناقدر انسان برے کام میں صرف کرتا ہے یا یوں ہی ضائع کرتا ہے اور اس قسم کو اپنے مابعد کے مضمون سے نہایت ارتباط ہے گویا وہ دعویٰ ہے تو یہ اسکی دلیل مقدم ہے تاکہ مخاطب کو اس مضمون میں کہ انسان خسارہ میں ہے (سوائے انکے جو ایمان لائے اور نیک کام کیے) کوئی تردد نہ ہے اور یہ قرآن مجید کا کمال بلاغت ہے وللہ الحمد۔ مفسرین کے عصر کے معنی میں چند قول ہیں۔

(۱) بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ عصر سے مراد مطلقاً زمانہ ہے جسکو عربی میں دہر کہتے ہیں اور اسکی قسم کھانے میں اپنی قدرت و حکمت کی باریکیوں کا اظہار کرنا [illegible]

اور یہ اس لیئے کہ زمانہ کی تمام چیزوں پر زمانہ کا پورا احاطہ ہے کوئی حکیم کوئی بادشاہ کوئی مالدار کوئی ہشیار ایسا نہیں کہ زمانہ کی نیرنگیوں سے نکل جاوے۔ زمانہ کا پہلا اثر موسموں کا تبدل ہے جب سردی آتی ہے تمام لوگوں پر سردی کا اثر پھیل جاتا ہے اور جب گرمی کی سلطنت آتی ہے تو سب پر اسکا اثر پڑتا ہے اور اسیطرح جب رات آتی ہے تو اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اور جب دن کی سلطنت ہوتی ہے تو رات کافور ہو جاتی ہے زمین پر نور پھیل جاتا ہے۔ اسکے بعد انسان کی عمر پر زمانہ کا وہ نمایاں سکہ چلتا ہے کہ کسیطرح ٹلتا ہی نہیں لڑکپن کے بعد جوانی اور جوانی کے بعد بڑھاپا بے اختیار آتا ہے اور پھر زمانہ نباتات کو فنا کرتا ہے اور پھر حیوانات جمادات اور حیوانات میں سے انسانوں کو مار کر ایسے فنا کے گہرے گڑھے میں ڈالدیتا ہے کہ جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے وہ فنا شدہ اتنا ہی نیچے چلا جاتا ہے اب دیکھنا چاہیئے کہ زمانہ کی ڈوریاں کسکے ہاتھ میں ہیں؟ اسی قادر مطلق کے لیکن جنکی نظر وہاں تک نہیں پہنچتی وہ ان سب حوادث کو زمانہ ہی کے مستقل افعال جانتے ہیں جیسا کہ فرقہ دہریہ اور جنکی نگاہیں دور جاتی ہیں اور وہ گہری نظروں سے دیکھتے ہیں وہ اس کل کے موجد اور اسکے چلانیوالے کے ہاتھ کی کاریگری سمجھتے ہیں جو زمانہ سے باہر ہو کر زمانہ کی کل چلا رہا ہے۔ اس لیئے زمانہ کی قسم کھائی کہ وہ اسکی ایک عمدہ اور بڑی کل ہے جسمیں اشارہ ہے کہ زمانہ کے موافق ہو۔ زمانہ تمہارے موافق نہیں بنیگا اور جب کسی نے زمانہ سے لڑائی کی تو فوراً شکست کھائی اور اسی بات کیطرف نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ابن آدم مجھے ایذا دیتا ہے جو دہر کو گالیاں دیا کرتا ہے دہر تو میں ہوں میرے ہاتھ میں سب کام ہے میں ہی رات اور دن کو بدلتا ہوں (متفق علیہ)

(۳) بعض فرماتے ہیں اخیر دن کا وقت مراد ہے جو زوال سے غروب تک کا وقت ہے جسکو عربی میں عشی کہتے ہیں یہ قتادہ اور حسن بصری کا قول ہے اور اسکی قسم کھانیکی وجہ یہ ہے کہ دن بھر کے کاروبار کا نفع و نقصان اخیر دن میں ظاہر ہوتا ہے دن بھر بیچ کھوچ کر سوداگر دکان بڑھاتا ہے اور اپنے گھر کا رستہ لیتا ہے اور نیز زیادہ بیع و شرا کا بازار اسیوقت گرم ہوتا ہے اور نیز ایک انقلاب عظیم کی یہ تمہید ہے یعنی دن کا جانا رات کا آنا اور اسی لیئے اسوقت کی نماز کی جسکو صلوۃ الوسطی اور صلوۃ العصر کہتے ہیں بڑی تاکید ہے۔ پس اس میں اشارہ ہے کہ انسان تیری زندگانی کا بہت سا زمانہ گزر گیا اب اخیر وقت رہگیا تو اپنی تجارت میں جو آخرت میں کام آوے سرگرمی کرلے وقت بہت نہیں رہا ورنہ پھر خسارہ ہی خسارہ ہے۔

(۴) بعض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مراد ہے جو بڑا متبرک زمانہ ہے اور جسمیں تجارت آخرت کا بازار بڑا گرم تھا جس نے سعادت کی طرف ذرا توجہ کی اسنے سلطنت آسمانی حاصل کر لی اور جس نے برا سودا کیا عمر کھو کر کفر و بدکاری خریدی گھاٹا اٹھایا اور بڑا گھاٹا۔ اسی لیئے آپنے ارشاد فرمایا تھا خیر القرون قرنی الحدیث کہ سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے الخ جبکہ صبح سے لیکر تھوڑے دن رہے تک بنی آدم آخرت کے سودے میں پورے کامیاب نہوئے اور وقت رہگیا کم تو اسنے اپنی رحمت سے ایسا نبی برپا کیا جو دنیا کو نافع تجارت سکھانے آیا ایسی تجارت کہ تھوڑے سے داموں پر (یعنی چند روزہ زندگی سے جو امم سابقہ کی بہ نسبت وقت عصر ہے اور تھوڑے سے اعمال سے) بے بہا دولت حاصل ہوتی ہے یعنی دار آخرت اور اسکے نعماء باقیہ اسلیئے لفظ والعصر میں اسطرف اشارہ کر دیا کہ بس اب اور وقت نہیں رہا جو اور نبی آویگا انہیں پر سلسلہ تمام ہے۔ پھر اب بھی جو کوئی ہدایت پر نہ آوے تو ازلی بدنصیب ہے۔ دنیا کی دوکان بڑھا چاہتی ہے اسی لیئے آپنے فرمادیا کہ میں اور قیامت اسطرح ہیں اور انگلی سے انگلی ملا کر دکھائی یعنی ساتھ لگے ہوئے میرے بعد قیامت ہے۔

(۴) بعض فرماتے ہیں کہ خاص نماز عصر کی قسم مراد ہے یہ مقاتل کا قول ہے۔ اسلئے اس نماز کی قسم کھائی کہ یہ اس دار آخرت کی تجارت کا ایک مخصوص وقت ہے اور نیز دنیاوی تجارت کا بھی وقت ہے اور کاروبار میں مصروف ہونے کا وقت ہے اور نیز دن کے اعمال کے دفتر بند ہونے کا وقت ہے اسکے بعد سے رات کے اعمال کا دفتر کھلتا ہے اور اسی لئے حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جسکی نماز عصر قضا ہوگئی گویا اسکا گھر بار لٹ گیا۔ اور قرآن مجید میں صلوۃ وسطی سے (جسکی محافظت پر تاکید ہے) یہی نماز مراد ہے۔

ف قرآن مجید میں بہت سی چیزوں کی خدا پاک نے قسم کھائی ہے۔ رات کی دن کی آفتاب کی آسمان کی زمین کی مکہ شہر کی۔ انجیر کی زیتون کی۔ آنحضرت صلعم کی عمر کی وغیرہ۔ حالانکہ حدیث شریف میں بندوں کے لیے بجز خدا پاک کے اور کسی اور کی قسم کھانے کی ممانعت آئی ہے اور اسکی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ قسم کھانے میں تعظیم ہوتی ہے اور اسکا مستحق وہی حق سبحانہ ہے اور اہل توحید کا شیوہ خاص ہے کہ انکی تعظیم کی برابر کسی کی تعظیم نکریں پھر حق سبحانہ نے اپنی مخلوقات کی کیوں قسمیں کھائیں اپنی ذات وصفات کی قسم پر انحصار کیوں نہ فرمایا؟

جواب اس میں علماء کا اختلاف ہے جمہور مفسرین اور بڑے بڑے علماء اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ ایسے مقامات پر لفظ رب محذوف ہے جیسا کہ والتین قسم ہے رب تین یعنی رب انجیر کی پھر ان اشیاء کے ذکر کرنے میں اور انکی ربوبیت کے اظہار میں بندوں کو ان چیزوں کی جو منافع اور فوائد ہیں انکا اظہار کرنا مقصود ہے تاکہ ان چیزوں میں اسکی قدرت کاملہ کا کرشمہ دیکھکر ایمان لائیں اور اپنے منعم حقیقی اور آقائے ولی النعمۃ کیطرف جھکیں یعنی ہر جگہ اپنی ہی قسم کھائی ہے نہ مخلوق کی۔ اکثر متکلمین کا بھی اسیطرف رجحان ہے اور بات بھی قوی ہے۔ لیکن علماء کرام کی ایک جماعت ظاہر الفاظ پر خیال کرکے یہ بھی کہتی ہے کہ لفظ رب کے محذوف ماننے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ انہیں چیزوں کی قسم کھائی ہے مگر ہر ایک قسم کھانے والے کی حالت اور شان کے مطابق اس چیز کی قسم کھانے سے جو مقصود ہوتا ہے وہی مراد لیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص بادشاہ کے سر کی قسم کھائے یا تخت کی تو اسکا مقصود عزت وعظمت بادشاہ کی اور اس کے تخت کی ہوگی اور جو کوئی اپنی اولاد یا اپنے مال کی قسم کھائے تو مقصود محبت ہوگی۔ علی ہذا القیاس پس حق سبحانہ جو اپنی مخلوق میں سے کسی چیز کی قسم کھاتا ہے تو مقصود اس چیز کے پیدا کرنے میں جو اس نے اسرار قدرت اور بندوں کے منافع رکھے ہیں ان کا اظہار ہوگا۔ قطع نظر اس سے کہ یہ شئے جملہ مخلوق میں بڑھکر ہے یا نہیں اور کبھی محض اس چیز کا شرف وعزت بندوں کی نگاہ میں ظاہر کرنا بھی مقصود ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم کی قسم یا مکہ معظمہ کی قسم۔ اب کوئی محل اعتراض باقی نہیں رہا اسپر بھی جو کوئی اس رمز سے ناواقف ہوکر عیب لگائے اور طعن کرے یہ اسکی بیوقوفی سمجھو ہے۔

الحاصل عصر کی قسم کھا کر فرماتا ہے ان الانسان لفی خسر کہ بیشک ابن آدم نقصان میں ہے کس لیے کہ اسکی عمر گرانمایہ جو بڑا مال ہے۔ اور جس سے دار آخرت کی کارآمد چیزیں خریدی جاتی ہیں وہ ہر آن گھٹتی جاتی ہے اور جو گھٹتی ہے اس کے پھر آنے کی امید منقطع ہے۔ کیا خوب کہا ہے حافظ مرحوم نے۔ ؎ مرا در منزل جاناں چہ امن وعیش چون ہر دم ٭ جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا ٭ اور اگر اس عمر گرانمایہ کو گناہوں اور شہوات ولذات فانیہ میں صرف کیا یا کھیل کود لہو ولعب میں گزار دیا تو اور بھی نقصان ہوا اور خسران سرمدی وحرمان ابدی نصیب ہوا۔

لیکن اس عمر چند روزہ مین اگر نفع حاصل کرنا چاہیے اور نقصان سے محفوظ رہنا چاہیے تو اسکے لیئے یہ دو باتین ضروری ہین اول یہ کہ اپنی حیات مین کمال حاصل کرے اور دوم یہ کہ مرنے کے بعد بھی حسنات و باقیات کا سلسلہ باقی چھوڑ جائے تاکہ اسکے بعد بھی اسکے حسنات ہمیشہ اسکو پہونچتے رہین۔ اور اس سبب سے انکو اکتساب حسنات کے لیئے ایک وسیع زمانہ ملجائے ورنہ عمر تو بہت ہی تھوڑی ہوتی ہے خصوصاً جبکہ ایک حصہ اسمین سے لڑکپن اور بیماری اور بڑہاپے کا زمانہ کم کر دیا جاوے کیونکہ ایسے وقت انسان بیکار ہوجاتا ہی اور اعضاء جواب دیچکتے ہین تو بہت ہی حصہ کم ہوجاتا ہے اسلیئے اس خسارہ پانے والون مین سے جنمین یہ دو وصف ہون انکو استثنے کرتا ہے (۱) الا الذین امنوا وعملوا الصالحات مگر وہ کہ جو ایمان لائے اور ایمان لاکر نیک کام بھی کیئے۔ یہ وہ پہلی بات ہے جو اپنی حیات کی کمائی تھی اسکے دو مرتبہ ہین۔ اول معرفت اور حقائق الاشیاء کا علم صحیح خصوصاً حق سبحانہ اور وسائل ہدایت وارشاد کی بابت اعتقاد صحیح جسکو شرع مین ایمان کہتے ہین۔ یہ اعلیٰ کمال ہے روح کے بدن سے جدا ہوجانے کے بعد یہ کمال ساتھ رہتا ہے اور اسیکو حکماء بھی سعادت کا ذریعہ سمجھتے ہین اور اہل ہند بھی اسکو گیان کہتے ہین جو انکے نزدیک نجات کا وسیلہ ہے۔ مگر حکماء کے علم حقائق الاشیاء اور ہنود کے گیان اور شرعی ایمان مین بڑا فرق ہے شرعی ایمان وہ علم اور وہ گیان ہے جسمین شکوک وخطرات یا توہمات وتخیلات کی بو بھی نہین وہ ان ظلماتی دہبون سے پاک ہے نہ اسکے حصول کے وہ ذرائع ہین جن مین عقلی قیاسات اور وہمی تک بندیون کو دخل ہو نہ تمام مخلوق کی حقیقت دریافت کرنے کی تکلیف مالا یطاق نہ آسمانون اور زمین کے قلابے ملانے کی حاجت۔ دوسرا مرتبہ ایمان کے بعد نیک کام کرنے کا ہے۔ یہ لفظ بڑا وسیع المعنی ہی ہر ایک نیک کام کو شامل ہے خواہ عبادت بدنی ہو خواہ مالی خواہ ذکر و مراقبہ و فکر و تسبیح وتہلیل ہو اور خواہ نماز و خیرات ہو خواہ صلہ رحمی مخلوق خدا پر ترحم اور نفع رسانی ہو۔ کس لیئے کہ اگر ایمان ہے اور اعمال صالحہ نہین تو ایمان ایک درخت بے ثمر ہے اور اگر دونون باتین حاصل ہین تو دنیا سے نفع پہ نفع کمالایا (۲) وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر کہ اپنے بعد بھی سلسلہ حسنات باقی چھوڑ گئے۔ اس لحاظ سے گویا وہ ہمیشہ زندہ ہین اور ہمیشہ دنیا مین نیک کام کر رہے ہین کس لیئے کہ جو اپنے بعد نیک کامون کی بنیاد ڈال جاتے ہین جب تک وہ نیک کام باقی رہینگے اور لوگ ان سے نفع حاصل کرینگے انکے بنیاد ڈالنے والون کو بھی اسیقدر ثواب ملتا رہیگا اور احادیث صحیحہ مین بھی یہی مضمون وارد ہے چنانچہ مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے کسیکو ہدایت کیطرف بلایا تو اسکو بھی اتنا ہی اجر ہے کہ جتنا اس ہدایت قبول کرنیوالیکو ہے اور جسنے کسیکو برے کام کی ترغیب دلائی تو اسکو بھی اسیقدر گناہ ہے کہ جسقدر اس برے کام کرنے والے کو ہے کچھ بھی کم نہوگا۔ اور ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ نے بھی اس قسم کا مضمون نقل کیا ہے۔ اس نیک کام کی بابت دو لفظ ارشاد فرمائے کہ جسکا اورون کو تقید کرکے دنیا سے چلے تھے۔ اول حق پر قائم رہنے کی تاکید۔ یہ لفظ بھی وسیع المعنی ہے دین حق پر قائم رہنے کو بھی شامل ہے اور راستبازی اور نفع خلائق کو بھی شامل ہے پھر دین مین عبادات سے لیکر اعتقاد صحیح اور اخلاق کریمانہ خیرات و صدقات سب کو شامل ہے۔ بناء مساجد و مدارس اور اسلام کے قیام و استحکام کی بابت تدابیر اور عمدہ تصانیف اور تعلیم علوم سب اسمین آگئے اسی لیئے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اسلام مین اعلیٰ درجات رکھتے ہین کہ اپنے بعد صفحہ اسلام پر وہ وہ باتین زندہ چھوڑ گئے جن سے آجتک مسلمان نفع پا رہے ہین۔ اور انکے بعد ائمہ دین مجتہدین و پیران طریقت وغیرہم ہین

صبر کی تفسیر

اور دوسرا لفظ صبر ہے یہ بھی بڑا وسیع المعنے لفظ ہے کس لیے کہ مخالفوں کی ایذا اور بدگوئی کی برداشت بھی صبر ہے۔ اور یہ وصف ہر ایک عالی حوصلہ کو لازم ہے اگر یہ نہیں تو ہم چشموں میں عزت ہے نہ عافیت ہے۔ بات بات پر لڑنا مقابلہ کرنا لوگوں سے انتقام لے کر دشمن بنانا زیست تلخ کر دیتا ہے۔ حکایت سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ایک بدوی نے جبکہ آپ خلیفہ تھے مجمع عام میں سخت الفاظ کہے اور گالیاں بھی دیں لوگوں کو غصہ آیا فرمایا تمہیں تو کچھ نہیں کہا مجھے کہا ہے آپنے حکم دیا یہ غریب بھوکا ہوگا کھانا کھلاؤ۔ عمدہ کپڑے دو۔ خرچ سے تنگ ہوگا روپیہ دو۔ چنانچہ حضرت کے حکم کی تعمیل کی گئی تیسرے دن اس شخص کو روبرو بلا کر پوچھا کہ بھائی اب بھی تم مجھ سے خفا ہو؟ وہ شخص رو پڑا اور کہا الہی میں نہ پہلے خفا تھا نہ اب ہوں۔ صرف امتحان منظور تھا کہ دیکھوں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا خون آپ میں کس قدر ہے آنکے اوصاف حمیدہ سے کتنا حصہ ملا ہے؟ آپنے فرمایا بحمد اللہ ہم پہاڑ ہیں ایسے جھونکوں سے ہلنے والے نہیں۔ صبر کی تاثیر ہے کہ مخالف برائی کر کے آپ شرمندہ ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں جا بجا اسکی تاکید ہے ادفع بالتی ہی احسن الخ کہ برائی کے مقابلہ میں بھلائی کر کوئی گالی دے تو تو دعا دے۔

نفس بد کا مقابلہ اور پھر مقابلہ میں ثابت قدمی بھی صبر ہے نفس چاہتا ہے کہ رات کو گرم پلنگ پر سور ہو مگر یہ جوانمرد نہیں مانتا نماز پڑھتا ہے سردی گرمی کی برداشت کرتا ہے اسیطرح جملہ اخلاق میں نفسانی خواہش روکنے میں ثابت قدمی صبر ہے اسیطرح دشمن جنگ میں دشمنوں کا مقابلہ اور مقابلہ میں استقلال بھی صبر ہے۔ خدا کی راہ میں مشقتوں کی برداشت بھی صبر ہے مصائب ارضی وسماوی پر استقلال بھی صبر ہے۔ انسان کی سعادت کے دو بازو ہیں جن سے اوڑ سکتا ہے۔ اول درستی اعتقاد یعنی تکمیل قوت نظریہ یہ دایاں بازو ہے اسکے لیے تواصوا بالحق استعمال ہوا دوسرا بایاں بازو نیک کام کرنا بری باتوں سے پرہیز کرنا ہے یعنی قوت عملیہ کی تکمیل اسکے لیے تواصوا بالصبر استعمال ہوا تمام حکمت نظریہ وعملیہ کا انہیں دو لفظوں میں خاتمہ کر دیا۔

اور یہ بھی ہے کہ اول انسان آپ کامل ہو لے اسبات کیطرف امنوا وعملوا الصالحات میں اشارہ کیا تھا اور آپ کامل ہو کر اوروں کی تکمیل کی بھی فکر کرے اور حکیم روحانی بنکر مریضان بنی آدم کا علاج کرے یہ پورا کمال ہے اسلیے اسکے لیے تواصوا بالحق وتواصوا بالصبر میں اشارہ فرمایا۔ حق پر دوام رہنے کی وصیت وتاکید گویا دوا پینے کا حکم ہے اور تواصوا بالصبر میں پرہیز کیطرف اشارہ ہے کیونکہ اگر مریض دوا پیکر مضر اشیاء سے پرہیز نہ کریگا کبھی فائدہ نہ اٹھائیگا۔

تواصوا وصیت سے ہے یہ لفظ عرف شرع میں تقید وتاکید کے معنی میں بھی مستعمل ہوا کرتا ہے جیسا کہ فرمایا ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا۔ اور عرف عام میں وصیت اس بات کو کہتے ہیں جس پر اسکے مرنیکے بعد عمل ہو یا کہو بوقت مرگ حکم دے اسلیے اس لفظ کے اختیار کرنے میں یہ رمز ہے کہ مرتبہ ارشاد وتکمیل کا نفس فنا کرنیکے بعد حاصل ہوتا ہے گویا یہ لوگ نفس کو مار کر جیتی زندگی میں مر گئے یا قریب بمرگ ہیں اب جو کچھ کہتے ہیں گویا وصیت کرتے ہیں۔ اور اسطرف بھی اشارہ ہے کہ ابتداء سورۃ میں لفظ عصر کی قسم کھائی تھی جو اخیر وقت ہے گویا ہر زندہ دل اپنی زندگانی پر بھروسہ نکرکے ہر وقت کو دم اخیر سمجھتا ہے پس وہ جو کچھ فرماتا ہے گویا بوقت مرگ فرماتا ہے جسکی پابندی پچھلوں پر بلحاظ محبت واجب ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اچھے لوگ بوقت مرگ دنیاوی جھگڑے چھوڑ کر اپنے مریدوں محبوں کیلیے حق پر قائم رہنے اور صبر کرنیکی وصیت کیا کرتے ہیں جیسا کہ سورۂ البقرہ میں ہے ووصی بہا ابراہیم بنیہ ویعقوب یا بنی ان اللہ اصطفی لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون ۰ ام کنتم شہداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ الخ

سورۃ الہمزۃ مکیۃ وہی تسع آیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۝ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۝ كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ

خرابی ہے ہر ایک طعنہ زن آوازہ کش کی۔ جسنے کہ جوڑ مال جمع کیا اور اسکو گن گن رکھا۔ سمجھتا ہے کہ میرا مال مجھے سدا رکھیگا۔ ہرگز نہیں البتہ وہ تو حطمہ میں پھینکا جاویگا۔ اور تو کیا جانے

مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ۝ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ۝ إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝

کیا ہے وہ حطمہ۔ وہ اللہ کی دہکائی ہوئی آگ ہے۔ جو دلوں تک جا پہونچتی ہے۔ وہ انہیں پر بند کیجاویگی بڑے بڑے ستونوں سے باندھ کر۔

ترکیب

ویل مبتدء وجاز الابتداء بالنکرۃ لکونہ دعاء علیہم لکل ہمزۃ لمزۃ۔ خبرہ۔ قرء الجمہور بضم اولہما و فتح المیم وقری بسکون المیم فیہما واصل الہمز الکسر والضرب وکذا اللمز یقال ہمزہ یہمزہ ہمزا ولمزہ یلمزہ لمزا۔ قال الرازی الہمزۃ الکسر قال تعالی ہماز مشاء و اللمز الطعن و ا تلمز والغمز والمراد الکسر من اعراض الناس والغض منہم والطعن فیہم۔ ہمزۃ لمزۃ علی وزن فعلۃ وبناء فعلۃ للمبالغۃ فی الفاعل کالضحکۃ واللعنۃ ای کثیر الضحک وکثیر اللعن۔ واذا اسکنت العین یکون للمبالغۃ المفعول یقال رجل لعنۃ بسکون العین اذا کان ملعونا للناس یکثرون اللعن علیہ۔ الذی الخ بدل من کل او فی محل نصب علی الذم او تعلیل لما قبلہ عددہ قرء الجمہور بالتشدید وقری بالتخفیف ومعناہ احصاہ فہو ماخوذ من العدد وقال الزجاج عددہ لنوائب الدہر یقال اعددت الشئ وعددتہ اذا امسکتہ۔ یحسب الخ مستانفۃ لتقریر ما قبلہا وقیل فی محل النصب علی الحال من فاعل جمع اخلدہ ماض معناہ المضارع ای یخلدہ والخلد بالضم البقاء کلا ردع لینبذن الخ اللام جواب قسم محذوف حطمۃ علی وزن ہمزۃ مبالغۃ فی الحطم بمعنی الکسر تحطم وتکسر من یلقی فیہا والحطمۃ من اسماء النار فی عمد ممددۃ فی محل نصب علی الحال من الضمیر فی علیہم ای کائنین فی عمد ممددۃ موثقین فیہا وقیل خبر مبتدء محذوف ای ہم او صفۃ لموصدۃ قرء الجمہور عمد بفتح العین والمیم جمع عمود کادیم وادم وقال ابو عبیدۃ جمع عماد وقیل اسم جمع لعمود۔ قال فی الصحاح العمود عمود البیت وجمع القلۃ اعمدۃ وجمع الکثرۃ عمد

تفسیر

یہ سورہ بلاخلاف مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن عباس رض بھی یہی فرماتے ہیں۔ اور جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ اسکی نو آیت ہیں۔

وجہ ربط

وجہ ربط اسکی سورہ عصر سے یہ ہے کہ سورہ عصر میں بیان تھا کہ انسان خسارہ میں ہے اب اس سورہ میں انسان کے خسارہ میں پڑنے کے چند اسباب بیان فرمائے جاتے ہیں۔ واضح ہو کہ گناہ دو قسم کے ہیں۔ اول حقوق اللہ میں کوتاہی یا تجاوز کرنا۔ عبادت نکرنا زنا کرنا وغیرہ۔ دوم وہ جو حقوق العباد سے متعلق ہیں جیسا کہ کسی کا حق ادا نکرنا یا تکالیف و ایذا بلا وجہ پہونچانا۔ آبروریزی کرنا دل کو رنج پہونچانا خصوصا خاصان خدا کی دل آزاری کرنا۔ اور انکی جو بندگان خدا کی اصلاح و تعلیم کیلئے اپنی جان اپنا مال اپنا آرام نذر کر چکے ہوں۔ یہ قسم دوم کے گناہ ایسے برے ہیں کہ بغیر اسکے کہ جسکو ایذا دی گئی ہے وہ معاف نکرے تو توبہ و استغفار سے

بھی معاف نہیں ہوتے اور نیز ان افعال قبیحہ سے جماعت میں تفرقہ پڑتا ہے فساد کا دروازہ کھلتا ہے تمدن میں خلل واقع ہوتا ہی اور اسلیے
قرآن مجید میں غیبت کو اپنے بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ اور اسکو زنا سے سخت بیان فرمایا ہے اسیطرح لوگوں پر طعن کرنا
منہ چڑانا انپر ٹھٹھا کرنا مضحکہ اڑانا آوازے اور انکی صورت کی نقلیں کرنا یہ کمینہ اخلاق بڑے خسارہ کے باعث ہیں انسے دنیا میں بھی خسارہ ہے
عداوت پیدا ہوتی ہے اور ایسے شخص کی عزت لوگوں کی نگاہوں میں نہیں رہتی خود اسکو بیہودہ اور مسخرہ کہنے لگتے ہیں اور آخرت میں تو اسی
دل آزاری کی وجہ سے وہ آگ ہے جو تطلع علی الافئدہ جو انکے دلوں کو جلا دیگی نعوذ باللہ منہا۔ اور یہ عیب جاہلوں بدبختوں میں زیادہ مروج ہوتا ہی اور لعلت
یہ کہ اسکو عیب نہیں بلکہ ہنر جانتے ہیں مکہ کے قریش کافر اس بلا میں سخت مبتلا تھے۔ بالخصوص ولید بن مغیرہ و اخنس بن شریق و امیہ بن خلف
یہ بدنصیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کیا کرتے تھے اور غریب ایمانداروں کی نماز و عبادت کی نقلیں کرکے لوگوں کو ہنسایا کرتے اور نفرت
دلایا کرتے تھے اور اسی سبب بعض مفسرین نے انہیں کو ان افعال قبیحہ کو سبب نزول قرار دیا ہی گر اصل سبب نزول وہی ہے جو ہم بیان
کر آئے ہیں۔ پس اس سورہ مبارکہ میں پہلے تو ان اخلاق رذیلہ کی برائی بیان فرمائی جاتی ہے جو ... ویل لکل ہمزۃ لمزۃ
کہ خرابی ہے ہر ایک بدگوئی کرنیوالے عیب چین کی۔ اور وہ خرابی کیا ہے اسکو آخر میں بیان فرماتا ہے لینبذن فی الحطمۃ الخ کہ وہ آگ ہے ڈالا
جاویگا الخ۔ ان دونوں لفظوں کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں (۱) ابو عبیدہ کہتے ہیں دونوں لفظوں کے ایک ہی معنی ہیں غیبت و بدگوئی کرنیوالا
(۲) ابو العالیہ و حسن و مجاہد و عطاء ابن ابی رباح کہتے ہیں کہ ہمزہ اسکو کہتے ہیں جو روبرو بدگوئی کرے اور لمزہ اسکو جو پیٹھ پیچھے برا کہے
(۳) قتادہ اسکے برعکس معنی بیان کرتے ہیں (۴) قتادہ و مجاہد سے یہ بھی منقول ہے کہ ہمزہ وہ ہے جو کسی کے نسب پر طعن کرے کہ
فلان کمینہ ہے اسکی ماں ایسی تھی باپ ایسا تھا اسکی قوم ایسی ہے وہ شریف نہیں۔ اور لمزہ وہ ہے کہ ہاتھ پاؤں آنکھ وغیرہ اعضاء کے
اشاروں سے کسیکی آبروریزی کرے جیسا کہ سفلوں کی عادت ہوتی ہے کہ آنکھ بھوؤں یا منہ بنانے سے کسیکی بےعزتی کرنیکے لیے اشارے
کیا کرتے ہیں (۵) ابن کثیر کہتے ہیں کہ ہمزہ وہ ہے جو زبان سے برائی کرے اور لمزہ وہ جو افعال سے یعنی اعضاء کے اشاروں سے۔
اور سب اقوال کا مطلب ایک ہی ہے۔ یعنی طعن اور اظہار عیب کسیکی دل آزاری اور بےعزتی کرنا۔ چغل خوری اور دوستوں میں لڑائی
کرا دینا۔ اور ایک کی بات دوسرے سے کہکر رنج پیدا کر دینا۔ اور نقلیں کرنا اور آوازہ کھینچنا اور قہقہے اڑانا اور آوازیں نکالنا سب اسمیں آگئے۔
افسوس آج کل یہ کفار کی عادت مسلمانوں میں رواج پا گئی ایسی کوئی مجلس نہ دیکھوگے کہ جس میں دوسرے پر طعن و تشنیع نہو اور اسپر ہنسنے
ہنسانے اور خوش کرنے کیلئے بیچوں شہدوں نے اپنا وطیرہ کرلیا ہے بلکہ وعظ و سپیچ میں بھی ایکدوسرے پر آوازہ کھینچتا ہے الا ماشاء اللہ۔
اسی لیے صلحاء نے مخالطت و مجالست عامہ کو ترک کر دیا۔ اور اب تو یہ خرافات لکھی بھی جاتی ہے ایسے ایسے رسائل شائع ہوتے ہیں کہ
جنمیں ایکدوسرے پر لعن و طعن کرتا ہے کوئی لفظ تہذیب اٹھا نہیں رکھتا اور اخباروں میں تو روزمرہ یہی دیکھنے میں آتا ہی اور پنچ اخبار تو
اسکا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں اور اسپر فخر کرتے ہیں ہائے ہائے اسلامیوں کے عادات و خصائل حمیدہ کہاں چلے گئے۔ بزرگان دین نے عمر بھر بھی
کسیکی غیبت نہیں کی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت میں مجھسے غیبت کی بابت مواخذہ نہوگا میں نے کسی کی
غیبت عمر بھر نہیں کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خرابی ہے اسکی کہ جو لوگوں کے ہنسانے کو جھوٹی باتیں بیان کرتا ہی

خرابی ہے اُنکی خرابی ہے اُنکی (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والدارمی) عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملا اور پوچھا کہ حضرت نجات کا رستہ بتائیے آپ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو بند کر اور گھر میں بیٹھ اور اپنے گناہوں پر رویا کر (رواہ احمد والترمذی)۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن نہ طعنہ باز ہے نہ لعنت کرنے والا ہے نہ فحش بکنے والا ہے نہ بیحیائی کرنے والا ہے (رواہ الترمذی) یعنے ایمان کی شان نہیں کہ وہ لوگوں کو بُرا کہا کرے فحش بکے گالیان دیا کرے ننگا لچا بنجائے جو منہ میں آوے بک دیا کرے اور اُسکو آزادگی سمجھے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کیا ہے غیبت (بدگوئی) لوگون نے عرض کیا اللہ اور اُسکا رسول ہی خوب جانتا ہے۔ فرمایا اپنے بھائی کی ایسی بات ذکر کرنی جو اُسکو بُری معلوم ہو کسی نے عرض کیا کہ اگر در اصل اُس میں وہ عیب ہو تو بھی غیبت ہے؟ فرمایا اگر عیب ہے اور تو نے بیان کیا تب ہی تو غیبت ہی ورنہ وہ تو بہتان ہے (رواہ مسلم) نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کو اُسکے عیب پر طعنہ نہ دے ورنہ خدا اُسپر رحم کریگا تجھے اُسی بلا میں مبتلا کر دیگا۔ (رواہ الترمذی) یہ ہے تہذیب اخلاق جس سے لوگ آج بالکل بے خبر ہو رہے ہیں اور انگریزی روش کو تہذیب اخلاق سمجھ رہے ہیں۔

ہمزہ اور لمزہ فعلہ کے وزن پر ایک صیغہ ہے جو مبالغہ کے لیئے عرب کی زبان میں مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ ضحکہ اسکو کہتے ہیں جو بہت ہنسا کرے اس صیغہ کے لانے میں اسطرف اشارہ ہے کہ اُس بدبخت کی یہ عادت ہو گئی اور اکثر ایسی بیماری میں مبتلا ہوا کرتا ہے۔

غالباً اس خبیث عادت کا سبب کبر و تعلّی ہوتا ہے جو اپنے آپ کو اُس سے کہ جسکی بدگوئی کرتا ہے اچھا اور برتر سمجھتا ہے اور اس غرور و تعلّی کے چند اسباب ہوتے ہیں حسن و جمال شرافت نسب و حسب علم و ہنر اور سب سے بڑھکر مال ہے یہ وہ نشہ ہے کہ انسان کو اندھا ہی کر دیتا ہے اور افلاس میں تو سارے غرور خاک میں ملجایا کرتے ہیں اسلیئے اب اُسکے اس مایۂ ناز کی حقیقت کھولتا ہے فقال الذی جمع مالا وعددہ کہ وہ جو مال جمع کرتا ہے اور اُسکو گن گن کر رکھتا ہے۔ اس گن گن کر رکھنے میں اشارہ ہے کہ وہ مال اسباب خیر اور نیکی کی راہ میں خرچ کرنیکے لیئے جمع نہیں کرتا بلکہ دھر رکھنے کے لیئے اور حوادث میں کام آنیکے لیئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرص اور حُب مال اُسکے دلپر غالب ہوا اور یہی تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ یون مال فی نفسہٖ بُرا نہیں نہ اُسکا جمع کرنا بشرطیکہ جائز طریق سے ہو بشرطیکہ اُسکے حقوق بھی ادا کیئے جاویں، زکوۃ۔ غربا کے ساتھ صلہ رحمی دینی کاموں میں تائید کیجاوے۔ بُرائی اُسی قسم کے مال جمع کرنے کی ہے کہ جسکا ذکر ہوا۔ اور جس بخیل مالدار سے پوچھیئے گا کہ یہ کس لیئے جمع کیا ہے تو یہی کہے گا کہ وقت پر کام آئیگا اس بات کو رد کرتا ہے فقال یحسب ان مالہ اخلدہ کہ کیا وہ سمجھتا ہے کہ اُسکا مال اُسکو ہمیشہ رکھے گا موت سے بچالے گا۔ آسمانی مصائب کو ٹال دیگا۔ تغیرات جسم کو روک دیگا۔ اگر یہ نہیں سمجھتا تو پھر یہ بخل یہ تکبر کیسلیئے۔ آخر ایک روز خاک میں ملجانا ہوگا سب سامان یہیں رہجاویگا۔ اس لیئے فرمادیا کلا کہ ہرگز ایسا نہیں جو سمجھ رکھا ہے کس لیئے کہ کسی مالدار نے اپنی موت کو نہیں ٹالدیا ہے کوئی بڑھاپے کی مصیبت سے نہیں بچا ہے۔ پھر جب دنیا کی ایسے موقعون پر کام نہیں آیا تو کیا آخرت میں آئے گا؟ اسکا بھی جواب دیتا ہے لینبذن فی الحطمۃ کہ آخرت میں آگ میں پھینکا جاویگا جو چورا چورا کر دینے والی ہے۔ یہ جملہ در اصل اُس ویل کی تفسیر ہے۔ حطمہ بھی فعلہ کے وزن پر ہے۔

حطم توڑنا حطمہ بہت توڑنے والی یہ جہنم کی آگ کی صفت بیان ہوئی جو اُنکے اعمال بد کا نتیجہ ہے یہ بھی دنیا مین اپنی بداخلاقیون سے لوگونکے دل توڑا کرتا تھا۔ آگ کا تسلط اولاً صورت پر ہوتا ہے کہ جلنے کے بعد صورت بگڑ جاتی ہے پھر گوشت و پوست پر نوبت پہونچتی ہے پھر ہڈیون کو توڑتی ہے جہان یہ مال کچھ بھی فائدہ نہین دیتا۔ اسقدر اوصاف مین دنیاوی آگ بھی شریک تھی لیکن آتش الٰہی ان سے تاثیر مین بالاتر ہے اس لیئے کسیقدر اُسکے حالات ظاہر کرنے کے لیئے بطریق سوال وجواب کے ذکر کرتا ہے تاکہ اس عالم کی آتش کی حقیقت معلوم ہوجاوے۔ فقال وما ادرٰک ما الحطمۃ کہ تو اے مخاطب کیا جانے کیا ہے وہ حطمہ؟ یعنی اُسکی شناخت حکما وعقلا کے فہم سے بالاتر ہے کس لیئے کہ اُنکے نزدیک تو یہی چند اقسام آتش کے ہین ایک تو یہی معمولی آگ عنصری یا کوئی جیسا کہ آفتاب اور بعض ستارون کی حرارت یا بجلی کی حرارت یا اجسام کی باہم مصادمت اور حرکت کی حرارت یا مزاجی حرارت جیسا کہ حیوانات مین زیادہ محسوس ہے اور خصوصاً انسان مین بخار کے وقت زیادہ محسوس ہوتی ہے لیکن یہ آتش ان سب قسمون سے ایک جداگانہ حرارت ہے پھر وہ کسی کی سمجھ مین کیونکر آسکتی ہے؟ آپ ہی بیان فرماتا ہے نار اللہ کہ وہ غضب الٰہی اور اُسکے قہر کی آگ ہے الموقدۃ روشن کی گئی اور دہکائی گئی ہے بندونکے گناہونکے ایندھن سے اب اُسکی ایک اور صفت بھی سنو التی تطلع علی الافئدۃ وہ یہ ہے کہ جو دلون کو جھانکتی یا دلون تک پہونچتی ہے یعنی اُسکا ایک مخصوص صدمہ دل پر پہونچتا ہے کس لیئے کہ دنیا مین لوگون کے دلونکو جلایا تھا۔ دنیاوی آگ اول جسم پر اثر کرتی ہے اسکے بعد جو جسم مین ہے وہانتک پہونچتی ہے برخلاف اس آتش قہر الٰہی کے کہ یہ اولاً دل پر پہونچتی ہے پھر جسم پر اثر کرتی ہے۔ اس مین عذاب روحانی کیطرف اشارہ ہے جو جسمانی عذاب سے بدرجہا سخت تر ہے اور حکما مرنیکے بعد اسی غم والم کو جو اعمال ناشائستہ پر ہوگا روحانی عذاب کہتے ہین دنیا مین اس آتش سے مشابہ بخار کی آتش یا غم کی آتش ہے لیکن وہ دو وجہ سے کبھی ہلکی بھی ہوجاتی ہے اول سانس لینے سے کہ ٹھنڈی سانس باہر سے اندر جاوے اور گرم باہر آوے سو وہان یہ بھی نہین کس لیئے کہ انہا علیہم موصدۃ وہ انپر ہر طرح بند کیجاوے گی ہر طرف سے احاطہ کئے ہوگی نہ اندر کی گرم سانس باہر نکلنے دیگی نہ باہر سے سرد سانس اندر آنے دیگی یعنی گھونٹ دیئے جاوینگے اور کبھی تڑپنے یا باہر پھرنے سے بخارات گرم پسینے مین نکل کر کسیقدر کمی ہوجاتی ہے یا باہر پھرنے سے کسیقدر غم غلط ہوجاتا ہے اور اسی لیئے غمگین اور عشاق کو جنگلون اور دریاؤن اور باغون کی سیر مفید ہوا کرتی ہے سو وہان یہ بھی نہوگا کس لیئے کہ فی عمد ممدۃ کہ وہ لوگ بڑے بڑے آتشین ستونون سے جکڑے ہوئے ہونگے ہل بھی نہ سکین گے نہ ان ستونون کو اُکھیڑ سکین گے۔

لینبذن فی الحطمۃ کے الفاظ سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ایسے خصائل بد کے سبب انسان انجام کار طبیعۃ غالبہ کی آگ مین ڈالا جاتا ہے جو روحانی آگ ہے غموم وہموم دائمی مین جلا کرتا ہے۔ اور موصدۃ مین اسطرف اشارہ ہے کہ وہ ہر طرف سے محیط ہوتی ہے ابواب سرور ابدی بند کردیئے جاتے ہین اور بہیمیہ وسبعیہ اور شیطانیہ اُسپر غالب آجاتی ہے اور عمد ممدۃ سے طبائع عنصریہ کیطرف اشارہ ہے کہ جو آسمان تک بلند ہین اور یہ اُنکے سلاسل مین جکڑا ہوتا ہے۔

* واللہ اعلم باسرار کلامہ *

سورۂ فیل مکیۃ وھی خمس آیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۝ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۝ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں سے کیا کیا۔ کیا ان کا داؤ غلط نہیں کر دیا۔ اور ان پر پرندوں کے غول کے غول بھیجے

تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِنْ سِجِّيلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَأْكُولٍ ۝

جو ان پر کنکر کی پتھریاں پھینک رہے تھے۔ پھر تو ان کو کھائے ہوئے بھس کی مانند بنا دیا۔

ترکیب

ا الہمزۃ للاستفہام التقریری لم تر اصلہ ترای حذفت الالف بالجازم والرؤیۃ قلبیۃ واشعاعر العلم بالرؤیۃ ایماء الی ہذہ الواقعۃ بمنزلۃ المشاہد المحسوس وان مضت قبل ولادتہ صلعم بخمسین شہرین ولکنہا التواترہا کانت کالمحسوس المبصر۔ کیف فعل ربک الخ ہذہ الجملۃ سدت مسد مفعولی ترای وکیف منصوب علی المصدریۃ او الحالیۃ واختار الاول ابن ہشام فی المغنی والمعنی ای فعل فعل الم یجعل الاستفہام للتقریر کانہ قال قد جعل کیدہم فی تضلیل والکید ارادۃ المضرۃ بالغیر بالخفیۃ وارسل عطف علی الم یجعل طیرا اسم جنس یذکر ویونث مفعول ارسل ابابیل نعت لطیر قیل جمع ابّول بکسر الہمزۃ مثل عجّول وقیل جمع ابیل کسکین وقیل جمع ابالۃ وقال الفراء لا واحد لہ من لفظہ مثل الشماطیط والعبادید وجملۃ من الابل قال ابو عبیدۃ الابابیل جماعۃ فی تفرقۃ یقال جاءت الخیل ابابیل من ہہنا وہہنا ای اقاطیع یتبع بعضہا بعضا کالابل المؤبلۃ ترمیہم قرء الجمہور بالفوقیۃ وقری بالتحتیۃ والضمیر فی الحالین الی الطیر لانہ اسم جنس یذکر ویونث وقیل الضمیر فی القراءۃ الثانیۃ لعز وجل والجملۃ فی محل نصب صفۃ اخری لطیر سجیل قال الزجاج مشتق من السجل ای مما کتب علیہم العذاب وقیل معرب من سنگ گل وہی حجارۃ من طین طبخت بالنار وقیل السجیل الشدید وقال عبد الرحمن بن ابزی من السماء وقیل من سجین ثم ابدلت النون۔ کعصف عصف برگ کشت قولہ تعالی کعصف مأکول۔ صراح۔ وعصیفہ وعصافہ بمعناہ

تفسیر

یہ سورہ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ابن عباسؓ کا بھی یہی قول ہے اسکی پانچ آیت ہیں اور اس میں فیل کا اول ذکر ہے اسلیئے اسکو سورہ فیل کہتے ہیں ربط اس کا سورہ ہمزہ سے یہ ہے کہ اس سورۃ میں انسان کے چند اخلاق رذیلہ بیان فرما کر ان کی سزا اخروی بھی بیان فرما دی تھی اس سورہ میں دنیاوی سزا کا ذکر ہے۔ بیشتر قریش مکہ میں اخلاق رذیلہ تھے جن سے آنحضرت صلعم اور مسلمانوں کو ایذا پہونچتی تھی اور ان منکرین قیامت کو عذاب آخرت کی تو کچھ پروانہ تھی اسلیئے اب اس سورہ میں انکو ایک ایسے واقعہ ہولناک کو یاد دلا کر جو انکے سامنے گزرا ہے تنبیہ کیا جاتا ہے کہ شب پہنچانہ کعبہ کے ڈھانے والے کی دنیا میں یہ سرکوبی کی حالانکہ وہ بڑا لشکر لیکر آیا تھا تو جو اس گھر کو شکستہ کرنا چاہیگا جو اللہ کا گھر ہے یعنی اہل اللہ کا دل تو وہ کیونکر ہمارے عذاب سے محفوظ رہ سکتا ہے دنیا ہی میں اسکی ایسی سرکوبی ہوگی جو یاد کریگا چنانچہ چند مدت کے بعد ان بدبختوں پر طرح طرح کے

مصائب آگئے قحط شدید مین مبتلا ہوئے بدر مین قتل اور ذلیل و رسوا ہوئے جس مکہ شہر کی یہ عزت ہو کہ اس پر حملہ کرنیوالیکا سر توڑا گیا اور مکہ کی برکت سے قریش اس آفت سے بچے جو ابرہہ اشرم انپر لانیوالا تھا تو پھر مکہ مین رہکر اُسکے ساتھ یہ بدسلوکی اور یہ ظلم و ستم وحشیانہ کہ جسکی برکت سے کہ محفوظ رہا بڑی سزا کا مستوجب ہے۔

اور یہ واقعہ جس سال گزرا ہے اُسی سال مین ایک مہینہ پچیس روز کے بعد آنحضرت صلعم پیدا ہوئے یہ بھی آنحضرت صلعم کا ایک معجزہ ہے جسکو ارہاص کہتے ہین۔

فرماتا ہے الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل کہ کیا تو نے نہین دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والون سے کیا کیا۔ وہ کون لوگ تھے۔ ؟ ابرہہ اشرم یمن کا بادشاہ حبشی جو نجاشی شاہ حبش کا نائب تھا اور اُس کے لشکر والے۔ حبش مین بھی ہندوستان کی طرح ہاتھی پیدا ہوتے ہین۔ اس بادشاہ کے پاس بہت سے ہاتھی تھے۔ اور مختصراً اس واقعہ کی کیفیت یہ ہے کہ یمن کے ملک مین جب وہان کا بادشاہ ذونواس قوم حمیر کا اخیر بادشاہ تھا یہودی ہوگیا اور بہت کو یہودی کر ڈالا اور اُس نے اسی تعصب مین آکر نجران کے عیسائیون کو جو اسوقت ٹھیک مذہب عیسوی پر تھے ناحق ظلم سے مارا۔ خندق کھدوا کر اُن مین آگ جلائی اور اُن کو پکڑ پکڑ کر اُس مین ڈالا جس کا ذکر سورہ والسماء ذات البروج مین ہے۔ تو اُن عیسائیون مین سے کچھ لوگ جان بچا کر بھاگ نکلے قیصر روم پاس فریادی پہونچے کیونکہ وہ بھی عیسائی تھا اُس نے نجاشی حبش کے بادشاہ کو جو اُسکا تابع اور عیسائی تھا اور کو لکھا نجاشی نے ابرہہ کو ایک لشکر دیکر یمن کو بھیجا اُس نے ذونواس اور اُسکی سلطنت کو برباد کیا اور آپ یمن کا بادشاہ بن گیا۔ یہ بڑا بدذات اور شہوت پرست اور کمینہ خصلت شخص تھا اُس نے کعبہ کی رونق گھٹانے کے لیے اپنے پایہ سلطنت شہر صنعاء مین ایک کنیسہ بنایا اور اُسکی بڑی تیاری کی اور عرب کے لوگون کو حج کعبہ سے جو اُن مین حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے عہد سے ایک عبادت کا دستور چلا آتا تھا روکا اور طرح طرح کا تشدد کرنا شروع کیا اور حکم دیا کہ میرے کنیسہ کا حج کیا کرین مگر لوگون کے دل تو خدا کے ہاتھ مین ہین مقبولیت اُسی کیطرف سے عطا ہوتی ہے کون مانتا تھا اسوجہ سے اُسکو خانہ کعبہ اور شہر مکہ اور وہان کے لوگون سے عداوت قلبی پیدا ہوگئی۔ مگر اس دبی ہوئی آگ کے ابھارنے کا یہ سبب ہو گیا کہ اُس کنیسہ کے جاروب کش نے ایک رات کو پاخانہ پھر کر اُسکو جا بجا سے گندہ کر دیا اور بھاگ گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ مکہ کا رہنے والا تھا اُسنے عداوت سے یہ کام کیا ہے۔ پھر چند روز کے بعد اُس کنیسہ مین کسی سبب سے آگ لگ گئی اور جلکر خراب ہو گیا جس سے لوگون کی نظرون مین اور بھی اُسکی بے وقعتی ہوگئی۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ آگ بھی مکہ کے لوگون نے لگائی ہے اب تو اُسکو غصہ آگیا اور ایک لشکر جرار لیکر جسمین ہاتھی بھی تھے اور بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا مکہ کی طرف کعبہ ڈھانے کے لیے چلا اور دل مین یہ دا و بھی تھا کہ صرف کعبہ کا ڈھانا مشہور کرون تاکہ لوگ نہ بھاگین انکو امن کا اشتہار دیدیا تھا اور جب وہ اُسکو ملین تو زن و فرزند صغیر و کبیر سب کو قتل کرون جب وہ مکہ کے پانچ چار کوس قریب آگیا۔ اور مکہ کے لوگ ڈر کر بھاگ گئے صرف عبدالمطلب آنحضرت صلعم کے دادا رہ گئے تھے اور وادی محسر مین بالقول ابن عباس صفاح مین ڈیرا کر دیا تو اُسکے پاس عبدالمطلب آئے تعظیم سے بٹھایا اور پوچھا کیا چاہتا ہے کہا میرے اونٹ تیرے لشکریون نے پکڑ لیے ہین وہ دلادو اُسنے تعجب سے کہا کہ اونٹون کی فکر کی کعبہ کے لیے تو نے کچھ نہ کہا۔ عبدالمطلب نے کہا اونٹ میرے تھے

جیسا ابھی ذکر ہے۔ اور یہ تو اللہ کا گھر ہے جو سب پر غالب ہے اسکی وہ آپ تدبیر کریگا۔ اور رستہ میں بھی بہت کچھ عربون نے
منت وزاری کی تھی کہ تو یہ ذکر کر وہ کب مانتا تھا آخر دہاوے کا حکم دیا اور ہاتھیوں کو ہانکنے کیلئے آگے کیا مگر جو جند فیلبان
مارتے تھے وہ آگے قدم نہ بڑہاتے تھے۔ اسی میں تھے کہ جدہ شہر کیطرف سے جو سمندر کے کنارہ پر ہے بڑے بڑے سبز جانور بعض کہتے ہیں
سیاہ تھے جو کبھی پہلے دیکھے گئے نہ بعد میں بڑی چونچ اور پنجوں والے پرے کے پرے نمودار ہوئے ایک ٹکڑی کے بعد دوسری ٹکڑی آتی تھی
وہ کنکریاں انکے پنجوں میں اور ایک چونچ میں تھی پھر اس لشکر میں سے جسپر پڑتی تھی خواہ انسان خواہ حیوان سر سے نیچے تک نکلجاتی تھی سب کو
غارت کردیا اور قریش بکر ادہر اودہر پہاڑوں میں چھپے ہوئے یہ واقعہ آنکھ سے دیکھ رہے تھے چنانچہ بہت لوگ اس سورۃ کے نازل ہونیکے
وقت اس واقعہ کے دیکھنے والے مکہ میں موجود تھے اور ان کنکریوں میں سے بعض کنکریاں بعض صحابہ کے پاس بھی تھیں۔
یہ بات کہ ابرہہ کے بعد یمن کا کون حاکم ہوا ہم تاریخ عرب میں بتلاوینگے اور یمن عرب میں کس حصہ کا نام ہے اسکو جغرافیہ عربیہ میں دکھاوینگے
اس واقعہ کا جو قریش پر نعمت اور عبرت خیز تھا خدا پاک اس سورہ میں ذکر فرماتا ہے فقال الم یجعل کیدہم فی تضلیل کہ کیا اُسنے
انکے داؤ کو غلط نہیں کردیا؟ ضرور کردیا جو انہوں نے چاہا تھا اور جو انکے دل میں تھا وہ سر نہیں ساتھ لیکر جہنم کو گئے۔ یہ پہلے کیف فعل
کی تفسیر ہے پھر اور تفسیر کرتا ہے وارسل علیہم طیرا ابابیل اور انپر پرندے بھیجے جوق جوق۔ لفظ ابابیل جمع ہے جسکے مفرد میں اختلاف
کوئی ابیل کوئی ابول کوئی ابالہ کہتا ہے بعض کہتے ہیں اسکا مفرد اس لفظ سے نہیں آیا اور اسکے معنے ہیں جوق جوق یا پرے کے
پرے مگر لفظ ابابیل سے چھوٹا جانور جسکو عرف میں ابابیل کہتے ہیں سمجھ لینا بڑی غلطی ہے۔ یہ جانور سمندر میں سے اُٹھے تھے اور عجیب جانور تھے
پھر ان پرندوں نے جو کچھ کیا اسکو بیان فرماتا ہے ترمیہم بحجارۃ من سجیل انپر کنکریاں پھینکتے تھے اور وہ پتھریاں کاہے کی تھیں؟ پتھر

ف لفظ سجیل میں جو اس جگہ وارد ہے مفسرین کے متعدد اقوال ہیں (۱) بعض کہتے ہیں یہ سنگ گل کا معرب ہے۔ اور سنگ گل وہ ہے
جو پزاوے میں مٹی پک کر پتھر بنجائے جسکو کھنگر یا جھانوہ کہتے ہیں (۲) بعض کہتے ہیں اصل میں سجین تھا یہاں لام سے بدل گیا سجین اشارہ
ہو کہ وہ پتھریاں اور کنکر کچھ معمولی کنکر نہ تھے بلکہ عالم غیب میں سے اس طبقہ کے کہ جہاں ارواح کفار کو عذاب دیا جاتا ہے۔ ان کنکریوں کی یہ تاثیر تھی
کہ جسپر پڑتی تھیں پار نکلجاتی تھیں پھر وہاں کی اور چیزوں میں کیا کچھ تاثیر ہوگی معاذاللہ (۳) بعض کہتے ہیں سجل سے مشتق ہے
جسکے معنی لکھنے کے ہیں یا لکھی ہوئی چیز یا دفتر کے جس میں اشارہ ہے کہ وہ کنکریاں ازل میں ان بدبختوں کیلئے لکھی ہوئی تھیں۔ اور
یا انکے لیئے غیب کے پروانے یا وارنٹ تھے ہر کنکری پر بخط غیب جسکو اس جہان کے لوگ پڑہ نہیں سکتے لکھا ہوا تھا کہ یہ فلان بن فلان کیلئے ہے
پھر جب سیسہ کی گولی بارود کے زور سے انسان اور حیوان میں سے پار نکلجاتی ہے تو کیا عالم غیب کی گرمی جو قہر الٰہی کی بارود تھی اسکے زور سے
ان کنکریوں کا اصحاب فیل میں سے پار نکلجانا کوئی محال بات ہے؟ اس سے بڑھ بڑھ کر ہزاروں اسکی قدرت اور کمال کے کرشمے دیکھے جاتے ہیں
اور پہلے دیکھے گئے اور آیندہ دیکھے جاوینگے۔ اوپر کوئی تو ایسی گرم بھٹی قدرت کی ہے کہ جسکی چنگاریاں کبھی کبھی زمین پر گرا کرتی ہیں۔
مورخین حال نے بارہا ایسے واقعات نقل کیئے ہیں کہ فلان موضع میں اوپر سے ایک آتشین گولہ پڑا جسکی ہیبت ناک آواز تھی اور گر کر
زمین میں گھس گیا اور بہت کو جلادیا پھر ٹھنڈا ہونے کے بعد جو نکالا گیا تو ایسا سخت لوہا تھا کہ بمشکل گرم ہوتا تھا وغیر ذلک۔

اگر ہم ایسے ایسے واقعات یا ان سے بھی بڑھکر خوفناک ان واقعات کی تفصیل لکھیں جو حال کے جرائد اور اخبارات میں درج ہیں تو ایک مجلد کتاب تیار ہو جاوے اور جو ہم سے پہلے گزرے ہیں اور مورخوں نے چشم دید لکھے ہیں وہ بھی ملائے جائیں تو کئی جلدیں تیار ہو جاویں پھر ان سب کے غلط بتانا اور یہی بہیمیت اور سٹریٹ تراشیدہ نیچر کے اصول پر واقعات کا انکار کرنا خلاف بداہت ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قریش کہ آنحضرت صلعم کی تکذیب کے لیے اوندھے اوندھے باتوں کی تلاش میں تھے پھر اگر یہ واقعہ غلط ہوتا تو آپ اسکو انہیں اہل مکہ کے روبرو کہ جس شہر کا یہ واقعہ ہے اور جس واقعہ کے دیکھنے والے بھی موجود ہیں بیان کرتے؟ ہرگز نہیں اور بیان کرنے سے آپ پر کیا کیا دروغگوئی اور ابطال ہوت کے الزام قائم ہوتے پھر جب ابوجہل اور ولید بن المغیرہ اور امیہ بن خلف جیسے معاندین نے بھی بجز تسلیم کے چارہ نہ دیکھا تو اب آنکے کوئی بڑھکر منکر پیدا ہو گیا ہے جو انکار کرتا ہے اور انکار بھی محض بے دلیل اور دلیل بھی ہے تو یہ کہ نیچر کے خلاف ہے یا ہماری سمجھ میں نہیں آتا اور پھر اس وہمیت اسکی تاویل کرے اور چیچک نکلنا بتلاوے . عقلمند کی شان سے بعید ہے .

پھر فرماتا ہے کہ ان کا انجام کار ان پرندوں کے سبب سے خدائے قہار و جبار نے کیا کیا؟ اسکا آپ ہی بیان فرماتا ہے فجعلہم کعصف مأکول کہ انکو بھس یا آخور جیسا چپا چپرا کر دیا عصف کہا بھس یا اناج کے پیڑوں کے پتے اور پتے جوار باجرہ گیہوں وغیرہ کے جب انکو جانور کھاتا ہے تو پیچھے بچا ہوا آخور چورا چورا ہو جاتا ہے یا ماکول باعتبار ماکول کے فرمایا کہ کھایا جاویگا کھانے کے لیے تیار ہے جسکو بھس کہتے ہیں یا حقیقت پر محمول ہے پھر اسکے دو معنی یا تو جو کھانے سے بچا ہوا آخور یا جو کھا کر لید کر دیتے ہیں اور گوبر کی لیدیں جو پرا چور ہو کر نکلتا ہے اسکو بھی عصف ماکول کہہ سکتے ہیں ہر ایک سے تشبیہ درست ہو سکتی ہے .

غرض اس تشبیہ سے یہ ہے کہ ان کنکریوں میں سمیت بھی ایسی تھی کہ لگتے ہی جسم میں جا بجا آبلے پڑ جاتے تھے اور ورم کر آتا تھا اور شکل بگڑ بدل جاتی تھی اور چور چور ہو جاتا تھا . شاید اس بات سے اس تاویل نے اس واقعہ کو چیچک نکلنے پر محمول کیا ہے یہ اسکی غلط فہمی ہو واقعہ ٹھیک یوں ہے کہ جس طرح ہمنے بیان کیا اور جو قرآن مجید کے ظاہر الفاظ سے سمجھا جاتا ہے . یہ دوسری بات ہے کہ ان کنکریوں میں جو زہر اور قہر کی بجلی ہوئی تھیں یہ تاثیر تھی کہ جسپر پڑتی تھیں اسکے بدن پر آبلے پڑ جاتے تھے اور ورم ہو کر صورت بگڑ بگڑ جاتی تھی چنانچہ اسی بات کو امام رازی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں روی عن عکرمۃ عن ابن عباس قال لما ارسل اللہ الحجارۃ علی اصحاب الفیل لم یقع حجر علی احد منہم الا نفط جلدہ وثار بہ الجدری وہو قول سعید بن جبیر انتہی . خوش فہم ماول نے اسی بات کو اصحاب الفیل کی مصیبت سمجھ لیا کہ بس چیچک نکلی تھی اور پرندوں نے کنکریاں ونکریاں کچھ نہ پھینکی تھیں چیچک نکلنے کو استعارہ کے طور بیان کیا ہے .

(فوائد)

ف اصحاب الفیل کہا ارباب الفیل نفرمایا . اسمیں نکتہ یہ ہے کہ چیز کو اعلیٰ کیطرف لفظ اصحاب سے منسوب کرتے ہیں اسلیے حضرت کے دوستوں کو اصحاب محمد صلعم کہتے ہیں نہ آپکو انکا . اسمیں اشارہ ہے کہ ان احمقوں پر بہیمیت غالب تھی اور ہاتھی کیطرح سیاہ باطن و سیاہ ظاہر تھے ہاتھی سے بھی کم عقل رکھتے تھے .

ف فیل ہاتھی اسکی جمع افیال و فیلہ ہے جمع کا صیغہ اسلیے نہیں آیا کہ گو اسوقت اسکے پاس تیرہ ہاتھی تھے مگر بڑا ہاتھی محمود تھا جو کعبہ کیطرف نہیں جاتا تھا . اسلیے اسیکا اعتبار کرکے مفرد لفظ آیا . اور نیز یہ اسم جنس بھی ہے سبکو شامل ہو اور اسمیں آیات کے فواصل کی بھی رعایت ہے . والحمد للہ حمداً کثیراً .

سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعُ اٰيٰتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۙ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۚ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۙ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ

قریش کے شوق کے لیئے۔ انکا جو سردی و گرمی کے سفر کا شوق ہے۔ پھر تو اسی گھر کے رب کی عبادت کیا کریں۔ جس نے اُن کو بھوک میں کھانا

جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۠

کھلایا　اور اُن کو خوف میں امن دیا

ف۱ ۔ یعنی اس شوق اور محبت کی خاطر جو ان کو سردی اور گرمی کے سفر کا ہے کہ جاڑوں میں یمن اور گرمیوں میں شام کو جاتے ہیں ان کی تجارت کے لیئے اصحاب فیل کو ہلاک کر دیا اور اُن کو اس گھر کی بدولت عزت دی پس ان کو چاہیئے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں ۱۲

ترکیب

لِاِیْلَافِ قُرَیْشٍ بما یتعلق اللام فیہ وجوہ (۱) انہا تتعلق بما قبلہا (۲) متعلقۃ بما بعدہا (۳) لا تتعلق بشیء فہی لام التعجب کما فی قولہم لزید وما صنعنا بہ اے اعجبوا من شان زید ومعنی الآیۃ اعجبوا لایلاف قریش وہذا قول الاخفش والکسائی وعلی الاول ہی تتعلق بجعل والتقدیر جعلہم کعصف ماکول لایلاف قریش لبقائہم ورحلتہم فی الاسفار وہو قول الزجاج وابی عبیدۃ۔ او متعلقۃ بالفعل ای فعل باصحاب الفیل لایلاف قریش اے کل ما فعلنا باصحاب الفیل فقد فعلناہ بخاطر القریش او ہی بمعنی الی وتتعلق بالفعل کانہ قال فعلنا کل ما فعلنا فی السورۃ المتقدمۃ الی نعمۃ اخری علیہم وہی ایلافہم رحلۃ الشتاء والصیف تقول نعمۃ الی نعمۃ ہذا قول الفراء۔ وعلی القول الثانی ہی تتعلق بقولہ فلیعبدوا وہو قول الخلیل وسیبویہ والتقدیر فلیعبدوا رب ہذا البیت لایلاف قریش اے لیجعلوا عبادتہم شکر الہذہ النعمۃ ودخول فاء فی فلیعبدوا لایمنع ذلک وفی الایلاف ثلثۃ اوجہ احدہا ان الایلاف بمعنی الالف یقال الفت الشیء والفتہ الفا والافا وایلافا بمعنی واحد وقرأ ابوجعفر الف قریش بغیر الیاء والآخرون لایلاف بیاء وقرأ عکرمۃ لیالف قریش۔ والثانی یکون بمعنی اثبات الالفۃ بالتدبیر الذی فیہ لطف والمعنی ان ہذہ الالفۃ فی قریش انما حصلت بتدبیر اللہ تعالی وہو انہ اہلک اصحاب الفیل فحصل المسرۃ وعند المسرۃ تقع الاتفاق والموانسۃ فالمصدر مضاف الی المفعول والثالث ان یکون الایلاف بمعنی التہیۃ والتجہیز وہو قول الفراء وابن الاعرابی والمعنی لتجہیز قریش رحلتہا فالمصدر مضاف الی الفاعل وقریش ہم بنو النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر وقیل ان قریشا بنو فہر بن مالک بن النضر وقریش منصرف ان ارید بہ الحی وغیر منصرف ان ارید بہ القبیلۃ وہو تصغیر القرش وفی القرش اقوال قیل دابۃ فی البحر تعبث بالسفن ولا تطلق الا بالنار وسمیت قریش بہا لشجاعتہم وقیل انہ ماخوذ من القرش وہو الکسب لانہم کانوا کاسبین بتجاراتہم وضربہم فی البلاد وقیل کانوا متفرقین فجمعہم قصی بن کلاب فی الحرم حتی اتخذوہا مسکنا فسموا قریشا لان التقرش ہو التجمع من الکبیر الافہم تاکید لفظی وقیل بدل رحلۃ الشتاء منصوبۃ علی المفعولیۃ وقیل علی الظرفیۃ۔

تفسیر

یہ سورۃ بھی جمہور کے نزدیک مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور ابن عباس رض کا بھی یہی قول ہے۔ مگر ضحاک و کلبی کہتے ہیں کہ

کہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ یہ وہم ہے قول اوّل صحیح ہے۔ اس میں قریش کا ذکر ہے اسلئے اسکو سورۂ قریش کہتے ہیں اور اس میں چار آیتیں ہیں۔
ربط اس کا سورۂ فیل سے یہ ہے کہ سورۂ فیل میں قریش پر اپنی نعمت کا اظہار کیا تھا کہ ہمنے اصحاب الفیل کو جو اس گھر کو ڈھانے آئے تھے انکو اس گھر کی برکت سے غارت کر دیا اور تمکو ان سے بچالیا اور انکے مال سے مالا مال کر دیا جو تمہاری گرمی اور سردی میں سرد اور گرم ملکوں میں تجارت کی طرف رغبت کا باعث ہوا اب اس سورہ میں بتلاتا ہے کہ تمپر ہمارا یہ انعام ہوا اب تمکو چاہیئے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کرو نہ جھوٹے معبودوں کی اور منجملہ عبادت کے یہ بھی ہے کہ جس کو اس گھر کے رب نے تمہاری اور تمام عالم کی اصلاح کے لیئے بھیجا ہے اسکے کہنے پر عمل کرو اور اسکے یار و مددگار بنکر جسطرح دُنیا کمانے کے لیئے سفر کیا کرتے ہو دین پھیلانے کے لیئے سفر کرو اب یہ دوسری تجارت تمہیں بتلائی جاتی ہے۔

واضح ہو

کہ قریش عرب کے اس قبیلہ کا نام ہے جو نضر بن کنانہ کی اولاد ہے اسی قبیلہ میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی ہیں کیونکہ نضر بن کنانہ کی تیرہویں پشت میں ہیں۔ آپ کا نسب نامہ یہ ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔ پھر آگے چلکر یہ نسب نامہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام میں جا ملتا ہے۔ یہ قبیلہ قریش مکہ میں رہا کرتا تھا۔ اور خانہ کعبہ کی خدمت اور نظم و حفاظت انہیں کے سپرد تھی اس لیئے تمام قبائل عرب ان کی عزت و حرمت کرتے تھے اور جب یہ لوگ باہر جاتے تو خادم کعبہ سمجھکر لوگ انکے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے۔ پہلے یہ ملت ابراہیمیہ پر تھے مگر چند روز سے ان میں بھی بت پرستی آگئی تھی اور جو تاریکی تمام عرب بلکہ اس وقت دنیا پر چھائی ہوئی تھی انپر بھی چھا گئی تھی۔ اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور آپ نے بت پرستی کی برائی بیان کرنی شروع کی تو یہی لوگ دشمن ہوگئے۔ ابوجہل۔ امیہ بن خلف۔ ولید بن مغیرہ وغیرہ۔ قریش کے سردار سخت دشمنی کرنے لگے مگر بعد میں بہت ایمان لائے اور قریش میں سے بڑے بڑے نامور صحابہ ہوئے۔ چاروں خلفاء قریش ہی تھے اور اسلام کے شائع کرنے میں قریش کی عادت سفر بڑی کارگر ہوئی اس لیئے چند روز میں اندلس سے چین تک اسلام پھیل گیا

قریش تصغیر ہے قرش کی جسکے معنے میں متعدد اقوال ہیں (۱) یہ کہ قرش ایک سمندر کا سخت اور بہادر جانور ہے۔ چونکہ قریش کا قبیلہ بھی بہادر تھا اس لیئے انکو قریش کہنے لگے (۲) تقرش کے معنی ہیں جمع کرنے کے چونکہ قصی بن کلاب نے اس متفرق قوم کو مکہ میں جمع کیا تھا اس لیئے ان کو قریش کہتے تھے۔ اور جمعیت و اتفاق بھی اُن میں بہ نسبت اور قوموں کے زیادہ تھا (۳) یہ کہ قرش کے معنے کسب کے بھی ہیں چونکہ یہ لوگ تجارت سے کسب کرتے اور کما کر کھاتے تھے لوٹ مار کم کرتے تھے اس لیئے ان کو قریش کہنے لگے۔ اسلام میں اس قبیلہ کی بسبب انکے ساعی جمیلہ کے اور بسبب قرابت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فضیلت ہے

فرماتا ہے

لایلاف قریش کہ پہلے جو کچھ اصحاب فیل سے کیا قریش کے الفت دلانے کے لیے کیا تاکہ انکو اس گھر کے رب کی الفت دلائے تاکہ وہ اسکا یہ انعام وافضال خیال کرکے اُس گھر کے رب کی عبادت کریں۔ یا یہ معنی کہ عجب ہے کہ قریش کی الفت جو سردی اور گرمی کے سفر کے لیے تجارت یمن اور شام کے واسطے ہے۔ یعنی انکو اسکی عجب الفت ہے۔ حالانکہ یہ سردی یمن میں کو جانا جو گرم ملک ہے اور گرمی میں شام کو جانا جو سرد ملک ہے محض اسی گھر کی بدولت ہے جو اصحاب الفیل کے صدمہ سے بچا ہے گو اور انکا مال بھی انکو ملا پھر یہ تو الفت ہے کہ جس کا یہ طفیل ہے یعنی کعبہ کا جسکی وجہ سے لوگ باہر تعظیم بھی کرتے ہیں اور دیتے بھی ہیں اسکی عبادت نہیں کرتے نہ اسکے رسول کو مانتے ہیں۔ پھر اس الفت قریش کی توضیح کرتا ہے فقال ایلافہم رحلۃ الشتاء والصیف انکی رغبت جو سردی اور گرمی کے سفر کے لیے ہے سردی میں گرم ملکوں اور گرمی میں سرد ملکوں میں تجارت کے لیے اور بادشاہوں اور امراء سے تحائف لینے جاتے ہیں۔ خداتعالیٰ نے اسلام سے پہلے ہی قریش میں باہر ملکوں میں جانے اور سفر کرنے کا مادہ تیار کر رکھا تھا جو اسلام لانے کے بعد وہ اشاعت اسلام اور فتوحات ملک میں بہت کام آیا۔

اور یہ تجربہ کی بات ہے کہ جو قومیں دور دراز سفر کرنے کی عادی ہوتی ہیں اُن میں حوصلہ اور لیاقت بھی آجاتی ہے اور دماغی ترقی بھی ہوتی ہے ہر ایک قوم کے ملنے جلنے سے تبدل خیالات ہوتا ہے۔ اولوالعزمی پیدا ہوجاتی ہے خصوصاً تجارت کے ذریعہ سے آجکل وہ قومیں جو پہلے خوار وذلیل تھیں علوم وفنون کی مالک ہوگئیں۔ سلطنت ہاتھ آئی۔ صحابہ میں بھی اولوالعزمی تو تھی کہ لق ودق بیابانوں اور خشک ریگستانوں اور پہاڑوں اور جنگلوں اور دریاؤں کو عبور کرتے ہوئے اُدھر مغرب میں بربر تک پہونچے افریقہ کے بیابان کھنڈل ڈالے اُدھر مشرق میں عراق وایران وخراسان وترکستان کو طے کرتے ہوئے چین تک بلند اقبالی کے پھریرے اڑاتے ہوئے جا پہونچے۔ اس لایلاف قریش میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ گو قریش کے ساتھ اور قومیں بھی شریک تھیں مگر اور قومیں قریش کے تابع تھیں کس لیے کہ نبی علیہ السلام تھے تو اسی قوم کے اور پھر خلفاء تھے تو اسی قوم کے جنکے حکم سے وہ یہ فتوحات حاصل کر رہے تھے۔ اور اسلام نے قریش کے گھر میں جنم لیا تھا اس لیے غیرت وحمیت اسلامی اسلام لانے کے بعد انمیں کوٹ کوٹ کر بھری گئی تھی اور قریشی خون میں یہ اثر دیا تھا کہ اسلام کی ہتک اور قومی ذلت دیکھکر اسکو حرکت ہوتی تھی اسلیے ائمہ بھی اسی قوم میں سے بنائے گئے اور قانون ہوگیا کہ اسی قوم کے ائمہ ہوں۔ اور قرب قیامت جو مخالفوں کے جھنڈے گرادینے والا اور انکی جمعیت کو زیر وزبر کردینے والا امام مہدیؑ ظہور کرے گا وہ بھی قریش ہی ہوگا۔

اب اُن مکہ کے جاہل اور مخالفین اسلام قریش کو اپنی نعمت جتلا کر فرماتا ہے فلیعبدوا رب ہذا البیت کہ اور کچھ نہیں تو اسی گھر کے رب کی عبادت کریں اسی بات کو ملحوظ رکھیں۔ بت پرستی چھوڑ دیں۔ پھر اور بھی توضیح کرتا ہے فقال

سلہ لایلاف کے تعلق میں دو قول ہیں اول یہ کہ لام جملہ گذشتہ کے کسی فعل فعلنا وغیرہ سے متعلق ہے یعنی اصحاب فیل سے ہمنے جو کچھ کیا قریش کی الفت سفر کے لیے کیا جو گرمی وسردی میں سفر کا شوق رکھتے ہیں یعنی اصحاب فیل کی ہلاکت قریش کی آزادی سفر کا باعث ہے یہ اسکی نعمت ہے۔ دوسرا قول یہ کہ لام لیعبدوا سے متعلق ہے کہ قریش اپنے ان گرمی جاڑے کے شوق سفر ہی کے سبب جو خدا نے اصحاب فیل کو غارت کرکے قائم رکھا اسی گھر کے مالک کو پوجا کریں۔ تیسرا قول ایک اور بھی ہے وہ یہ کہ لام تعجب کیلئے ہے جسکا ماحصل ترجمہ ہے کہ قریش کے شوق سفر کو تو دیکھو کیسا ہے اور یہ اُس گھر کی برکت ہے جو انکا

الذی اطعمہم من جوع و آمنہم من خوف کہ اُسکی بندگی کریں کہ جس نے انکو بھوک میں کھانا کھلایا اور کھلاتا ہے اور خوف میں امن دیا
ملک کی سرزمین کھیتی کے قابل نہیں خشک پہاڑ یا ریگستان ہے جہاں کوئی سبز درخت بھی نظر نہیں آتا۔ نہ پانی کے چشمے
نہ کوئی پیداوار ہے۔ پھر اُنکے لیے روزی کے کیا کیا سامان کیے۔ خانہ کعبہ کی عزت و حرمت سے دور دراز کے لوگ حج کو آتے
ہیں اور پہلے ہی ہمیشہ سے آیا کرتے تھے اور غلہ وغیرہ ہر قسم کی چیزیں لایا کرتے تھے اور نیز خود قریش کو بھی گرمی اور سردی میں
سفر کرنے کا اور تجارت کے لیے جانے کا حوصلہ دیا جسکو ایلافہ قریش میں بیان فرمایا پھر یہی تو بھوک میں کھانا دینا ہے۔ اور
خوف میں امن دینا یہ ہے کہ عرب میں ہر جگہ مارو مار تھی۔ قبائل آپس میں لڑا کرتے تھے برخلاف قریش کے کہ انکو کوئی نہیں چھیڑتا تھا
محض کعبہ کی حرمت سے خصوصاً مکہ دار الامن تھا۔ اور قیامت تک رہے گا۔ حرم مکہ میں جو آسکے اور گرد کوسوں کی سرزمین تک
اگر اس جگہ کوئی اپنے باپ کے قاتل کو بھی پاتا تھا تو ہاتھ نہ اٹھاتا تھا۔ اور نیز اصحاب الفیل کی طرح جو کوئی یہاں چڑھ کر آیا
غارت ہوا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آجتک کبھی کوئی دشمن کعبہ پر آکر غالب نہیں ہوا نہ کسی جبار بادشاہ کا آج تک وہاں تسلط
ہوا برخلاف اور معابد کے۔ بیت المقدس ہی کو دیکھیے کہ کیسے کیسے انقلاب آئے اکثر چڑھکر آئے اور شہر کو منہدم کر گئے اور گلی
کوچوں میں خون کی ندیاں بہا گئے۔ بخت نصر اور [illegible] اور انٹیوکس اور رومی بادشاہوں نے کیا کیا آفتیں ڈھائیں مسجد کو
جلایا اسکی گستاخی کی۔ تاریخ بیت المقدس کے دیکھنے سے ہمارے بیان کی تصدیق ہو سکتی ہے۔

سوال خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز مدینہ سے لشکر لیکر اس شہر پر چڑھکر آئے اور فتح پائی اور امن
عام زائل کر دیا۔ اور اسیطرح حجاج بن یوسف نے گھیرا اور عبد اللہ بن زبیر کو قتل کیا۔ اور کئی بار ایسے واقعات
پیش آئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لوگ شہر مکہ اور خانہ کعبہ کی بے حرمتی کے لیے نہیں آئے تھے نہ اُن کا مقصود یہ تھا
بلکہ مجرموں کو سزا دینے آئے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ در اصل مجرم تھے جیسا کہ فتح مکہ کے وقت کفار تھے یا جیسا کہ بعد کے
واقعات کے وقت۔ اور یوں تو اب بھی مکہ معظمہ میں مجرم سزا سے نہیں بچ سکتے مکہ کو دار الامن انہی معنی سے کہتے ہیں جو ہمنے
بیان کیے اور نیز آیت پر تو یہ شبہ وارد ہی نہیں ہو سکتا کس لیے کہ آیت میں قریش معاصرین رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف
خطاب ہے کہ تمکو بھوک میں کھانا کھلایا جسکی صداقت کے لیے یہ بھی کافی ہے کہ قحط تھا بھوکے مرتے تھے ارزانی کی اور اصحاب الفیل
کے وقت خوف تھا امن دیا۔

اس آیت میں کس لطف کے ساتھ مشرکوں کے جھوٹے معبودوں کی خدائی باطل کی ہے۔ کس لیے کہ کم سے کم انسان کی
دو حاجتیں ہیں۔ بھوک میں کھانا اور امن سے رہنا پھر جس معبود سے ان دونوں کا کچھ بھی انصرام نہیں ہوتا وہ کیا خدائی کر سکتا ہے
مگر مشرکین اسکو بھی نہیں سمجھتے۔ یوں ہی تقلیداً غیر اللہ کی عبادت کیے چلے جاتے ہیں انکے ناموں کی دہائی دیا کرتے ہیں۔
مصائب میں انہیں پکارا کرتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سورۃ الماعون مکیۃ وھی سبع آیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ۝ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝ فَوَيْلٌ

تو نے اسکو بھی دیکھا جو جزا کا انکار کرتا ہے ۔ پھر یہ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے ۔ اور فقیر کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دلاتا ۔ پھر خرابی ہے

لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝

ان نمازیوں کی ۔ جو اپنی نماز سے بیخبر ہیں وہ جو ریاکاری کرتے ہیں ۔ اور برتنے کی چیزیں نہیں دیتے ۔

ترکیب

أ الہمزہ للاستفہام لقصد التعجب رأیت والرؤیۃ بمعنی المعرفۃ فتعدی الی مفعول واحد وہو الذی الخ وقیل بمعنی اخبرنی فتعدی الی مفعولین والثانی محذوف اے من ہو فذالک الخ الفاء جواب الشرط والتقدیر ان تامتہ فذالک ویجوز ان تکون عاطفۃ علی الذی یکذب اما عطف ذات علی ذات او صفۃ علی صفۃ فعلی الاول ذالک مبتدء الذی یدع الخ خبرہ ولا یحض الخ عطف علی یدع وعلی الثانی فی محل النصب عطفا علی الموصول الذی ہو فی محل النصب یدع یدفع بعنف ومنہ قولہ یدعون الی نار جہنم دعا فویل مبتدء للمصلین خبرہ والفاء لترتیب الدعاء علیہم بالویل الذین الخ بیان للمصلین وکذا ما بعدہ ویمنعون معطوف علی یراءون والماعون فاعول من المعن وہو الشئ القلیل یقال مال معن اے قلیل قالہ قطرب وقیل مفعول من عانہ یعینہ والاصل معوون فحذفت احدی الواوین کمقول ۔ والماعون اسم لما یتعاورہ الناس بینہم من الدلو والفاس والقدر ۔

تفسیر

یہ سورہ بھی جمہور کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی ۔ عطاء و جابر و ابن عباس کا بھی یہی قول ہے ۔ اور قتادہ کہتے ہیں کہ مدینہ میں نازل ہوئی بعض کہتے ہیں نصف اول مکی ہے جو عاص بن وائل کی شان میں اور نصف مدنی ہے جو عبدالرحمن بن ابی منافق مدینہ کی شان میں نازل ہوئی قول اول قوی تر ہے ۔ اور ماعون برتنے کی چیزونکو کہتے ہیں اسمیں ماعون کے منع کرنیوالوں کی برائی ہے جو ادنیٰ احسان کا ہے اسلئے اسکو سورہ ماعون کہتے ہیں اس میں سات آیتیں ہیں ۔

ربط اسکا سورۂ قریش سے یہ ہے کہ سورہ قریش میں خدا تعالیٰ نے اپنے انعام یاد دلاکر قریش کو اپنی عبادت اور راستی کی طرف رغبت دلائی تھی اس سورہ میں قریش کے وہ امراض روحانیہ بتلائے جاتے ہیں کہ جو مہلک ہیں اور خدا سے ملنے میں سد راہ ہیں ۔

واضح ہو کہ

یہ سورہ تمام حکمت نظریہ اور عملیہ میں سے تہذیب اخلاق سیاست مدن ۔ تدبیر المنزل کا لب لباب ہے ۔ کس لیے کہ سب سے اول بات حکمت نظریہ کی اعتقاد درست کرنا ہے ۔ خصوصاً اس بات کا یقین کر لینا کہ انسان کے نیک و بد اعمال کی جزا و سزا ملتی ہے

مرنیکے بعد روح ایک دوسرے عالم مین جاتی ہے جہان اُسکو اپنے نیک و بد اعمال کا ثواب و عذاب دیکھنا پڑتا ہے۔ خدا سے عادل انسان سے ضرور بازپرس کرتا ہی اُسکے مساعی جمیلہ کا نیک بدلہ دیتا ہے۔ یہی اعتقاد تمام حکمت کی جڑ ہے۔ اگر یہ اعتقاد نہین تو ہر قسم کی بدکاری دل کھول کر کرنے مین کوئی مانع نہین اور اعمال خیر کی مشقت اُٹھانے اور مال صرف کرنے کا بھی کوئی محرک نہین اسلیئے سب سے اول دین سے یعنی جزا و سزا کی تصدیق ضرور ہے اور یہ سعادت کی سیڑہی کا اول درجہ ہے۔ اور جزا و سزا کا اعتقاد مع درستی اعمال دین اسلام کا جزو ہے اس لیئے اگر دین سے مراد دین اسلام کی تصدیق لیجائے تو بھی ٹھیک ہو۔ اسلیئے سب سے اول دین کے منکر کی تعجب کے مضمون مین برائی بیان فرماتا ہے۔ فقال أرأيت الذي يكذب بالدين کہ اے پیغمبر علیہ السلام یا اے مخاطب تونے اسکو بھی دیکھا جو دین یعنی اعمال کی جزا و سزا کو یا دین اسلام کو جھٹلا رہا ہے ایسے بھی لوگ ہین۔ یہ تکذیب سے روکنے مین نہایت پر اثر الفاظ ہین۔ یعنی ایسا کرنا نہ چاہیئے بلکہ تصدیق کرنی چاہیئے۔ حکمت نظریہ کے اصل الاصول سے فارغ ہوکر حکمت عملیہ کے اصول کیطرف توجہ کرتا ہے حکمت عملیہ مین سب سے پہلی بات تہذیب اخلاق ہے اور تہذیب اخلاق مین دو ہی چیزین اصل دفع شر بالخصوص یتیم یعنی نابالغ بچے سے برائی نہ کرنا کہ جسکا سرتاج اور سر کا سایہ مشفق باپ اُٹھ گیا ہے۔ اگر خیر اور بھلائی نہ پہنچا سکے تو سختی اور کوئی دل آزاری بھی نہ کرے چونکہ دفع شر ایصال منفعت سے مقدم ہے اس لیئے اسکو مقدم کیا اور فرمایا فذلك الذي يدع اليتيم کہ جزا کا جھٹلانے والا ہی سنگدل یتیم کو دھکے دیتا اور ستاتا ہے کس لیئے کہ جانتا ہی کہ مرکر کسی فعل کی سزا اور کسی عمدہ کام کی جزا تو ملتی نہین اس شنیع فعل کو تکذیب دین کی علامت کر دیا۔ جسمین ایسی ناپاک خصلت ہے گویا اسکو دین کی تصدیق نہین کس لیئے کہ تصدیق و تکذیب ایک ذہنی چیز ہے بظاہر معلوم نہین ہوتی اب اُسکی علامت بیان فرمادی کہ وہ مکذب ہے جو ایسے افعال کرتا ہے درخت اپنے پھلون سے پہچانا جاتا ہے۔ دوسرا مرتبہ تہذیب اخلاق کا یہ ہے کہ بندگان خدا پر رحم کرے اور جو خود سلوک کرنے کی قدرت نہو تو ادنے مرتبہ یہ ہے کہ زبان سے اورونکو ہی ترغیب دلائے پھر جس مین یہ ادنے مرتبہ بھی نہین وہ تہذیب اخلاق سے محروم ہے اسلیئے اسکے بعد اسکو بیان فرماتا ہے ولا يحض على طعام المسكين کہ فقیرون محتاجون کو خود کھانا دینا تو درکنار اورونکو بھی رغبت نہین دلاتا یعنی اُسکی ذات سے کسیکو بھی فائدہ نہین یہ تکذیب دین کی دوسری علامت ہے کس لیئے کہ جب سزا کا معتقد نہوا تو برے کامون سے کیون باز آنے لگا اور جب جزا و خیر ملنے کا معتقد نہین تو نیک کام کیون کرنے لگا۔

یہ تہذیب اخلاق وہ تھی کہ جسکا تعلق لوگون سے تھا اسلیئے اسکو تدبیر المنزل کا بھی مسئلہ کہا جاتا ہی اور سیاست مدن کا بھی کیونکہ جب لوگ ظلم سے باز نہ آیا اور درماندونکے ساتھ نیک سلوک نکیا تو اس سے معاشرت اور تمدن مین بڑا خلل واقع ہوتا ہی اور اگر بغور دیکھیئے تو تمدن اور معاشرت مین جو کچھ رنجشین اور باہمی عداوت پیدا ہوتی ہے اُنہین دو باتون سے ہوتی ہے جس جھگڑے اور قضیئے کی اصل دریافت کروگے تو یہی دو باتین نکلین گی یا تو تعدی اور زیادتی ہوگی خواہ زبان سے سخت کلامی بدخلقی غیبت گالی گلوچ ہجو توہین یا ہاتھ پاؤن سے دوسرے کے مال یا آبرو پر حملہ ہوگا خواہ سرقہ کے طور پر یا علانیہ غصب ہوگا اور کوئی چالاکی ہوگی الغرض کوئی نہ کوئی تعدی و ظلم مخاصمت کی بنیاد ہوگی۔ یا اپنی خوبی و منافع کا بند کرنا ہوگا۔ حقدارونکو نہ دینا بیوی بچونکو ترسانا ہمسایون دوستونکو محروم رکھنا خواہ مال سے خواہ کلمۃ الخیر سے خواہ کسی اور مفید کوشش سے پھیری

اسباب باہمی میں انتشار، بغض، کینہ، عداوت کے باعث ہو جاتے ہیں اور جہاں یہ دونوں نہیں پھر فساد بھی نہ ہوسکیگا۔
دوسری قسم کی تہذیب اخلاق اور بھی ہے جو اس قسم اول کے بعد ضروری ہے وہ کیا ہے اپنے مالک و خالق کیساتھ رابطہ اور اخلاص و شیفتگی
پیدا کرنا۔ یہ تہذیب نفس ہے۔ یہ اعلیٰ درجہ کی حکمت ہے۔ یہ خاص حصہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا ہے اور اسی لیے اسکو
حکمت قدسیہ کہتے ہیں۔ یہ وہ فن ہے کہ جس سے روح میں ایک خاص رنگ پیدا ہوتا ہے اور مرنے کے بعد اسکی روح عالم قدس کیطرف
اسطرح دوڑتی اور اڑ جاتی ہے کہ جسطرح اوپر سے ڈھیلا چھوٹ کر اپنے مرکز طبعی کی طرف میل کرتا ہے اور اس فن کی طرف فقراء اہل
کمال کو بڑی رغبت ہوتی ہے اور جسکو اسکی لذت نصیب ہو جاتی ہے پھر وہ دوسرے شغلوں میں مشغول ہونا ایک جبر سمجھتا ہے
اسیکے لیے مرتاضین جنگلوں پہاڑوں میں گوشہ نشینی کرتے ہیں اور کیا کیا محنتیں اٹھاتے ہیں مگر بغیر مرشد کامل آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے منزل مقصود کو نہیں پہونچتے اسکو تزکیہ نفس بھی کہتے ہیں اب اسکے دو اصول ارشاد فرماتا ہے۔ اول فویل للمصلین
الذین ہم عن صلاتہم ساہون کہ خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بےخبر ہیں۔ نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ جس میں
جسم اور روح دونوں شریک ہیں اور یہ ایک ایسی عبادت ہے کہ اگر بحضور قلب اور مع شرائط ہو تو روح کو ایسا جلا روشن
کرتی ہے کہ پھر بندہ کو خود بخود معاصی اور ہر قسم کی بدکاری سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں آیا ہے۔
ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر۔ پھر ایسے بدبخت جو نماز سے بےخبر ہیں افعال ذمیمہ مذکورہ بالا سے کسطرح باز آسکتے ہیں کس لیئے کہ
ان میں ملکیت کا اقتضا جاتا رہتا ہے شیطانیت کا اقتضا غالب آجاتا ہے۔ اس جملہ میں نہ صرف نماز ادا کرنے کی تاکید ہے بلکہ ہمہ تن
متوجہ ہونیکا بھی حکم ہے کس لیئے کہ دکھلاوے اور غفلت کی اور رسمی نماز کچھ نماز نہیں ایسا نمازی درحقیقت نماز سے بےخبر ہے
یہ تزکیہ نفس کا اول رکن ہے جو اسلام میں پنجگانہ فرض ہے۔

ف نماز سے سہو جیسا کہ آیت میں ہے اور نماز میں سہو فرق رکھتا ہے۔ اول کے معنی ہیں نماز میں سستی کرنا یا بالکل ترک کرنا۔ اور شرائط
وقت پر نہ پڑھنا حضور دل سے ادا نہ کرنا جیسا کہ مدینہ کے منافق کیا کرتے تھے جیسا کہ ان کے حق میں فرمایا واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی یراؤن الناس
کہ جب نماز کے لیئے اٹھتے ہیں تو سستی سے اٹھتے ہیں لوگوں کو دکھلانے کو اور اللہ کو یاد نہیں کرتے۔ اور نماز میں سہو اسکی کسی چیز کو بھولجانا پھر یہ کبھی استغراق
کلی سے ہوتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں بھول گئے اور بیچ کا قاعدہ کیئے بغیر دو رکعت پڑھکر تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہوگئے اور پھر آخر میں
سجدہ سہو کیا۔ اور اکثر اولیاء کرام کو بھی یہ پیش آیا ہے اور کبھی کسی اور وجہ سے بھی پیش آتا ہے مگر اسکا تدارک شرع میں سجدہ سہو سے کر دیا گیا ہے۔ بہرطور نماز
میں سہو منافقین کی شان نہیں پیدا کرتا اور یوں انسان کو بھول چوک لگی ہوئی ہے مگر نماز سے سہو سخت بات ہے۔

ف مکہ معظمہ میں جبکہ یہ سورہ نازل ہوئی تھی مسلمانوں میں نماز شروع ہو گئی تھی جسپر کفار قریش مسلمانوں سے تمسخر کیا کرتے تھے اور
یہی انکا نماز سے اور اسکی حقیقت سے بےخبر ہونا تھا۔ پھر اس لیئے کہ نماز سے غفلت مدینہ کے منافق کرتے تھے اس سورہ کے نصف
کا نزول مدینہ میں قرار دینا بیکار تاویل ہے۔

اب تزکیہ نفس کا دوسرا اصل الاصول بیان فرماتا ہے الذین ہم یراؤن کہ خرابی ہے انکی جو کوئی نیکی بھی کرتے ہیں تو لوگوں کے دکھانے

(۴) اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ ماعون وہ چیز ہے کہ جسکو عادتاً مانگنے پر دینا کا نہیں جاتا اور جسکو امیر و فقیر دونوں بوقت ضرورت مانگ لیا کرتے ہیں اور جسکا نہ دینا سخت بد خلقی اور لئیم الطبع اور معیوب بہت سمجھا جاتا ہے جیسا کہ کلہاڑی، پھاوڑا، ڈول، رسّی، ہنڈیا، نمک، آگ، پانی، ہانڈی وغیرہ استعمال کی چیزیں۔ اور ماعون ماعول کے وزن پر معن سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں تھوڑی حقیر چیز جیسا کہ برتنے کی چیزیں ہیں۔ اور زکوٰۃ کو بھی اسی لیے ماعون کہا جاسکتا ہے کہ وہ کل مال کا چالیسواں حصہ ہے جو کل کی نسبت بہت ہی تھوڑا ہے۔ بخل اور دناءت کی ممانعت کرنا مقصود ہے جو بہت سے اصناف میں حجاب اکبر ہے۔ اور اسی لیے علماء نے فرمایا ہے کہ انسان کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اسکے گھر میں ایسی چیزیں ہیں جو ہمسایہ کے کام آویں۔ اور سر اس کا یہ ہے کہ ایک دل میں دو محبت جمع نہیں ہو سکتیں پھر جس پر تجلی انوار الٰہی ہے وہ اسی کو سب سے زیادہ محبوب جانتے ہیں کما قال والذین آمنوا اشد حباً للہ۔ پھر یہ محبت یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ اپنے محبوب کی مخلوق کو بھی نظر رحمت سے دیکھتا ہے اور اپنے آقا کے گھر کے آدمی یعنی غلام سمجھا کرتا ہے خواہ کوئی نمک حرام اور نافرمان ہی غلام کیوں نہ ہو مگر اسکی حاجت روائی اور کار برآری بھی بہ آئی محبت سے عمدہ جانتا ہے اس لیے اپنی جان سے مال سے دریغ نہیں کرتا جانتا ہے دل کے لیے یہ وقت ہوتا ہے اور جسکو اسکی محبت نہیں تو اسکے دل میں دنیا کی محبت بھر جاتی ہے دنیا کے اسباب معاش اسکے دل میں جگہ پاتے ہوتے ہیں اسلیے وہ اپنی محبوب چیز کسیکو دینا اور اپنے پاس سے جدا کرنا گوارا نہیں کرتا اور اسکو بخل کہتے ہیں اور یہ حالت بندہ اور خدا تعالیٰ میں ایک بڑا پردہ ہے۔ یہ حالت سخت ظلمت ہے مرنے کے بعد جہنم کی صورت میں ظاہر ہوگی۔ اور مرتے وقت ہر چیز کی محبت اسکی جان کو عذاب الیم ہوگی اور اسلیے بخیل مرنے سے بہت ڈرتا ہے اسکی روح اس عالم کی طرف جانے کا نام سنکر لرزتی ہے کس لیے کہ وہ تو اسی خسیس جہان پر فریفتہ ہے اول تو دوسرے جہان کا یقین نہیں کس لیے کہ آنکھ پر پردہ پڑا ہوا ہے کان بہرے ہیں دل بیمار مائل ہے اور جو یقین بھی ہے تو وہاں کا چھوٹ جانے سے ڈرتا ہے۔ اس جملہ ویمنعون الماعون میں بخل کی برائی بیان ہے جو تزکیۂ نفس کے لیے ضروری بات ہے اسی لیے بخیل کو کبھی خدا تعالیٰ کا قرب میسر نہیں آتا ہے۔ بخیل اگر بود زاہد بحر و بر • بہشتی نباشد بحکم خبر۔

سبحان اللہ کس عمدہ پیرایہ میں مکارم اخلاق کی تعلیم کی گئی ہے اور حکمت کے فنون سکھائے گئے ہیں اس قدر مختصر کلام میں پھر بایں اور پھر الفاظ کی فصاحت کلام کی بلاغت بڑا اعجاز ہے۔

ف۔ سورۃ کے الفاظ میں کسی شخص کا ذکر نہیں بلکہ عموماً طبائع انسانیہ کے رذائل بتلائے گئے ہیں جو کہ ہر زمانہ میں پائے جاتے ہیں خواہ وہ ابوجہل میں ہوں خواہ ابولہب میں خواہ امیہ بن خلف میں یا عاص بن وائل میں یا مدینہ کے منافق عبداللہ بن ابی میں اور دراصل ان لوگوں میں یہ رذائل موجود تھے یتیم کے جھڑکنے کی بابت ابوجہل کا ایک قصہ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ قریش میں سے کوئی دولتمند مکہ میں مرنے کو ہوتا تو اسکے پاس جاکر کہتا کہ اپنا مال بچے میرے سپرد کر دے ورنہ تیرے بال بچے لیویں اور دولت کے سبب تباہ ہو جاویں گے اسلئے وہ اسکو دیا کرتا تھا پھر یہ اسکے یتیم بچوں کو صاف جواب دیدیتا اور جھڑک کر نکال دیتا تھا۔ چنانچہ ایک یتیم آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ میری طرف سے چلکر فرما دیجیے۔ آپ تشریف لے گئے اسپر وہ اور بھی افروختہ ہو گیا اور یتیم کو مارنے لگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا اسکے بعد یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں ان قبائح کی برائی ہے۔

سورۂ کوثر مکہ میں نازل ہوئی اسکی تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝

(اے پیغمبر) ہم نے تم کو بہت کچھ دیا ہے پھر اسی کی نماز پڑھا کر اور قربانی کر۔ تمہارا بدخواہ ہی بے نسل رہیگا ہے۔

ترکیب

انا مبتدء اعطیناک خبره والکاف مفعول اول لاعطینا الکوثر مفعول ثانی۔ والکوثر فوعل من الکثرة وصف به للمبالغة فی الکثرة مثل النوفل من النفل والجوهر من الجهر والعرب تسمی کل شیء کثیر فی العدد او القدر والخطر کوثرا۔ فصل الفاء لترتیب الامر علی ما قبلها او للتفریع صل امر لربک متعلق بصل وانحر عطف علی صل ان حرف مشبه بالفعل شانئک اسم ان اسم الفاعل من الشنأ وان الاسم بمعنی الفاعل ومشانئ الشانئ المبغض العدو هو ضمیر فصل او تاکید الابتر خبر ان قیل هو مبتدأ والابتر خبره والجملة خبر ان الابتر افعل من البتر بمعنی القطع من الاصل - یقال بتره ابتره بترا والابتر من الرجال من لا عقب له ...

تفسیر

یہ سورۃ اکثر کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس و ابن الزبیر و عائشہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے مقاتل و کلبی بھی اسی کو صحیح کہتے ہیں مگر قتادہ و مجاہد و عکرمہ و حسن بصری کہتے ہیں کہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اول قول جمہور کا ہے اور قوی ہے اس میں تین آیتیں ہیں۔

ربط۔ اس سورہ مبارکہ کو سورہ ماعون سے یہ ربط ہے کہ سورہ ماعون میں حکمت کے جمیع اقسام بیان ہوئے تھے اور یہ بھی ضمناً بتلا دیا گیا تھا کہ ایسے بھی محروم اور بدبخت بنی آدم ہیں کہ جنکو اس حکمت میں سے کچھ بھی نصیب نہیں یا بعض اقسام نصیب نہیں وہ دنیا میں آئے اور خالی ہاتھ چلے گئے زمانہ کے لیے کچھ خیر نیکی نہ دنیا میں زندہ نام اور یادگار چھوڑ گئے یہ لوگ در اصل ابتر یعنی بے نسل اور دُم بریدہ ہیں جس سے کفار مکہ کی طرف بھی اشارہ تھا کہ جنکو ازلی بدبختی سوائے بھی ابوجہل وغیرہ۔ اب اس سورۃ میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ ایسے بھی خوش نصیب ہیں کہ جنکو جمیع اقسام کی حکمت عطا ہوئی اور اُنکے سینے اور دل کے لیے حکمت کی نہریں نکلی ہوئیں تا قیامت یادگار باقی رہینگی اور اُن کا دل حکمت کا حوض یا دریائے بے پایاں ہے اور در اصل حکمت ہی خیر کثیر ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا۔ اس میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ بانصیب اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ میں آپ اور آپکے بعد اصحاب اور تابعین ہیں اسلیے اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان جملہ فنون حکمت سے فیضیاب ہونا بیان فرماتا ہے اور یہ بھی کہ یہ آپکا فیض تا قیامت جاری رہیگا جس سے بنی آدم نیک لوگ آپکو ہمیشہ نیکی سے یاد کیا کرینگے واعظین اپنے ممبروں پر اور مصنفین اپنی کتابوں میں ابتدا آپکی ثنا و صفت کرینگے اور آپ کی ذریت دنیا میں پھیلیگی اور کبھی منقطع نہ ہوگی اور ان احمقوں کے نزدیک جو سلسلہ جاری رہنے کا باعث خاص صلبی بیٹوں پر منحصر ہے اور بیٹے صلبی بیٹوں کے فوت ہو جانے سے جو خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے تھے اور مکہ میں فوت ہو گئے تھے انکا خوش ہو کر یہ کہنا کہ چلو سلسلہ منقطع ہوا ...

؎ قاسم و عبداللہ ۱۲

کوئی نام لینے والا باقی نہیں رہیگا اسپر ابتر ہونے کا حکم جو وہ مخالف ہے وہ آل نبی ابتر رہے ... سلسلہ ... اسکے بیٹے
اپنی نام ... کا باعث نہیں ہو سکتا۔ بعض مفسرین نے خاص اسی بات کو کہ آپکے فرزند کے مرنے پر ... ابتر کہنا
آپکے رنج و ملال کا باعث تھا جس کے دفعیہ کے لئے سورۃ کوثر نازل ہوئی ہے سبب نزول قرار دیا ہے۔ لیکن سبب نزول
وہی ہے جو ابھی ہم نے بیان کیا۔

اس سورہ مبارکہ کی تین آیتیں ہیں اور ہر ایک میں اسرار و لطائف و نصیحت بھرے ہیں۔ فرماتا ہے انا اعطیناک الکوثر کہ ہم نے تجھ کو
اور تیرے ہی طفیل سے تیری امت کو قسم قسم کی ہر طرح کوثر عطا کیا ہے۔

تفسیر کوثر

کوثر فوعل کے وزن پر ہے جو کہ لغت عرب میں مبالغہ ہے بہت زیادہ کے معنی میں ... سے مراد خیر کثیر ہے یعنی ہر قسم کی بھلائی اور بہت سی
اور نعمت اور برتری ہے۔ اور اسی لغوی معنی کے لحاظ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو حبر الامۃ ہیں اس لفظ کوثر کی تفسیر کی ہے جیسا کہ
بخاری و ابن جریر و حاکم نے۔ اور احمد و ترمذی و امام احمد و ابن ماجہ نے روایت سے یہاں یہی نقل کیا ہے۔
اور وہ خیر کثیر حکمت ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ اور پھر یہ لفظ کوثر جس کے معنی خیر کثیر کے ہیں یہاں اور بھی المعنی ہے جو ہر ایک قسم کی خیر کثیر
کو شامل ہے۔ مفسرین نے ہر ایک خیر کو جدا جدا بھی مراد لیا ہے اسلئے اس بارہ میں انکے چند اقوال ہیں جنکو امام رازی نے
اپنی تفسیر کبیر میں شرح و بسط سے نقل کیا ہے لیکن خلاصہ انکا یہ ہے (۱) وہ حوض کوثر ہے جسکی بابت بیشمار احادیث صحیحہ وارد ہیں
کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نے جہاں پیاس اور گرمی ہوگی اور کسیکو پانی نہ ملیگا العطش العطش پکارتے ہونگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو ایک حوض عطا کریگا جسکی درازی اور چوڑان سیکڑوں کوس کا ہوگا اسکا پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا اور دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ
میٹھا ہوگا جو ایکبار پیئے گا پھر عرصات میں اسکو پیاس نہ لگیگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ و اہلبیت لوگوں کو پلائینگے تمام اولین
و آخرین پیاس کے مارے اُدھر ہی دوڑتے چلے آوینگے جو سعید ہیں اس سے فیضیاب ہونگے اور شقی محروم کئے جاوینگے۔
یہ اُس حکمت الٰہیہ کا مظہر ہے جو آپکے دل فیض منزل میں بھر دی گئی تھی اور حوض دل کا مظہر حوض کوثر ہوگا جسکی وسعت کی کچھ انتہا نہ تھی
پلانے والے وہی لوگ ہیں کہ جو دنیا میں اس حکمت کے جام پلاتے تھے پھر جسنے دنیا میں آپکے حوض حکمت کا جام پیا وہ وہاں بھی
پیئے گا۔ اور جو بدبخت یہاں محروم رہا وہاں بھی رہیگا اللھم اسقنا من حوضہ۔ یہ ہے وہ حوض کوثر کا سر جو کج فہموں کی سمجھ میں
نہیں آتا (۲) کوثر وہ جنت کی نہر ہے جو آپ کو شب معراج میں دکھائی گئی تھی جسکے کنارے موتیوں کے قبے تھے آپ نے اسکے
پانی کو جو دیکھا تو مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ پھر آپ نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کیا ہے جواب دیا کہ یہ وہی کوثر ہے جو
اللہ نے تمکو دیا ہے (رواہ البخاری ومسلم وغیرہما)
یہ بھی اسی نہر غیبی کا مظہر ہے جو آپکے حوض قلب میں رات دن بہا کرتی تھی اور وہ حوض دل ہمیشہ لبریز رہا کرتا تھا (۳)
اولاد کی کثرت۔ سو اولاد دو قسم کی ہوتی ہے جسمانی اور روحانی۔ بحمد اللہ جسمانی نسل بھی آپ کی بکثرت ہے اور روحانی تو تمام امت
ہے جو تعداد میں صحیح جغرافیہ کے لحاظ سے ہر قوم سے زائد ہے حالانکہ اسقدر تھوڑے عرصہ میں ایسی ذریت کسی کی بھی نہیں پھیلی اور ان

بدن ترقی ہے اور ایک وقت آنے والا ہے کہ تمام دنیا یا اکثر حصہ میں آپ ہی کی ذریت ہو گی تو دین اسلام سے آوینگی ولہ الحمد۔ (۴) علماء و اولیاء سو یہ بھی ایک خیر کثیر ہے اور بحمد اللہ اس امت میں جسقدر اہل کمال گزرے ہیں اور اب بھی ہیں اور آیندہ ہونگے جو بمنزلہ انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں وہ کسیکو نصیب نہیں ہوئے۔ حضرت عیسے علیہ السلام کی امت میں یہ سلسلہ حواریوں پر ختم ہو گیا انکے بعد پھر نہیں دیکھا گیا کہ کوئی صاحب نفس قدسی پیدا ہوا ہو جسکے کرامات و کمالات انہیں کے اعجاز شمار ہوتے ہوں اور در اصل کمالات کی نسل یہی لوگ ہیں مثلاً کوئی خوشنویس ہے اُسکی خوشنویسی کی اولاد وہ صلبی فرزند نہیں جو اس کمال سے بے بہرہ ہے وہ صرف اُسکے جسم کی اولاد ہے جو اُسکا کمال نہ تھا بلکہ شاگرد رشید فرزند کمال ہے اسیطرح نبوت کی پاک نسل اور روحانی فرزند وہی ہیں جن میں کمالات نبوت اور اُسکے برکات ہوں اور یہی ستر ہے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے جانشین یوشع بن نون ہوئے علیہ السلام جو اُنکے فیض نبوت کے فرزند رشید تھے حالانکہ صلبی اولاد بھی موجود تھی اور یہی سبب ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے روحانی فرزند اکبر ابو بکر صدیق رضا جانشین قرار پائے جنکی نسبت آپنے یہ فرمایا تھا ماصب اللہ فی صدری صببتہ فی صدر ابی بکر کہ خدا تعالےٰ نے جو کچھ میرے سینہ میں ڈالا تھا وہ میں نے ابو بکر کے سینہ میں ڈالدیا۔ یہ نسل بھی آپ کی تاقیامت باقی رہیگی (۵) نبوت عظمیٰ سو یہ اعلےٰ درجہ کی خیر کثیر ہے یہ بجز آپ کے کسیکو نصیب نہیں ہوئی کوئی بھی تمام دنیا کے لیئے نبی بناکر نہیں بھیجا گیا نہ اسقدر برکات و انوار غیبیہ کسی سے ظاہر ہوئے نہ کسی پر سلسلۂ نبوت بجز آپکے تمام ہوا (۶) قرآن مجید سو یہ بھی خیر کثیر ہے جسکے برکات کا کچھ شمار نہیں (۷) کوثر دین اسلام ہے اور اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ دارین کے حسنات و برکات اسی پر موقوف ہیں (۸) وہ فضائل روحانیہ جو آپ کو حاصل ہوئے (۹) آپ کی رفعت ذکر کہ ہر جگہ آپ کا نام تعظیم سے یاد کیا جاتا ہے یہ بھی بڑی خیر کثیر ہے ہر ایک کے نصیب نہیں ہوتی ہزاروں اسکی تمنا میں مر گئے۔ (۱۰) آپ کے علوم جنکی نسبت فرماتے ہیں کہ مجھے اولین و آخرین کے علوم دیئے گئے (۱۱) کوثر آپ کا خلق عظیم ہے اور درحقیقت اخلاق حمیدہ بھی ایک بڑی نعمت ہے (۱۲) کوثر مقام محمود ہے جو قیامت کے دن آپ کو دیا جاویگا جسکو دیکھکر تمام انبیاء علیہم السلام حسرت کرینگے (۱۳) کوثر یہ سورہ مبارکہ ہے کہ کل تین آیت ہیں اور بیشمار مطالب کو حاوی ہے اور جسکا مقابلہ کسی عرب کے شاعر و بلیغ سے نہو سکا مشہور ہے کہ جاہلیت میں فصحاء بلغاء اپنے اُس کلام کو جو اُنکے نزدیک بے مثل ہوتا تھا تفاخر سے لکھکر کعبہ کے پردے پر لگا دیتے تھے جب یہ سورہ نازل ہوئی تو دیکھکر حیرت میں رہ گئے اور سب نے اپنے کلام اُتار لیئے پھر کسیکو بھی اُسکے اوپر لکھنے کا حوصلہ نہوا۔ ایک بڑے فصیح و بلیغ نے اسکے اوپر یہ لکھدیا ماھذا کلام البشر کہ یہ بشر کا کلام نہیں کیونکہ قوت بشریہ کے احاطہ سے باہر ہے اور یہ اعجاز ہے۔ اور یہ خیر کثیر ہے۔ (۱۴) کوثر سے مراد وہ تمام نعمتیں ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئیں۔ (۱۵) کوثر وہ اعلےٰ مقام قرب ہے جس سے اوپر اور مقام بندہ کو مل نہیں سکتا در اصل یہ سب اقوال اسی پہلے معنی خیر کثیر کی تفسیرات ہیں۔

سِرّ خلافت ابو بکر رضا

ف انا اول لایا گیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ جو کچھ عطا ہے ہماری عطا ہے - اور نیز عاشق صادق کو جو کچھ فرحت معشوق کی ذات سے ہوتی ہے وہ اسکے عطیات سے نہین ہوتی اسلیئے انا فرماکر اول اپنی ذات کیطرف متوجہ کیا پھر صفات کیطرف اور یہ اعلےٰ مقام ہے اور جسکو کوثر عطا ہوا اسکے مناسب ہے - اعطینا فرمایا آتینا نہ فرمایا کس لیئے کہ دینا عام ہے خواہ کسی خدمت کے معاوضہ مین ہو خواہ مفت برخلاف اعطار کے کہ وہ مفت ہوتی ہے اور کرم ہی کرم ہوتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ جو کچھ عطا ہوا ہے ہمارے فضل و عنایت سے ہے جسکا شکر یہ لازم ہے - پھر اعطینا ماضی کا صیغہ استعمال مین آیا نہ لفظی مضارع کا تاکہ معلوم ہو کہ آپکو دیدیا گیا نہ صرف وعدہ ہی وعدہ ہے اور یہ بھی سمجھا جاوے کہ جن چیزون کا آیندہ ملنا ہے وہ بھی یقیناً ملین گی گویا ایسے کریم کا وعدہ بمنزلہ دیدینے کے ہے پھر ک خطاب مین لفظ مفرد استعمال ہوا کم نہ فرمایا تاکہ یہ سمجھا جاوے کہ یہ عطیہ خاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے ہے اس مین اور کسیکا حصہ نہین اور جو کسیکو حصہ ملتا ہے تو آپ ہی کے طفیل سے ملتا ہے بالاستقلال کچھ نہین ملتا اور اس لیئے کوئی کیسی ہی عبادت کرے ریاضت کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دامن نہ پکڑے وہ درگاہ حق سبحانہ سے محروم رہتا ہے کبھی کشود کار نہین ہوتا اسی لیئے صدہا جوگی۔ فقیر جنہون نے عمر بھر ریاضات شاقہ کی کھینچین اور فتوح غیب کا دروازہ اُنپر نہ کھلا تو اسلام لائے - پھر یہ فرمانا کہ ہمنے تجھے کوثر عطا کیا یہ بتلانا ہے کہ برخلاف اُن بدنصیبون کے کہ جنکا ذکر سورۂ ماعون مین ہوا آپ کو حکمت و انوار غیبیہ سے مالامال کردیا گیا اور آپ اُس دولت کو اپنی فیاضانہ طبیعت سے لوگون کو دیتے ہین اور وہ نہین لیتے بجائے شکر کرنے کے لڑتے مارتے ہین اُن کو بخل و دناءت کا وصف حاصل تھا یتیم کو جھڑکتے اور کھلانے کی رغبت نہین دلاتے اور آپ کی یہ فیاضی ہے - یہ نعمت کوثر اُنکے اُس وصف بد کے مقابلہ مین ہے -

پھر جسطرح تکذیب دین کا ناپاک مادہ اُنمین تھا اور اُنکو ویسے ہی بد افعال پر اُبھارتا تھا بخل و دناءت اور ناشکری اُنسے سرزد ہوتی تھی اسیطرح آپ کو کوثر عطا ہی آپکو اُسکے موافق کام کرنا چاہیئے اسلیئے فرماتا ہے (۱) فصل لربک کہ خاص اپنے رب کے لیئے نہ کسی غیر کے لیئے نماز پڑہین شکر یہ ہین اور نماز کو کوثر سے کمال مشابہت بھی ہے کیسلیئے کہ اُسمین اپنے خالق سے مناجات و عجز و نیاز شہد سے زیادہ شیرین ہو اور جو اُسمین انوار غیبیہ چمکا کرتے ہین وہ دودھ سے زیادہ سفید اور روشن ہین اور دلکو جو یقین و سرور اُسمین حاصل ہوتا ہے وہ برف سے زیادہ سرد ہو اور آداب و سنن نماز کے اُن سرسبز درختون اور جواہر کی پٹریون سے مشابہ ہین جو حوض کوثر کے اردگرد ہونگے اور اذکار و تسبیحات جو نماز کے ہر رکن مین مقرر ہین اُن جواہرات کے آبخورون اور پیالون سے مشابہ ہین کیسلیئے کہ اُنسے بھر بھر کر شراب محبت الٰہی پی جاتی ہے اور شوق کی پیاس کو بجھایا جاتا ہے -

اور نیز یہ اُن بدبختون کے اُس فعل کے مقابلے مین ہے الذین ہم صلاتہم ساہون کہ وہ اپنی نماز سے بیخبر ہین اور لربک کا لفظ یراؤن کے مقابلے مین ہے کہ وہ دکھاوے کو کرتے ہین آپ نماز اور ہر کار نیک اپنے رب کے لیئے کیجیئے - اور یہ بھی ہے کہ شکر انہ نعمت جان سے بھی کرنا چاہیئے جو نماز پڑہنا ہے اور مال سے بھی اسلیئے اسکے بعد فرمایا وانحر کہ اُسکے لیئے قربانی بھی کیجیئے جو جان کی قربانی کے قائمقام ہے اور اس سے فقرا کو نفع بھی پہونچتا ہے یہ اُنکے اُس بخل کے مقابلہ مین ہے ویمنعون الماعون کہ وہ لوگون کو برتنے کی چیزون سے بھی منع کرتے ہین جسمین کوئی حرج اُن کا نہین تھا -

ف انحر سے مراد جمہور کے نزدیک قربانی کرنا ہی پھر عام ہے کہ حج مین ہو یا عید الضحیٰ کے روز یا عقیقہ مین جیساکہ صل سے نماز پڑہنا عموماً مراد تھا

نماز فرض اور نفل اور نماز عید و نوافل سبکو شامل تھا۔ یہ اسلیئے کہ مکہ میں اُسوقت نماز بھی فرض ہو چکی تھی اور نوافل بھی آپ بکثرت پڑہتے تھے اور قربانی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے چلی آتی تھی مگر فرق یہ تھا کہ کفار قریش نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ میں تحریف کر دی تھی نماز میں صرف تالیاں بجانا اور کودنا ہی رکھا تھا اور وہ بھی بتوں کے آگے اور اسیطرح قربانی بھی بتوں کے لیئے کرنے لگے تھے اسلیئے اس آیت میں انہیں دونوں اصول عبادت کی اصلاح کے لیئے فرمادیا اپنے رب کے لیئے نماز پڑھ اُن قواعد سے جو تجھے بتائے گئے اور قربانی بھی اپنے رب کے لیئے کر نہ غیر اللہ کے لیئے۔ اور اس قربانی میں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ نفس کو ذبح کرو اپنی ذات کو اسکی ذات میں فنا اور محو کرو اور یہ روحانی قربانی ہے جو خاص حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کا حصہ ہے۔ اور اسیطرح انکی نماز بھی رب کے لیئے ہے نہ نہ ثواب کے لیئے نہ عذاب سے بچنے کے لیئے محض اسکی ذات پاک کے لیئے۔

بعض علماء انحر سے مراد نماز کے متعلق افعال لیتے ہیں جیسا کہ صل سے شکر گزاری کرنا مراد لیتے تھے۔ پھر اُنکے متعدد اقوال ہیں۔ (۱) تکبیر اولے کے وقت ہاتھ اُٹھانا (۲) بعض کہتے ہیں ہر تکبیر کے وقت ہاتھ اُٹھانا (۳) بعض کہتے ہیں کہ دعا کے وقت سینہ تک ہاتھ اُٹھانا (۴) جلسہ استراحت کرنا کہ سینہ سیدھا ہو جاوے۔ واحدی فرماتے ہیں کہ ان سب اقوال کی اصل یہ ہے کہ نحر سینہ کو کہتے ہیں (نحر شتر کشتن و بریدن سینہ و بر سینہ زدن و در سینہ شدن نحر و منحر بالفتح پیش سینہ (صراح)) اونٹ کی قربانی بھی سینہ کے پاس سے یعنی اُسکے حلقوم کی جڑ سے ہوتی ہے جو سینہ سے ملا ہوتا ہے اور رفع الیدین میں بھی سینہ تک ہاتھ اُٹھانا ہوتا ہے۔ مگر قربانی کرنیکے معنی اس جگہ مراد ہیں اور یہی قول قوی ہے کیونکہ نماز کے ساتھ زکوۃ کا اکثر جگہ قرآن مجید میں ذکر ہے۔ اور قربانی بھی ایک قسم کی زکوۃ ہے۔ دوئم مشرکین بتوں کے لیئے نماز پڑہتے تھے سجدہ و رکوع کرتے تھے اور انہیں کیلئے جانوروں کی قربانی کرتے تھے جیسا کہ اب مشرکین ہند بتوں کو بکرا چڑہاتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر میں تاکید کر کے اُن مشرکوں کو سنا دیا گیا کہ یہ فعل بد ہے۔ ہر عبادت کا مستحق حق سبحانہ ہے اور اہل توحید کا یہی دستور ہے۔ اور رفع الیدین وغیرہ آداب صلوۃ تو فصلّ میں آگئے پھر اُنکے بالخصوص ذکر کرنے سے کیا فائدہ تھا؟ (سوم) عبودیت کی دو ہی باتیں ہیں اوّل تعظیم امر اللہ دوم شفقت بر خلق خدا پس فصلّ میں پہلی بات کیطرف اور وانحر میں دوسری کیطرف اشارہ ہے (چہارم) انحر کا لفظ عرب کے محاورہ میں قربانی کے معنے میں مستعمل ہے اور معنی پیدا کرنا لغت تراشی ہے۔

سعادت کے طریقے بیان فرما کر یہ بات بھی بتلاتا ہے کہ یہ سعادت آپ ہی کے اتباع میں حاصل ہے کیونکہ آپ اللہ کی طرف سے مامور ہیں اور جو آپ سے محبت نہ رکھے بغض و عداوت رکھے وہ دین و دنیا میں نامراد ہے اسلیئے فرماتا ہے ان شانئک ہو الابتر کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ سے عداوت رکھنے والا جو در اصل اللہ تعالےٰ سے عداوت و بغض رکھتا ہے وہی ابتر بریدہ ہے۔ جسکا بعد میں کوئی عمل صالح دنیا میں باقی نہیں نہ اسکا کوئی نام لینے والا نہ اُسکے بعد میں اُسکا سلسلہ جاری ہو یعنی جمیع اقسام حسنات سے محروم ہے۔ اور بحمد اللہ آج تک کہ تیرہ سو چودہ برس ہوئے یہ پیشینگوئی آفتاب کیطرح روشن چلی آتی ہے۔ آنحضرت صلعم کے دشمن اور توہین کرنے والے جو آپکے عہد میں تھے کیا کیا سب دیکھکر مرے اور پیچھے نام رہا نہ نشان۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو فرزندوں کا انتقال ہو گیا تو عاص بن وائل سہمی وغیرہ کفار مکہ نے آپس میں یہ کہا تھا کہ یہ ابتر یعنی اوت پوت ہے۔ حق سبحانہ اپنے حبیب کیطرف سے آپ جواب دیتا ہے کہ در اصل وہی اوت پوت ہیں۔

سورہ کافرون مکہ میں نازل ہوئی اسکی چھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۚ وَلَاۤ اَنَا

(اے پیغمبر) کہدے کافرو نہ تو میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرتا ہوں - اور نہ تمہیں میرے معبود کو پوجتے ہو - اور نہ میں

عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ؕ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۠

تمہارے معبودوں کی عبادت کرونگا - اور نہ تم میرے معبود کی عبادت کروگے - تمکو تمہاری راہ اور مجھکو میری راہ

ترکیب

یا ایہا حرف النداء الکافرون المنادیٰ لا اعبد الخ ندا او الجملة مقولة قوله قل وفی تکریر قوله لا اعبد الخ ولا انا عابد الخ قولان الاول التکریر للتاکید والمقام مقام التاکید لان الکفار یطلبون منه صلی اللہ علیہ وسلم عبادة اصنامہم بالاصرار والثانی ان الاول للمستقبل والثانی للحال لان لا لاتدخل الا علی المضارع بمعنی المستقبل فقوله لا اعبد الخ معناه لا اعبد فی المستقبل ما تطلبونه منی من عبادة اصنامکم ولا انتم فاعلون فی المستقبل ما ارید منکم من عبادة ربی وقیل علی العکس - وفی ما سوال لانہا لغیر ذوی العقول فکیف یصح قوله ما اعبد فانه صلی اللہ علیہ وسلم یعبد اللہ تعالیٰ وہو اعلم العالمین والجواب منه علی وجہین الاول ان ما مصدریة فی الجملتین کانه قال لا اعبد عبادتکم ولا تعبدون عبادتی لا فی الحال ولا فی الاستقبال والثانی ما بمعنی الذی والعائد محذوف وقیل الاولیان بمعنی الذی والاخریان مصدریتان دینکم مبتداء موخر لکم خبر مقدم دین اصله دینی حذفت النون لتوافق رؤس الآیات وبقیت الکسرة علامة علیہا -

تفسیر

یہ سورہ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی - ابن مسعود و حسن و عکرمہ کا بھی یہی قول ہے - مگر قتادہ اور ابن زبیر و ضحاک کہتے ہیں کہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے - اسکی چھ آیت ہیں -

ربط - اس سورہ کا کوثر سے یہ ہے کہ سورہ کوثر میں آپ کو بشارت دی تھی کہ آپ ہر طرح دین و دنیا میں کامیاب ہیں آپ کے اتباع کی کثرت و شوکت عالم غیب میں ٹھہر چکی ہے اس سے آپکو اطمینان کلی اور ہمت دلائی تھی تاکہ دنیا بھر کے مخالفوں کی کثرت و شوکت کا کچھ بھی دل میں اثر نہو اسلئے آپ کا دل قوی کرکے اس سورہ میں اسوقت کے تمام دنیا کے لوگوں کو جو کفر و بت پرستی کی اندھیریوں میں سرگردان تھے اور اپنے دین و ملت پر نازاں تھے اعلان عام کھلے کھلے الفاظ میں دلایا جاتا ہے کہ تم کافر ہو - اور میں تمہارے معبودوں کی عبادت نکرونگا اور نہ تم میرے معبود برحق کی بلا شائبہ شرکت عبادت کرنیوالے ہو -

اور شان نزول بھی اسی مضمون کی تصدیق کر رہا ہے اور وہ شان نزول یہ ہے کہ کفار قریش کی ایک جماعت نے جنمیں ابوجہل و عاص بن وائل و ولید بن المغیرہ و اسود بن عبد یغوث و اسود بن عبد المطلب بھی تھے عباس رضؓ کی معرفت یہ کہلا بھیجا کہ آپ ہمارے

معبودونکی اور انکی پرستش کی برائی کرنی چھوڑ دین - اگر آپ کو سلطنت کا شوق ہے تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لین اور اگر مال مقصود ہے تو مال چندہ کرکے دیدین اور اگر عورت سے شوق ہو تو عورت جو تمام قبائل قریش مین حسین ہو وہ آپ کو دین - آپ نے فرمایا مجھے ان چیزونمین سے کسیکی بھی حاجت نہین مین یہی چاہتا ہون کہ تم ہلاکت سے بچو اور راہ راست اختیار کرلو - اسکے بعد پھر یہ پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے معبودونکی پرستش کرین ہم آپکے معبود کی کرینگے اسوجہ سے باہم تفرقہ نہوگا نہ کوئی رنجش پیش آویگی ورنہ آپکو ہمارے معبودونسے الگ ہوکر برا کہنے اور توحید جاری کرنے مین بڑی بڑی مصیبتین دیکھنی پڑینگی - اسکے جواب مین یہ سورہ مبارکہ نازل ہوئی جسمین صاف صاف کہدیا کہ تم کافر ہو مجھ سے یہ امید ہرگز نہ رکھو -

فرماتا ہے قل کہ اے محمد کہدے - ہرچند آپ مامور من اللہ تھے جو کچھ فرماتے تھے اپنی طرف سے نہین بلکہ اللہ کی طرف سے اور اسی کے فرمانے سے مگر اس جگہ اور اسکے بعد اور تین اخیر کی سورتون مین اس لفظ قل کا ابتدا مین لانا ایک خاص رمز ہے اسجگہ یہ ہے کہ مین اپنی طرف سے اسکو کافر نہین کہتا اور نہ خود تمہارے بتون کی پرستش کو برا کہتا ہون بلکہ مامور ہون اور اس کہنے مین بے اختیار ہون - پھر میرا کہنا نہ ماننا بلکہ مجھ سے ناراض ہونا تمہاری زیادتی اور صریح ظلم ہے ورنہ پہلے بھی تو مین تم مین رہا کرتا تھا پہلے نہ کچھ کہہ دیا اسے بات کو سوچ لو کہ تم مریض ہو اور مین تمہارے علاج کے لئے تمہارے رب کیطرف سے بھیجا گیا ہون جس نے اپنی رحمت سے مجھے بھیجا ہے - اور حکیم کا فرض ہے کہ جو کچھ مریض مین مرض ہو اسکو بیان کردے بیمار کے برا ماننے کی پروا نکیے تاکہ بیمار متوجہ ہوکر علاج کرائے اس لیئے اسکے بعد یا ایہا القوم نہ فرمایا بلکہ یا ایہا الکافرون کے خطاب سے مخاطب کیا کہ تم کفر کے مرض مہلک مین گرفتار ہو اور بجائے ازالہ مرض کے خود حکیم کو اپنے مرض مین شریک کرنا چاہتے ہو تو سن لو لا اعبد ما تعبدون مین ان جھوٹے معبودون کی عبادت نہین کرتا ہون جنکی تم کرتے ہو - مین خاص خالق کی عبادت کرتا ہون اور وہی عبادت کرنے کے لایق ہے اور تم مخلوق کی عبادت کرتے ہو - کہین ستارونکی کہین ارواح غیر مرئیہ جن اور بھوت اور ملائکہ اور ارواح حضرات انبیاء و اولیاء کی - کہین اجسام علویہ کے نفوس کی اور کہین اجسام و اصنام کی کہین عناصر کی کہین بنی آدم کے محترم لوگون کی - کہین ہوا - پانی - خاک - آگ کی - کہین نباتات کی - کہین حیوانات کی - اور لطف یہ کہ ان چیزون کی عبادت کو حق سبحانہ کی عبادت اور خوشنودی کا ذریعہ سمجھتے ہو - اور مخلوق کو خالق جانتے ہو - اس لیئے ان سے حاجات طلب کرتے ہو - دہائی دیتے ہو - مدد مانگتے ہو - نذر و نیاز کرتے ہو - یہ بت پرستی ہے نہ خالق پرستی - اور بلا شرکت خاص خالق کی عبادت کو تم بیکار جانتے ہو - یہ بلا نہ صرف عرب مین تھی بلکہ اسوقت دنیا بھر مین پھیلی ہوئی تھی - ایران - ہند - یورپ - افریقہ سب ممالک اور سب قومین عیسائی یہودی پارسی ہندو اس بلا مین گرفتار تھے - اس لیئے آپ نے باواز بلند کہدیا کہ مین ان چیزون کی عبادت نہین کرتا ہون -

مگر اے سیاہ باطنون تم بھی تو میرے معبود برحق کی عبادت نہین کرتے ہو فقال ولا انتم عابدون ما اعبد کہ تم بھی میرے معبود کی عبادت نہین کرتے ہو کس لیئے کہ تمہارا یہ سمجھنا کہ ہم ان اشیاء کو جہت قبلہ اور وسیلہ سمجھتے ہین - اور دراصل عبادت

اللہ ہی کی کرتے ہیں غلط خیال ہے کس لیئے کہ دراصل یہ عبادت انہیں معبودون کی ہے نہ میرے معبود برحق کی۔ وہ اس قسم کی عبادت سے بری ہے۔

اور آیندہ بھی مجھ سے یہ توقع نہ رکھنا اس لیئے فرمایا ولا انا عابد ما عبدتم اور نہ میں آیندہ تمہارے معبودون کی عبادت کرونگا اور مجھے تم سے یہ توقع نہیں ولا انتم عابدون ما اعبد کہ تم اُسکی عبادت کرو جسکی میں کرتا ہون۔ اس میں اُن کفار کی طرف اشارہ ہے کہ جنکی تقدیر میں کفر پر مرنا مقرر ہوچکا تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا گیا تھا اُن کو سمجھانا صرف حجت کا تمام کر دینا تھا یہ وہی لوگ ہیں کہ جنکی نسبت یہ ارشاد الٰہی ہوچکا ہے ختم اللہ علے قلوبہم کہ اُنکے دلون پر مہر خدا نے لگا دی ہے۔ اور وہ لوگ جو بالفعل کافر ہیں اور آیندہ ایمان لانے والے ہیں وہ دراصل ازلی کافر نہیں وہ تو ہزارون ایمان لائے اور خالص اللہ کی عبادت کرنے لگے سو اس جملہ میں وہ مراد نہیں نہ اس سے پہلے جملہ میں۔

ف مفسرین فرماتے ہیں کہ دوبارہ اسی جملہ کا لانا محض تاکید کے لیئے ہے کیونکہ وہ حضرت سے اس بات کی تمنا کرتے تھے کہ ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں آپ ہمارے معبودونکی کیجئے تاکہ نفع و نقصان میں برابر ہوجاوین اور بار بار اسپر اصرار کرتے تھے اسلیئے دوبارہ فرمایا گیا اور یہ بلاغت کا اصول ہے کہ مخاطب کے حال کے موافق کلام کیا جاوے۔ جسطرح ہماری زبان میں تاکید کے لیئے کہدیتے ہیں میں نہیں کرونگا میں نہیں کرونگا۔ لیکن بعض علماء فرماتے ہیں کہ اول جملہ لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عابدون ما اعبد میں حال کی نفی تھی کہ بالفعل نہ میں تمہارے معبودون کی عبادت کرتا ہون نہ تم میرے معبود کی عبادت کرتے ہو اور دوسرے جملہ ولا انا عابد ما عبدتم ولا انتم عابدون ما اعبد میں استقبال کی نفی ہے کہ نہ آیندہ میں تمہارے معبودون کی عبادت کرونگا نہ تم میرے معبود کی عبادت کروگے۔ بعض کہتے ہیں اول جملہ استقبال کے لیئے تھا اور یہ حال کے لیئے ہے۔

جب یہ اتحاد بالکل منقطع کر دیا گیا تو صاف صاف علیحدگی کی بھی خبر دیدی فقال لکم دینکم تمہارے لیئے تمہارا طریقہ پسند ہے کہ اُسی پر چلتے ہو ولی دین اور مجھے اپنا طریقہ پسند ہے میں اسی پر چلونگا اور چلتا ہون۔

ف۔ اُس زمانہ میں کہ تمام دنیا کفر و بت پرستی کی نجاستون سے بھری ہوئی تھی اور انسانی بدی کی گھنگور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں روشنی کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا تھا اصول ملت بیضاء ارکان طریقت حنفیہ مٹ چکے تھے اور اہل کتاب کے مذہب میں جو کسیقدر چمک تھی اُسپر بھی دنیا پرست احبار اور راہبون نے گرد و غبار ڈال رکھا تھا ایسا دعوی کر دینا اور برملا اشتہار کفر جاری کر دینا نہ اسوقت کوئی ظاہری سامان نہ یار و انصار بلکہ اپنا شہر اور اپنا خاندان ہی دشمن نہ کسی بادشاہ وقت کی مدد نہ کسی حکومت کا سہارا۔ اگر اس تائید غیبی اور عطائے کوثر کا اثر نہیں کہ جسکا ذکر یسعیاہ علیہ السلام نے بطریق پیشین گوئی کے فرمایا ہے تو اور کیا ہے۔ دنیا طلب کبھی ایسا نہیں کر سکتا وہ اگر ایک قوم کو مخالف کرتا تو دوسری کو موافق بھی بنا لیتا ہے۔ اور پھر اخیر تک آپ اس دعوے پر ایسے قائم رہے کہ دنیا کی مصائب اور قبائل کی بار دھاڑ قتل و ضرب نے کچھ بھی جنبش نہ دی یہ دلیل ہے کہ آپ مؤید من اللہ تھے۔

ف ۱ بعض علماء اس سورہ یا اس آیت لکم دینکم ولی دین کو منسوخ بتلایا کرتے ہین بلکہ منسوخ الحکم کی مثال
مین پیش کیا کرتے ہین - اور وجہ یہ بیان فرماتے ہین کہ اس سورہ مین جہاد ترک کر کے بیٹھ رہنے کا حکم ہے
اور آیت قتال وجاہد الکفار الآیہ مین آن سے جہاد کا حکم ہے کہ انکو اُنکے دین سے مجبور کر کے اسلام کیطرف لاؤ
اور نہ مانین تو قتل کر ڈالو - اس لیئے یہ سورہ منسوخ اور آیت قتال ناسخ ہے -
مگر یہ قول ضعیف ہے کس لیئے کہ اس سورہ مین کہین نہین کہ کفار کو آن کے مذہب پر قائم رہنے کی اجازت ہے اور
لکم دینکم کے یہ معنی نہین کہ تم اپنے دین پر قائم رہو - دوئم اس سورہ مین حکم نہین بلکہ خبر ہے - اور خبر منسوخ نہین ہوا
کرتی اور اب بھی یہی بات ہے کہ اہل اسلام کفار کے معبودوں کی عبادت نہین کرتے نہ کرینگے وہ اللہ جل وعلا کی خالص توحید
محمدی سے عبادت کرتے ہین کفار کو اپنا دین پسند ہے مسلمانون کو اپنا دین پسند ہے بلکہ بوقت جنگ بھی یہی بات ہے
پس محققین کے نزدیک یہ سورہ محکم ہے نسخ کا اس مین دخل بھی نہین ہے -
ف ۲ - احادیث صحیحہ مین اس سورہ کے بہت سے فضائل آئے ہین ازانجملہ وہ حدیث ہے کہ جسکو ترمذی نے نقل کیا ہے
عن ابن عباس وانس بن مالک قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زلزلت تعدل نصف القرآن وقل ہو اللہ احد تعدل
ثلث القرآن وقل یا ایہا الکافرون تعدل ربع القرآن رواہ الترمذی - کہ ابن عباس وانس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذا زلزلت نصف قرآن کی برابر ہے اور قل ہو اللہ ثلث قرآن کے برابر ہے اور قل یا ایہا الکافرون ربع قرآن کے برابر ہے
اور وجہ اسکی یہ ہے کہ کل قرآن مین یا نیک باتون کا حکم ہے یا بری باتون سے ممانعت ہے اور ہر ایک کی دو دو قسم ہین کیونکہ یا تو
اُن باتون کا حکم ہے جو دل سے متعلق ہین یا اُنکا جو اعضا سے متعلق ہین اور اسیطرح ممانعت یا تو افعال قلبیہ سے ہے یا افعال
جوارح سے یہ چار قسم ہوئین اور اس سورہ مین صرف اُن باتون سے ممانعت ہے جو قلوب سے متعلق ہین اور وہ شرک ہے اور گو
بظاہر عبادت غیر اللہ اعضاء سے بھی متعلق ہے مگر محرک در اصل دل ہے اسوجہ سے اس سورہ کو چوتھائی قرآن کے برابر فرمایا -
احمد و ابو داؤد و ترمذی و نسائی وغیرہ نے ابن عباس رض سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نوفل
بن معاویہ اشجعی نے پوچھا تھا کہ یا حضرت مین سوتے وقت کیا پڑھا کرون ؟ آپ نے فرمایا قل یا ایہا الکافرون پڑھکر سویا کر
کسلیئے کہ یہ شرک سے برات ہے - یعنی دل سے پڑھنے والا شرک سے بری ہو جاتا ہے اگر مر گیا تو توحید پر مریگا - نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہو تو مین تمہین ایسا کلمہ بتلاؤن جو شرک سے بری کردے - لوگون نے عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ فرمایا سوتے وقت
قل یا ایہا الکافرون پڑھ لیا کرو - اخرجہ ابو یعلی والطبرانی -
بخاری مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر مین پہلی رکعت مین سبح اسم ربک پڑھتے تھے اور دوسری
مین قل یا ایہا الکافرون اور تیسری مین قل ہو اللہ احد - یہ سورہ توحید کا اقرار اور شرک سے بیزاری کا اعلان ہے
اور یہی جمیع عبادات کا اصل الاصول ہے -

سورۂ نصر مدینہ میں نازل ہوئی اور اسکی تین آیتیں ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ
جبکہ اللہ کی مدد اور فتح آ چکی ۔ اور آپ نے لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق جوق داخل ہوتے دیکھ لیا ۔ تو آپ نے

بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝
رب کی تسبیح کرو ستائش کے ساتھ اور اس سے معافی مانگ بیشک وہ قبول کرنیوالا ہے

ترکیب

اذا منصوب بجاء وقیل بسبح نصر اللہ مصدر مضاف الی الفاعل والمفعول محذوف ای نصرہ ایاک او المؤمنین و ہذا فاعل جاء و معناہ حصل وانما عبر بالمجیئ تجوزا للاشعار بان نصرہ یقینی و قد قرب حصولہ والفتح عطف علی نصر اللہ و رایت عطف علی جاء و رایت ان کانت بمعنی العلم فمفعولہ الاول الناس والثانی یدخلون وان کانت بمعنی ابصرت فیدخلون حال ۔ وعلی التقدیرین افواجا حال فاعل یدخلون ای فوجا بعد فوج فسبح الخ جواب الشرط بحمد ربک فی محل النصب علی الحال ای سبح اللہ حامدا لہ او متلبسا بحمدہ ای قل سبحان اللہ بحمدہ واستغفرہ عطف علی سبح انہ کان الخ تعلیل لقولہ استغفرہ ۔ ای لان من شانہ قبول التوبۃ ۔

تفسیر

یہ سورہ جمہور کے نزدیک مدینہ میں نازل ہوئی ہے مگر ابو یعلی و بزار و بیہقی نے ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ سورہ ایام التشریق میں بمقام منی حجۃ الوداع میں نازل ہوئی جس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جان لیا کہ یہ میرے لیئے اُدہر کا پیغام ہے یعنے آپ جس کام کے لیئے بھیجے گئے تھے اب وہ پورا ہو چکا یا ہو چکنے کو ہے دنیا فانی آپ کے ٹھہرنے کی جگہ نہیں اب ہماری طرف توجہ کیجیے تسبیح کیجیے اور حمد بیان کریئے اور امت کے لیئے استغفار کیجیے ۔ ابن عباس رضؓ کو عمرؓ بدری لوگوں کے ساتھ بلایا کرتے تھے بعض صحابہ کو برا معلوم ہوا کہ یہ بچہ ہے ہمارے ساتھ اسکو کیوں بلایا کرتے ہیں ۔ عمرؓ نے فرمایا اسلیئے کہ اسکی فضیلت تمہیں معلوم نہیں پھر ایکبار مجلس میں بلایا اور لوگ بھی موجود تھے اُن سے سوال کیا کہ اس آیت کے تم کیا معنی بیان کرتے ہو اذا جاء نصر اللہ والفتح لوگوں نے کہا یہ کہ جب ہمکو فتح و نصرت نصیب ہو تو اسکی تسبیح کریں اور معافی مانگیں ۔ عمرؓ نے ابن عباس سے کہا کہ تم کیا کہتے ہو ابن عباسؓ نے کہا یہ مطلب نہیں بلکہ علامت ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اجل کی جو آپ کو بتلائی گئی ۔ عمرؓ نے فرمایا میں بھی یہی سمجھتا ہوں رواہ البخاری ۔ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ سورہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کئی مہینے پہلے نازل ہوئی ہے اسمیں تین آیتیں ہیں ۔

اس سورہ کو قل یا ایہا الکافرون سے یہ ربط ہے کہ سورہ کافرون میں صلے و غذ غہ اعلان تھا کہ میں تمہارے معبودوں سے

بیزار ہون اور تم بت پرست کافر ہو۔ اور اس سے پہلے سورہ کوثر مین یہ مژدہ عطا ہوچکا تھا کہ آپ کو کوثر عطا ہوا ہے آپ کی ذریت اور اتباع کی کثرت ہوگی۔ اب اس سورہ مین تسلی دیجاتی ہے کہ آپ اس اعلان کے بعد کفار کے غلبہ سے خوف نہ کرین گو ہر طرف وہی محیط ہین قریش مکہ اور جمیع قبائل عرب سے یہود و نصاریٰ و مجوس تک سب آپکے بدخواہ ہین مگر آپ کچھ بھی پروا نکرین آپکے لیئے اللہ کی مدد اور فتح طیار ہے ایک دن آنے والا ہے گویا آہی چکا ہے کہ آپ کا دین غالب آجائیگا کفر کو شکست ہوجاویگی بت پرستی منہ موڑکر بھاگے گی اور اس کفر و بت پرستی کے حامی مغلوب ہوجاوینگے اور گروہ کے گروہ لوگ آپکے دین مین داخل ہونگے اور وہ آپکے کام کا اخیر ہوگا تب ہماری طرف آنے کی تیاری کیجیو تسبیح و تحمید اور امت کیلئے استغفار کی کثرت کیجیو چنانچہ اس بشارت کے موافق واقع ہوا جیسا کہ ہم ابھی بیان کرینگے۔ اس مناسبت سے یہ سورہ قل یا ایہا الکافرون کے بعد رکھی گئی ۔

فقال اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا کہ جب اللہ کی مدد اور فتح آچکی اور تم اے نبی علیک السلام لوگون کو خدا کے دین مین جوق جوق داخل ہوتے دیکھ لیا کہ آج ایک جماعت اسلام لائی کل دوسری قوم اسلام لائی ۔

آیت مین چار باتین بیان فرمائین (اول) اللہ کی نصر کا آنا (دوم) فتح کا حاصل ہونا (سوم) لوگون کا دین الٰہی مین داخل ہونا (چہارم) ایک ایک دو دو کا نہین بلکہ جماعتون کا اور قومون کا دین مین داخل ہونا۔

اب ہم ان چارون باتون کی تشریح کرتے ہین تاکہ کلام الٰہی کے معنی خوب طرح ذہن نشین ہوجاوین۔ (نصر) تحصیل مطلوب مین اعانت (فتح) تحصیل مطلوب یعنے مقصود کا حاصل کردینا۔ اور نصر فتح کا سبب ہوتا ہے اس لیئے نصر کے بعد فتح کا ذکر عطف کے طور پر کیا گیا۔ پھر اعانت عام ہے کبھی اسباب ظاہری کے پیدا کردینے سے ہوتی ہے جیسا کہ مخالفون پر فتح پانے مین لشکر و اعوان و انصار کا موجود کردینا یا جو لشکر کو کارآمد چیزین ہوتی ہین ان کا موجود کردینا ہتیار اور خوراک وغیرہ یا مخالفون کی مدافعت کے اسباب پیدا کردینا ان مین بزدلی اور ہیبت اور سوء تدبیری پیدا کردینا اسی لحاظ سے بدر کے معاملہ مین فرمایا ہے وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم ۔ اور یہی حال ہے انسانی قدرات کے مقابلہ مین ۔ انسان جب تہذیب نفس حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسکو اس ملک کے فتح کرنے کے لیئے قوائے بہیمیہ و سبعیہ و شیطانیہ کے لشکرون سے لڑنا پڑتا ہے اس موقع پر جو تائید غیبی ہے وہ اللہ کیطرف کی نصرت ہے اور اسکے بعد مقصود کا حاصل ہونا فتح ہے اسیطرح بدراہ قومون کی اصلاح اور انکے نفوس کی تہذیب حضرات انبیاء علیہم السلام کا بڑا مقصد ہوتا ہے اور یہ حاصل ہونا کچھ آسان بات نہین اس مین مدد غیبی درکار ہے وہ کیا لوگون کے دلون مین اس شخص کی قبولیت اور اسکی بات کا اثر پیدا کردینا یہ نصر اللہ ہے جسکے بعد فتح ہی فتح ہے یعنی پھر جوق جوق اور گروہ کے گروہ دین اللہ مین ایک کشش باطنی سے خود بخود داخل ہونے لگتے ہین اور اسیکو فتح مبین بھی کہتے ہین سو یہ اسی کوثر کے عطا کرنے کا ظہور ہے۔ اور اخیر عمر مین جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین آرہے تھے یہ بات حاصل ہونے لگی تھی اور یوماً فیوماً ترقی پر تھی خصوصاً فتح مکہ کے بعد سے روزمرہ قبائل کے قبائل اور کبھی انکے ایلچی آتے اور تلقین پاکر جاتے اور سب مسلمان ہوجاتے تھے آپنے خود جماعتون کی جماعتون کو دین الٰہی مین داخل ہوتے دیکھ لیا۔

اور خدا ے پاک نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور پھر آپکے بعد بھی یہی سلسلہ جاری رہا۔

مفسرین نے لفظ نصر اور فتح کے وسیع معنون کو ایک ایک بات مین محدود کیا ہے حالانکہ وہ سب کو شامل ہین اور سب ہی مراد ہین پس جسطرح نصرت الٰہی کے متعدد طریقے معلوم ہوئے اسیطرح فتح کے بھی ہین۔ اول فتح مکہ اسکی مختصر کیفیت یہ ہے کہ عرب کے اکثر قبائل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے مگر مکہ کے لوگ ابھی تک اسی بت پرستی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلے پر تلے ہوئے تھے اور کئی بار لڑائیان میدان مین آکر لڑ چکے تھے یہ شہر مقدس کفار کا مرکز ہو رہا تھا ہجرت کے آٹھوین سال جیساکہ بخاری مین عمر سے روایت ہے دس ہزار لشکر کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا قصد کیا جسکی بابت کتاب یسعیاہ علیہ السلام کے ۴۲ باب مین پیشین گوئی ہے جسکے جملے یہ ہین دیکھو میرا بندہ جسے مین سنبھالتا میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے مین نے اپنی روح اسپر رکھی وہ قومونکے درمیان عدالت جاری کرائے گا الخ اسکا زوال نہوگا اور مسلا نہ جائیگا جب تک راستی کو زمین پر قائم نکرے الخ اسمین اذا جاء نصر اللہ والفتح الخ کے مضمون کی پوری تائید ہے خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اُسکائیگا وہ چلائیگا ہان وہ جنگ کے لیئے بلائیگا وہ اپنے دشمنون پر بہادری کریگا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عرب کی قومون کو بلایا اور قبائل جمع ہوئے دس ہزار لشکر ساتھ ہوا مکہ کے لوگ امان کے طالب ہوئے آپنے امان دی اور سبنے ایک لخت اسلام اختیار کر لیا کفر کا جھنڈا اُکھڑ گیا۔ اب عرب مین کوئی مذہبی مخالف باقی نہین رہا۔

(۲) بعض کہتے ہین فتح سے مراد خیبر کی فتح ہے جو سال حدیبیہ کے بعد جبکہ مسلمانون کو رنج وملال تھا واقع ہوئی اور جسکے بعد مسلمانون کو فراخدستی میسر آئی (۳) جمیع فتوحات مراد ہین جو غزوات مین پے درپے نصیب ہوئین اور اسلامی شوکت زور پکڑ گئی۔ فتح مکہ۔ خیبر۔ طائف۔ حنین وغیرہ۔ (۴) فتوحات غیبیہ علوم واسرار ملکوتیہ جو رفتہ رفتہ آپ پر منکشف ہوتے تھے اور آخر اُس کا حضرت احدیہ کا دروازہ کھل جانا اور کشف ذاتی ہے کہ پھر یہ کثرت وحدت کے ملاحظہ کے لیئے کسیطرح بھی حاجب نہوتی تھی۔ اور عرفاء وکملاء ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہونچ جاتے ہین کہ اُنپر عالم غیب کے دروازے کھل جاتے ہین تب وہان کی چیزین عیاناً نظر آنے لگتی ہین اور اُسی عالم کے لوگون سے موانست زیادہ ہونے لگتی ہے اس عالم سے بے اعتنائی ہوجاتی ہے۔ پھر جسطرح اس عالم کے لوگونکا شغل خدا پاک کی تسبیح وتقدیس ہے اور یہی باعث راحت اور سرور روح ہے ان لوگونکا بھی ہوجاتا ہے اسلیئے فرمایا ہے فسبح کہ خدا پاک کی تسبیح کیا کرو اور تسبیح بھی کیسی بحمد ربک جملہ سے ملاکر سبحان اللہ وبحمدہ۔

واضح ہو کہ حق سبحانہ کو صفات مذمومہ سے مبرا سمجھنا عین عبودیت ہے کہ وہ فانی نہین حادث نہین کسی کام مین کسیکا محتاج نہین الواث بشریہ وکدورات امکانیہ سے پاک ہے نہ وہ سوتا ہے نہ بیمار ہوتا ہے وغیر ذالک پس اس قسم کے اوصاف بد سے مبرا سمجھنا تسبیح ہے اور اسکے لیئے شرع مین الفاظ مقرر ہین سبحان اللہ وغیرہ کہنا۔

پھر یہ زبان سے بھی ہوتی ہے اور دل سے بھی اور کبھی انسان یا ممکنات کی حالت سے بھی کہ خود بخود اُسکی بناوٹ کہہ رہی ہو کہ خالق جمیع عیوب اور نقصانون سے پاک ہے اور اس آیت مین اسیطرف اشارہ ہے وان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم

کہ ہر چیز اُسکی تسبیح کرتی ہے مگر تم نہیں سمجھتے ؎ بذکرش ہر چہ بینی در خروش ست ؛ ولے داند درین معنے کہ گوش است ؛ نہ بلبل بر گلش تسبیح خوانے ست ؛ کہ ہر خارے بہ تسبیحش زبانے ست ؛ پھر اُس تسبیح کے مراتب متفاوت ہیں۔ ادنے مرتبہ زبان سے کہنا۔ اور اعلے یہ کہ زبان اور قلب دونوں سے تسبیح کرنا۔ اور جن جن نقصانوں سے اُسکی پاکی بیان کیجاتی ہے انکے برخلاف اوصاف کمال کا اُسکی ذات میں مشاہدہ کرنا اور اُس مشاہدہ سے انوار کا اُسکی ذات پر انعکاس پڑنا اور اُسکا بھی ان نقائص سے پاکیزہ ہوجانا گو حدوث کے خصائص سے چھٹکارا مشکل ہے مگر تسبیح سے اُسپر ایک ایسی تجلی پڑتی ہے کہ جس سے روح کو نورانیت حاصل ہوتی ہے اور آخر کار اسکے خصائص بشریہ مٹتے مٹتے یہانتک نوبت پہونچ جاتی ہے کہ یہ مجردات وملائکہ میں ملجاتا ہے اور پھر اُنسے بھی بڑھکر بارگاہ قدس میں جگہ پاتا ہے جیساکہ فرمایا فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر ۔

تسبیح عارف کی حالت ابتدائی ہے کس لیئے کہ پہلے آئینہ یا کسی لوح کی جسپر کوئی نیا رنگ جمانا ہوتا ہے تو صفائی کرلیجاتی ہے پھر رنگ یا نقش قایم کرتے ہیں۔ اور یہ اس لیئے کہ بندہ حادث ہے حدوث وجسمانیت کے ہزاروں خصائص میں آلودہ ہے بہیمیت کی تاریکی اسپر محیط ہے مجردات اور عالم ملکوت سے بون بعید ہے حتی کہ اُسکے ادراکات میں بھی صفائی نہیں قوت وہمیہ اپنا دخل دیئے بغیر نہیں چھوڑتی جب کوئی معانی مجردہ اُسکے لوح قلب پر ڈالے جاتے ہیں تو قوت وہمیہ ضرور اُنکو بھی کسی نہ کسی جسمانی قالب میں ڈھال ہی لیتی ہے اسی لیئے حق سبحانہ اور ملائکہ جو جسمانیت سے پاک ہیں جب اُن کا تصور کرتے ہیں تو کسی خوبصورت آدمی کی شکل میں یا اور کسی جسمانی چیز میں اور اسی لیئے خواب میں جب روح دوسرے عالم کیطرف متوجہ ہوتی ہے اور وہان کے علوم اُسپر فائض ہوتے ہیں تو قوت وہمانیہ اُنکو بھی اُنکے مناسب صورتوں میں ڈھال لیتی ہے جن سے جدا کرکے بتانا تعبیر دینا ہے۔ اور اسی لیئے اگلی قوموں میں چونکہ بہیمیت غالب تھی وہ حق سبحانہ کی عبادت بغیر کسی مجسم صورت پر دھیان دہرے کرہی نہیں سکتے تھے اور اب بھی جنکی بہیمیت غالب ہے اُنپر جو کبھی تجلی ہوتی ہے تو کسی محبوب اور دلکش صورت میں۔ اور اسی لیئے اُن لوگوں نے بت آگے رکھکر عبادت کا طریقہ نکالا تھا جیساکہ خام کار اور لڑکے خاکا آگے رکھے بغیر کوئی کام ہی نہیں کرسکتے۔ مگر آنحضرت صلے اللہ وسلم کے عہد مبارک میں نورانیت وملکیت کا غلبہ ہوا اور یہ ابتدائی مشق اُٹھوا کے بغیر شائبہ حدوث وامکان بلاکیف اُس خالق قادر کی عبادت قائم کی گئی اور عبادت میں بھی اول تسبیح قائم ہوئی کہ ان کدورات والواث بشریہ سے اُسکی ذات مقدس کو پاک اور مبرا سمجھا جاوے۔

اسکے بعد صفات حمیدہ سے موصوف سمجھانا۔ یعنی جو جو اُسکے صفات کاملہ ہیں اُنکا اُسکی ذات پاک میں ثابت کرنا جیساکہ وہ حی ہے۔ کریم ہے۔ باقی ہے۔ ازلی ہے۔ ابدی ہے۔ ظاہر ہے۔ باطن ہے سمیع ہے بصیر ہے عادل ہے۔ رحیم ہے۔ وغیر ذالک اسکو تحمید کہتے ہیں یعنے اُسکے اوصاف حمیدہ کے ساتھ اُسکو یاد کرنا عام ہے کہ اُن نعماء کا بھی ذکر ہو کہ جو اُسنے بندے کو عطا فرمائیں یا نہیں۔ یہ دوسرا مرتبہ ہے رنگ یا نقش جمانے کا ہر ایک صفت باری تعالے کا جب بار بار مراقبہ کیا جاتا ہے اور تصور صحیح جمایا جاتا ہے تو ضرور روح پر اُسکا پرتو اپڑتا ہے اور پھر مشق کرتے کرتے نوبت دور تک پہونچ جاتی ہے لیکن روح کی استعداد وقابلیت میں فرق بھی ضرور ہے بعض قابل اور مستعد ارواح کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ تسبیح سے فنا

طاری ہو جاتی ہے اور تحمید سے بقا کا پہلو تو اپڑ جاتا ہے پھر اُس مین بھی مراتب متفاوت ہین - اس رمز کے لیئے قرآن مجید مین اور بالخصوص اس سورہ مین تسبیح کے ساتھ تحمید کا حکم دیا اور اسی لیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ بحمدہ سبحان اللہ العلی العظیم اکثر کہا کرتے تھے اور لوگون کو ترغیب بھی دلاتے تھے ۔

اور بندہ کو ہزار کوشش اُسکی عبادت مین کرے مگر جیسا حق ہے ویسا ادا ہونا مشکل ہے اسی لیئے اعتراف قصور بھی ایک شان عبودیت ہے اور نیز بارگاہ اعلا مین بندے کی عاجزی بہت ہی پسند ہے اسلیئے اسکے بعد یہ بھی جملہ ارشاد فرمایا واستغفرہ کہ اپنے رب سے بخشش اور معافی مانگ باوجود اس تسبیح و تحمید کے پھر بندہ کا عجز و انکسار کرنا اور اپنے آپکو خطا وار سمجھکر معافی مانگنا نہایت عبادت ہے - اس لیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین دن بھر مین ستر بار خدا سے استغفار کرتا ہون اور یہ بھی ہے کہ یہ استغفار اُمت کے لیئے ہے کس لیئے کہ یہ آپ کا اخیر وقت ہے - اور آپ کی تکمیل انتہا کو پہونچگئی ہے اور آپنے اقوام کو دین الٰہی کی طرف بلایا ہے اب اسوقت اُنکے لیئے آپ کا شفیع بنکر استغفار کرنا اکسیر کا حکم رکھتا ہے اسلیئے آپ اُمت کے لیئے استغفار کیا کرتے تھے - اور یہ اُمت کی بڑی خوش نصیبی ہے کہ جنکا رسول اُن سے خوش ہو جاوے اور استغفار کرے

اس سورہ کے نازل ہونیکے وقت اکثر رمز شناس صحابہ سمجھ گئے تھے کہ عنقریب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہم مین سے اُٹھ جانے والے اور ہمکو داغ مفارقت دینے والے ہین چنانچہ صدیق اکبر اس سورہ کو سنکر زار زار رونے لگے لوگون نے کہا یہ تو خوشی کا مقام ہے کہ اللہ نے نصرت و فتح کا مژدہ دیا - اور قومون کے جوق جوق اسلام مین آنے کی خوشخبری سنائی پھر یہ بوڑھا کیون روتا ہے بعض نے کہا یہ حضرت کا قدیم رازدار ہے کوئی تو رمز ہے جو یہ سمجھ گیا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ابوبکر رض کے آنسوؤنکا سلسلہ ڈاڑھی پر بہتے دیکھا اور سمجھ گئے کہ یہ اس رمز کو سمجھ گئے آپنے فرمایا سب لوگونسے جو پہ خدمت گزاری مین اور مالی مدد مین ابوبکر کا بڑا احسان ہے اور اگر مین خدا تعالےٰ کے سوا اور کسیکو خلیل بناتا تو ابوبکر کو مگر خلت اسلامی کافی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ مسجد مین جو آنے کے لیئے کھڑکیان ہین سب بند کردیجائین مگر ابوبکر کی کھڑکی کھلی رہے یہ اسلیئے کہ اُسکو نہایت عشق ہے اور رازدار ہین تاکہ ہر وقت صحبت اُٹھانیکا موقع ملے - پھر جب اور لوگونکو بھی یہ راز معلوم ہوا اور لوگون نے اپنا اظہار غم و رنج کیا تو آپ نے فرمایا کیون غم کرتے ہو خوش نصیب ہے وہ اُمت جسکا رسول اُنسے خوش ہو جاوے اور جاکر اُنکے لیئے تیاری کرے اور بدنصیب ہے وہ قوم کہ جنکا رسول اُن مین زندہ رہے اور وہ قہر الٰہی سے ہلاک ہون چنانچہ اس سورہ کے نزول سے کئی مہینے بعد رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرمائی - انا للہ وانا الیہ راجعون -

بخاری مین ہے کہ اس سورۃ کے نازل ہونیکے بعد ہر نماز کے رکوع و سجود مین نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم یہ کہا کرتے تھے سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی - کہ اے اللہ تو پاک ہے اور تیری ستایش کرتا ہون اے رب بخشدے -

اس سورۃ پر عمل کرتے تھے اور بخشش اُس سے اس لیئے مانگ کیونکہ انہ کان توابا وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے اسکو بندہ کے رجوع ہونے سے بڑی خوشی ہوتی ہے توبہ کرتا ہے تو وہ درگزر کرتا ہے بڑا ہی حلیم ہے اُسکے آگے سر رکھدینا چاہیئے پھر اُسکی مہربانی اور عنایت کی کیا کمی ہے اللھم اتوب الیک اغفرلی ولوالدی ولجمیع المسلمین ٭

سورۂ لہب مکیہ ہے اس میں پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ؕ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ؕ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۚۖ

ٹوٹ جائیں ابی لہب کے دونوں ہاتھ اور وہ ٹوٹ بھی گیا۔ نہ تو اسکا مال اسکے کام آیا اور نہ اولاد وہ اب دہکتی آگ میں گرتا ہے

وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۠

اور اسکی جورو بھی۔ جو لکڑیوں کا پشتارہ اٹھائے گلے میں مونج کی رسی ڈالے پھرتی ہے

ترکیب

تبت فعل یدا اصلہا یدان سقطت النون بالاضافۃ الی لہب مضاف الیہ والمضاف مع ما اضیف الیہ فاعل تبت والید مؤنث عند العرب وابولہب کنیۃ عبدالعزی بن عبدالمطلب بن ہاشم والعزی اسم صنم وہو عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وکان مشہورا بالکنیۃ وانما اشتہر بہذا لانہ کان جمیلا وان وجہہ کان یتلہب لفرط حسنہ کما یتلہب بالنار۔ وتب فعل والضمیر فاعلہ یرجع الی ابی لہب عطف الجملۃ علی الجملۃ والتباب الخسران والحرمان من کل خیر وقیل الہلاک والتردی۔ والجملتان دعاء علیہ وقیل الاولی دعاء والثانیۃ اخبار۔ ما نافیۃ اغنی فعل عنہ متعلق بہ مالہ فاعلہ معطوف علیہ وما موصولۃ کسب صلۃ والعائد محذوف ای اکل معطوف وقیل ما مصدریۃ ای ما کسب بتاویل المصدر فاعل اغنی والجملۃ بیان لتبابہ سیصلی فعل والضمیر الراجع الی ابی لہب فاعلہ نارا مفعول بہ موصوف ذات لہب صفۃ وامراتہ معطوف علی الضمیر المتصل وجاز ذلک للفصل حمالۃ الحطب قراء الجمہور حمالۃ بالرفع علی الخبریۃ او النعتیۃ وقرء عاصم بالنصب علی الذم او علی انہ حال من امراتہ حبل موصوف من مسد صفۃ مبتدأ مؤخر فی جیدہا خبر مقدم والجملۃ فی محل النصب علی انہا حال من الضمیر فی حمالۃ وقیل فی محل الرفع علی انہا خبر آخر لقولہ وامراتہ الجید العنق۔ والمسد اللیف الذی تفتل منہ الحبال قیل المسد بسکون السین مصدر بمعنی الفتل وبفتحہا المحور من حدید او حبل من لیف او کل حبل محکم الفتل والجمع مساد وامساد کذا فی القاموس وقیل امراتہ مبتداء حمالۃ الحطب خبرہ فی جیدہا الخ حال من الضمیر فی حمالۃ۔ کذا قال ابن الصائغ۔

تفسیر

یہ سورہ بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ ابن الزبیر و ابن العباس کا بھی یہی قول ہے۔ اور اسمیں کسیکا بھی خلاف نہیں اسکی پانچ آیتیں ہیں اس کا ربط سورہ نصر سے یہ ہے کہ اس سورہ میں بتلایا گیا ہے کہ آخرت تو آخرت دنیا میں بھی آسمانی حکم قبول کرنے والوں کیلئے فتح و نصرت ہے دین اور دنیا کی کامیابی نصیب ہوتی ہے اسیطرح اس آسمانی حکم سے سرتابی کرنیوالوں اور مقابلہ اور عداوت سے پیش آنیوالوں کے لیئے بھی دنیا و آخرت کا خسارہ اور بربادی اور ہلاکی ہے۔ اس پہلی بشارت کا اول مستحق رسول کریم کو بنا کر مژدہ سنایا تھا اذا جاء نصر اللہ والفتح کہ لو آئی مدد اور فتح اللہ کی گو یا آہی گئی اس سورہ میں اس خسران و بربادی کا طوق ابی لہب حضرت کے حقیقی چچا کے گلے میں ڈال کر جملہ مخالفوں کو دکھایا جاتا ہے کہ مخالفت و عداوت کا یہ نتیجہ بد ہے جس کیطرف سورہ کوثر میں اشارہ تھا کہ آپ کو اے محمد کوثر عطا کیا اور آپکے دشمن کو ابتر کیا اسلیئے اس سورہ لہب میں اس بدبختی کا بھی حال بیان فرمانا ضرور تھا جو دین آلہی کے مقابلہ اور عداوت میں ظاہر ہوتی ہے

شان نزول اس سورۃ کا بخاری و مسلم وغیرہ محدثین نے یون نقل کیا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت اتری وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ تو آپ کوہ صفا پر چڑہے اور پہلے اول سے لیکر اخیر تک کے قبائل قریش کے نام لے لیکر پکارا اے بنی فلان اے بنی فلان آخر اے بنی ہاشم اے بنی عبد المطلب سب جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ بھلا اگر مین تمکو خبر دون کہ دشمن کا لشکر تمہارے لیئے طیار ہے شبخون ماریگا کیا تم مجھے سچا جانوگے سب نے کہا بیشک تو اب مین تمہین کہتا ہون کہ عذاب الٰہی تمپر آنے والا ہے نجات کا رستہ اختیار کرلو اور اپنے بچنے کی تدبیر نکالو۔ مین تمکو کہلا خبردار کرنے والا ہون۔ پھر خاص اپنے خاندان کیطرف جو بہت قریب تھے خطاب کیا کہ اے عباس وا اے فلان اور اے صفیہ میری پھوپھی اور اے فاطمہ میری بیٹی اسپر بھروسہ نکرو کہ ہم پیغمبر کے رشتہ دار ہین مین خدا کے ملزم کو نہین بچا سکتا۔ یہ گفتگو اور وعظ سنکر ابولہب نے جو آپ کا چچا تھا خفا ہو کر یہ کہا کہ تیرے ہاتھ ٹوٹ جائین تبا لک (کیا تو نے اسی بات کے لیئے ہمین بلایا تھا) اور یہ کہکر ایک پتھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پھینکا اور بہت کچھ گالی گلوج بکین جسپر یہ سورۃ نازل ہوئی۔ یہ واقعہ اسکے نزول کا محرک ہوا جس مین مخالفین دین کا دنیاوی اور دینی انجام بیان فرمایا جاتا ہے۔

ابولہب عبد المطلب کا بیٹا حضرت کا حقیقی چچا تھا اور نام اُسکا عبد العزیٰ تھا۔ سرخ رنگ خوبصورت آدمی تھا اور اُسکے چہرے کی چمک دمک کی وجہ سے اُسکی کنیت ابولہب ہو گئی تھی۔ کیونکہ لہب آگ کے شعلے کو کہتے ہین اور کسی وصف کے بتانے کے لیئے عرب مین ابو اور ابن اور اخ کے ساتھ منسوب کرنا ایک عام محاورہ ہے۔ مسافر کو ابن السبیل۔ چاند کو ابن اللیل عربی کو اخا العرب مٹی لگے ہوئے کو ابو تراب کہتے ہین یہ بات نہین کہ لہب اُسکا کوئی بیٹا تھا یا اُسکا باپ تھا۔ اور اُسکی بیوی کا نام ام جمیل تھا۔ حرب کی بیٹی اور ابو سفیان کی بہن معاویہؓ کی پھوپھی یزید بدبخت کی رشتہ کی دادی۔ ان دونون کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ازحد عداوت تھی۔ ابولہب کے دو بیٹے عتبہ اور عتیبہ جن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیان منسوب تھین وہ بھی سخت دشمن تھے۔ اُمّ جمیل رات کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رستہ مین کانٹے ڈالدیا کرتی تھی کہ اندھیرے مین چبھین اور آپ کو تکلیف ہو پھر اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد تو قوم مین ابولہب اور اُسکی جورو کا خاکا اوڑ گیا اور بھی عداوت بڑھ گئی اور اپنے بیٹون کو مجبور کیا کہ محمدؐ کی بیٹیون کو طلاق دیدو اور منہ پر جاکر سخت کلمات کہکر چھوڑ دو۔ چنانچہ عتیبہ ناہنجار نے آکر حضرت کے روے مبارک پر تھوکا اور بُرے الفاظ سے طلاق دی۔

فرماتا ہے تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ کہ ابی لہب کے دونون ہاتھ ٹوٹ گیئے اور وہ خود بھی ٹوٹ گیا۔ یہ لفظی ترجمہ ہے۔ مگر یہ اور اس قسم کے کلمات عرب کے محاورہ مین بددعا کے لیئے مستعمل ہوتے ہین حق سبحانہ کسی کو دعا نہین کرتا ہے بلکہ اس محاورہ مین اُسپر بربادی آنے کی خبر دیتا ہے جو دنیا و آخرت مین اُسپر آنے والی تھی۔ تب محاورہ کے موافق یہ ترجمہ ہوگا کہ ابی لہب کے دونون ہاتھ ٹوٹ جائین اور وہ خود بھی خراب ہو جاوے یا یہ کہ ہو گیا محاورہ ہے بددعا کے بعد ایسا کلمہ مستعمل ہوتا ہے جو قبولیت پر دلالت کرے جیسا کہ اس شعر مین ہے ؎

جزی ربہ عنی عدی ابن حاتم ٭ جزاء الکلاب العاویات وقد فعل ٭ ہمارے محاورے مین کہتے ہین خدا اسکو غارت کرے اور کر دیا۔

ف دونون ہاتھ ٹوٹنے سے کیا مراد ہے؟ ظاہری دونون ہاتھون کا ٹوٹنا مراد نہین بلکہ ہاتھ یا گردن یا سر سے انسان کو تعبیر کیا کرتے ہین مراد یہ کہ وہ خراب ہو جاوے۔ انسان کے اندر خدا پاک نے دو قوت رکھی ہین ایک قوت نظریہ جسکے سبب چیزونکا علم آتا ہے ہر ایک چیز کو

جانتا ہے امور غیب کی تصدیق کرتا ہے بُرے بھلے کاموںکا انجام سوچتا ہے نفع ونقصان کو جانتا ہے دوسری قوت عملیہ کہ جسکے سبب نیک وبد کام کرتا ہے۔ یہی دونوں قوتیں انسان کے حسنات اور سعادت دارین حاصل کرنے کے دو ہاتھ ہیں پھر جسنے ان دونوںکو برباد کردیا اور بُرے بُرے علم حاصل کئے عقائد فاسدہ کو دلمیں جگہ دی کہ مرنے کے بعد حساب وکتاب سزاوجزا کچھ نہیں خداتعالےٰ کے کاروبار قدرت وصفات میں اور بھی شریک ہیں جو نفع ونقصان دیسکتے ہیں۔ نبی کوئی شخص نہیں نہ نبوت کی ضرورت ہے وغیرہ۔ اور اسیطرح قوت عملیہ کو بُرے کاموں میں صرف کیا مخلوق کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کیجگہ ظلم کیا عفت کی جگہ بدکاری کی جنکی اطاعت کرنی چاہیئے تھی اُنسے سرکشی کی مقابلہ کیا عبادت الٰہی کی جگہ شہوت پرستی اور تن پروری کی خیرات کی جگہ بخیلی اور کنجوسی کی وغیرہ اُسنے اپنی کمائی کے دونوں ہاتھ توڑ دئیے یہ بات ابولہب کو حاصل تھی اسلیئے اُسکے حال کی اُس مغرور وبیخبر کو خبر دیجاتی اور مطلع فرمایا جاتا ہے اور اس رمز کے لیئے اُسکی ذات کے برباد وخراب ہونیکو دونوں ہاتھوں کے ٹوٹ جانیسے تعبیر کیا جاتا ہے (۲) یہ کہ انسان کی دو حالت ہوتی ہیں ایک موجودہ دوسری آیندہ چونکہ ابولہب کی دونوں حالتیں خراب تھیں اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت سے خراب ہوچکنے کو تھیں اسلیئے بطور پیشینگوئی کے دونوں ہاتھوں کے ٹوٹ جانیسے تعبیر کرکے بتادیا کہ تجھپر دنیا میں بھی آفت آنے والی ہے اور آخرت میں بھی۔

دنیا میں چند روز کے بعد اُسپر افلاس شدید آیا وہ بیٹا کہ جسپر ناز تھا اور جسنے آنحضرت صلعم کے روے مبارک پر تھوکا تھا اور گالیاں دیکر صاحبزادی کو چھوڑا تھا اور جسکے لیئے آپنے بددعا کی تھی کہ الٰہی اسپر تو اپنا کتا مسلط کر اور وہ اس بددعا سے اندیشہ بھی کرتا تھا شام کے ملک میں جارہا تھا یا وہاں سے آرہا تھا اور رفیقوں سے اپنی حفاظت بھی کرتا تھا رات کو شیر آیا اور آکر اُسنے چباکر چورا چورا کردیا اور پھر اُس بیماری میں کہ جسکو عرب عدسہ کہتے ہیں خود ابولہب مبتلا ہوا وہ مرض متعدی ہے اسلیئے کوئی پاس نہیں جاتا تھا بڑی تکلیف دیکھکر مرا چہرہ بگڑ گیا تھا دیکھنے والوں کو ہیبت آتی تھی کتوں جیسی آوازیں نکالا کرتا تھا۔ اور پھر اُسکی وہ جورو بھی مصیبت دیکھکر مری افلاس یہانتک غالب آیا تھا کہ لکڑیوںکا گٹھا باہر سے خود لاتی۔ ایک گٹھا سر سے گرپڑا کس لیئے کہ غمزدہ ہوچکی تھی مصائب نے کمر توڑدی تھی اور رسی کا پھندا جو گلے میں پڑا ہوا تھا وہ کھنچا گلا اب گھٹا کہ تڑپ تڑپ کر مرگئی۔ غرض ستیاناس ہوگیا مگر اللہ اللہ رحمت للعالمین کا دل اُنکی اس مصیبت پر بھی رنج کھاتا تھا اور رحم آتا تھا مگر کیا ہوتا ہے قضا کا تیر چھوٹ چکا تھا۔ خداپاک کو اپنی بے نیازی کی شان دکھانی تھی کہ بھتیجے کو کوثر عطا کرے اور اُسی گھر میں چچا اَبتر بنے جسکا کوئی نام لیوا بھی نہ رہا۔

ف۲ ۔ آیت میں اُسکا نام عبدالعزیٰ نہیں لیا کنیت سے یاد کیا۔ اسکی کئی وجہ ہیں (۱) یہ کہ عزیٰ بت کا نام تھا جسکا یہ بندہ بنا تھا ایسے مکروہ اور ناپسند نام کہ جن میں شرک کی بدبو آتی ہو عالم بالا کے نزدیک ذکر کرنے کے بھی قابل نہیں (۲) ابی لہب کا لفظ جسمیں لہب یعنی شعلۂ آتش پڑا ہوا تھا گویا ابتدا ہی سے اُسکے جہنمی ہونے کی خبر دے رہا تھا اسلیئے اس منحوس لقب کیساتھ یاد کیا گیا اور یہ اہل بلاغت کے نزدیک ایک عجیب لطیفہ ہے (۳) وہ ابی لہب سے مشہور تھا۔ اگر نام عبدالعزیٰ لیا جاتا تو جلد نہ سمجھا جاتا اسلیئے یہ نام لیا گیا اب اسکی خرابی کی تشریح فرماتا ہے ما اغنی عنہ مالہ وما کسب کہ نہ اُسکا مال کام آویگا نہ کمائی عزت وشہرت جو قوم میں حاصل کی تھی عائشہ صدیقہ وابن عباس ومجاہد فرماتے ہیں کمائی سے مراد اولاد ہے عرب کے محاورے میں۔ اور اسی کے مطابق ہوا بھی کیلیئے

کہ جب انتقام الٰہی کا وقت آیا تو دنیا مین مال کام آیا نہ اولاد کوئی بھی اُس آفت کو ٹال نہ سکا۔ اور اسیطرح مرنے کے بعد جو عذاب دردناک پیش آیا اور قیامت مین آویگا وہان بھی نہ مال کام آویگا نہ اولاد نہ دنیاوی عزت و وجاہت حسب و نسب۔ پھر جب یہ ایسی سست بنیاد چیزین ہین تو انپر فریفتہ ہونا اور آخرت کو بھول جانا اگر تباب و خسران ازلی نہین تو اور کیا ہے؟ اب آخرت کا حال بیان فرماتا ہے سیصلی نارًا ذات لہب کہ عنقریب وہ ایک ایسی آگ مین پڑے گا جو شعلہ مارتی ہوگی۔ یہ وہی آتش عداوت و عناد ہے جو دنیا مین شعلہ زن تھی اور صرف اسی پر بس نہین بلکہ وامرأتہ اُسکی جورو بھی اُس آگ مین گرے گی کیلئے کہ اُسکے دلمین بھی آتش عداوت شعلہ زن تھی۔ شعلہ مارنے والی آگ مین مرنیکے بعد تو وہ دونون گرے ہی ہین مگر پیغمبر خدا صلعم کی روز افزون ترقی اور اپنا تنزل دیکھنا بھی آگ مین گرنا تھا اور پیشینگوئی کے مطابق وہ بہت جلد اسمین گرے جو رات دن جلا کرتے تھے۔

اب اُسکی جورو کا حال بیان فرماتا ہے حمالۃ الحطب ف جو لکڑیون کا گٹھہ اُٹھانے والی ہے۔ (۴) فی جیدہا حبل من مسد اُسکی گردن مین مونج کی مضبوط رسی پڑی ہوئی ہے۔

بعض مفسرین فرماتے ہین کہ یہ اُسکی بیوی کے وہ اوصاف ہین جو دنیا مین اُسکو حاصل تھے۔ پھر اس تقدیر پر یا تو حقیقی معنی مراد ہین کہ خسیس و ذلیل تھی آپ لکڑیان لایا کرتی تھی اور جسطرح لکڑہارونکے گلے مین رسی بندھی ہوتی ہے جبکہ وہ لکڑیون کو جاتے ہین اسیطرح اُسکے بندھی رہتی تھی پھر ایسی خسیس و دنی الطبع کا خیرات و صدقات مین صرف کرنا کیسا؟ یا اُسکے مجازی معنی مراد ہین۔ حمالۃ الحطب عرب کے محاورہ مین اُس عورت کو کہتے ہین جو لگائی بجھائی کرے اور چغل خوری کر کے لڑائی کرائے چغل خور کو عرب کہتے ہین فلان یحطب علی فلان یہ استعارہ ہے اور فارسی مین بھی سخن چین کو ہیزم کش کہتے ہین۔ اُس بدنصیب کی یہ بھی عادت تھی کہ لوگون کو لڑا مارتی تھی اور عورتون مین یہ عیب زیادہ ہوتا ہے اِدھر کی بات اُدھر اور اُدھر کی اِدھر لیجایا کرتی ہین۔ یہ قتادہ و مجاہد و سُدّی کا قول ہے اور حقیقی معنی مراد لینے کا ابن زید و ضحاک و ربیع بن انس و مرۃ ہمدانی کا قول تھا۔ بعض فرماتے ہین کہ یہ اُسکی آخرت کی حالت ہو کہ جسطرح دنیا مین حضرت کے راستے مین ڈالنے کو کانٹے باندھکر لاتی تھی اور اپنے گلے کے گلوبند پر جو بڑا قیمتی تھا ناز کرتی تھی اور کہتی تھی کہ محمد صلعم کے ہلاک کرنے مین اسکو صرف کرونگی اسیطرح جہنم مین اُسکے سر پر لکڑیون کا گٹھا ہوگا اور وہ گلوبند ایک مستحکم رسہ بنکر گلے مین پڑا ہوگا جس سے فرشتے اُسکو گھسیٹین گے۔

گلے مین مضبوط رسّی سے اسطرف بھی اشارہ ہے کہ بہیمیت و شیطانیت کی مضبوط رسّی اُسکے گلے مین پڑی ہوئی تھی جسکو پکڑکر اُس کا نفس خبیث راہ حق سے کھینچتا تھا۔ ہر کافر و مشرک کے گلے مین اس قسم کی رسّی پڑی ہوئی ہے۔ بدکارونکے گلے مین شہوات کی رسی پڑی ہوئی ہے۔ محبان خدا کے گلے مین محبت کی رسّی ہے ؎ رشتۂ در گردنم افگندہ دوست ؛ میبرد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست ؛

ف حمالۃ الحطب مین اسطرف بھی اشارہ ہے کہ اُسکے گناہونکا گٹھہ اُسکی پشت پر تھا اور خواہش دنیا کی رسّی گلے مین پڑی ہوئی تھی۔

اور حمالۃ الحطب مین اُسکے خاوند کی نالایقی کی طرف بھی اشارہ ہے کیونکہ عورت بوقت مخصوص خاوند کو اوپر لادتی ہے اُسکا خاوند ایک لکڑیونکا پشتارہ ہے جو جلانے کے قابل ہو اور فی جیدہا الخ مین خاص اسکی طرف اشارہ ہو کہ اپنے نفس بد کی یا اُس نالایق خاوند کی بڑی مطیع ہے گویا اطاعت کی گلے مین رسی پڑی ہوئی ہو اور رسی بھی بڑی مضبوط کھجور کے پٹھون کی ۱۲ منہ

سورۂ اخلاص مکہ میں نازل ہوئی اسمیں چار آیتیں ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل ہو اللہ احد ۝ اللہ الصمد ۝ لم یلد ولم یولد ۝ ولم یکن لہ کفوا احد ۝

(اے نبی) کہدو یہ کہ اللہ یگانہ ہے ۔ اللہ بے نیاز ہے ۔ نہ کوئی اس سے پیدا ہوا نہ وہ کسی سے ۔ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے

ترکیب

ہو الضمیر للشان اللہ مبتدا احد خبرہ والجملۃ تفسیر للضمیر وہو مرجع ویمکن ان یرجع الضمیر الی المذکور وہو الرب وعلی ہذا التقدیر
ہو مبتدء اللہ واحد الجملۃ خبرہ ویمکن ان یکون اللہ خبر اول احد خبر ثان ویجوز ان یکون احد بدلا من اللہ
ویجوز ان یکون احد خبر مبتدء محذوف ۔ والفرق بین الاحد والواحد مشہور ۔ اللہ مبتدء الصمد خبرہ ۔ لم یلد
ہذہ الجملۃ وکذا ما بعدہا تفسیر الصمد ۔ ولم یکن احد اسمہ وفی الخبر وجہان احدہما کفوا ولہ الاستقرار یکان او حال من کفوا
والثانی الخبر لہ وکفوا حال من احد ای ولم یکن لہ احد کفوا فلما قدم النکرۃ قدم نصبہا علی الحال

تفسیر

یہ سورہ جمہور کے نزدیک مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور عطا و عکرمہ و جابر و ابن مسعود کا بھی یہی قول ہے اور قتادہ و ضحاک و سدی
کہتے ہیں کہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ اور ابن عباس سے بھی ایک روایت کرتے ہیں ۔ مگر قوت جمہور کے قول کو ہے ۔
اس سورہ کی چار آیتیں ہیں ۔ اور ربط اس سورہ کا سورہ لہب سے یہ ہے کہ ابولہب اور دیگر معاند قریش جس بلا میں پڑے تھے
وہ خدائے واحد لاشریک کو جیسا جاننا چاہیئے اسکے مطابق نہ جاننے سے پڑے تھے اب اس سورہ میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ حق سبحانہ کیسا ہے
اور اسکو کیسا سمجھنا چاہیئے اور نیز سورہ کافرون میں جسکی عبادت کا اقرار تھا اُسکے کامل اوصاف بیان کر دینا مقتضائے رحمت اور محبت
کا اہتمام ہے اگر کوئی شک بھی یقین نہ لائے اور اسکی ذات مبارک میں باطل خیالات پیدا کرے جو شخص توہمات پر دھنی میں لوا اپنا
سر کھائے اور ابتر بنے کوثر سے محروم رہے اور ابولہب والی بلا میں گرفتار ہو وے اس لئے اسکے بعد اس سورۃ کو ذکر کیا گیا ۔
اور شان نزول اسکا مجملا یہ ہے کہ کفار قریش نے یا کسی اعرابی نے یا یہود کے علما کعب بن اشرف و حی بن اخطب وغیرہ نے نبی کریم
صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ تو اپنے رب کے کچھ اوصاف بیان کر تاکہ معلوم ہو کہ وہ کیسا ہے اسپر یہ سورہ مبارکہ نازل ہوئی
پھر اس بات کو محدثین نے مختلف الفاظ سے اور قدرے اختلاف مضامین سے اپنی اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے چنانچہ امام احمد
نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور حاکم نے مستدرک میں اور ابن خزیمہ نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ مشرکین نے
حضرت سے پوچھا تھا کہ اپنے رب کو بیان فرمایئے تو یہ سورہ نازل ہوئی الخ اور اسیطرح ترمذی نے ابوالعالیہ سے روایت کی ہے ۔ اور طبرانی
و بیہقی و ابونعیم نے جابر سے روایت کی ہے کہ کسی اعرابی نے عرض کیا تھا کہ رب کے اوصاف بیان فرمایئے تب یہ سورہ نازل ہوئی

اور بیہقی وغیرہ نے علماء یہود کے سوال پر نازل ہونا بیان کیا ہے -
اور یہ ممکن ہے کہ اول مکہ کے قریش نے سوال کیا ہو اور سورۃ نازل ہوئی اور پھر مدینہ مین آکر یہود نے یا اعرابی نے بھی یہی سوال کیا ہو اور آپ نے
اس سورہ مبارکہ کو پڑھ سنایا ہو اور مفسرین کے نزدیک ایک سوال کے جواب مین کسی آیت یا سورۃ کا پڑھ دینا بھی نازل ہونے سے تعبیر کیا
جاتا ہے جیسا کہ ہم مقدمہ تفسیر مین بیان کر آئے ہین اس تقدیر پر روایات مذکورہ بالا مین کچھ بھی اختلاف نہین -

فضائل

اس سورہ مبارکہ کے بہت کچھ ہین یہ توحید وعقائد اسلامیہ کی جو ذات پاک حق سبحانہ کی بابت ہین اور جنکو ایمان سمجھا جاتا ہے بنیاد ہی
وہ سب اس سورۃ مین مذکور ہین اور گویا اس پارہ مین قرآن مجید کا خاتمہ اسی پر ہے اور باقی پچھلی دو سورتین قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس
تتمہ کے طور پر ہین جنمین ہر ایک قسم کے شر سے جو آسمانی ہو یا اُسکے اسباب ظاہری بنے ہوں جو توحید و اعتقاد مین فرق ڈالنے والے شر ہین حق سبحانہ
پناہ مانگنے کا حکم ہے جسمین اشارہ ہے کہ ان شرور سے بچتے رہو اور ان خطرات وسوسوں کو دل مین جگہ نہ دو اور اپنے اسی اعتقاد پر دم اخیر تک قائم رہو -
امام بخاری و احمد وغیرہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اُسکی قسم کہ جسکے قبضہ مین میری جان ہے یہ
سورہ تہائی قرآن کے برابر ہے - امام احمد و نسائی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ جسنے یہ سورہ پڑھی گویا اُس نے تہائی قرآن مجید پڑھا
تہائی کے برابر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ مضامین قرآن مجید تین قسم کے ہین - توحید و صفات باری تعالیٰ - کیفیت افعال عباد - قیامت
اور وہانکے حالات - سو اس سورہ مبارکہ مین توحید و صفات پورے ہین -
بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ آپنے چند شخصوں کو جہاد مین بھیجا اُنکا امام نماز مین جب قرأت تمام کرتا تو قل ہو اللہ پر کرتا لوگون نے واپس آکر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپنے فرمایا کہ اُس سے پوچھو وہ ایسا کیون کرتا تھا اُسنے جواب دیا کہ اس مین حق سبحانہ کی صفات ہین اس لیے
مین اسکو دوست رکھتا ہون آپنے فرمایا کہ اُسکو خبر کر دو کہ خدا تجکو دوست رکھتا ہے - اور بھی احادیث اسکے فضائل مین وارد ہین -

فوائد

قل کہ اے نبی کہدو - اس مین اشارہ ہے کہ آپ از خود نہین فرماتے یہ اسرار کہ جن تک حکمار کے عقول کو بھی برسون کی ریاضت
اور غور و فکر کے بعد بھی پوری رسائی نہین علم غیب کیطرف سے ہین - اس لفظ کے سننے کے بعد مخاطب کو شوق اور انتظار بھی پیدا
ہوتا ہے کہ دیکھیے عالم غیب سے اسکے بعد کیا ارشاد ہوتا ہے - قل ہو اللہ احد کہ وہ رب کہ جسکی صفت تم بیان کرتے ہو اللہ ہے جو یکتا ہے
جسکی ذات اور صفات مین یکتائی ہے - ذات مین اس طرح سے کہ نہ اور کوئی شریک الوہیت ہے نہ اُسکی ذات کے لیئے اجزاء ہین
نہ تحقیقی نہ تقدیری نہ ترکیبی نہ تحلیلی - اور صفات مین یکتائی یہ ہے کہ وہی ازلی ہے اور کوئی نہین وہی ابدی ہے اور کوئی نہین وہی قادر مطلق ہے
اور کوئی نہین وہی عالم مطلق ہے کہ جسکے علم سے کوئی چیز باہر نہین اور غیب کے علوم اور اسرار اُسکے سامنے حاضر ہین اور کوئی ایسا نہین وہی رحمن و رحیم
حقیقی ہے اور کوئی نہین وہی موجود اصلی ہے اور کوئی نہین اور جو موجودات ہین تو اُنکا وجود ذاتی نہین بلکہ مستعار ہے اُسیکے وجود کا پرتو ہے وہی
مستغنی ہے اور کوئی نہین الغرض وصف احدیت اُسیکا حصہ ہے اسلیئے لفظ احد آیا جسکے معنی ہین یکتا نہ واحد جسکے معنی ہین ایک احد اور واحد مین

رد احد
فرق

فرق ہے جمہور کے نزدیک۔ ابن بری فرماتے ہیں کہ احدیت کے ساتھ بجز حق سبحانہ کے اور کوئی متصف نہیں ہو سکتا رجل احد درہم احد نہیں کہتے
بلکہ رجل واحد درہم واحد کہتے ہیں اور واحد احد میں وہ فرق ہے جو واحد اور یکتا میں ہے کہ ایک اور یکتا میں فرق ہے۔ اور اگر کوئی یون کہے کہ ایک
شخص اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا تو [illegible] عربی میں کہیں گے لایقاومہ احد تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ
کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا [illegible] نفی کے موقع میں مستعمل ہوتا ہے اور یہ بھی ہو کہ واحد کے اوپر اثنین ہے
اور یہ نہیں۔ بعض فرماتے ہیں [illegible] قلت کا نہ کسی شرط کے وجود کا نہ عدم کا انتہی حقیقت
محضہ جو منبع ہے جمیع صفات [illegible] کا احد ذات [illegible] یکتائی کی صفت معتبر ہے۔ اور اسیلئے اول ہو فرمایا
ہو ذات بحت ہے [illegible] اسکو اسم ذات کہتے ہیں اور چونکہ جمیع صفات کمالیہ اسی
اس میں مستجمع ہیں [illegible] اسکی صفات اسمین کثرت نہیں پیدا کرتیں اور جو کثرت بھی
ہے وہ محض اعتباری [illegible] کوئی بھی فرق نہیں آیا۔ اور اسیلئے صوفیہ کرام کے نزدیک
مقام احدیت اور مقام واحدیت میں فرق ہے [illegible] کہ دونون لفظوں کے ایک ہی معنی زبان عرب میں ہیں
صرف تخفیف کے لیئے واحد کے و کو ہمزہ سے بدل لیا کرتے ہیں۔

فوائد

کہ اس سورۃ میں بندون کے مراتب کا بھی ایما ہے اور دنیا پر جس قدر مذاہب باطلہ تھے یا ہیں ان کا بھی رد ہے اور اپنی صفات
کا بھی اظہار ہے۔ یہ تین باتیں ہوئیں۔ قول اول بات کی طرف اس ایک آیت میں اشارہ ہے اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ بندون
کی تین قسم ہیں اول مقربین کہ جنکی ہستی بیکبارگی بالکل غائب ہوگئی اور اسی لیئے ہستی کے ظلمانی پردے انکی آنکھون سے
اٹھ گئے اب انکو عالم میں کسی کی ہستی نہیں دکھائی دیتی اس آفتاب حقیقی کے سامنے تمام موجودات کے ستارے مخفی ہوگئے
یا یون کہو کہ اشیاء کے تعینات پر نظر نہیں رہی پھر تو تمام اسی کی ہستی اور اسی کے وجود کا دریا روان دیکھتے ہیں ؎
چو سلطان عزت علم برکشد ٭ جہان سر بجیب عدم درکشد ٭ اور اسی معنی میں عارف جامی نے فرمایا ہے ؎ بخدا غیر خدا
در دو جہان چیزے نیست ٭ بے نشان است کزو نام و نشان چیزے نیست ٭ اور بندہ کی ایسی حالت ہو جانی عقلاً ممکن ہے
اور اسکی مثال یہ ہے کہ جب کوئی سبز یا سرخ آئینہ آنکھون پر لگا کر دیکھتا ہے تو باوجودیکہ اشیاء باہم متمیز ہیں مگر سب اسکو سرخ یا سبز
ہی نظر آتی ہیں۔ یہ مقربین حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام ہیں جنمیں صدیقین و شہداء بھی داخل ہیں انکو بجز اسکے
اور کی حقیقی ہستی ہی معلوم نہیں ہوتی اس لیئے انکے لیئے لفظ ہو فرمایا۔ گو یہ اشارہ مطلق ہے کوئی قید نہیں مگر جب مشار الیہ
معین ہے تو بجز اسکے اور کون مراد ہو سکتا ہے۔ دوم اصحاب الیمین جو صلحاء و ابرار ہیں انکی ہستی و ملکیت کا وزن برابر ہے
اسلیئے انکی آنکھون میں مخلوق کا بھی وجود ہے انپر وہ حالت طاری نہیں جو مقربین پر تھی اسلیئے لفظ ہو انکے لیئے کافی نہ تھا
بلکہ ایک ایسا لفظ درکار تھا جو خالق و مخلوق میں امتیاز کردے اسلیئے اسکے بعد لفظ اللہ آیا اسکے سننے سے انپر انکشاف ہوگیا

کہ مستجمع جمیع صفات کمال اور الوہیت کا مستحق وہی ہے اور کوئی نہیں۔ سوم اصحاب الشمال یعنے اشرار جنکی ملکیت پر بہیمیت غالب آگئی اور آنکھوں پر بھاری پردے پڑ گئے عقل خداداد کا نور زائل ہو گیا قلب کے آئینہ پر زنگ لگ گیا روح کا جوہر بگڑ گیا یہ کفار و مشرکین ہیں ان عقل کے اندھوں کے نزدیک جہاں کوئی بڑی چیز سامنے آگئی اور اُسکا کرشمہ انکے دل پر نقش ہو گیا اُسکو الوہیت مین شریک کر لیا پھر کسی نے اُسکو مستقل دوسرا خدا مان لیا کسی نے خدائی کا حصہ دار ٹھہرا لیا۔ آفتاب ستارے عناصر احجار و اشجار و ملائکہ و بنی آدم کے ابرار و مقربین اور جن و خبیث سب کو خدائی مین شریک کر لیا۔ ان کی مثال گدھے کے نادان بچے کی سی ہے گائے دیکھی اسکو ماں سمجھ کر پیچھے ہو لیا۔ بیل دیکھا اُسکو ماں سمجھ کر اسکے پیچھے دوڑ پڑا۔ پھر کسی نے ذات حق سبحانہ کا شریک ٹھہرایا تو کسی نے صفات کا۔ اسکے لیے لفظ احد ارشاد فرمایا تاکہ اس لفظ کو سنکر ہی سمجھین۔

دوسری بات۔ یون تو بہت سے باطل مذہب ہیں اور اس وقت بھی سے تھے مگر انکی تقسیم یون کر کے ضبط کر سکتے ہین کہ یا تو وہ لوگ ہین جو سرے سے اس کائنات کے بانی کا مستقل وجود ہی نہیں مانتے عناصر و ذرات کو کہتے ہین قدیم ہین اور ہمیشہ رہین زمین۔ پانی۔ ہوا۔ آتش۔ افلاک و سیارات اور پھر انکی ترکیب سے حیوانات و جمادات و نباتات موالید ثلثہ پیدا ہو جاتے ہین اور جب تک وہ قوت جو مرکب ہونے سے انمین آئی ہے باقی ہے اور محافظ قوت انکی صورت ہے یہ باقی ہے تو وہ بھی رہتے ہین نہیں تو ترکیب کی گرہ کھل جاتی ہے اور ہر جزو اپنی اپنی جگہ جدا ہو کر چلا جاتا ہے اور اسیکا نام فنا ہے نہ کوئی خدا ہے نہ ملائکہ نہ غیر محسوس چیزون کا وجود ہے نہ مرنیکے بعد حساب ہے نہ ثواب و عذاب۔ انبیاء و دیگر اچھے لوگ بندونکی تعلیم کرنے کے لیے اور ترغیب و ترہیب کے لیے جنت و دوزخ سے ڈراتے ہین۔ یہ ایک مذہب ہے پھر اسکی بہت سی شاخین ہین دہریہ اور طبعیہ۔ اور یورپ مین آجکل اپنی ملکی زبانون کے نامون سے مختلف القاب سے موسوم ہین۔ حکماء یونان مین بھی ایسے بہت لوگ تھے اور دیگر ممالک مین بھی اور ہنود مین بھی ایسے بہت گروہ ہین یہ بلا پہلے بھی بہت پھیلی تھی اور آجکل نئی تعلیم کا زور اسی پر ہے اور ان کو شرع مین ملحد بھی کہتے ہین۔ ملحدون کی بڑی بڑی تصانیف ہین۔ یا وہ اس کائنات کے بانی کا وجود مستقل مانتے ہین اور اُسکی ہستی کائنات کی ہستی سے جدا تسلیم کرتے ہین پھر اُسکے ہر زبان مین جدا جدا نام ہین۔ خدا۔ اللہ۔ گاڈ۔ پرمیشر۔ ننکری وغیرہ۔ اور یہ فرقہ بہت ہے۔ اور اکثر دنیا کی آبادی مین یہی لوگ پائے جاتے ہین پھر انکی دو قسم ہین یا تو وہ کسی آسمانی کتاب اور نبی کے قائل ہین یا نہیں اور جو قائل ہین اُن کو متدین کہتے ہین اور جو قائل نہین وہ غیر متدین ہین۔ غیر متدین لوگونکے پھر بہت سے فریق ہین جیسا کہ افریقہ اور ہند کے جنگلی لوگ۔ پھر جو اُن مین شائستہ ہین اُنہون نے از خود یا اُنکے پیشواؤن اور علماء نے اُنکے لیے قوانین بھی بنائے ہین اور کتابین بھی لکھی ہین۔ میرے نزدیک اکثر ہنود کے مذاہب اور اسیطرح اہل چین و تاتار کے مذاہب اور اسیطرح مجوسیون کا مذہب اسی قسم مین داخل ہے۔ اس فریق کے آگے بہت سے فریق ہین مگر سب نے بانی کائنات حق سبحانہ کی ذات پاک اور اُسکے صفات مقدسہ مین کائنات مین سے بڑی بڑی چیزون کو حصہ دار ٹھہرایا ہے۔ عناصر و کواکب و احجار و اشجار اور ارواح غیر مرئیہ کو۔ ان اشیاء کو سمجھتے ہین کہ یہ مستقل خدا تو نہیں مگر خدا تعالےٰ ان بغیر کوئی کام بھی نہین

کرسکتا اس لیئے انکی خوشامد کرنا بھی انہیں ضرور ہوا اور پھر ان چیزون کی پرستش اور نذر و نیاز کے عجائب عجائب دستورات و قانون بنا
کسی نے انکے نفوس کی پرستش کی کسی نے انکے اجسام کی مورتین بنائین پھر کسی نے صرف علویات کی پرستش پر قناعت کی
ستارون اور کواکب ہی کو پوجنا اختیار کیا فرقہ صابئیہ جو کسی جگہ مذکور ہوا اسکا یہی طریق تھا قدیم یونانی اور اہل مصر اور اہل شام
و عراق کا بھی یہی مذہب تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مین عرب کے بھی اسیطرح صدہا معبود تھے کہ جسطرح اب تک
ہنود کے ہین اور مجوس بھی اسیطرح عناصر پرستی کرتے تھے جیسا کہ اب تک کرتے ہین۔ اب رہا فرقہ متدین جو دنیا پر تعداد مین
سب سے زیادہ ہے۔ پھر انکے بھی اقسام ہین۔ یہود جو حضرت عیسے علیہ السلام سے اوپر تک کے اکثر نبیون کو مانتے ہین حضرت
موسے علیہ السلام کی توریت اور دیگر بعض انبیاء علیہم السلام کی جو انکے پاس محرف موجود ہین تعظیم کرتے ہین۔ سامریہ جو صرف
حضرت موسے علیہ السلام کی توریت کو مانتے ہین وہ بھی یہود ہی مین سے ایک شاخ نکلی ہوئی ہے۔ نصاریٰ جو حضرت عیسی علیہ السلام
کو اور ان سے پہلے سب انبیاء علیہم السلام کو مانتے ہین۔ اور توریت کو بھی انجیل کی طرح مقدس سمجھتے ہین یہ متدین فرقہ
حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا پھر ہر نبی اس طریقہ کی تقویت کرنے کو آیا مگر حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوۃ اللہ علیہ وسلامہ
نے اس طریقہ کو نہایت رونق دی اور اسکی بنیاد کے مستحکم پتھر رکھے اس لیئے اس بزرگ باخدا کی طرف ہر فریق متدین منسوب
ہوتا ہے اور اسکو حنیفیہ کہتے ہین۔ طریقہ حنیفیہ مین خدا تعالے کی توحید اور قیامت کا اعتقاد اور مرنیکے بعد جزا و سزا کا اقرار شرط ہے
خالص عبادت کی تاکید اگلے نبیون اور انکی کتابون اور فرشتون پر ایمان لانے کی تاکید ہے ناجائز افعال کے ارتکاب سے ممانعت
عرب مین حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل مین اس طریقہ کی پابندی کا دعویٰ تھا۔

مگر حنیفیت مین غیر مذاہب کے اختلاط سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد تک بہت نقصان آگیا تھا یہ محل بوسیدہ ہو کر گرنیکے
قریب ہوگیا تھا۔ یہود مین بہت سے فرقے پیدا ہوگئے تھے بہت سے قیامت کے بھی منکر ہوگئے تھے اور بہت مین بت پرستی
رواج پاگئی تھی اور اسیطرح رومیون اور یونانیون اور دیگر بت پرست قومون کے اختلاط سے عیسائیون مین صدہا فرقے ہوگئے
تھے اور اب تک ہین اور حضرت عیسے علیہ السلام کو خدا سے پاک کا بیٹا اور خدائی کا تیسرا جزو سمجھنے لگے اور بعض تو حضرت مریم کو بھی پوجنے
لگے تھے اور عرب مین بھی حنیفیت کے نشان مٹ چکے تھے عموماً بت پرستی رواج پاگئی تھی۔

اخیر زمانہ مین خدا تعالے نے عرب مین ایک ایسا نبی پیدا کیا جس نے اپنی روحانی طاقت سے اس ملت حنیفیہ مین پھر جان پھونکدی
اور جو کچھ اس فرقہ مین نقص پیدا ہوگئے ہین انکو دور کر دیا۔ اور اس نبی پر یہ سورہ نازل فرمائی جس مین جمیع مذاہب باطلہ خصوصاً
یہود و نصاریٰ کے قبائح پر تنبیہ کی گئی ہے۔

اب دنیا مین اصل فرقہ حنیفیہ جو ہے وہ اسی نبی کے متبعین ہین اور در اصل یہی لوگ حضرت ابراہیم و موسے و عیسے علیہم السلام وغیرہ
بزرگون کے ماننے والے ہین۔

اب مین فرقون کے ابطال کی اس سورۃ کے الفاظ سے تشریح کرتا ہون۔

ہوتے اُن ملحدوں اور خدا کے منکروں کو تنبیہ ہے جو کسیقدر عقل وادراک سے بھی بہرہ ور ہیں کیونکہ موجودات میں سے جب وہ ایک
چیز کو بھی غور کرینگے تو آخر یہی بول اُٹھیں گے کہ وہی ہے وہی۔ اب آفتاب ہی کو دیکھو اور اپنے علم کے گھوڑے دوڑاؤ اور اُسکو
ساکن بھی مان لو اور زمین کو اُسکے اردگرد حرکت کرتے ہوئے سمجھ لو تو اب یہ بتاؤ کہ اگر یہ خود بخود بنگیا ہے تو گول کس نے کردیا اور ہم
اور ستاروں سے یہ کیوں بڑا بنگیا اُن میں نور کیوں نہیں کس لئے کہ جسطرح از خود یہ بنا ہے وہ بھی بنے ہیں پھر اُسکے نور میں گرمی کی کیا وجہ
ہے اور مہتاب کے نور میں سردی کا کون سبب ہے پھر اُنکے باہم یہ ابعاد اس مقدار پر کیوں ہیں؟ اور جب یہ کسی کے مسخر نہیں تو پھر اس فاصلہ میں تفاوت
کیوں پیدا نہیں ہوتا اگر کہو مادہ علت ہے تو مادہ تمہارے قول کے موجب غیر محسوس چیز ہے اُسکے قائل ہونے کا کون سبب۔ پھر مادہ کو اس طرح
کیسے تقسیم کیا اور مادہ تو سب کا ایک ہے پھر تفاوت کیوں ہے؟ پھر اگر کہو صورتوں کے سبب سے تفاوت ہے تو اُن صورتوں کو کس نے پیدا کیا اور کیوں مختلف
صورتیں پیدا ہوئیں؟ پھر اگر یہی مادہ سبب اور علت ہے تو ترجیح بلا مرجح ہے اور اگر اور کوئی مرجح ہے تو وہی ہے آخر کار پھر پھرا کر اُسیطرف آنا
پڑتا ہے۔ مادی اور طبعی لوگوں کو بجز سکوت اور حیرت کے کوئی چارہ نہیں ہوتا اس بحث کو ہم اسیقدر پر تمام کرتے ہیں اور مادی اور طبعی
آج کل حکماء یورپ ہیں۔ اور جو بطی الفہم ہیں اُنکے لئے لفظ اللہ خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے۔

اب رہے وہ فرقے کہ جو خدا تعالیٰ کے وجود مستقل کے قائل ہیں اور اُسکو قادر بھی مانتے ہیں مگر ساتھ ہی اور موجودات کو بھی خدائی
میں شریک کرتے ہیں چنانچہ مجوس کہتے ہیں کہ ایک نوری خالق ہے جسکو یزدان کہتے ہیں اور ایک ظلمانی جسکو اہرمن کہتے ہیں۔ یزدان
نیک اشیاء اور نیک کام پیدا کرتا ہے اور اہرمن مضر چیزیں اور برے کام کراتا ہے اور دونوں کا باہم مقابلہ بھی ہوا کرتا ہے کبھی وہ غالب
یہ مغلوب اور کبھی یہ غالب وہ مغلوب اور دیگر مشرکین اور اشیاء کو اُسکی صفات میں شریک کرتے ہیں۔ عرب فرشتوں کو اور
جنوں کو خدا کے رشتہ دار اور بیٹیاں سمجھ کر کارخانہ قضا و قدر کا مختار کل جانتے تھے اسیطرح عناصر اور کواکب کو مظہر تجلی سمجھ کر اُن کو
قاضی الحاجات دافع البلیات خیال کرتے تھے بلکہ ہنود اور مجوس ابتک ایسا ہی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بغیر انکی عبادت
کے ہو نہیں سکتی نہ اُس تک اُنکے وسیلہ بغیر فریاد پہونچ سکتی ہے نہ نذر و نیاز۔ اور ہنود نے حیوانات نباتات کو بھی اُس مرتبہ میں سمجھ رکھا
ہے اور عرب کے مشرکوں اور دیگر اقوام کا بھی اسکے قریب قریب حال تھا۔ پھر کہیں کسی دیوتا کو پانی کا کسیکو صحت و تندرستی کا کسیکو ارزانی
کا اور کسیکو گرانی کا اور کسیکو اولاد و مال کا اور کسیکو فتح و شکست کا اور کسیکو موت و حیات کا مختار سمجھ رکھا ہے اور عرب نے بھی سمجھ رکھا تھا۔ پھر اُن
دیوتاؤں کی مورتیں پیتل تانبے سونے چاندی پتھر کی بنا رکھی تھیں اور مکانات میں رکھ چھوڑی تھیں جیسا کہ ہنود کے مندر یا بتخانے پھر اُنکے
آگے سجدہ کرتے تھے۔ قربانیاں کرتے تھے نذر و نیاز پیش کرتے تھے ناچ دکھاتے تھے گانے سناتے تھے بخور جلاتے تھے باجے بجاتے تھے
اور اُن مندروں کے پجاری مقرر تھے۔ اور اسیطرح زہرہ۔ مشتری۔ آفتاب۔ ماہتاب وغیرہ ستاروں کے مندر بنے ہوئے تھے اور
اور اب جسکو ان اگلے لوگوں کے حالات دریافت کرنے ہوں تو ہندوستان میں آکر ہنود کے معابد دیکھ لے کہیں ہنومان جی کھڑے
ہیں تو کہیں مہا دیو کی مورت ہے اور کہیں بشن کی اور کہیں بھیروں کی اور کہیں کالی دیوی کی تو کہیں لاٹن والی کی تو کہیں
اور کسی کی خصوصاً شہر بنارس میں یہ تماشہ خوب موجود ہے۔ ہر چند مسلمانوں کے آنے سے بہت کم ہو گیا مگر پھر بھی بہت ہے

پھر کہین مرد کے اعضاے تناسل کی صورت جسکو مہادیو کا لنگ کہتے ہین ایک کھرل مین کھڑا ہے جسکو پاربتی زوجہ مہادیو کا
اندام نہانی سمجھا جاتا ہے - سانپون کا مالک و مختار گوگا پیر سمجھا جاتا ہے جو ایک مارواڑی راجپوت تھا - اسیطرح اور صدہا
مکروہات ہین - ہنود کا فرقہ موحدہ جسکا آریہ نام ہے - ہرچند تاویلات رکیکہ کے ذریعہ سے اس داغ بدنامی کو اپنی کتب سے مٹانا
چاہتا ہے اور جن کتابون سے مٹ ہی نہین سکتا جیساکہ اٹھارہ پوران اُن کا منکر ہوگیا ہے - مگر سناتن دہرم کے پنڈت
انکی اس تدبیر کو کب چلنے دیتے ہین وہ کہتے ہین ان چیزون کی پرستش جیساکہ ہزارہا سال سے مروج ہے ہمارے چارون ویدون
اور چھوٹون شاسترون اور اٹھارہ پرانون کی صریح عبارات سے ثابت ہے کوئی ایک آدھ جملہ نہین جو اسکی تاویل کیجاوے
بلکہ بڑے بڑے جملے سے صفحا ہین اور ہمارے تمام پنڈت جو سنسکرت زبان کے ماہر تھے یہی مطلب سمجھتے آئے ہین اور
قدیم شراح نے یہی مطالب بیان کیے ہین پھر یہ دیانند جو در اصل سنسکرت کا ماہر بھی نہ تھا نہ اُسکے پورے قواعد جانتا تھا
ہزارون برسون کے بعد کہان کا پنڈت پیدا ہو گیا جو ہیر پھیر کے خلاف محاورے زبان کے معنے بیان کرنے لگا - یہ کتابین
نہ آسمانی ہین نہ ایک شخص کی تصنیف ہین چارون ویدون مین سے ہرگز یہ اول کتاب ہی کو دیکھو کہ متعدد اشخاص کے کلام متعدد
مذاق کے موافق ہین جنکے نام بھی شراح نے ہر شلوکی کے سر پر لکھدیے ہین - نہ ہم اس بات کے مدعی ہین کہ ان کتابون
مین کبھی تغیر نہین ہوا کس لیے کہ کئی بار یہ کتابین دنیا سے معدوم ہو چکی ہین جنکو اوتارون نے موجود کیا ہے اگر آریہ
فرقہ کو جو دیانند جیسے کے علم کا معتقد ہے نئی تعلیم اور مسلمانون کی توحید سے یہ بت پرستی ناپسند ہے اور مذہب قدیم اُنکے
نزدیک سراسر جاہلانہ خیالات کا مجموعہ ہے کہ جسکو کوئی روشن دماغ قبول ہی نہین کرسکتا اور اسی لیے وہ ہمیشہ ہندوستان
ظلمت نشان کے باہر بھی نہین نکلا تو وہ ان کتابون اور اس مذہب کی کہانتک مرمت کریگا - حق پسندی یہی ہے کہ صاف صاف
اقرار کرے کہ باطل ہے اور مذہب اسلام کو قبول کرلے اگر اس بارہ مین قوم سے ڈرتے ہین اور اپنی پرانی گدڑی کو گنگا نہلا کر
دوشالہ کا مقابلہ کرنا چاہتے ہین اور حب الوطن کا حق ادا کرتے ہین تو یہ دانشمندی نہین پوری خیانت ہے (مین پنڈتون کی اس گفتگو
سے اتفاق کرتا ہون) -

الغرض سیکڑون معبود ہین ایک دو نہین - اسیطرح بعض قومون نے اور اور کیسے بنا لیے تھے - ان سب کے رد کے لیے لفظ احد آیا
کس لیے کہ حق سبحانہ اپنی ذات و صفات مین یکتا ہے کوئی اُسکا کسی وصف مین شریک نہین - اب اُسکی توحید کے دلائل اگر مین مفصلاً
بیان کرون تو اور ایک مبسوط کتاب بنجائے - خصوصاً ان قومون کے لیے (جو خدا تعالےٰ کو بھی قادر جانتے ہین مگر مخلوق کو مثلاً ہر ایک
اُسکے کارخانون کا مالک و مختار جان کر پوجتی ہین) تو لفظ احد اس غلط خیال کے مٹانے کو سیف قاطع ہے کیونکہ مقام احدیت مین
اُسکے سوا اور کسی کا وجود بھی نہین پھر صفات مین شرکت کیسی وہ خود جو چاہتا ہے کرتا ہے -

مگر بلید الفہم لوگون کو اسکے بعد بھی تسلی نہین ہوتی اسلیے اسکے بعد یہ جملہ ارشاد ہوا اللہ الصمد کہ اللہ بے نیاز ہے اُسکو اپنے کسی کام مین
کسیکی حاجت نہین اور وہ حاجت روا اور قاضی الحاجات بھی ہے پھر کون ہے جو بندون کی حاجت برآری کرے اور کسکی مجال ہے جو اُسکے آگے

دم مارے۔ اسکی شان صمدیت نہین چاہتی کہ اور کی عبادت کیجاوے۔

اب فریق ثنویین کی خام خیالیون کا ابطال کرتا ہے فقال لم یلد۔ اس نے کبھی کسیکو نہین جنا۔ توالد وتناسل اسکی احدیت وصمدیت کے برخلاف ہے کس لیئے کہ بیٹا باپ کے ہمجنس ہوا کرتا ہے پھر جب دوسرا اس جیسا ہوا تو نہ احدیت رہی نہ بلحاظ صفات کے صمدیت باقی رہی کس لیئے کہ صمد وہی ہے کہ جسکو کسی کی طرف حاجت نہ ہو۔ اور سب کو اسکی طرف حاجت ہو۔ پھر بیٹا باپ کا ہمجنس جبھی ہوگا کہ وہ بھی اُسکے مانند اوصاف رکھکر حاجت براری کرے۔ پس نہ فرشتے اُسکی بیٹیان ہین نہ حضرت مسیح علیہ السلام بیٹے ہین نہ حضرت عزیر علیہ السلام جیساکہ عیسائیون اور یہود کا خیال ہے نہ خود یہود یا اور کوئی قوم اُسکی اولاد ہے جیساکہ وہ کہتے تھے نحن ابناء اللہ واحباءہ ولم یولد اور نہ اسکو کسی نے جنا ہے اُس کا کوئی باپ نہین کس لیئے کہ اگر باپ ہو تو حادث ہوجاوے اور حادث خدا نہین ہوسکتا اگرچہ کسی مشہور فریق کا یہ اعتقاد نہین ہے کہ خداتعالےٰ کا باپ ہے مگر یہ جملہ اس لیئے ارشاد ہوا تاکہ معلوم ہوجاوے کہ جو کسی سے جنا گیا وہ خدا نہین ہوسکتا اس قاعدہ پر وہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کو عیسائی خدا کا بیٹا اور خدا بھی کہتے ہین اور اب تک الوہیت مسیح علیہ السلام کے قائل ہین اور اسی فاسد اعتقاد کو ایمان اور موجب نجات جانتے ہین اسکا بھی کامل رد ہوگیا۔ عیسائیون کا ایک اور فاسد عقیدہ ہے وہ کیا ؟ تثلیث کہ باپ خدا ہے یعنے حق سبحانہ اور بیٹا خدا ہے یعنے حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور روح القدس جبرئیل علیہ السلام یا دوسرا فرشتہ یا روح اعظم خدا پھر سب ایک خدا نہ تین۔ ہرچند مذکورہ بالا دلائل سے یہ عقیدہ بھی باطل ہوگیا مگر اسکی زیادہ تر تصریح کرنے کے لیئے فرمادیا ولم یکن لہ کفوا احد کہ اُسکا کوئی کفو یعنی مثل بھی نہین۔ جب اُسکا کوئی ہمسر نہین اور احدیت وصمدیت اور کسیکو نہ جننا نہ کسی سے جنا جانا اسکا مقتضے بھی ہے تو پھر عیسےٰ علیہ السلام اور روح القدس پر خدا کا اطلاق کرنا ہمسر اور کفو ثابت کرنا ہے جو بدیہی البطلان بات ہے۔ اور عیسائی تینون کو برابر خدا کہتے ہین پھر اس سے بڑھکر اور کیا ہمسری اور کفویت ہوگی ؟

جمیع مذاہب باطلہ کے عقائد فاسدہ کا کن مختصر الفاظ مین اور کس شائستہ اسلوب مین رد کیا گیا ہے ؟

تیسری بات اُسکے صفات کا ثبوت اور توضیح وتشریح اسکی کہ جس کے سُننے کے مشرکین یا یہود مشتاق تھے اسطرح سے ہے کہ خداتعالےٰ کے صفات یا ثبوتیہ ہین یا سلبیہ پھر ثبوتیہ یا اضافیہ ہین یا غیر اضافیہ۔ **صفات ثبوتیہ غیر اضافیہ** جیسا کہ اسکا حی یعنے زندہ ہونا۔ ازلی ہونا۔ ابدی ہونا۔ اور **صفات اضافیہ** کہ جنکا تعلق بالفعل دوسری چیز سے ہو جیساکہ اُسکا قادر ہونا۔ عالم ہونا سمیع وبصیر ہونا۔ صاحب ارادہ ہونا۔ خالق ورازق ہونا۔ اور **صفات سلبیہ** جیساکہ نہ جوہر ہونا نہ جسم ہونا نہ کسی مکان وزمان مین ہونا۔ حدوث اور امکان کے خصائص سے مبرا ہونا نہ کسیکا باپ ہونا نہ کسیکا بیٹا ہونا۔ پس ہو اللہ مین صفات ثبوتیہ آگیئے کس لیئے کہ اللہ اُس ذات کا نام ہے جسمین تمام کامل صفات پائے جائین اور وہ مستحق عبادت بھی ہو ہو اسکے وجود اصلی پر دلالت کرتا ہے اور لفظ اللہ اسکے حی قیوم سمیع وبصیر علیم وخبیر قادر و مالک ہونے پر اور دیگر اوصاف کمال پر دال ہے اور احد صفات سلبیہ پر دلالت کرتا ہے کس لیئے کہ احدیت سے مراد اُسکی ذات کا منفرد اور تمام قسم کی

ترکیبات سے منزہ ہوتا ہے اور جب احدیت ہے تو وہ مکان اور جسم سے بھی پاک ہے کس لیئے کہ مکان یعنی جگہ مجسم
شے کے لیئے ہوتا ہے اور جو چیز مجسم ہے ضرور مرکب ہے اسکے اجزاء لایتجزیٰ ہون یا ہیولی وصورت ہون اور ترکیب منافی
احدیت ہے اور جب وہ نہ جسمانی ہے نہ مکانی تو جمیع عوارض مکان وجسم بلکہ زمانہ سے بھی پاک ہے نہ اسکو موٹا
کہہ سکتے ہین نہ دبلا نہ لمبا نہ پستہ قد نہ گورا نہ کالا نہ بوڑھا نہ جوان نہ وہ کسی مین حلول کیئے ہوئے ہے نہ کوئی اسمین
کس لیئے کہ حلول بھی مستلزم ترکیب ہے پھر یہ کہنا کہ خدا تعالےٰ فلان شخص مین گھس آیا یا فلان شخص خدا کی ذات مین
واصل ہو گیا محض لغو ہے۔ اور جب وہ مجسم نہین تو شکل وصورت سے بھی پاک ہے۔ اور محسوس بھی نہین
اور لفظ احد اسکی یکتائی واستقلال صفات پر بھی دلالت کر رہا ہے۔

اسکے بعد پھر صفات کی تشریح فرماتا ہے اللّٰہ الصمد۔ صمد کے لغت مین دو معنی ہین۔ اول قصد وارادہ کرنیکے
اس تقدیر پر صمد بمعنے مصمود ہوگا کس لیئے کہ فعل بمعنی مفعول زبان عرب مین بکثرت مستعمل ہے۔ اس صورت مین
یہ معنی ہونگے کہ وہ ہر ایک کا مقصود ہے ہر کوئی اسکی طرف قصد کرتا ہے۔ دوئم صمد کے معنے ہین ٹھوس
کے کہ اسپر کوئی تغیر نہین آتا وہ قوی اور مستقل ہے۔ اس تقدیر پر یہ لفظ واجب الوجود کے معنی مین ہے۔
یہ لغوی معنی کی تحقیق تھی مگر عرف عرب مین یہ لفظ بہت سے معانی مین مستعمل ہے اس لیئے مفسرین مین سے
ہر ایک نے ایک ایک معنی اختیار کیئے ہین (۱) یہ کہ وہ جمیع اشیاء کا جاننے والا ہے کس لیئے کہ حاجت روائی
کرنا بغیر اسکے ممکن نہین (۲) ابن مسعود کا قول یہ ہے کہ اسکے معنی ہین سردار کے جو سب سے اعلےٰ سردار ہو
(۳) اصم کہتے ہین کہ صمد جمیع اشیاء کے خالق کو کہتے ہین (۴) سدی کہتے ہین کہ صمد اسکو کہتے ہین کہ
جو ہر کام مین مقصود اصلی ہو اور اسکی طرف فریاد لیجاتے ہون (۵) حسین بن فضل کہتے ہین کہ صمد وہ ہے
کہ جو چاہے کرے (۶) صمد فرد کامل اور بزرگ کو کہتے ہین۔ یہ سب قول اول لغوی معنی کی تائید کرتے ہین اور
سب صفات ثبوتیہ پر دلالت کرتے ہین۔ چند اقوال اور بھی ہین جو دوسرے لغوی معنی کی تائید کرتے ہین
اور وہ سب صفات سلبیہ پر دلالت کرتے ہین (۱) صمد بے نیاز کہ جسکو کسی کی کسی بات مین حاجت نہو (۲) صمد
وہ کہ جسکے اوپر اور کوئی بالا دست نہو (۳) قتادہ کہتے ہین صمد وہ جو نہ کھاوے نہ پیوے۔ (۴) صمد وہ جو خلق
کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہے فنا نہو جائے (۵) حسن بصری کہتے ہین صمد وہ کہ جسکو زوال نہو جیسا تھا
ہمیشہ ویسا ہی رہے (۶) ابی بن کعب کہتے ہین صمد وہ جو نہ کبھی مرے نہ کوئی اسکا وارث بنے (۷) یمان
اور ابو مالک کہتے ہین صمد وہ جو کبھی سوئے نہ بھولے (۸) ابن کیسان کہتے ہین صمد وہ جو اور کوئی اسکے
صفات سے موصوف نہو۔ (۹) مقاتل بن حیّان کہتے ہین کہ صمد بے عیب کو کہتے ہین (۱۰) ربیع بن انس
کہتے ہین صمد وہ کہ جسپر کوئی آفت نہ آوے (۱۱) سعید بن جبیر کہتے ہین صمد وہ جو اپنے جمیع صفات اور افعال

ہین کامل ہو (۱۴) جعفر صادق فرماتے ہین صمد وہ جو غالب رہے مغلوب نہو۔ (۱۳) ابو ہریرہ کہتے ہین صمد کے معنی ہین سب سے نیاز اور سب سے بے پروا (۱۴) ابوبکر وراق کہتے ہین صمد وہ جسکی کیفیت دریافت کرنے سے مخلوق ناامید ہوگئی ہو (۱۵) صمد وہ کہ جو کسیکو نظر نہ آسکے (۱۶) ابو العالیہ کہتے ہین صمد وہ جو نہ کسیکو جنے نہ کسی نے اُسکو جنا ہو (۱۷) ابن عباس فرماتے ہین کہ صمد بڑا کہ جسکے اوپر کوئی بڑا نہو (۱۸) صمد وہ ہے جو زیادتی اور نقصان سے پاک ہو۔

الغرض لفظ صمد دونون قسم کے صفات کا مجمع ہے۔ اسکے بعد بالخصوص چند اور صفات سلبیہ بیان فرماتا ہے لم یلد کہ اس نے کسیکو نہین جنا یعنے وہ کسیکا باپ نہین کیونکہ بیٹا باپ کے مثل ہوتا ہے وہ اپنا مثل بنانے سے پاک ہے اور نہ وہ جورو رکھتا ہے جس سے کسیکو جنائے اور وہ خواہش نفسانی سے پاک ہے ولم یولد اور وہ کسی سے پیدا بھی نہین ہوا کوئی اُسکا باپ نہین یعنے حادث نہین قدیم ہے وہ اس سے پاک ہے کہ اُسپر کوئی وقت نیست کا گزرا ہو۔ ولم یکن لہ کفوا احد وہ اس سے بھی پاک ہے کہ اُسکا کوئی مثل اور ہمسر اور کنبہ و قبیلہ ہو۔

اُسکی کسی بات مین کوئی مساوی نہین نہ ذات مین نہ وجود مین کس لیئے کہ اُسکا وجود ذاتی ہے برخلاف مخلوق کے کہ اُن کا وجود اُسکی طرف سے آیا ہے نہ اُسکے علم مین کسیکو ہمسری ہے کس لیئے کہ اُسکا علم بھی ذاتی ہے اُسکی ذات منشاء علم ہے نہ اُسکی قدرت مین کسیکو مساوات ہے کس لیئے کہ اُسکی قدرت ذاتی ہے اور کسیکو جو قدرت آئی ہے اول تو وہ محدود ہے دوم اُسکی طرف سے ہے۔

ف یہ سورہ حق تعالےٰ کے محامد مین ہے جیسا کہ سورۂ کوثر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مناقب مین تھی مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کفار نے بیٹا نہونے سے عیب لگایا اور ابتر کہا تھا برخلاف اسکے حق سبحانہ پر بیٹا ثابت کرنے سے نصاریٰ نے عیب لگایا تھا۔ پھر جسطرح وہان آپ حق سبحانہ نے اپنے نبی کی طرف سے جواب دیا اور فرمایا کہ تیرا دشمن ہی ابتر ہے اسی لیئے اُس سورہ مین لفظ قل نہین فرمایا اس سورہ مین اپنی طرف سے اپنے نبی کو مخالفون کو جواب دینے پر مامور کیا اور اسی لیئے ابتداء مین لفظ قل استعمال ہوا۔ اس مین اشارہ ہے کہ مشرکین عرب اپنی جہالت سے آپ کے دشمن ہین مگر یہ اہل کتاب باوجود علم و کتاب کے میرے دشمن ہین جو مجھپر ایسا عیب لگاتے ہین

(سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُونَ)

سورۂ فلق مدینہ میں نازل ہوئی اسمیں پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ وَمِنْ شَرِّ

(اے نبی یوں) دعا مانگا کرو کہ میں تمام مخلوق کے شر سے صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں ۔ اور اندھیرے کے شر سے کہ جب پھیل پڑے ۔ اور گرہوں پر

النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۙ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

پھونکنے والیوں کے شر سے اور حاسد کے شر سے جبکہ وہ حسد کرے ۔

ترکیب

برب الفلق الجار متعلق باعوذ الفلق بالتحریک الصبح واصلہ الشق یقال فلقت الشئ فلقا شققتہ والتفلیق مثلہ یقال فلقتہ فانفلق وہو عام یتناول فلق الصبح من ظلام اللیل والحبوب والنباتات من الارض والماء من الجبال قال اللہ تعالیٰ فالق الاصباح وقال فالق الحب والنوی وقال فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم ۔ من شر ما خلق متعلق باعوذ ما بمعنی الذی والعائد محذوف ویجوز ان تکون مصدریۃ ویکون الخلق بمعنی المخلوق وقرئ الجمہور باضافۃ شر الی ما وقرئ ابو حنیفۃ رحمہ اللہ بتنوین شر وما علی ہذا مع الفعل بتاویل المصدر فی موضع الجر بدل من شر ای شر خلقہ ۔ وقال بعضہم ما نافیۃ والمعنی من شر لم یخلقہ وہذا فاسد لان ما النافیۃ لا یتقدم علیہا ما فی حیزہا ۔ وہذا عام وما بعدہ من الشرور الثلاثۃ تخصیص بعد التعمیم ۔ الغاسق اللیل والغسق الظلمۃ وہذا قول الفراء وابی عبیدۃ وقال الزجاج الغاسق البارد وانما سمی اللیل بہ لانہ ابرد من النہار وقب من الوقوب وہو دخول ظلامہ یقال وقبت الشمس اذا غابت النفاثات ہذا قراءۃ الجمہور وہی جمع نفاثۃ علی المبالغۃ وقرئ النافثات جمع نافثۃ والنفث النفخ والعقد جمع عقدۃ (گرہ)

تفسیر

حسن بصری و عکرمہ و عطاء و جابر کہتے ہیں کہ یہ سورہ بھی مکہ میں نازل ہوئی اور ابن عباس وغیرہ جمہور یہ کہتے ہیں کہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے اور یہی قول قوی تر ہے ۔ اور اس میں پانچ آیت ہیں ۔

عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک اختلاف مشہور ہے وہ یہ کہ انکے نزدیک یہ دونوں اخیر کی سورتیں کلام الٰہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منزل تو ہیں مگر قرآن مجید کا جزء نہیں بلکہ قرآن مجید قل ہو اللہ پر تمام ہوگیا ۔ اور یہ دونوں سورتیں بطور تعویذ و حفاظت کے نازل ہوئی ہیں ۔ اور اسی لیئے وہ انکو اپنے قرآن میں نہیں لکھتے تھے ۔ یہ ہرگز نہیں کہ وہ ان کو کلام الٰہی اور منزل من اللہ نہیں جانتے تھے اور جس نے انکی نسبت یہ خیال کیا ہے یہ اسکی سخت غلط فہمی ہے ۔

عبداللہ بن مسعود کا اختلاف اور اسکا فیصلہ

بلکہ جمہور صحابہ اسکے مخالف ہیں سب نے عبداللہ بن مسعودؓ کے اس قول کو غلط ٹھہرادیا تھا ۔ اور جمہور کے دلائل بہت ہیں از انجملہ وہ حدیث

کہ جسکو بخاری و احمد و نسائی وغیرہ معتبر محدثین نے بسند صحیح نقل کیا ہے کہ زر بن جیش رضہ کہتے ہین کہ مین نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ان دونون سورتون کی بابت سوال کیا ابیؓ بن کعب نے فرمایا کہ مین نے بھی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا آپنے فرمایا تھا کہ مجھے جیسا جبرئیل علیہ السلام نے کہا ویساہی مین نے کہا یعنی انکو بھی جبرئیل لائے ہین اور یہ بھی قرآن کا جزو ہین ابیؓ کہتے ہین کہ ہم بھی وہی کہتے ہین جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اور دوسری حدیث صحیح اور ہے کہ جسکو مسلم و ترمذی و نسائی وغیرہ محدثین نے بسند صحیح نقل کیا ہے عقبہ بن عامر رضہ کہتے ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آجکی رات مجھپر ایسی آیتین نازل ہوئی ہین کہ جنکی مثل اب تک مین نے نہین دیکھی تھین۔ قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس

بعض علماء فرماتے ہین کہ عبد اللہ بن مسعود بھی جزو قرآن سمجھتے تھے مگر الحمد کی طرح ان کو بھی اکثر پڑھا کرتے تھے اسلیئے انکے لکھنے کی ضرورت نہ سمجھی تھی۔ اس نہ لکھنے کی وجہ سے لوگون نے خیال کرلیا کہ وہ انکو جزو قرآن نہین سمجھتے تھے۔ اور بات بھی اصل یہی معلوم ہوتی ہے مگر اس بحث سے قرآن مجید مین تحریف کا شبہ پیش کرنا اور اپنے اوپر سے الزام تحریف اُٹھانے کیلئے اس بحث کو دکھانا محض نافہمی ہے۔ اور کیونکر تحریف کا الزام قایم ہوسکتا ہے۔ جبکہ یہ سورتین مصحف مین لکھی ہوئی تھین اور سب صحابہ اُن کو یاد رکھتے تھے نماز مین پڑھتے تھے اگر کسی وجہ خاص سے اپنی کتاب مین کسی نے نہین لکھا تو کیا قرآن مجید سے خارج سمجھی جاوینگی یا تردد سمجھا جاوے گا؟ ہرگز نہین۔

(ربط)

اس سورۃ کا سورہ قل ہو اللہ سے یہ ہے کہ انسان کی نجات کا مدار اعتقاد کی درستی پر ہے اور مرنے کے بعد یہی نور روح کیساتھ باقی رہجاتا ہے جو اُس عالم مین اُسکے لیئے سرور ابدی کا باعث ہوتا ہے اور وہ اعتقاد کامل سورہ قل ہو اللہ مین بتمام و کمال بیان کردیا گیا ہے۔ مگر یہ اعتقاد مراتب رکھتا ہے اصحاب الیمین کا اعتقاد راسخ ہے جو حق الیقین کے مرتبہ کو پہونچ گیا ہے وہ کسی کے شبہ اور دنیاوی کشمکش اور اُسکی مزخرفات سے زائل نہین ہوتا مگر اوساط اور نیچے کے طبقے کے یہی لوگ ہین جنکو یہ اعتقاد تقلید سے پیدا ہوا ہے جیسا کہ لفظ قل اسپر دلالت کرتا ہے۔

عقیدہ مین خلل انداز یہ چند چیزین ہین۔ اول وہ امور جو انکی بہیمیت کی تاریکی سے پیدا ہوتے ہین اور اُنکے نور عمل کو ڈھانک لیتے ہین پھر اس موقع مین وہی رب الفلق جو ظلمات کو دور کرکے صبح کی روشنی پھیلاتا ہے اگر دستگیری نکرے تو توہمات کے گرداب سے بچ نہین سکتا اسلیئے ان امور سے پناہ مانگنے کا من شر ما خلق و من شر غاسق اذا وقب مین ذکر فرمایا (۲) دنیا کے تجملات اور اُسکے شہوات ہین جو انسان کے مدارک و مشاعر کی گرہون مین ایسا منتر پھونکتے ہین کہ اُسکو دیوانہ اور احمق ہی کر ڈالتے ہین اس کے علاوہ خیالات اور صحیح اعتقاد مین تغیر پیدا کردیئے ہین اُن سے پناہ مانگنے کا ذکر اس جملہ مین ہے و من شر النفاثات فی العقد (۳) مصائب اور دنیا کے مکروہات اور اعدا کا جبر اور ایذا رسانی ہے اس سے پناہ مانگنے کا ذکر و من شر حاسد اذا حسد مین کیا۔ اب رہے اوساط سے نیچے درجہ کے

لوگ اُنکے ایمان ویقین ہین جو چیزین خلل انداز ہین اُن کا اور اُن سے پناہ مانگنے کا ذکر سورۂ قل اعوذ برب الناس
مین ہے جسکا ذکر ہم اُسکی تفسیر مین کرینگے۔

ف۔ اسمین کوئی شبہ نہین کہ جب بندہ دل سے اُسکی پناہ چاہتا ہے تو غیب سے اُسکی حمایت ہوتی ہے اور نیز اسمین اشارہ
ہے کہ اپنے کسی کمال پر نازان نہونا چاہیئے دل کی حالت بدلتے کوئی دیر نہین لگتی اسی لیئے اہل کمال ہروقت لرزان ہی رہا کرتے
اور اُس سے پناہ مانگتے تھے اور نیز پناہ مانگنا بھی ایک عجز اور عمدہ عبادت ہے جو بندہ کے ولپر نورانی کیفیت طاری کردینے
مین عجیب اثر رکھتی ہے۔

اب ہم آیات کی تفسیر بیان کرتے ہین۔ قل کہدو اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ اس لفظ کے شروع مین لانے سے
اس طرف اشارہ ہے کہ جسطرح وہ عقائد صحیحہ جو سورۂ قل ہو اللہ مین بیان ہوئے ہیں میری طرف سے نتھے بلکہ منجانب اللہ جو آپ نے
اپنے اوصاف بیان فرمائے کسی دلیل وبرہان منطقی اور کسی کے انکشاف سے ثابت نتھے جنمین غلطی کا احتمال باقی رہتا اسیطرح
ان اشیاء کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنا بھی اُسیکا حکم ہے جو اُسنے اپنے بندون کی اندرونہ حالت پر نظر کرکے ارشاد فرمایا ہے
اور خلق کے جملہ حالات اور اُنکے تغیرات خصوصاً جزو مدانسانی کو جسقدر خالق جانتا ہے اور کوئی نہین جان سکتا۔

اعوذ برب الفلق کہ مین پناہ مانگتا ہون صبح کے پروردگار کی جو رات کی ظلمت دور کرتا ہے اور روشنی پھیلاتا ہے۔

ف۔ فلق کے لغوی معنی پھاڑ چیر کر نکالنے کے ہین زمین سے دانہ نکالنے مین بھی حق سبحانہ کو فالق الحب والنوی کہا گیا ہے اور
رات مین سے صبح کی روشنی نکالنے پر بھی یہ لفظ اُسکی نسبت بولا گیا ہے فالق الاصباح۔ اسمین اُسکی قدرت وجبروت کا
اظہار ہے اور ایسا ہی شخص پناہ دینے کے قابل بھی ہے اور اُسیکا مرتبہ پناہ دینا اور شر سے بچانا ہے۔ یہ تھے لغوی
معنی۔ پھر مفسرین کے اس مین متعدد اقوال ہین جمہور کا قول یہ ہے کہ اسجگہ فلق سے مراد صبح ہے۔ ہرچند وہ سب چیزونکا
رب ہے مگر صبح کے ذکر کرنے مین اسطرف اشارہ ہے کہ ہر قسم کی تاریکی کو دور کرکے وہی نور نکالنے والا ہے۔ تاریکی کے
چند اقسام ہین اوّل عدم کی تاریکی جو بڑی تاریکی ہے جسمین کچھ بھی کسیکا نیک وبد نہین معلوم ہوتا تھا تمام عالم اس تاریکی کی
رات مین تھا اُسی نے ہستی کی صبح پیدا کی اور مخلوق کو وجود کی روشنی مین لایا جس سے یہ بتایا جاتا ہے کہ وہی نیست سے
ہست مین لانے والا ہے دوسری جہل اور بہیمیت کی سیاہی اور حب شہوات ولذات کی رات اسمین سے صبح نکالنا فطرت
اور ملکیت وروحانیت کی روشنی پیدا کردیتا ہے۔ اس رات مین سے وہی نور کی صبح پیدا کرتا ہے جسمین انسان نیک وبد
اور غلط وصحیح مین امتیاز کرتا ہے اور حقائق صحیحہ پر قائم رہتا ہے۔ تیسری ظاہری رات کی سیاہی جسمین خبائث وشیاطین
چور وقزاق موذی جانور نکلتے اور اپنا شر پھیلاتے ہین وہی دامن شب سے صبح کا نکالنے والا اور اُن کو دفع کرنے والا ہے
کا ہے سے پناہ مانگنی چاہیئے؟ اُسکا آپ ہی بیان فرماتا ہے من شر ما خلق اُسکی پیدا کی ہوئی چیزون کے شر سے۔ خدا تعالیٰ نے
جو ہستی کا باغ لگایا تو اُس نے اس باغ مین سب قسم کے بوٹے لگائے ہین۔ میٹھے بھی۔ کڑوے بھی خاردار بھی ثمردار بھی

تاریکی کے اقسام

پھر ایک مخلوق دوسری کو اپنے کام میں بھی لاتی ہے مثلاً شیر بھیڑ بکری کو کھاتا ہے - یہ شیر کے لیے خیر ہے اور بکری بھیڑ کے لیے شر
علی ہذا القیاس یہ ہے وہ مخلوق کا شر۔ پھر شر عام ہے روحانی ہو یا جسمانی۔ روحانی شر عقائد کا فساد بُری باتوں کیطرف میلان جسمانی شر
خسارت مال و امراض غلبۂ اعداء وغیر ذلک - شر کے صدہا اقسام ہیں سماوی ارضی اختیاری بلا اختیاری دنیا کا شر آخرت کا شر قبر کا عذاب
جہنم کا عذاب - ان سب شروں سے اسی سے پناہ مانگنی چاہیے - شر بندہ کی مضرت ما خلق جو اس نے بنایا یعنی اسکی مخلوق انسان پر دنیا میں
یا مرنے کے بعد جو کچھ مضرت پہونچتی ہے وہ سب اشیاء کے ذریعہ سے پہونچتی ہے جو اسکی مخلوق ہے۔ سانپ نے ڈس لیا آگ نے
جلا یا غذا نے فساد پیدا کیا یہ سب شر ہیں بندہ کے حق میں - مگر بالخصوص ان تین شروں سے تو ضرور ہی پناہ مانگنی چاہیے جو بڑے
شر ہیں (۱) ومن شر غاسق اذا وقب اندھیری کے شر سے جبکہ پھیل جاوے - اوّل تو رات کی اندھیری ہے جو محسوس ہے اور
اسی لیے اکثر مفسرین نے غاسق سے مراد اندھیری رات لی ہے - اندھیری رات میں موذی اور درندے جانور نکلتے ہیں انسے اذیت
پہونچتی ہے اور چور و قزاق بھی نکلتے ہیں لوگوں کو شر پہونچاتے ہیں جن و خبائث نکلتے ہیں کس لیے کہ نور سے انکو نفرت ہے کیونکہ
انکا مادہ ظلمانی ہے - ان سے بھی بنی آدم کو اذیت پہونچتی ہے - دوسری بہیمیہ اور قوائے شیطانیہ کی اندھیری ہے معاذ اللہ
جب یہ آگھیر لیتی ہے تو پھر شر ہی شر ہے اس میں غصہ ہے تو وہ ہے جو نہیں کرنا تھا وہ کرادیتا ہے طمع ہے تو وہ ہے جو دام میں پھنسا کر
دارین کے قیدخانہ میں قیدی کرادیتی ہے اور شہوت وہ بلا ہے کہ آئی تو یہ پھر ادراک و شعور میں بھی فرق آجاتا ہے اچھے کام بُرے
اور بُرے کام اچھے معلوم ہونے لگتے ہیں وہ نور عقل و ایمان زائل ہوجاتا ہے - تیسری حجابات روحانیہ کی اندھیری ہے جو وصال
محبوب پر طاری ہوجاتی ہے اور انکو مشاہدہ سے محروم کردیتی ہے پھر اس سے بڑھ کر انکے لیے کیا شر ہے جو شر محض ہے ان سب
شروں سے اسی سے پناہ مانگنی چاہیے جو ان سب اندھیروں کو دور کرکے روشنی نکالتا ہے اور خدا کے صفات میں سے بالخصوص
رب الفلق کو ان شروں سے پناہ مانگنے میں ذکر کرنے کی یہی وجہ ہے -

(۲) ومن شر النفاثات فی العقد گرہوں میں پھونکنے والیوں کی شر سے بھی پناہ مانگنا چاہیے - نفث لغت میں پھونکنے
اور دم کرنے کو کہتے ہیں نفاثات نفاثہ کی جمع ہے - اور بعض قراء نے نافثات بھی پڑھا ہے وہ نافثہ کی جمع ہے نفاثہ وہ عورت
جو بہت پڑھ پڑھ کر پھونکتی ہو اور تاگے میں گرہیں لگاتی ہو جسکو جادوگرنی کہتے ہیں -

مفسرین کا ایک گروہ ظاہری معنی پر محمول کرتا ہے کہ جادوگرنیاں جو جادو کرتے وقت پھونک پھونک کر تاگے میں گرہیں لگاتی
ہیں انکے شر سے پناہ مانگنی چاہیے - اکثر علماء فرماتے ہیں کہ سحر میں اثر ہے جیسا کہ نظروں میں ہے اور اسکا صدہا بار لوگوں نے
مشاہدہ کیا ہے خدا پاک سے پناہ مانگنی چاہیے کہ انکے جادو کا اثر نہ چلے - ورنہ آدمی کو دیوانہ کردیتی ہیں - معتزلہ کہتے ہیں کہ سحر کا
فی نفسہ کوئی اثر نہیں نہ عقل سلیم اسکو تسلیم کرسکتی ہے - البتہ قوت وہمیہ میں ایک اثر ضرور پیدا ہوتا ہے جب جادوگر پھونک پھونک
کر تاگوں میں گرہیں لگاتے ہیں تو قوت متوہمہ اس سے منفعل ہوتی ہے اور یہ وہم قوی ہوتا جاتا ہے کہ جادوگر کا اثر مجھ پر ہوا پھر اسکے وجہ سے
افعال طبیعیہ یا صحت میں تغیر پیدا ہوتا ہے وہ اس وہم کے سبب سے ہوتا ہے اور وہم کی مضرت کی صدہا مثالیں اور بہت سی

بھی کتابوں میں نقل ہے کہ ایک عورت نے اپنے سوتیلے بیٹے کے بیمار کرنے کے لیئے یہ کہدیا کہ تمنے جو آبخورے سے سوتے سے
اُٹھکر پانی پیا اُس میں سانپ کا چھوٹا سا بچہ تھا میں نے دیکھا تھا میں اور کام میں مصروف ہوگئی اُسکو یاد نہ رہی افسوس تم پی گئے اب
وہ پیٹ میں بڑا ہوکر کیا کریگا؟ الغرض ایسا خیال پکڑ لیا کہ اب جو پیٹ میں ریاح سے قراقر ہوتا ہے تو وہ یہی سمجھتا ہے کہ سانپ کا بچہ پھرتا ہے
نوبت یہانتک پہونچی کہ نحیف ضعیف ہوتا گیا ہلاکت تک پہونچ گیا۔ ہرچند علاج کیئے جاتے تھے کچھ بھی اثر نہیں ہوتا تھا۔ اس راز سے ایک
اور عورت بھی واقف تھی اُس نے لڑکے کے والد سے کہا اسکا علاج میرے ہاتھ میں ہے اور فوراً تندرست ہوجاویگا اُس نے بیمار سے
کہا کہ میں اپنے منتر کے زور سے اسکو تیرے پیٹ سے نکالدونگی ہر روز آکر کچھ بڑبڑاتی اور اُسپر دم کرجاتی ایک روز ایک سانپ کا بچہ بھی
مخفی طور پر ساتھ لے آئی مریض سورہا تھا کہ اُسکو اُسکے پائجامہ میں آہستہ سے چھوڑدیا اُسکے کاٹنے کا اندیشہ نہ تھا دانت توڑ دیئے تھے
زہر کی تھیلی نکالڈالی تھی اور فوراً لڑکے کو بیدار کیا کہ دیکھ کیا ہے اُس نے کوئی چیز پائجامہ میں پھرتی دیکھی گھبراکر پائجامہ اُتار پھینکا تو اُسمیں
سانپ تھا اُس عورت نے کہا دیکھ یہی تو تیرے پیٹ میں تھا جو نکل گیا بیمار کو یقین آگیا وہ خیال جاتا رہا یوماً فیوماً تندرست ہوگیا
اس قسم کے بہت سے شعبدے دیکھنے میں آتے ہیں اور عقل سمجھ کی تو اسی پر بنیاد ہے اور قوت وہمیہ ہر ایک شخص میں ہے خواہ
نیک ہو یا بد مگر زیادہ مادہ کم عقلوں میں ہوتا ہے خصوصاً لڑکوں اور عورتوں میں اسلیئے اُنپر وہم کی زیادہ فسونگری چل جاتی ہے اور
اسیطرح جاہل اور ناشایستہ اقوام کا حال ہے۔ اور انہیں لوگوں میں سحر اور جھاڑے منتر کا زیادہ چرچا بھی ہوتا ہے۔ پھر گرہوں میں
پھونکنے والیونکے شر سے پناہ مانگنے کے یہ معنی ہیں کہ ان کی فسونگری کو عقل سلیم دفع کردیا کرے وہم و خیال فاسد اپنا تسلط
نہ جمانے پائے۔ وہم کی ظلمت طاری نہونے پائے اور اسی لیئے رب الفلق سے پناہ مانگی جاتی ہے کہ اے رب نور روشنی کی صبح وہم کی
رات سے نکالتا ہے مجھے وہم کی اندھیریوں سے محفوظ رکھیو۔

ف جادوگر تو مرد بھی ہوتے ہیں نفاثات جمع مؤنث کے صیغہ لانے کی کیا وجہ؟ جمہور کے قول پر تو یہ وجہ ہے کہ بیشتر یہ جادوگری
بسبب کم عقلی اور دنائت طبع کے انہیں میں ہوتی ہے اور جو کوئی مرد ہوکر بھی یہ کام کرتا ہے تو وہ بھی نامرد عورت ہے اور عورتوں کی
جماعت میں داخل ہے (۲) بعض فرماتے ہیں کہ نفاثات سے مراد نفوس ہیں سو وہ عرب کی زبان میں مؤنث ہیں تب یہ معنی ہونگے
کہ نفوس انسانیہ کے شر سے جو لوگوں کے دلوں کی گرہوں میں پھونکتے ہیں پناہ مانگو (۳) بعض کہتے ہیں جماعتیں مراد ہیں۔ اور
جماعت کو صیغہ مؤنث سے تعبیر کیا کرتے ہیں (۴) نفاثات سے عورتیں مراد نہیں بلکہ اس قسم کے اور الفاظ قرآن مجید میں مستعمل ہوئے
ہیں جیسا کہ ذاریات و ناشطات جس سے مراد ہوائیں ہیں جو انسان کے دل و دماغ و جگر وغیرہ اعضا میں جنکو اصل اور استحکام کے
لحاظ سے عقد کے ساتھ استعارہ کے طور سے تعبیر کیا ہے اپنا اثر پھونکتی اور رکھ جاتی ہیں۔

ابومسلم نفاثات فی العقد کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ مراد عورتیں ہیں مگر اُنکی جادوگری اور گرہوں میں پھونکنے سے ظاہری تاگوں میں پھونکنا مراد نہیں بلکہ
مردوں کے ارادوں اور انکی مستحکم رایوں میں (جنکو بطور استعارہ کے گرہوں سے تعبیر کیا جاتا ہے کسی بات پر قوی ارادہ کرنیکو کہتے ہیں گرہ باندھ لی) تغیر
پیدا کردیتی ہیں اور نفث استعارہ ہے ڈھیلا کردینے سے کس لیئے کہ جب گرہ کو کھولنا ہوتا ہے تو اُسمیں ذرا تھوک لگاتے ہیں کہ نرم ہوکر کھل جاوے۔

پس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ عورتوں کے شر سے پناہ مانگنی چاہیئے جو مردوں کی ہمتوں اور مستحکم ارادوں کو مکر کی پھونک مار کر ڈھیلا کر دیتی ہین اور حقیقت مین عورت کیطرف مرد کو ایک طبعی کشش ہے۔ پھر یہ مردون پر وہ فسونگری کرتی ہین کہ ایک قصد کو توڑ کر دوسری طرف لگا دیتی ہین عورت کے جادو سے خدا کی پناہ اسکے بنائے سیکڑون عاقل و فرزانہ دیوانے بنگئے عقائد حسنہ اور اعمال صالحہ ترک کر دیے اس جادو کی تاثیر کے تو معتزلہ اور حکماء فرنگ بھی قائل ہین۔ یہ شر بھی بڑا شر ہے اور اسی لیئے قرآن مجید مین ایک جگہ یون آیا ہے زین للناس حب الشہوات من النساء الخ اور پھر یہ بھی فرما دیا ہے ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروہم کہ تمہارے زن و فرزندون مین سے ایسے بھی ہین جو تمہارے دشمن ہین انسے بچتے رہا کرو۔ الحاصل یہ دوسرا شر کہ جس سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے حب الشہوات و لذات کا شر ہے جسکا جادو انسان کے دل و دماغ اور باطنی قوتون پر چلتا ہے اور یہ گرہین ہین ان مین وہ ایسا منتر پڑھ پڑھ کر پھونکتی ہین کہ سب ڈھیلے ہوجاتے ہین مگر وہ رب الفلق کہ جو سیاہی مین سے روشنی نکالتا ہے اگر اپنی پناہ مین لے لے اور تائید کرے اور قوی بہیمیہ کی تاریکی مین سے صبح نور فطرت پیدا کر دے تو کچھ بھی غم نہین ؎ گر ہزاران دام باشد ہر قدم ٭ گر تو با مائی نباشد ہیچ غم ٭

ف اس آیت مین یا اور کسی آیت مین اسباب کا ذکر تک بھی نہین کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی کسی نے سحر کیا تھا یا نہین اور کیا تھا تو کس نے اور کب کیا تھا اور اسکا کیا اثر ہوا تھا؟۔

یہ ساری بحث ایک بالائی بات ہے جسمین علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر اہل روایت کہتے ہین کہ مدینہ مین لبید بن اعصم یہودی نے اپنی بیٹیون سے حضرت پر جادو کرایا تھا اور انہون نے آنحضرت صلعم کے بال مبارک پر کچھ پڑھ کر اور ایک تاگے مین گرہین لگا کر ایک کنوئین مین جو خشک تھا جسکو ذروان کہتے تھے رکھوا دیا تھا۔ اس نفاثات فی العقد مین انکی لڑکیون کیطرف اشارہ بتاتے ہین۔ اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم علیل ہوگئے تھے دو روز یہ حالت رہی تھی پھر جبرئیل علیہ السلام نے مطلع کیا تو حضرت علیؓ و طلحہؓ گئے اور اس کنوئین سے وہ تاگا اور بال نکال کر لائے جون جون اسکی گرہین کھلتی جاتی تھین۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آرام ہوتا جاتا تھا۔

آنحضرت صلعم پر سحر ہوا تھا یا نہین

مگر معتزلہ اور بالخصوص قاضی وغیرہ ان روایات کا صاف انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ غلط اور بے اصل روایات ہین اور یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ کفار نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو طعن کی راہ سے مسحور کہتے تھے یعنی جادو کیا گیا اگر یہ واقعہ صحیح مان لیا جاوے تو پھر ان کا یہ طعن صحیح ہوجاتا ہے اور آنحضرت صلعم کی شان ارفع تھی کہ کیسی کوئی مضرت پہونچے کس لیئے کہ اللہ کا وعدہ تھا واللہ یعصمک من الناس کہ اللہ تجھے لوگون سے محفوظ رکھے گا۔ پھر اس حفاظت مین کون خلل انداز ہوسکتا ہے؟

فریق سابق کہتا ہے کہ وہ مسحور بمعنی مجنون کہتے تھے یعنی جادو سے کسی نے انکو دیوانہ کر دیا ہے جو ایسی باتین کہتا ہے اور اس قسم کے سحر سے کہ جس سے عقل و ہوش مین کچھ فرق نہ آوے ان کو کوئی نقص نہین پہونچتا تھا اور یہ سحر اس قسم کا نہ تھا۔ اور لوگون سے محفوظ رکھنے کے یہ معنی ہین کہ تجھے کوئی قتل نکر سکے گا جیسا کہ کفار ارادہ کرتے تھے یہ نہین کہ کوئی بیماری یا جسمانی مضرت یا اور کوئی ایذا بھی نہ پہونچیگی کسلیئے کہ احد کی لڑائی مین دندان مبارک شہید ہوئے۔ خیبر مین یہودیہ نے بکری مین ملا کر زہر دیا جسکی مضرت ہر سال شروع گرمی پر نمایان ہوتی تھی پھر جب یہ امور اس حفاظت کے مخالف نہین تو یہودیہ کے جادو کرنے سے بیماری پیدا ہوجانا اور وہ بھی چند روزہ کیونکر مخالف ہوسکتی ہے؟

اور سحر کا اثر نمایاں ہوجانا منافی شان نبوت نہیں کس لیئے کہ بحیثیت بشریت اثر نمودار ہوا تھا اور کھانے پینے سونے وغیرہ خواص بشریہ میں آپ بھی شریک بشر ہیں۔ اور مصلحت اسمیں یہ بھی کہ کفار جو آپ کو جادوگر کہتے تھے انکا گمان غلط کرنا تھا کس لیئے کہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جادوگر پر کسیکا جادو نہیں چلتا۔

ف۔ تعویذ لکھکر باندھنا یا کوئی کلام پڑھکر دم کرنا دفع مرض کے لیئے شرعاً کیسا ہے؟ علماء کے اس میں دو قول ہیں (۱) بعض کہتے ہیں نہیں کرنا چاہیئے کس لیئے کہ مشرکین اور یہود کا دستور ہے جسکی مذمت اس آیت سے ثابت ہے اور نیز احادیث صحیحہ میں آیا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت میں سے ستر ہزار شخص بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ ہم الذین لا یسترقون ولا یتطیرون وعلی ربہم یتوکلون۔ متفق علیہ۔ کہ وہ جو نہ جھاڑ پھونک کراتے ہیں نہ فال و شگون لیتے ہیں اور اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں۔ ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ زینب جو عبد اللہ بن مسعود کی بیوی تھیں وہ کہتی ہیں عبد اللہ بن مسعود نے میرے گلے میں تاگا پڑا ہوا دیکھا تو پوچھا کیا ہے یہ؟ وہ کہتی ہیں میں نے کہا یہ تاگا پڑا ہوا ہے (گنڈا) تب ابن مسعود نے اسکو پکڑکر توڑ ڈالا اور کہا تم ہوسے گھر والے شرک سے بے نیاز ہیں میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جھاڑ اور تعویذ اور ٹوٹکا شرک ہے۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے نشرات کی بابت پوچھا آپ نے فرمایا شیطانی کام ہے (رواہ ابوداؤد) مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے داغ دلوایا یا جھڑوایا وہ توکل سے دور ہوگیا (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ) عیسیٰ بن حمزہ کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن حکیم کے پاس گیا اور انکو حمرہ تھی میں نے کہا آپ تعویذ کیوں نہیں ڈال لیتے۔ انہوں نے کہا اللہ کی پناہ اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی کچھ تعویذ گنڈا لٹکا دیگا تو اسی کے حوالے کیا جاوے گا۔ خدا تعالیٰ ہی کا توکل بس ہے۔

(۲) اکثر اہل علم کا قول ہے کہ تعویذ یا جھاڑنے میں بشرطیکہ کلمات شرک نہوں اور اس میں بھی وہ اسیطرح خدا کی عطا کی ہوئی تاثیر سمجھتا ہو کچھ مضائقہ نہیں۔ یہ جو احادیث مذکورہ بالا میں ممانعت مذکور ہے یا تو ان تعویذ اور گنڈوں اور منتروں کی بابت ہے کہ جنکو جاہلیت میں مشرکین عمل میں لاتے تھے اور ان میں غیر اللہ سے استمداد و استعانت تھی اور یا ان خاص لوگوں کے لیئے حکم تھا کہ جنکی توکل میں شان بلند تھی اور عوام کے لیئے ممنوع نہیں اور حق سبحانہ نے جسطرح دوا میں عطا کی ہے اسیطرح اسماء میں بھی دی ہے انکار کرنا مکابرہ ہے۔ اور اسی لیئے آنحضرت صلعم قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس وغیرہ ادعیہ پڑھکر دم کرتے تھے اور صحابہ نے بھی ایسا کیا ہے اور کلمات مبارکہ بھی لکھکر تعویذ کے طور پر باندھے ہیں۔ اس امر کے ثبوت کے لیئے بہت سی احادیث ہیں جنکے نقل کرنے کی حاجت نہیں۔ اور جو کوئی توکل کرے تو اولیٰ ہے۔

سلہ اکثر عامل جنوں کو حاضر کرنے کے لیئے کیا کرتے ہیں ۱۲۔ سلہ عرب میں مرض کا علاج داغ بھی تھا اس سے منع فرمایا کہ ناحق شکل بگاڑنا ہے اور کیا کوئی دوا نہیں ۱۲۔ سلہ حمرہ حاء مہملہ سے سرخ رنگ کے دانے نمودار ہوجانا ایک مرض چیچک کے اقسام سے ہے جسکو سرخ بادہ کہتے ہیں ۱۲

سلہ یعنے اللہ تعالیٰ کی حمایت دور ہوکر اب وہ تعویذ گنڈا ہی اسکا کارساز رہگیا جو بغیر حکم الٰہی کچھ نہیں کرسکتا۔ ۱۲ منہ

حسد کا بیان

اب **تیسری شر** سے پناہ مانگنے کا ذکر فرماتا ہے جو وہ بھی بڑا ہی شر ہے فقال ومن شر حاسد اذا حسد۔ اور کہہ کہ میں حاسد کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جبکہ وہ حسد کرے۔

حسد دوسرے کی نعمت کو دیکھکر جلنا اور اسکے برباد کرنے کی کوشش کرنا اور طرح طرح کے حیلے اور تدابیر عمل میں لانا۔ اور غبطہ دوسرے کی نعمت دیکھکر اپنے لیئے بھی اسکی آرزو کرنا بغیر اسکے کہ اُسکا برباد کرنا چاہتا ہوا سیلئے حسد حرام ہے اور غبطہ جائز ہے۔ دنیا میں جسقدر شر ہیں دو ہی قسم کے ہیں اول وہ جو بغیر ارادہ اور کسی خاص کاوش کے پیش آتے ہیں جیسا کہ اتفاقاً آگ میں جلجانا پانی میں غرق ہوجانا۔ دوم وہ کہ ارادہ واختیار سے سرزد ہوں جیسا کہ قتل۔ لوٹ۔ چوری وغیرہ اور یہ شر جو بالارادہ سرزد ہوتا ہے حتے المقدور پہنچنے کی راہ بھی باقی نہیں چھوڑتا اور بالارادہ جسقدر شر ہیں انکی بنیاد حسد پر ہے۔ حاسد کے اندر جب حسد کی آگ بھڑکتی ہے تو وہ دوسرے کی بربادی کے لیئے اپنی خرابی اور بربادی کی بھی پروا نہیں کرتا اس لیئے یہ شر بڑا شر ہے۔

اسیلئے حکماء نے کہا ہے کہ یہ وہ مرض جہانسوز ہے کہ جسکی آگ میں پہلے حاسد جلتا ہے۔ پہلا گناہ جو عالم میں پیدا ہوا وہ ابلیس کا حسد حضرت آدم علیہ السلام سے تھا آپ بھی برباد ہوا مگر حضرت کو بھی مبتلاے مصیبت کر ہی چھوڑا۔ اور زمین پر جو پہلا گناہ ہوا وہ قابیل کا حسد اپنے بھائی ہابیل سے تھا کہ اپنی عقبے بھی برباد کی اور اس مظلوم کو بھی قتل کیا۔

اس کے شر سے خدا محفوظ رکھے یہ بدنصیب انسان کے خیالات بھی بدل ڈالتا ہے اس لیئے اس سے پناہ مانگنی چاہیئے تاکہ وہ قادر مطلق اسکی مضرت کے اسباب سے محفوظ رکھے اور اسمیں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ خدا حسد کی صفت بد سے بھی محفوظ رکھے یہ دل میں پیدا ہونے پائے ورنہ پھر وہ سعادت جو پہلے تعلیم ہوئی تھی برباد ہوجاتی ہے۔ یہود باوجودیکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق سمجھتے تھے مگر حسد کی آگ میں جل مرے سعادت سے محروم رہگئے۔ حاسد کو کوئی سعادت نصیب نہیں ہوتی اُسکا دل ملعون ہوجاتا ہے۔ **ف** بعض عارفین اس سورۃ کی اسطرح سے تفسیر کرتے ہیں کہ جب خدا تعالی نے سورہ اخلاص میں الوہیت کی شان بیان فرمادی تو اب مخلوقات کے مراتب کی شرح کرتا ہے اسلیئے کہ ظلمات عدم طاری تھے اور اُسکے شر میں سب غرق تھے اسلیئے اُسنے ان عدم کی اندھیریوں کو پھاڑکر نور وجود نکالا اس لیئے فرمایا کہ قل اعوذ برب الفلق کہہ مجھے اُسکی پناہ ہے جو اندھیریوں کو پھاڑکر ہستی کے نور میں لایا۔ اور ممکنات پیدا کیئے۔ پھر ممکنات کی دو قسم ہیں ایک عالم بالا جسکو عالم امر[*] کہتے ہیں ارواح وملائکہ۔ وہاں خیر ہی خیر ہے شر نہیں دوسرا عالم خلق یعنی عالم محسوس جس میں شر بھی ہے اور خیر بھی اسیلئے اسکے بعد فرمایا من شر ما خلق کہ عالم خلق کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا کرو اُس سے پناہ مانگو۔ پھر عالم خلق یا علویات ہیں یا سفلیات ہیں علویات میں بھی چنداں شر نہیں لیکن سفلیات میں جمادات نباتات حیوانات تین ایسی قسم ہیں کہ جن میں شر ہے کس لیئے کہ جمادات میں تو کوئی قوت نفسانیہ نہیں وہ تو شر ہی شر ہے کس لیئے کہ عدم ظلمت ہے اس لیئے سب سے اول اُسکے شر سے پناہ مانگنے کا ذکر کرتا ہے فقال من شر غاسق اذا وقب اور نباتات میں ایک قوت غاذیہ ایسی ہے جو اُسکو طول وعرض وعمق میں بڑھاتی ہے اور یہی اُسکی گرہیں جن میں وہ قوت نباتیہ پھونکتی ہے

[*] قرآن مجید کی اس آیت الا له الخلق والامر میں انہیں دونوں عالموں کیطرف اشارہ کرتے ہیں ۱۲ منہ۔

پھر نباتات کے شر ظاہر ہوتے ہیں اسلیئے انکے بعد انکے شر سے پناہ مانگنے کا ذکر فرمایا ومن شر النفاثات فی العقد
پھر حیوان میں قوی حیوانیہ ہیں حواس ظاہرہ اور حواس باطنیہ۔ اور بالخصوص شہوت اور غصہ اور طمع اور یہ سب کے
سب روح کو عالم غیب کی طرف متوجہ ہونے اور جلال الٰہی میں مشغول ہونے سے حاسد بنکر روکتے ہیں اسلیئے
ان سے پناہ مانگنے کا ذکر اس جملہ میں آیا ومن شر حاسد اذا حسد۔

اب عالم سفلی میں انسان ہی باقی رہا اس لیے اس کے مراتب کا ذکر سورۂ قل اعوذ برب الناس میں کیا۔ کبیر۔

ف واضح ہو کہ اس سورۃ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اول تو اجمالاً جملہ شرون سے پناہ مانگنے کی تعلیم کی
اور پناہ بھی کس سے مانگے رب الفلق سے جو اندھیرون میں سے روشنی نکالنے کا رب ہے۔ اسکے بعد تین شر کو بالخصوص
ذکر کیا تعمیم کے بعد تخصیص کے طور پر اور وہ تین شر یہ ہیں (۱) اندھیرے کا شر جبکہ پھیل پڑے خواہ رات کا
اندھیرا ہو جسمین موذی چیزین نکلتی ہین خواہ قوت بہیمیہ کا اندھیرا ہو جبکہ نور عقل پر چھا جاوے اور انسان کو اندھا
کر دے (۲) گرہون پر پھونک مارنے والیون کا شر عام ہے کہ تاگے کی گرہون پر جادو منتر پڑھکر پھونک مارنا ہو
جیسا کہ ڈائنین اور جادوگرنیان کیا کرتی ہین یا انسانی مدارک ومشاعر دل ودماغ کو اپنے حسن وجمال کے منتر سے بیکار
کرنے والی عورتین ہون یا عورتون کے سوا وہ شہوات ولذات ہون جو انسان کے دل ودماغ کی گرہونکو اپنے منتر
سے ڈھیلا کر دیتی اور مخبوط بنا دیتی ہین (۳) حاسد کا شر خواہ کوئی انسان ہو یا اسی کے اندر کا نفس امارہ ہو جبکہ
روح پر حسد کرکے اسکی ترقی کو مٹانا چاہے۔ الغرض یہ تینون شر ایسے ہین کہ جنمین ظلمت ہی ظلمت ہے اول شر
مین تو ظلمت ظاہر ہے دوسرے مین بھی ظلمت ہے۔ جادوگرنیونکے جادو سے بھی نور عقل پر قوت متوہمہ کی ظلمت طاری
ہوجاتی ہے اور اسیطرح حسین عورتون کے نازو کرشمے بھی بہیمیت کی ظلمت پھیلا دیتے ہین اور شہوات کی ظلمت تو اندھا ہی
کر دیتی ہے۔ تیسرے شر مین بھی ظلمت ہے کس لیئے کہ نفس امارہ کا حسد جب روح کے مقابلہ مین زور کرتا ہے تو ظلمات کا تلاطم
ہونے لگتا ہے اور اسیطرح کوئی انسانی حاسد بھی کھڑا ہوجاتا ہے تو معاذ اللہ اندھیر ہی مچا دیتا ہے۔ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ
کر دکھاتا ہے اور خود اسکے اندر تو ظلمات کے دھوئین اٹھتے ہین۔ پھر ان تینون شرون سے جو ظلمات تھے پناہ مانگنے مین خدا تعالےٰ
کی صفت رب الفلق ہی مناسب تھی یعنے رب النور

پس ان ظلمات پر اس رب النور ہی کی مدد اور پناہ کافی ہے اس سے پناہ مانگنی چاہیئے تاکہ وہ اپنے نور کی تجلی ڈالے
اور وہ اندھیرا دور ہوجاوے۔ یہ کمال بلاغت ہے۔

ف یہان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شر کی بنیاد ظلمت پر ہے اور خیر کی نور پر اس لیئے رب الفلق کا اس صفت کے
ساتھ یاد کرنا اور اس سے پناہ مانگنا نور پیدا کر دیتا ہے۔ اور اس خاصیت کا جو چاہے تجربہ کر دیکھے۔

اعوذ برب الفلق من شر ما خلق

سورۃ الناس مدینہ میں نازل ہوئی اس میں چھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِکِ النَّاسِ ۙ اِلٰہِ النَّاسِ ۙ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ

اے نبی یوں کہا کرو کہ میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے رب کی ۔ لوگوں کے بادشاہ کی ۔ لوگوں کے معبود کی ۔ اس خطرہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کی بدی سے

الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الْجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ۠

جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے ۔ وہ خواہ جنات ہو یا آدمیوں میں سے ہو ۔

ترکیب

قل اعوذ قرء الجمہور بالہمزة وقرئ بحذفہا ونقل حرکتہا الی اللام برب الناس متعلق باعوذ ملک الناس عطف بیان لرب الناس قرء الجمہور ملک الناس باسقاط الالف فی ملک والملک بکسر اللام السلطان القاہر ۔ الٰہ الناس ایضاً عطف بیان من شر الوسواس متعلق باعوذ وہو المستعاذ منہ ۔ الوسواس بفتح الواو وعند الفراء اسم بمعنی الموسوس وبکسرہا مصدر ای الوسوسۃ کالزلزال بمعنی الزلزلۃ والوسوسۃ حدیث النفس یقال وسوست الیہ نفسہ وسوسۃ ای حدثتہ شیئا واصلہا الصوت الخفی ومنہ الوسواس للصوت الحلی ۔ الخناس نعت لہ سالغۃ من الخنس وہو التاخر خنس یخنس اذا تاخر ومنہ قولہ تعالیٰ فلا اقسم بالخنس ۔ قال مجاہد اذا ذکر اللہ خنس ای تاخر الشیطان واذا لم یذکر تقدم الذی الخ الجملۃ فی محل الجر علی الصفۃ للخناس او فی محل الرفع بتقدیر ہو او فی محل النصب علی الذم ۔ من الجنۃ والناس بیان للخناس او الوسواس ۔ وقیل متعلق بیوسوس ای یوسوس فی صدورہم من جہۃ الجن والانس وقیل بدل من شر باعادۃ الجار ۔ وقیل حال من الضمیر فی یوسوس ای یوسوس وہو من الجن والناس ۔ والجنۃ والجن بالکسر بمعنی واحد ۔ فی الصراح جن بالکسر پری وہو خلاف الانس والواحد منہ جنی بکسرتین ۔ جنۃ بالکسر پریان ۔ قولہ تعالیٰ من الجنۃ والناس ۔ ودیوانگی قولہ تعالیٰ ام بہ جنۃ فالاسم والمصدر علی صورۃ واحدۃ ۔ انتہی ملخصاً ۔ والناس اصلہ عند سیبویہ اناس فحذفت فاؤہ وعند غیرہ لم یحذف منہ شئی واصلہ نوس اذا التصغیر نویس والواحد منہ الناسی ۔

تفسیر

یہ سورہ بھی جمہور کے نزدیک مدینہ میں نازل ہوئی اور بعض کہتے ہیں مکہ میں نازل ہوئی وہی گفتگو ہے جو سورہ فلق میں تھی اسکا شان نزول اور ربط وہی ہے جو سورہ قل اعوذ برب الفلق میں بیان کر آئے ہیں اس میں چھ آیت ہیں ۔ خلاصہ اس ربط کا یہ ہے کہ اس سورۃ میں ان شروں سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے جو خاص انسان کے قلب پر پہونچتے ہیں اور ایمان کے زائل کرنے میں ان کو بڑا دخل ہے ۔ خصوصاً عامہ ایمانداروں کے لیے جسکی تفصیل یہ ہے ۔

کہ انسان کی تین حالت ہین اول طفولیت کا زمانہ جسکو عقل ہیولانی کا وقت کہتے ہین - اس وقت تو حضرت کو اعضاء جسمانی
کے کمزور ہونے کے سبب بدیہیات بھی معلوم نہین ہوتے ماں باپ کو بھی نہین پہچان سکتے - وہان تو محض تربیت ہی
تربیت ہوتی ہے جسکا متکفل وہ خداوند تعالی ہے - اور اپنی شان ربوبیت کا کس کس طرح سے جلوہ دکہاتا ہے - ماں کی چھاتیون مین
دودہ پیدا کرتا ہے اور اس نادان محض کی جبلت مین دودہ کا چوسنا القا کرتا ہے ایسے زمانہ کے لحاظ سے قل اعوذ برب الناس
ارشاد فرمایا اور پناہ مانگنے مین اپنی اس قدیم ربوبیت کو یاد دلایا جس سے کوئی آدمی بھی محروم نہین - پھر اسکے بعد نشوونما
شروع ہوتے ہوتے اس مرتبہ پر پہونچتا ہے کہ بدیہیات کا علم حاصل ہوجاتا ہے اور بدیہیات کو ترتیب دیکر نامعلوم چیزونکو
فکر و نظر سے حاصل کرنے لگتا ہے اب ایک تو یہ علمی زور حاصل ہوا دوسرے بدن کا زور اٹھتی جوانی کا نشوونما لذات
وشہوات کی رغبت اسکے اوپر بادشاہی کا رنگ جمادیتی ہے اپنی ترنگ مین کسیکو خاطر ہی مین نہین لاتا شاہانہ مزاج
پیدا ہوگیا نہ آخرت کی فکر نہ کوئی مآل اندیشی - اس زمانہ کے آفات اور شر بھی ایسے ہین کہ الٰہی توبہ - اس زمانہ کے
لحاظ سے پناہ مانگنے مین ملک الناس ارشاد فرمایا کہ تو کیا ہے اور تیرا زور اور علم کیا ہے شاہنشاہ مطلق ہم ہین
ہمارے دیئے ہوئے قوی کے لشکر و نیر تو کیا غرور کرتا ہے جب چاہین اپنے لشکرون کو تجھ سے لے سکتے ہین اور دوسرے
لشکر بھیجکر تجھے پامال کرسکتے ہین تو اپنے زور و نیر گھمنڈ نکر بلکہ تمام انسانون کے بادشاہ سے جو بڑا زور آور ہے پناہ مانگ - پھر
اسکے بعد جب جوانی کا خمار ٹوٹتا ہے تو اسکو ادہر ادہر کی بھی سوجھتی ہے جیسا کہ سورہ احقاف مین فطرت انسانی کے اس زمانہ کا
نقشہ کھینچا ہے وبلغ اربعین سنۃ قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضاہ واصلح لی
فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین کہ جب چالیس برس کو پہونچا تو کہنے لگا کہ اے میرے رب مجھے توفیق دے
کہ مین تیری ان نعمتون کا جو مجھپر اور میرے ماں باپ پر مبذول ہوئی ہین شکر کرون اور وہ وہ عمدہ کام کرون جو تجھے
پسند آوین مین نے تیری طرف رجوع کیا اور مین تیرے فرمانبردارون مین سے ہون - اور معلومات کا بھی ایک بڑا ذخیرہ
اسکے سینہ مین جمع ہوا اور جو کمال اس مین ودیعت رکھے گئے تھے اور جنکا تخم اسکی استعداد کی زمین مین ڈالا گیا تھا اب
وہ سب باہر آگیا اور اسکو حکماء کے نزدیک عقل بالفعل کا مرتبہ اور کمال کا مرتبہ کہتے ہین - اب اسپر شان الوہیت
آشکارا ہوئی - اس مرتبہ کمال کے لحاظ سے یہ جملہ ارشاد فرمایا الٰہ الناس کہ لوگون کے معبود سے جسمین
جملہ کمالات اور تمام صفات کاملہ موجود ہین اور تیرا یہ کمال اس کے کمال کے آگے کچھ بھی نہین پناہ مانگ
اب اپنے ان تینون اوصاف کو (جو انسان کی عمر کے تینون حصون کے مناسب تھے اور اسی لئے ربوبیت ملکیت
الوہیت کو الناس کی طرف مضاف کیا ہے) بیان فرما کر یہ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم کس سے پناہ مانگنے کو کہتے ہین اور
وہ کیا ہے جن سے پناہ مانگنی چاہیئے وہ کونسا شر ہے؟ پھر آپ ہی بتلاتا ہے من شر الوسواس کہ وسوسہ ڈالنے والے کی برائی سے
وسواس بفتح و کے معنی ہین وسوسہ اور خطرہ ڈالنے والا اور بکسرہ و اسکے معنی ہین خطرہ اور وسوسہ بہرحال خطرہ اور وسوسہ

یا وسوسہ اور خطرہ ڈالنے والا ہو اسکے شر سے پناہ مانگنی چاہیے - اور دل سے کہنا چاہیے کہ الٰہی تو جو رب الناس ہے سب کی
پرورش اور تربیت تیرے ہی ہاتھ مین ہے اور تو جو ملک الناس لوگون کا بادشاہ ہے سب تیری رعیت ہین سب پر تیرا زور
چلتا ہے (پرورش کرنے والا کبھی بادشاہ نہین بھی ہوتا جیسا کہ ماں باپ اور آقا یا عزیز و اقارب پرورش کرتے ہین مگر بادشاہ
نہین سب پر زور نہین مخالف کے زور اور اُسکے شر کو نہین روک سکتے) مگر تو پرورش کرنے والا بھی ہے اور بادشاہ بھی ہے
تجھکو یہ فوقیت ہے اور بادشاہ بھی کیسا بادشاہ الٰہ الناس تو لوگون کا خدا بھی ہے - بادشاہ کو اختیارات شاہی حاصل
ہوتے ہین نہ اختیارات خدائی وہان وہ بھی اورون کی طرح مجبور ہوتا ہے - موت اور بلاے آسمانی اور قضاء و قدر کے احکام
مین اُسکی کچھ بھی نہین چلتی مگر تو تو خدا بھی ہے تیرے زور اور تیری قدرت کے کرشمون کو کسی انسان کی عقل احاطہ
نہین کر سکتی تجھ مین بے انتہا طاقتین ہین تو جیسا کہ تو نے سورہ قل ہو اللہ مین آپ بتلایا ازلی ہے ابدی ہے یکتا
ہے صمد ہے یعنی سب بے نیاز ہے کسیکا کسی کام مین محتاج نہین سب تیرے ہی محتاج ہین - مجھکو وسواس یعنی وسوسہ ڈالنے
والے کے شر سے محفوظ رکھ مین تیری پناہ مین آتا ہون تجھ سے پناہ چاہتا ہون تو پناہ دے تیرا پرورش کردہ ہون تیری رعیت
و محکوم ہون تیرا بندہ ہون ابتداء آفرینش سے اب تک اور آیندہ تیری ہی عنایات کا خوگر ہون میرے کئی رابطے تجھ سے ہین
تو ہمیشہ کا کرم گستر ہے مین موروثی خانہ زاد اور رعیت ہون -

پھر وہ وسوسہ ڈالنے والا کون ہے جسکے شر سے پناہ مانگی جاتی ہے اور پناہ مانگنے کا آپ ہی اپنی رحمت سے حکم دیتا ہے جسپر قبولیت کا نشان
ہے؟ اسکو آپ ہی بیان فرماتا ہے الخناس وہ وسوسہ ڈال کر ہٹ جانیوالا چور اور داؤ گھات والا قزاق ہے - خنوس کے معنی ہٹنا کام
کر کے سٹک جانا جیسا کہ چورون بدمعاشون کی عادت ہوتی ہے - خرمن ایمان مین چنگاری ڈالدی اور چلدیئے - پھر اور بھی توضیح کرتا ہے
کہ وہ وسواس کیا کیا کرتا ہے؟ الذی یوسوس فی صدور الناس کہ وہ لوگون کے دلون مین وسوسہ اور بدخطرہ اور ناپاک خیال
ڈالا کرتا ہے - پھر فرماتا ہے کہ آخر وہ ہے کون؟ من الجنۃ والناس وہ جن ہے ابلیس اور اُسکی ذریت جنکو قلوب
بنی آدم تک رسائی ہے اور طرح طرح کے وسوسے ڈالا کرتے ہین اور انہین پر موقوف نہین آدمی بھی ایسے ہین جو ایمان مین
یا نیک کام مین یا کار خیر مین وسوسہ اور شبہ ڈال کر چلتی گاڑی مین روڑا لگا دیا کرتے ہین - کہین طمع کا رتفرہ سے کہین پر افسون تحریر سے
کہین ناصح مشفق بنکر کبھی واعظ اور ریفارمر بنکر کبھی پیر و مرشد بنکر فقیری کا لباس پہنکر الغرض ہزارون بہروپ بدلکر انسانی
شیطان ایسے کام کرتے ہین جنکی نسبت مولانا روم مثنوی مین فرماتے ہین ؎ اے بسا ابلیس آدم روے ہست ٭ پس بہر دستے نباید داد دست
ان انسانی شیطانون کا ہر وقت اور ہر زمانہ مین ظہور ہوا ہے خصوصاً اس اخیر زمانہ مین کہ جسکی خبر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے
پہلے سے دی تھی بہت کچھ زور ہے - ایمان کا تھامنا آج کل ایسا مشکل ہے کہ جیسا ہاتھ مین انگارے کا تھامنا -

ایک طرف کو غیر مذاہب کے واعظ اس آزادی کے زمانہ مین ایسے نکل پڑے کہ جیسے برسات مین حشرات الارض - کہین پادری
اور اُنکے کاسہ لیس ہین جو طرح طرح سے دام تزویر پھیلاتے ہین وعظ اور خطرات ڈالنے والی کتابون کی تصنیف اور اخبارات

ور رسائل کی شہرت پر بس نکرکے مدارس بھی قائم کر دیئے پھر عورتونکے دلون مین اپنے زہریلے تخم بونے کی کوشش مین بھی کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھتے - سادہ لوح اُنکی چپڑی چکنی باتون مین آکر اپنی مستورات کو بھی تختۂ مشق بنانے کے لیئے اُنکے حوالے کیئے دیتے ہین کہین یتیم خانے بناکر مصیبت زدونکے بچون کو شکار کرتے ہین اور روٹی کھلا کر اُنکا ایمان چھین لیتے ہین - کہین شفاخانے بنا رکھے ہین - خیراتی اور رفاہ کے کامون کی آڑ مین ایمان سے برگشتہ کرتے ہین -

پھر مدارس مین بھی الحاد کی تعلیم دیجاتی ہے اور اُسکو نیو سائنس بتایا جاتا ہے اور کس کس پیرایہ سے ایمان اور اسلام اور اُسکے ارکان و شعائر کی توہین کیجاتی ہے قہقہے اڑائے جاتے ہین پھر اُنکے خوشامدی اور کاسہ لیس جو نئے فلسفے کے شیدا ہین بلباس اسلام لوگون کو ملحد و دہریہ بنا رہے ہین کہین معراج کا انکار کہین خرق عادات کا انکار معجزات انبیاء علیہم السلام پر تمسخر اُنکے برکات نفوس مقدسہ پر ٹھٹھے پھر عام بدکاری کے اسباب ایسے پیدا ہو گئے کہ جن سے بچنا مشکل شراب کا دریا رواں فاحشہ عورتون اور بے ہنر نقادون اور لہو ولعب اور طرح طرح کے باجے اور تھیٹر اور تماشے ایسے نکل پڑے کہ جن سے کوئی شہر اور کوئی محلہ خالی نہوگا دواؤن مین شراب کھانون مین شراب - پھر قانون نے شریعت کو درہم برہم کرنے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا لوگون سے شریعت چھوڑ کر رسم و رواج کی پابندی پر پروانہ دیدیا پھر سود اور اُسکے معاملات کی ایسی وبا پھیلائی کہ جس سے کوئی تجارت اور کوئی معاملہ نہ بچ سکے پھر اُنکے خوشامدی ان باتون کے جواز مین اپنی ملمع کار تقریرون - لکچرون مین کیا کیا کاریگریان کرتے ہین[1] کہ اُسکو دیکھکر بیچارہ شیطان بھی ششدر رہجاتا ہو تو تعجب نہین شاگرد رشید اُستاد سے بھی سبقت لے گئے - لعنۃ اللہ علیہم اجمعین -

پھر ان کے دیکھا دیکھی وہ مذاہب بھی اُٹھ کھڑے ہوئے کہ جنکی بدبو سے دنیا سڑ گئی تھی اور اب تک سڑ رہی ہے پھر وہ سیاہ باطن نئی روشنی کی خوشبو مین مل مل کر اُس ناپاکی کو کیسا عطر بنا کر دکھا رہے ہین - اور اسلام اور اُسکے ہادی کے پرنور چہرہ پر کیسے کیسے بدنما دھبے لگانے کی کوشش کرتے ہین اور اسلام کی فرضی تصویر دکھا کر اُسکا چہرہ بگاڑ کر دکھاتے ہین کہ دیکھنے والے کو گھن آجائے - ان کے خطرات و وسواس کی شرح کرون تو ایک دفتر تیار ہو جائے - پھر خود اسلامیون مین جو زمانہ کے اثر بد سے لوگون نے کجیان پیدا کر کے اُن کا نام اسلام اور سنت رکھا ہے اور پھر اُنکے مولویون درویشون نے جو جو وسواس پیدا کر کے عام مسلمانون کو راہ راست محمدی مین ٹھوکرین کھلائی ہین اور کھلا رہے ہین - خدا تعالیٰ اُن سے بھی محفوظ رکھے - یہ ہے انسانی خناسون کے وسواس کی تفسیر جنکے شر سے پناہ مانگنے کا حکم ہوا ہے اب مین

[1] سود کے جواز کے لیئے کبھی تو یہ تقریر ہے کہ سود عرب کے مفلس لوگون کی داد و ستد تک محدود تھا کیونکہ غریب آدمیون کی ضرورت پر قرض دیکر اُن سے سوایا ڈیوڑھا لینا انسانی مروت کے خلاف تھا مگر شاہی بنکون سے منافع لینے مین یہ بات نہین - کبھی یہ کہا جاتا ہو کہ سود کا مسئلہ شارع نے ناتمام چھوڑ دیا ہی یہ قیود جو لگائی ہین تو فقہا نے فرصت مین بیٹھکر لگائی ہین اسلام کے وسیع دائرہ معاش کو تنگ کر دیا ہے کبھی یون کہا جاتا ہے کہ ہندوستان دار الحرب ہے یہان سود لینا درست ہے - مگر دار الحرب کے معنی پوچھے جاتے ہین تو حکام وقت کے ڈر سے چپ ہو جاتے ہین کس لیئے کہ دار الحرب کے پھر اور احکام بھی تو ہین - کبھی یون کہا جاتا ہے کہ سود جو ربوا کا ترجمہ ہے حرف اس قرض لینے دینے مین ہے باقی تجارت اور ہنڈی بٹے اور نوٹون کے منافع سے کچھ تعلق نہین ۱۲ منہ

کسیقدر شر الجنۃ کی بھی تفسیر کرتا ہوں۔ انس رض سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے اندر خون کی طرح شیطان پھرتا ہے (متفق علیہ) ابو ہریرہ رض کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان سے شیطان پوچھتا ہے کہ یہ چیز کس نے بنائی اور یہ کسنے یہان تک کہ کہتا ہے کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا پھر جب یہ نوبت پہونچے تو کہہ دینا چاہیئے کہ مین اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لایا ہون۔ (متفق علیہ) ابن مسعود رض کہتے ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان کا بھی ابن آدم کے دل پر گزر ہوتا ہے اور فرشتہ کا بھی شیطان کے گزرنے سے شر پر آمادگی اور حق کی تکذیب پر تحریک ہوتی ہے۔ اور فرشتے کے گزر سے نیک کام کرنے اور حق کی تصدیق کرنے کی تحریک ہوتی ہے۔ پھر جسکو یہ بات نصیب ہو تو اللہ کا شکر کرے اور جسکو پہلی بات پیدا ہو تو شیطان مردود سے پناہ مانگے۔ (رواہ الترمذی)

اور یہ ممکن ہے کس لیئے کہ فرشتہ اور اسیطرح شیطان جسم لطیف رکھتا ہے سو اُنکا انسان کے مجاری دم مین مداخلت کرنا کچھ بھی مشکل نہین اور اسی لیئے دل پر دریا کی طرح موجین اُٹھا کرتی ہین کبھی نیکی کی طرف اور کبھی بدی کی طرف دل مین از خود خواہش پیدا ہوتی ہے تو اسکا محرک نیک کامون مین فرشتہ کا الہام ہوتا ہے۔ اور بد کامون مین خطرۂ شیطانی ہوتا ہے پھر جو اس خطرۂ شیطانی پر جم گیا برباد ہوا۔ اور اصل مادہ اس شیطانی اور ملکی گزر کا انسان کے قوی بہیمیہ اور قوی ملکیہ کا ہیجان ہے۔ اور اسی لیئے بعض نے غلط فہمی سے صرف مادہ کو شیطان اور فرشتہ سمجھکر شیطان اور فرشتے کے وجود مستقل کا انکار کر دیا یہ بھی ایک شیطانی خطرہ ہے۔ اور اس مین کوئی شبہ نہین کہ انسان کے اندر قوت واہمہ بھی ایک بڑا شیطان ہے وہ اسکو کچھ کا کچھ دکھا دیتی ہے اور اُسکے علوم و معارف حقہ مین فرق ڈالدیتی ہے جسقدر گمراہ فرقے ہین اسی قوت وہمیہ کے مارے ہوئے ہین اس لیئے اس سے پناہ مانگنے کا ارشاد فرمایا جس سے اشارہ ہے کہ اپنے علوم و معارف حقہ پر جو تمکو مشکوۃ نبوت سے پہونچے ہین مستقیم اور ثابت قدم رہو خیالات کے گھوڑے دوڑا کر ہلاکت کی گھاٹی اور خسران کے گڑھے مین نہ گرو۔

ف سورہ قل اعوذ برب الفلق مین رب الفلق ایک صفت ذکر کرکے تین چیزون سے پناہ مانگنے کا ذکر تھا اور اس سورہ مین تین صفات ذکر کرکے ایک چیز سے پناہ مانگنا فرمایا وہ کیا؟ شر وسواس خناس۔ اسمین کیا مصلحت ہے؟ (۱) تو یہ کہ اُس مین جسمانی شرون سے پناہ مانگی گئی تھی جسکے لیئے ایک صفت رب الفلق کافی تھی اور اس سورہ مین روحانی اور دینی شر سے پناہ مانگی گئی ہے اسلیئے اسکے لیئے تین صفات رب کا ذکر کرنا مناسب ہوا تاکہ معلوم ہو کہ دینی شر بڑا شر ہے اس لیئے اس سے پناہ مانگنے مین خدا پاک کے تین اوصاف۔ رب الناس۔ ملک الناس۔ الہ الناس کا ذکر کرنا مناسب ہوا۔ (۲) یہ کہ اُس سورۃ مین اُن تین شرون سے پناہ مانگنے کا حکم ہے جو اعلےٰ اور ادنےٰ سب کو لاحق ہوتے ہین اور اسمین اُس شر سے بچنے کا حکم ہے جو عوام کو زیادہ لاحق ہوتا ہے جو نہایت کمزور ہوتے ہین اسلیئے اُن کو خدا تعالےٰ کے یہ تین وصف محافظ عطا کیئے گئے کہ ان صفات عالیہ کے ذریعہ سے شر شیطانی سے پناہ مانگو۔

ف۲ بعض مفسرین نے من الجنۃ والناس کو الناس کا بیان قرار دیا ہے جو یوسوس فی صدور الناس میں مذکور تھا تب یہ معنی ہونگے کہ وہ خناس
جو جنوں اور آدمیوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کرتا ہے اُس کے شر سے پناہ مانگو۔ یہ بات تو ٹھیک ہے کس لیئے کہ جس طرح نیک و بد خطرات
انسانوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں اسی طرح جنوں کے دلوں میں بھی اور وہ بھی انسان کی طرح مکلّف اور مامور ہیں ان میں بھی نیک
اور بد ہیں ان کے دلوں تک بھی جسطرح فرشتہ ملہم خیر کا گزر ہوتا ہے اسی طرح خناس ملہم شر کا گزر ہوتا ہے۔ ان میں بھی مؤمن اور کافر ہیں
چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قوم کے لیئے بھی نبی ہیں اس لیے اس قوم کے ایماندروں کو بھی پناہ مانگنا سکھایا ہے۔
مگر یہ کلام باقی رہے گا کہ ناس کا اطلاق کیا جن پر بھی ہوتا ہے جس کے بیان میں من الجنۃ واقع ہوا ہے۔ اکثر کہتے ہیں کہ ناس کا اطلاق
انسان ہی پر ہوتا ہے نہ جن پر۔ بعض فرماتے ہیں ہوتا ہے جیساکہ رجال کا اطلاق سورۂ جن میں جنوں پر بھی ہوا ہے یعوذون برجال من الجن۔
ف۳ اس سورہ میں خدا پاک کے تین اوصاف مذکور ہوئے۔ اگرچہ وہ بندے کی تو تینوں حالتوں کے مناسب ہیں جیساکہ اوپر بیان ہوا۔ مگر
وسواس خناس سے ان تینوں صفات کو کیا اثر پہنچتا ہے؟ ضرور پہنچتا ہے۔ کس لیئے کہ جس کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے وہ وسواس
خناس ہے۔ چونکہ اس میں لطافت بھی ہے جو دلوں تک پہنچتا ہے اور بدنِ انسان میں خون کی طرح دورہ کرتا ہے اور پھر کام کرکے چلدیتا ہے
وہ قزّاق ہر ایک کے قابو میں نہیں آتا اور جو پکڑا جاوے اُس کو سزا بھی ہر ایک نہیں دیسکتا۔ اس لیئے اس کے شر سے پناہ مانگنے میں
باری تعالی کے صفات میں سے وہ تین صفات اختیار کیئے گئے جو اُس کے لیئے کافی ہوں۔ ربّ النّاس میں لطافت رب کی طرف
اشارہ ہے اور پاسبانی کی طرف بھی کس لیئے کہ رب وہ ذات ہے جس میں جمیع صفاتِ کمال ہیں اور منجملہ ان کے لطافت علم و خبر بھی ہے
جس بغیر ظاہری و باطنی تربیت ممکن نہیں وہ خناس جب کبھی دل میں آئے گا اُس کو فوراً معلوم ہو جائے گا اور تربیت کا مقتضی ہے کہ باطن کو
بھی شر سے محفوظ رکھے اس لیئے اُس کے پہرے دار بھی خاصانِ خدا کے اردگرد رہا کرتے ہیں یحفظونہ من امر اللہ اور اس قزّاق کی گرفتاری
کے لیئے ملک النّاس کی صفت مذکور ہوئی۔ کس لیئے کہ شاہانِ عالیشان بڑے بڑے چوروں قزّاقوں کو بس میں کرلیا کرتے ہیں اور پھر قابو
میں کرنے کے بعد سزا دینے کے لیے الٰہ النّاس کی صفت کا اظہار فرمایا۔ کس لیئے کہ خدائی سے بڑھکر پھر اور کوئی مرتبہ ہی نہیں۔ سب کچھ
اعمال کی جزا اور سزا دینا اُسی کی شاہنشاہی اور خدائی کا مقتضٰی ہے۔
ف۴ سورۂ قل اعوذ برب الفلق میں پناہ گمراہی اور حجابات حاجزہ سے مانگی گئی تھی۔ جس کے غالباً تین سبب ہوا کرتے ہیں۔ کبھی قوت بہیمیہ
اور بہیمیت کا غلبہ اور کبھی لذات و شہوات کی رغبت جس کی طرف ومن شر النفثٰت فی العقد میں اشارہ تھا۔ اور کبھی قوی ملکوتیہ کا دب جانا اور
عوارض ہیولانیہ و اسبابِ ظلمانیہ کا غلبہ پانا جسکی طرف ومن شر حاسد اذا حسد میں اشارہ تھا اس لیئے استعاذہ میں خدا تعالی کی صفت ربّ
الفلق کا ذکر کیا جو تنویر کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور اس سورہ میں شیطانی وسواس سے پناہ مانگنے کا حکم ہے۔ اور شیطان کا استیلا
انسانیت پر پورا پورا ہو جاتا ہے جو طرح طرح سے تجلیات باطلہ اور اشکالِ مختلفہ میں ظہور کرتا ہے اس لیئے اس سے استعاذہ کرنے میں تین
صفاتِ جبروت ذکر ہوئے۔ ربوبیت۔ ملکیت۔ الوہیت کہ جن کے استیلاء سے شیطانی استیلا کو جگہ نہیں ملتی۔
ف۵ ابتدا قرآن کی وصفِ ربوبیت سے تھی الحمد للہ رب العالمین فرمایا تھا۔ اور اختتام وصفِ الوہیت پر ہوا الٰہ النّاس فرمایا تاکہ معلوم ہو جاوے

کہ ربوبیت کی حق شناسی یہی ہے کہ اسکی الوہیت میں کسیکو شریک نہ کیا جاوے اور اسی کی شکرگزاری کے ساتھ عبادت و اطاعت میں عمر گزاری جاوے۔ ولہ الحمد ظاہراً و باطناً۔

بتاریخ ۴ شعبان سنہ ۱۳۱۴ھ بوقت صبح بمقام دہلی کتاب تمام ہوئی

قطعۂ تاریخ از مولوی سکندر یار خان صاحب دہلوی سلمہ اللہ تعالیٰ

زہی تفسیر حقانی ز تصنیفات مولانا | زویدارش فرو ریزد و بدل انوار فیض حق
سکندر جست تاریخش ز ہاتف این ندا آمد | شد تاریخ سال و گل از گلزار فیض حق

ولہ ایضاً

لکھی تفسیر حقانی ہے کیا خوب | مصنف کو خدا نے دی جو توفیق
ہوئی تاریخ کی جب فکر مجھکو | کہا دل نے یہ ہے تنویر تحقیق

ولہ ایضاً

شدہ تفسیر حقانی چہ مرغوب | زویدارش نمودہ منظر حق
نمودم فکر بہر سال تاریخ | بگوشم آمد ندا این مظہر حق

ہذا ما سطرہ فخر العلماء الاعلام الحبر الفہامۃ زین الاسلام المدرس فی مدینۃ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

مولانا عبد الرحمن بن احمد بن عبد القادر المدنی سلمہ اللہ عن شر کل عدو و غبی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمداً لمن جعل کتابہ العزیز اصلاً للعلوم و باباً للسعادۃ ٭ و سبباً للفوز والنجاۃ والہدایۃ والسیادۃ ٭ و جعل العلماء مفتاحاً لہذا الباب و نوراً لیستضاء بہم فی جمیع البلاد ٭ و فضلہم علی من سواہم من خلق من حاضر و باد ٭ فقال جل من قائل ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون وقال ہل تستوی الظلمات والنور ففیہ کفایۃ لاہل الشعور ٭ و شکراً لمن اصطفی منہم من شاء لخدمۃ کتابہ الآیات الکریم ٭ وافاض علیہم من فتوحات الالٰہیۃ لفہم مبانیہ و تفسیر معانیہ ما یقف دونہ فہم کل فیلسوف و حکیم ٭ و نظمہم فی سلک قولہ تعالیٰ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم ٭ واصلی واسلم علی المخصوص بجوامع الکلم والہادی الی قوم الطریق وعلی آلہ واصحابہ الواصلین غایۃ السبق فی میدان التحقیق اما بعد فیقول الفقیر الی رحمۃ ربہ الغنی عبد الرحمن بن احمد بن عبد القادر الیاس المدنی خادم العلوم ببلدۃ اشرف رسول واکرم نبی۔ انہ اقتعدت غارب الاغتراب وانتضی الغربۃ عن الاقران والاتراب و دخلت بلاد الہند مجبوراً عن التنقل بقائلا رب لما انزلت الی من خیر فقیر و جعلت جل قصدی فی ہذا السفر الاستفادۃ والافادۃ و دفع الہموم والغموم بملاقاۃ العلماء السادۃ۔ کما ہو داب السلف الکرام وعادۃ۔ کیلا اؤب صفر الیدین وارجع بخفی حنین فجلوت و وصلت الیہا فزرت العلماء الکرام و ظفرت بزیارۃ الکملاء العظام منہم مفتی

الانام المرجع في جميع الاحكام البحر الذاخر الحبر الباهر السحاب الماطر عديم النظير في هذا الجم الغفير شيخ المشائخ العظام الشامخ الملقب بحجة الله المفتي مولانا
لطف الله متع الله المسلمين بطول بقائه ونضر رياض العلوم ببهائه ومن جملة ما طالعت عليه بتوفيق العليم المنان تفسير القرآن العظيم الشان المسمى
بفتح المنان فوجدته فريدا في جنسه جامعا لكل المحاسن في نفسه عميم النفع لكل عالم وطالب علما فيه يهتدي به الى حجيج المطالب كشف عن مخدرات
المعاني القناع بحسن بيان وتوضيح واقناع يشفي به الداء العضال ويزداد المهتدي به هداية ويهتدي به الضال هو البحر الزاخر ليس له ساحل فبحر
وليس له جزر كيف لا وهو تاليف العالم العلامة البحر الذي فاق الفهامة وحيد دهره وفريد عصره الجامع بين المنقول والمعقول من فروع واصول
من شدت عليه الفصاحة نطاقها ومدت اليه البلاغة رواقها وسلمت اليه دقائق المعاني اعنتها ودقائق الحقائق ازمتها حتى صار بحرا لا يباري
ولا يباري وفردا في حلبة العلم وميدانه لا يسابق ولا يجاري بيانه يحط المشكلات رحالها فتقصد عن رحابه وقد حل اشكالها جامعا لجميع المحامد
والمفاخر صادقا عليه قول الشاعر وليس على الله بمستنكر ان يجمع العالم في واحد وهو الشيخ مولانا ابو محمد عبد الحق الدهلوي بيدا اني
اطلب من مؤلفه ادامه الله وبلغه مناه في آخرته ودنياه ان يترجم بلسان العرب وارجو منه اجابتي لهذا المطلب ليعم نفعه اهل كل لسان من قاص
ودان واسئل الله الكريم بديع السموات العظيم ان يحسن له ولي العواقب ويكفيني واياه شر كل حاسد مراقب وان يجمعنا واياه في دار النعيم ببركة نبيه
الكريم انه على ما يشاء قدير وبالاجابة جدير وصلى وسلم على سيدنا محمد صلوة مستمرة الدوام وآله واصحابه ومن تبعهم واهتدى بهديهم من الانام

هذا ما كتبه الفاضل الكامل العارف العامل شيخ الطريقة العلية القادرية مولانا محمد الملقب بشاه سراج الحق الانبيتهوي

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي خلق الانسان وعلمه البيان وانزل على عبده آيات بينات من الهدى والفرقان والصلوة والسلام على افضل الانبياء سيدنا محمد
اكرم الخلق من الانس والجان المؤيد باوضح الحجج والبرهان المبعوث بالكتاب العلي الشان وعلى آله واصحابه البالغين اقصى البراعة والبيان
المنعوتين في المصحف والقرآن وبعد فان افضل الاديب الكامل الاريب صدر الافاضل في المعقول والمنقول فخر الاماثل في الفروع والاصول
عالم اسرار التفاسير القرآنية ماهر اسرار الاحاديث النبوية المحقق المدقق سيدنا واستاذنا الاحق مولانا ابو محمد عبد الحق لا زال ذاته محققا
للحق ومبطلا للباطل قد صنف كتابا جليلا المسمى بالتفسير الحقاني جامع نكات الاصولية والفروعية فاتح مغلقات العقلية والنقلية حيث
لم يسمعها الآذان ولم ير عيون الازمان مغنية للنواظر ومطربة للجواهر تميل اليها الطباع وتلذ بها الاسماع كافية للمتمسكين بعروة الوثقى
وافية للمتشبثين بغاية القصوى . واني يختفي للشمس ضوء عن الابصار في ضحو النهار . وكيف يستر فوح المسك بحثوتها شم الورى
في يوم حاد فيا ايها الطالبون الصادقون هلموا الى مقاصدكم واشكروا الى انجاح مراصدكم فانه نعم البضاعة واحسن متاع الدنيا
والآخرة وآخر كلامنا وختم مرامنا ان الحمد لله رب العالمين

حرره العبد الاحقر المدعو محمد عمر الملقب بشاه سراج الحق

یہ تاریخیں حضرت فاضل اجل شاعر بے مثل علامہ فہامہ وحید و فرید زمانہ فخر عرفی رشک فیضی خسرو ثانی مولانا مولوی محمد عبد العلی لکھنوی مدراسی نے ارسال فرمائی ہیں ناظرین حضرت کا تہ دل سے اور مصنف صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں

حامداً و مصلیاً

تواریخ عربی و فارسی و اردوی تفسیر حقانی منظومہ حضرت آسی محمد عبد العلی مدراسی سلمہ اللہ تعالیٰ

تبصر و قل ایها المستکین — هو الحق للحق حصن حصین
علی رفعة الدرس بدر منیر — و فی مجلس الوعظ صدر امین
به فی العلی شمس علم اضاءت — به بدر نور الهدی یستبین
لارباب علم امام همام — لاصحاب فن دلیل فهیم
و من فوقه قط لم یصدر الا — حدیث و آی و فقه مبین
فصباح تقریره غیر مطفی — و قراة تفسیره لا تزین
فمن شاء سوء له حان حینا — و من عانه فهو نعم المعین
بحساده قال ربی تعالی — و املی لهم ان کیدی متین
بارخه قد جاء اس آسی — لحق حقیق به نستعین

لقد جاء حق بتفسیر حق — هو العبد للحق حبر فطین
لاهل النوادی ندی الایادی — لصرح الافاضات رکن رکین
لفرع الکنایات اصل اصیل — لشرح الاشارات متن متین
عوالی مقاماته فی المعالی — معالی مقالاته لا تشین
و اماله الفیض درسا و وعظا — فدر سمین و در ثمین
له فی المعالی مدیح معلی — له فی العوالی کلام رزین
فاما المثنی فنعم الجلیس — و اما المخطی فبئس القرین
فتفسیره جاء تفسیر حق — من الحق فالحق حق مبین
اما ان هذا النور من الحق — الا ان هذا کتاب مبین
۱۳۱۴ھ — ۱۳۱۴ھ

وله ایضاً قصیدۂ تاریخیہ فارسی و اردو

۲۰۷ شعر

لکم بشری الا یا ایها الاخوان خلانی — لکم طوبی اما یا ایها الخلان اخوانی

(ایمانی) سرسمع الاغانی را امید سمع خوش خوانی — درسمع المثانی را نوید حلقہ جنبانی
بدہ ساقی می باقی زراح روح وریحانی — کہ تا روح از سبہ مستی زند تف بر تن آسانی
سماع سور وجدانی و چشم نور عرفانی — شنید اسرار رحمانی و دید آثار سبحانی
مرو از راہ نفسانی بقعر چاہ شیطانی — بر و از فرش ظلمانی بسوی عرش رحمانی
مزین ہست ہر ایوان بصنعتہای حقانی — مضمون ہست ہر عنوان بحکمتہای لقمانی

رسانم مژدۂ تازہ بگوش از جوش حقانی — نوا دم کوس آوازہ بجوش از ہوش حقانی
وزد در باغ ایمانی وزد در راغ حقانی — نسیم نوبہاری شمیم صبح گاہانی
درین راہ ہدی سر کن تو حد خوانی و حدانی — کہ گردد زاں بطی ہفت منزل مشکل آسانی
چہ می جوئی بجای گل بدامان خار نفسانی — چہ می بینی کتاب حکمت و نان یونانی
بہر جادہ بشارتہا چہ آبادی چہ ویرانی — بہر سو کن اشارتہا چہ پیدائی چہ پنہانی

همانا اندرین آبادی ویرانه باقی
چو طفلان می‌کنی از خاک گل تعمیر ویرانی

وهم سرو هوائی هیچ شهباز سخن دانی
سمند خامه آرم درین میدان بجولانی

منم امروز بتفسیر الحقائق همچو غزالی
منم امروز تحریر الدقائق همچو دوانی

قلم اندر کفم همچون علم بر صفحهٔ میدان
زبان اندر بیان در معرکه تیغ صفاهانی

بیا بنشین ببین تحصیل درین تحریر حق گوئی
بخوان پیچ پیچ و وه وه برین تفسیر حقانی

ببین یکسو خیال هفت خوان رستم و سامان
بطی وادی سی منزل تفسیر حقانی

اگر پرسی زمن احوال این تفسیر میگویم
جهان است جان است جان جانست اگر دانی

تو نافهمی بدین تقریر اگر مصحف نیاموزی
تو نادانی بدین تفسیر اگر قرآن نمیخوانی

خدایا تا بلب آید دلیل واجب و ممکن
مسلّم باد امکان زخطش چون خط برهانی

چنین تفسیر نتوان یافت کس در عالم امکان
ولاآفاقنا یا صد عجب بالمثل والثانی

چه تفسیر آنکه باشد غیرت تفسیر بیضاوی
چه تفسیر آنکه باشد روکش تفسیر شوکانی

چه تفسیر آنکه تحریر از سواد عین حور العین
چه تفسیر آنکه تقریر از حدیث شاه عثمانی

چه تفسیر آنکه باشد مخزن اسرار لاهوتی
چه تفسیر آنکه باشد مطلع انوار سبحانی

چه تفسیر آنکه تعلیمش تکلم در عالم امکان
چه تفسیر آنکه تادیبش مؤدب با ادب دانی

چه تفسیر آنکه کشف سر حق جوئی و حق پوئی
چه تفسیر آنکه شرح متن حق گوئی و حق دانی

چه تفسیر آنکه گوئی ز ابشار آب رنگ سنگ
ببار آرد در نقل صد جلوه سرو چراغانی

چه فهامه که نامی نام او علامه عبد الحق
که حق بر نام او روسکه تفسیر حقانی

ازان الطف نسیم نافه ریز مشک تاتاری
وزین اطیب شمیم نفحه بیز روح ریحانی

چه تفسیر آنکه باشد مجمع علم و فنش جامع
چه تفسیر آنکه باشد مولوی عبد الحقش بانی

چه عبد الحق که تحدیثش بود تحدیث حق بینی
چه عبد الحق که تفسیرش بود تفسیر حقانی

چه عبد الحق که او انسان عین عین انسانست
چه انسان کز وی این صنعت لقا شان انسانی

وهم تقریر منقولی مدقق همچو شیبانی
بوقت بحث معقولی محقق همچو دوانی

چمن پیرای عقل و هنگ اهل رای علم و دین
بهار آرای آب و رنگ باغ فقه نعمانی

کشش چهره نشد اندر چهار اقلیم هندوستان
بل اندر هفت اقلیمش نزد پهلو بسحبانی

بفیض جود و بخشش موج سرچشمه جاری
بفضل و علم و دانش لجهٔ دریای عمانی

بدارم گوهر سلکم ببازار خریداری
بیارم اشهب کلکم بمضمار سخن رانی

سرم شد مخزن الاسرار و جامم سبحة الابرار
که گشت ایدر برویم فتح باب سحر خاقانی

بهم اکنون روبرویم شیخ اول کودکی نادان
بهم ایدون شیخ ثانی بپیش من طفل دبستانی

منم امروز کشاف المعانی همچو جار الله
منم امروز خلاق المعانی همچو خاقانی

اگر داری هوای ها و هوی حق سرایان
بیا بشنو صدای نغمهٔ تفسیر حقانی

طبیعی و ریاضی و الهی تا بکی خوانی
بیا بنشین بخوان حرفی ازین تفسیر حقانی

اگر از روی نیاز حق شنیدن آرزو داری
بیا بنگر درین تفسیر اسرار خدادانی

ازین تقریر فرقان گوئی از تفسیر ابراهی
ازین تفسیر قرآن همچه با تفسیر بتوانی

چه حق علم الیقین عین الیقین حق الیقین با
چه حق الحق احق باحق شد این تفسیر حقانی

نه چیند دامن گلچین چنین خندان گل از زن
ندیده دیده حق بین چنین تفسیر حقانی

چه تفسیر آنکه مستغنی است از تفسیر این آن
چه تفسیر آنکه مستعلی است بر عرش سخندانی

چه تفسیر آنکه توضیح حدیث سرور عالم
چه تفسیر آنکه تلویح کلام پاک ربانی

چه تفسیر آنکه باشد مرکز ادوار دینداری
چه تفسیر آنکه باشد نقطهٔ پرگار ایمانی

چه تفسیر آنکه در آفاق نامش نامور آمد
چه تفسیر آنکه در عالم علم اسمش بحقانی

چه تفسیر آنکه دانندش ز تفسیر کبیر اکبر
چه تفسیر آنکه خوانندش ز هر کتاب صافی و وافی

چه تفسیر یکه از علامهٔ علم کلام حق
چه تفسیر یکه از فهامهٔ منطیق برهانی

ازان جوهر نما دریای زخار گهر سنجی
وزین گوهر نما طغرای توضیح سلیمانی

ازان مسدود شد اسباب تاویلات لا یعنی
وزین مردود شد اسباب تسویلات شیطانی

چه عبد الحق که الحق نام او بر صحیفه سنی
شرف دارد بر اسما همچو اسم ایزد سبحانی

چه عبد الحق که وصفش اقتفای قول غزالی
چه عبد الحق که طبعش کاشف اشکال میدانی

بهم او در خبر و سیر مطلب فقه و حدیث اکمل
بهم او ذوق و شوق مقصد تفسیر حقانی

کند منطقش را ترزبان نه طاق یونانی
سمند حکمتش راه همان گردون گردانی

بدانش ختم شد تفسیر با بی و هر نوعی
بوصفش صادق آمد بحر زخار همه دانی

ولی تصدیق آن فرمود این معجز نما مصر
بلی مصداق آن گردید این تفسیر حقانی

اگر حق بر زبان آری چنین حبر مفسر را
محقق میتوان دانی مدقق میتوان خوانی

کہاں محکم کہیں سے ہو محکم ابد کے معنی واجب
کجا وہ فسخ و محکم کجا یہ اصل مستحکم
جو دیکھو اس طلسمی خانہ دنیا میں عبرت سے
ہے منطق انکی لونڈی اور حکمت ہے غلام ان کا
کہوں کیونکر نہ انکو شہسوار عرصۂ معنی
ہے زیبا جو لکھیں ارباب فضل انکی فضیلت میں
دہاں ہے چشمۂ دریائے تفسیر و حدیث انکا
بیان ہے دلگداز بزم ایوان سخن سنجی
وہ حرکت ارتجال فکر کی یا گردش گردوں
نگارین کلک گوہر سلک نگار رنگ صنعت سے
فصاحت اور بلاغت سے نہ پر کیونکر ہوا یہ تفسیر
بہت ہیں گو ابھی جالوز کذابوں دنیا میں
ہوا ہے منکروں پر ظاہر اس تفسیر سے سب کچھ
مگر سچ پوچھو تو ہے ایک نئے اطراف عالم میں
ہوئی سرد اس سے بالکل دہریت کی گرم بازاری
ہے جس سے بڑھ گئی سب شان حق کی خفا کیوں
کہیں تحقیق ربط و وقف و وصل و ضبط قصر و مد
مبانی اور معانی میں ہے ربط و اتحاد ایسا
کتٰب فصلت ایاتہ شان نزول اس کا
سواد لفظ سے ہے جلوہ گر بیضا ضیا معنی
اگر چاہو نجات اخروی اور دولت دینی
سوا ابھرے یہ جب خورشید ہوگا روز محشر میں

کہاں حادث ہے حادث اذلی شرح یزدانی
کہاں وہ عقل یونانی کہاں یہ نقل ربانی
کہ ویرانی میں آبادی ہے آبادی میں ویرانی
بجا ہے گر کہوں میں انکو شیخ اول و ثانی
کہ ہر دم زیر ران انکے ہے شبدیز سخن رانی
ہے اولی جو کریں اصحاب علم انکی ثنا خوانی
زباں ہے چشمۂ آب روان فقہ نعمانی
زباں ہے یکہ تاز رزم میدان لسانی
وہ جودت انتقال ذہن کی یا برق جولانی
عیاں ہے خال و خط نو عروس نظم قرآنی
کہ اردو فارسی عربی کی حاصل ہے زباندانی
سواد جال اعوث کہ ایک آنکھ اسکی ہے کانی
جنان و دوزخ و میزان و حوض و حور و غلمانی
اسی تفسیر سے قدر اس مفسر کی ہے پہچانی
کہ گویا آگ پر باطل کی حق کا پڑ گیا پانی
ہے جس سے گھٹ گئی سب نیچری پاکی طغیانی
کہیں تدقیق رسم خط توقیفی عثمانی
کہ جیسا لام الف میں لام الف کا ربط و جدانی
کتٰب احکمت ایاتہ اسکی ثنا خوانی
عیاں جس طرح مشکیں کاکلوں سے شکل نورانی
لو اسکو نقد جان و دل سے اخوان ایمانی
یہی تفسیر ہوگی سر پہ چتر ظل سبحانی
ہے اسمیں غایت اعجاز کی معجز نما تاریخ
پس آ سنی آیت قرآں سے اس تفسیر کی آئی

کلام نفسی و تفسیر لفظی میں ہے ضد باہم
کجا تشریح بیضاوی کجا تنویر مہتابی
یہیں الحق حق ہی کہتا ہوں کہ جز علامہ عبد الحق
مطب میں بوعلی سینا و افلاطون و فارابی
فصاحت میں ہے جرجانی بلاغت میں ہے سحبانی
علم کرتا ہے انکا علم حق اظہار عالم میں
محقق ہو تو ایسا ہو مفسر ہو تو ایسا ہو
ہے سرعت میں ہوا تیز پائے فرس فکر
بتا دی مذہب تحقیق حق بینی کی راہ راست
ہر آیت کے دقائق اور حکایت لکھدیے بالکل
ظہور حق سے اس تفسیر حقانی کی حق یہ ہے
خصوصاً دہریت اور نیچریت کا ہے رد ایسا
فنائے کائنات و نفخ صور و حالت برزخ
کتٰب فصلت ایاتہ تفصیل ہے ہمشکل
یہ آئینہ ہے احقاق حق اور ابطال باطل کا
ہے جس سے عسکر ابرار کی جمعیت خاطر
کہیں احقاق حق ہے اور کہیں ابطال باطل ہے
نہیں تشبیہ یہ لائق ہے فائق اس سے ربط انکا
یہ ہے تفسیر حقانی یہی حق یعلو ولا یعلی
بحمد اللہ کہ کیا ہی چھپ گئی تحقیق و صحت سے
چلو اے جوہر تفسیر قرآن کے خریدارو
ملیگا اجر اس تفسیر کا سب پڑھنے والوں کو
ہے اسمیں آیت مصحف سن نیکلا سال لاثانی
کتٰب احکمت ایاتہ تاریخ قرآنی
۱۳۱۴ھ

کہاں وہ واجب باقی کہاں یہ حادث فانی
کہاں تقدیس واجب کی کہاں تحدیث امکانی
ہے کس میں ایسی حق گوئی و حق بینی و حق دانی
ادب میں سیبویہ ابن رشد و شیخ جرجانی
روایت میں ہیں رازی درایت میں ہیں تفتازانی
قلم کرتا ہے انکا مثل نیساں کی گہر افشانی
مناظر ہو تو ایسا ہو کہ بات اسکی ہو برہانی
ہے رفعت میں ہما چرخ سائی عرش رحمانی
دکھا دی اشہب تحقیق حق دانی کی جولانی
بتائے کھولکر مصحف کے سب اسرار پنہانی
کہ گویا دہریوں اور ملحدوں کی مرگئی نانی
باثبات بدیہیات و نظریات برہانی
عذاب قبر و ایجاب سوال و حشر ابدانی
کتٰب احکمت ایاتہ حکمت میں لاثانی
یہ گنجینہ ہے لعل و گوہر ایمان کا لاثانی
ہے جس سے لشکر کفار کی ثابت پریشانی
کہیں ہے علم ایمانی سے رد فن یونانی
کہ نقطہ خط میں جیسا نقطے میں ہے نکتہ ہے پنہانی
ہوا ہے ظاہر اس تفسیر سے اعجاز قرآنی
زہے تفسیر قرآنی خوشا تفسیر فرقانی
کہ پائی گوہر جنس گراں نے کیا ہی ارزانی
رہیگا فیض اسکا تا بقائے عالم فانی

تاریخ اختتام تفسیر حقانی و خاتمہ جلد ہشتم در سال ۱۳۲۱ھ از جناب ساقی داد خان صاحب

بحمد اللہ ز فضل کبریائی
چو شد تفسیر حقانی تمامش
پئے دفع مطاعن تلخ اعدا
ز پیچ ہندوان و کیش نیچر
ز کار و خدعہ اعدائے اسلام
جزاک اللہ ساقی سال ختمش

بتکمیل آمده تفسیر شیرین
برائے اہل دین تفسیر شیرین
ضرورت بود از تفسیر شیرین
کشاید عقدہا تفسیر شیرین
ہمہ غارت کند تفسیر شیرین
چه خوش آورده تفسیر شیرین

ز مولانائے عبد الحق محقق
بتقلید صحابہ و ائمہ
ز تورات و اناجیل و وساتیر
قبائح شرک و ہم اوہام بدعت
غرض بہر افادہ دین بر حق
عدو را پا شکست از بہر تاریخ

زہے تفسیر با تقریر شیرین
بطرز کاملین تفسیر شیرین
خبرہا میدہد تفسیر شیرین
صراحت میکند تفسیر شیرین
ز حق دارد اثر تفسیر شیرین
سروشم گفت از تفسیر شیرین ۱۳۲۱ھ

تاریخ تفسیر حقانی نتیجۂ فکر شاعر بے بدل المنشی مکمل حکیم شیخ غلام محی الدین صاحب متخلص بہ نبد

حنفی القادری ثم چشتی النظامی سکرٹری انجمن محافظ حجاج و انجمن تبلیغ الاسلام و مالک شفاخانہ فیض واقع شہر بمبئی

لوحش اللہ دفتر لاریب فیہ
کرده ز استدلال عقلیہ ثبوت
بر صفات و ذات و اثبات ملک
دفع شبہات و شکوک ملحدین
اختلاف قرأت و قرا ہم
گشت این تفسیر خضر راہ حق
شرح روح و عالم اخری نوشت
بو محمد عبد حق ذی فضل و علم
ماحی تاریکی بدعات و شرک
باز نازان ست لطفم بر زبان
آن نظام الملک آصف جاہ شان
ناز بر عہدش شہ ملک دکن

معنی و تفسیر قرآن حبذا
شان توحید جناب کبریا
بر وجود و شکل و ماہیت تبا
کرد در وحی نبوت جابجا
زور قسم از خامۂ معجز نما
بہر گمراہان دین مصطفیٰ
کرد اثبات جزا و ہم سزا
رافع شرع محمد مصطفا
جلوۂ خورشید ورع و اتقا
باز شد جان و دلم فرحت فزا
میر محبوب علی خان ذو العطا
می کند تفسیر حقانی بجا
مصرعۂ تاریخ دل ناگاه خواند

از تفاسیر ست این تفسیر نیک
گشت ردّ ہر سوال منکرین
کرد بحث آورد اقوال نبیل
غیر ادیان و ملل را نسخ ساخت
از جواب شافیش لب بستہ اند
بہر ہر یک جواب با صواب
این مفسر کیست اسم سامیش
فاضل اکمل فقیہ بے مثل
معرکہ آرائے بحث علم دین
اے کہ در عہد ہمایوں طبع شد
شاه اسلام و شہ ملک دکن
مژده طبعش چو شد شہرت پذیر
طبع شد تفسیر حقانی چها ۱۳۱۳ھ

داد تفصیل حیات شرح و بسط را
از جواب شافی و علم خدا
با دلائل با وثوق اہتدا
از براہین و حجج صد مرحبا
منکرین معجزات انبیا
داد از آیات تفسیر ہدا
بر زبان من روان شد مرحبا
عالم علم حقائق با خدا
مرد میدان حقائق بے ریا
نام والا بر لب آمد حبذا
عدل گستر خلق پرور با خدا
فکر لاحق شد پئے سن بنده را

قطعات تاریخ تالیف تفسیر حقانی از نتیجہ طبع شاعر بے بدل فاضل بے مثل حافظ محمد یعقوب صدیقی متخلص انیق جونپوری ابن شیخ رمضان علی صاحب

قطعہ

مرحبا فاضل علام ادیب بے مثل
چست کیا آپ کی تقریر ہے ماشاء اللہ

یہ طلاقت یہ سلاست یہ روانی کلام
کیا ہی جادو بھری تحریر ہے ماشاء اللہ

ایسی تفسیر نہ دیکھی نہ سنی ہوگی کبھی
واعظو الونجے تقدیر ہے ماشاء اللہ

مرض جہل و ضلالت کے مٹانے کو انیق
واقعی نسخۂ اکسیر ہے ماشاء اللہ

ایسی تحقیق و دلائل سے مدلل کہیے؟
اردو میں کونسی تفسیر ہے ماشاء اللہ

کہدو یہ منکر سے دیں سے کہ رستہ کاٹے
دین حق کی کھلی شمشیر ہے ماشاء اللہ

مرض شرک و جہالت کا اڑا دے خاکہ
نسخۂ حق کی یہ تاثیر ہے ماشاء اللہ

آئے آئینۂ تحقیق میں صورت دیکھے
ہاں کدھر منکر بے پیر ہے ماشاء اللہ

کیوں نہ مقبول خلائق ہو کلام حق ہے
چار سو دہر میں تشہیر ہے ماشاء اللہ

کور باطن اسے آنکھوں سے لگائیں آکر
نسخۂ سرمۂ تبصیر ہے ماشاء اللہ

لکھدو اب سے سر افراط سن ہجری یہ
واہ جی کیسی یہ تفسیر ہے ماشاء اللہ

۱۳ ۱۳ھ

ایضاً

کیوں نہ ہو بے مثل تفسیر مقدس لاکلام
اور اردو میں کوئی تفسیر ایسی ہے کہو

یہ وہ محبوب دل آرا ہے جہاں سے زاہدا!
ہے بجا اس سے کہ ہے گر جان سے سودا کرو

شکر خالق کا بجا لاؤ کہ عین احسان ہے
تحفۂ اسلام یہ حق سے ملا ہے واعظو

ایسی جامع ہے یہ تفسیر مقدس واہ واہ
دین کا طالب مومنو حل اس سے ہر عقدہ کرو

دیکھکر اس پایہ کی تفسیر اردو میں انیق
بول اٹھا بے ساختہ دل کہ سن ہجری لکھو

سب سے سر آور دو اک مصرع میں دو تاریخ ہیں
ناظر الاسلام، منظور زمانہ ہے سنو

۱۳ ۱۳ھ ۱۳ ۱۳ھ

ایضاً

لکھی کیا ہی شرح کلام حق ہوئے حل معانی جتنے ادق
ہیں کہاں محقق با سبق کریں اس کی قدر و منزلت
ہے کدھر خیال ترا انیق ہے انتشار یہ کس لیے
سن ہجری تو سر احترام سے لکھ وسیلۂ آخرت
۱۳۱۳

ایضاً

مرحبا آفریں جزاک اللہ
سید اے مفسر علام
پاسۓ وقت چو دو رازو کردم
این چہ تفسیر دلبر زیباست
عشو ہائیش کشند جان انام
گشت تفسیر بے مثالش نام
۱۳۱۳ھ

ایضاً

تعالی اللہ چہ تفسیر مقدس
ہمہ سر دہ بہ روح خواں روح الامینش
سن ہجری سروش از پئے ایمان
بہ نور جلوۂ حسن معانی
ثنا خواں در جہاں ہر جو بینش
بمن گفتا بگو - مرغوب دینش
۱۳۱۳

ایضاً

لکھی واہ تفسیر کیا مرحبا !
فقلنا من اللہ فوز کبیر
برابر کا سر کا کر اسے انیق
فقل ان ھذا عدیم النظیر
۱۳۱۳

ایضاً

ہے لکھی تفسیر حقانی عجیب
ہر ورق کو طرا سے بہر سنکریں
از سر اخلاص بولا چرخ پیر
مصرعۂ تاریخ ہجری کے لیے
تھی جو مجھ کو فکر انیق کمتریں
اے جواں لکھ سے ہے بہتر از ظنین
۱۳۱۳

تاریخ طبع

این چہ تفسیر شد جہاں آرا
ہمہ آفاق زدست نورانی
سال طبعش چو جستجو کردم
انکشاف تمام یافت ازو
ہمہ اسرار سر قرآنی
گفت ہاتف - چراغ ایمانی
۱۳۱۶

دیگر قطعۂ تالیف

وللہ در المؤلف انیق
فہذا عجیب فصیح متین
ھدانی لاجل السنۃ ملہما
الا ان ھذا کتاب مبین

دیگر تاریخ طبع

شدہ مطبوع عالم مرحبا تفسیر قرآنی
زہے انوار ایمانی خہے الطاف ربانی
زسال طبع پرسید اہل طبع چوں از من
دلم گفتا بگو - زہ طبع شد تفسیر حقانی
۱۳۱۶

واضح رہے کہ ۱۳۱۳ میں یہ جلد ہشتم قریب الاختتام تھی شاعر فاضل نے تاریخوں میں وہی سال ملحوظ رکھا مگر ۱۳۱۶ میں اتفاق اختتام ہوا اور طبع بھی ہوئی

خاتمۃ الطبع

بنامیزد کہ بعبر ایں ہندا آں نسخہ جانی	بشد مطبوع طبع اہلِ دل تفسیر حقانی

اِس گئے گزرے وقت میں تفسیر حقانی کی ضرورت کو وہی دوربین نگاہیں محسوس کر سکتی ہیں جو صورتِ حال سے زمانہ کا تل طور دیکھ کر نکتہ کی بات معلوم کر لیتی ہیں۔ اِسلام پر چار طرف سے بیجا اعتراضات کا سیلاب آ رہا ہے۔ اور ناجائز حملوں کا طوفان برپا ہے۔ نئے فلسفہ نے پُرانا بانا اُتار کر گویا تجدید کی دستار فضیلت باندھ رکھی ہے۔ دہریت اور نیچریت الحاد کا جامہ پہنکر شیخ الوقت بننے کی مُدعی ہے۔ حسبِ اقتضا سے ع بجانم آنچہ کردآں آشنا کرد، مسلمانوں ہی میں ایسے منچلے آزاد۔ دہریئے لوگ پیدا ہو گئے ہیں کہ اپنی محدود فہم کو معصوم سمجھکر قرآن مجید کی آیات بینات پر ملحدانہ شکوک نکالکر اسلام کو رخصتی سلام اور ایمان کو خیر باد کہہ چکے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ کجا عقلِ جزئی۔ کجا ادراکِ کلیاتِ معانی؟ کہاں اللہ تعالیٰ کا کلام مجید۔ کہاں اِنسان کی جاہلانہ تاویلِ بعید؟ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔

ضرورتِ وقت کو محسوس کرنا حکیم کا فعل ہے۔ اِس لیئے تفسیر حقانی کے مصنف علامہ مولانا ابو محمد عبد الحق صاحب نے اِس مبارک تفسیر کی تالیف میں وہ کام کیا ہے جو اقران سے ناممکن تھا۔ بیشک یہ وہی حکمت یمانی ہے جو تفسیر حقانی کے پیرایہ میں ظاہر ہوئی ہے۔ اِسمیں عیسائیوں۔ یہودیوں۔ آریوں۔ دہریوں۔ اور دیگر مخالفین اِسلام کے تمام اعتراضات کو ایسے قوی دلائل سے دفع کیا گیا ہے کہ "اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء" اور عقلی و نقلی براہین سے ثابت کر دکھایا ہے کہ دنیا میں فطرتِ سلیمہ کے مطابق۔ اور عقبیٰ میں نجات دینے والا مذہب صرف اسلام ہے۔ اور دیگر منگھڑت مذاہب کی بنیاد فقط باطلہ اوہام۔ فللہ درالمصنف حیث اتی جالا عین رأت ولا اذن سمعت۔

ناظرین کو معلوم رہے کہ اس قابلِ دید تفسیر کی سات جلدیں پہلے طبع ہو چکی ہیں۔ مگر آٹھویں جلد اَب چھپکر تیار ہوئی ہے یہ اول سے لیکر آخر تک عم یتساءلون کے پورے ایک پارے کی تفسیر ہے۔ اِس میں ایسے دقائق اور نکات بیان ہوئے ہیں کہ ملاحظہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ جلد ساری تفسیر کا ملخص اور اعم میں بمنزلہ اخص ہے۔ مولانائے ممدوح نے اِس کی تصنیف و تالیف میں قیمتی وقت صرف کیا ہے اور نہایت اہتمام کے ساتھ غایت درجہ خوبی و خوش اسلوبی کو مدنظر رکھکر عالیجناب مولوی حافظ محمد عبد الاحد صاحب کے مطبع مجتبائی دہلی میں چھپوایا ہے۔ للہ الحمد یہ سب پچھلی جلد ماہ ذیقعدہ ۱۳۱۸ ہجری میں بکمال حسن و زیبائش تیار ہو کر مطلوب انام اور موجب ہدایت خاص و عام ہوئی اہلِ نظر شائقین مؤلف تفسیر حقانی حضرۃ مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب فیضہ کو دعائے خیر سے یاد کریں اور مطالعۂ تفسیر سے حسنات دارین حاصل کرتے رہیں۔

اور کوئی صاحب بلا اجازت صریح مولانا ممدوح قصد طبع نہ فرمائیں

محمد بیگ عفی عنہ — مینجر مطبع مجتبائی دہلی
ماہ ذیقعدہ ۱۳۱۸ ہجری

ہمنے تفسیر مین عرب کے جغرافیہ اور تاریخ بیان کرنے کا وعدہ کیا تھا اُسکا پورا کرنا اس لیئے ضروری سمجھتے ہین کہ قرآن مجید مین جو واقعات گذشتہ بطور عبرت بیان ہوئے ہین اُنکی پوری کیفیت ذہن نشین نہین ہوتی جبتک کہ جس زمین پر وہ گزرے ہین اُسکا صحیح حال معلوم ہوجاوے - اور احادیث اور فن سیرت مین اور نیز فقہ مین جہان عشری اور خراجی زمین کا بیان ہوتا ہے وہان بھی بغیر جغرافیہ جانے اچھی طرح سے حال معلوم نہین ہوتا اور اُستاد و شاگرد دونون پر جہالت کا پردہ پڑا رہتا ہے - اور ہمارے معاصرین علماء کو اسطرف کچھ بھی توجہ نہین اسلیئے جو جو غلط بیانیان اُنسے سرزد ہوتی ہین وہ اُن مدارس کے لڑکونکو جو فن جغرافیہ و تاریخ سے ماہر ہین مضحکہ کرنے کا موقع دیتی ہین - اور اسیطرح تاریخ عرب نہ جاننے سے بڑی بڑی پرخطر گھاٹیون مین گرجانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور بہت سی ٹھوکرین کھانی پڑتی ہین اور اسی لیئے اکثر تفاسیر موجودہ مین ان فنون سے بیخبر مفسرون نے سخت غلطیان کھائی ہین جو ارباب بصیرت پر مخفی نہین -

ہم قدیم اور جدید جغرافیون کو آگے رکھکر عرب کا جغرافیہ اور مختصر تاریخ اور اسیطرح عراق اور جزیرہ اور شام اور کنعان اور ایشیا کوچک کا بھی مختصر سا حال لکھتے ہین کیونکہ اسلامی کتابون مین ان ملکون اور اُنکے شہرون کا بھی ذکر آتا ہے -

(من کتاب مسالک الممالک لابی اسحاق ابراہیم بن محمد الفارسی الاصطخری المعروف بالکرخی المطبوع بمطبع بریل لیڈن سنہ ١٨٧٠ع)

ملک عرب ایک مستطیل زمین ہے جسکو بحر فارس مقام عبادان سے کہ جہان دجلہ نہر آکر ملتی ہے احاطہ کرتا ہے اور پھر بحرین شہر کو احاطہ کرتے ہوئے شہر عمّان تک پہنچتا ہے پھر سواحل مہرہ و حضرموت کو احاطہ کرکے عدن کیطرف مڑتا ہے پھر شمال کے رُخ ایک کھاڑی بنکر چلتا ہے اور جدہ تک پہنچتا ہے اور پھر آگے بڑہتا ہے یہانتک کہ حجاز و مدین تک جاتا ہے اور وہان سے بھی گزر کر اس کھاڑی کی کہ جسکو بحر قلزم کہتے ہین دو شاخون مین سے ایک ایلہ پر تمام ہوجاتی ہے اور دوسری شاخ تاران اور جبیلات سے ہوکر قلزم پر تمام ہوجاتی ہے اور اسی لیئے اُسکو بحر قلزم کہتے ہین - یہ عرب کی شرقی اور جنوبی اور کسیقدر غربی حدود ہین -

پھر حد عرب ایلہ سے شروع ہوتی ہے اور شہر لوط اور جہیل مردار سے (اسکو بحیرہ زغر بھی کہتے ہین) ہوتی ہوئی شراۃ و بلقا کو طے

کرکے جو علاقہ فلسطین سے ہین اذرعات اور حوران اور بثنیہ و غوطہ کے پاس سے گزرکر جو علاقہ دمشق سے ہین تدمر و سلمیہ کے قریب سے گزرتی ہوئی جو علاقہ حمص سے ہین۔ پھر خناصرہ اور بالس کو طے کرتی ہوئی جو قنسرین کے علاقہ ہین فرات ندی تک جا ملتی ہے پھر یہان سے اس شمالی و مشرقی حدکو دریاے فرات تمام کرتا ہے جبکہ وہ رقہ اور قرقیسا اور رحبہ اور والبہ اور عانہ اور حدیثہ اور ہیت اور انبار کے پاس سے گزرتا ہے۔ اور پھر یہ حدکوفہ کے پاس سے ہوکر فرات کے دہانون پر تمام ہوجاتی ہے۔
پھر وہان سے یہ حد یون چلی گئی کہ اسکو کوفہ شہر کے نواح سے لواور حیرہ اور خورنق کو لیتے ہوئے واسط تک پہنچادو۔ اور یہان ایک منزل تک دریاے دجلہ کے دہانے پھیلتے ہین پھر وہان سے بصرہ شہر کے نواح کو لیکر عبادان تک ملادو۔
پھر ہوا عرب کا محیط اور حدود اربعہ۔ پس عبادان سے لیکر ایلہ تک جو بحر فارس و بحر ہند و بحر قلزم محیط ہے یہ تین ربع عرب کو شامل ہے جسمین تمام شرقی اور تمام جنوبی اور کچھ غربی حد آگئی۔ اور اب کچھ غربی اور تمام شمالی حد جو باقی رہی تو وہ ایلہ سے لیکر بالس تک اور وہان سے عبادان تک شمالی حد ہے۔ اور بالس سے انبار کے بھی آگے تک جزیرہ کی حد جنوبی ملتی ہے اور انبار سے لیکر عبادان تک عراق عرب کی جنوبی حد ملتی ہے اور ایلہ کے قریب سے ایک بیابان عرب سے ملحق ہوتا ہے غربی و شمالی حد مین جسکو تیہ بنی اسرائیل کہتے ہین یعنی وہ بیابان جسمین چالیس برس تک بنی اسرائیل ٹکراتے پھرے۔ یہ بیابان عرب مین داخل نہین اور یہ عمالیق اور یونانیون اور قبطیون وغیرہ اقوام کا مسکن تھا۔ انہین اقوام سے بنی اسرائیل کو اُن دنون مین لڑائیان پڑین تھین۔
اور اسیطرح ملک جزیرہ[۱] بھی عرب مین شامل نہین ہرچند اسمین ربیعہ و مضر کے قبائل آباد ہین جیساکہ تغلب ربیعہ اور اسیطرح یمن کے قبائل شام مین آباد ہوگئے تھے اور وہ بھی قیصر روم کے تابع تھے اور مذہب عیسائی رکھتے تھے جیساکہ تنوخ اور غسان اور بہراء۔ اور جنوبی عرب و عراق مین اکثر عرب پارسی مذہب رکھتے تھے اور شاہان ایران کے مطیع تھے اور یمن مین بھی ایرانیون کی حکومت تھی

عرب[۲] کی تقسیم

حد سرین سے لیکر کوہ یلملم کے بیابانون تک اور پھر طائف سے لیکر سیدھا نجد یمن تک ادہر مشرق مین بحر فارس تک اس بڑے حصہ کو جو تمام عرب سے تقریبًا دو تہائی ہے ملک یمن کہتے ہین۔ جو پیداوار اور آبادی کے لحاظ سے اور حصون سے اچھا ہے قدیم زمانہ مین اسی سرزمین

---

[۱] ملک جزیرہ وہ ملک ہے جو دریاے فرات اور دریاے دجلہ کے درمیان واقع ہے یعنی میان دو آب فرات و دجلہ۔ یہ بڑا شاداب اور آباد ملک ہے اور عراق عرب جزیرہ سے ملا ہوا ہے وہ بھی آباد ملک ہے عرب کے ملحقات مین سے ہے نہ عرب ۱۲ منہ

[۲] شرح اسکی یہ ہے کہ عرب پانچ حصون پر منقسم ہو (۱) یمن یعنی عرب کا جنوبی حصہ اسکے حدود اربعہ یہ ہین۔ غرب مین قلزم و جنوبی تہامہ۔ شرق مین بحر فارس۔ جنوب مین بحر عرب۔ شمال مین حدود نجد و یمامہ وغیرہ اور اسکو یمن اسلیئے کہتے ہین کہ خانہ کعبہ سے مشرق کیطرف منہ کرکے کھڑے ہونے والے کے یہ بجانب دست یمین یعنی داہنے ہاتھ واقع ہے۔ اسکے اضلاع یہ ہین حضرموت۔ شحر۔ مہرہ۔ عمان۔ نجران (۲) نجد۔ اسکے معنی ہین بلند زمین کے چونکہ یہ قطع مرتفع ہوا اسلیئے اسکو نجد کہتے ہین اسکے حدود یہ ہین۔ غرب مین حجاز و تہامہ۔ جنوب مین یمامہ و یمن۔ شمال مین فرات۔ شرق مین عراق عرب۔ یہ حصہ زرخیز ہے شعراء نے اسکی بہت مدح کی ہے چنانچہ قیس بن ملوح شاعر کہتا ہے ؎ تمتع من شمیم عرار نجد ۔ فما بعد العشیۃ من عرار ۔ دوسرا شاعر کہتا ہے ؎ سقی اللہ نجدًا والسلام علی نجد ۔ ویا حبذا نجدٌ علی القرب والبعد ۔ حرب البسوس عرب کی خونخوار جنگ باہمی اسی ملک مین واقع ہوئی ہے جو کلیب اور

(بقیہ صفحہ ۱۹۲)

مین سے بڑے بڑے نامور بادشاہ اُٹھے ہین۔ قوم حمیر اور شاہان تبع اور قوم عاد کا یہی ملک ہے ان شاہان سابقہ نے تمام عرب ہی پر حکومت نہین کی ہے بلکہ مصر اور عراق اور وہان سے گزر کر اور ممالک پر بھی فتوحات حاصل کیئے تھے۔ بلقیس بادشاہزادی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ملک شام مین حاضر ہوئی تھی اسی ملک کی فرمانروا تھی اور ستر مین سے لیکر سمندر کے کنارے کنارے تہامہ مدین تک طول مین اور عرض مین شرقی سمت مین نجران سے لیکر جبل طے تک یمامہ سے گزرتے ہوئے بحر قلزم تک۔ اس ٹکڑے کا نام حجاز ہے۔ مکہ مدینہ جدہ وغیرہ اسی ملک کے شہر ہین۔ اور حد یمامہ سے لیکر مدینہ کے قریب تک بصرہ کے بیابانون سمیت اور بحرین سمیت بحر فارس تک اس حصہ کا نام نجد ہے۔

اور عبادان سے لیکر انبار اور نجد اور حجاز تک کہ جسمین اسد اور طے اور تمیم اور تمام قبائل مضر ہین عراق کہلاتا ہے اور حد انبار سے لیکر بالس تک ملک شام کی جانب کہ جسمین تیما اور میدان مسافت ہے وادی القری اور حجر تک کہ جزیرہ کہتے ہین۔ اور بالس سے لیکر ایلہ تک حجاز کے رخ سمندر کے کنارہ تک تبوک کے سامنے کے حصہ کو اور طے تک بادیۂ شام کہتے ہین۔

بعض علماء مکہ کو تہامہ مین اور مدینہ کو نجد مین قرب کی وجہ سے شمار کرتے ہین۔ اور تہامہ کو یمن کا غربی و جنوبی حصہ سمجھتے ہین۔

ملک عرب

۱۲ درجہ سے لیکر ۳۵ درجہ تک عرض شمالی مین اور ۳۳ درجہ سے لیکر ۵۹ درجہ تک طول شرقی مین ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ عرض اس ملک کا ۱۵۰۰ میل ہے اور طول زیادہ سے زیادہ ۱۴۰۰ میل ہے جغرافیہ کے میلون سے۔ اور رقبہ اسکا تخمیناً گیارہ لاکھ میل مربع ہے اور باشندے یہانکے دو کروڑ سے زائد ہین۔ مذہب سب کا اسلام اور زبان عربی ہے۔ آدمی اس ملک مین ہر قسم کی رنگت اور قد و قامت کے ہوتے ہین سیاہ فام بھی اور گندم گون بھی۔ اور شمالی عرب کے سرخ و سفید۔ طبع بہادر اور مہمان نواز۔ ذکی الطبع۔ غیور عفیف ہوتے ہین۔ مگر غصہ ور اور ہٹیلے بھی ہوتے ہین۔

لڑائی اور شکار سے بہت رغبت رکھتے ہین۔ تجارت کو عمدہ سمجھتے ہین اور عمدہ زمین کے عرب کھیتی اور نخلستان کی تربیت کو بہت پسند کرتے ہین صنعت و حرفت کم ہے۔ یہ ملک اکثر ریگستانی ہے جہان کھیتی اور باغ اور نہرین اور چشمے کچھ نہین قدرے گھانس ہوتی ہے جو انکے مواشی کو کافی ہوجاتی ہے اور ایسے بھی قطعات ہین جہان ہر قسم کی پیداوار ہوتی ہے اور ہر قسم کے درخت اور چھوٹے چھوٹے چشمے بھی ہین۔ مگر تمام ملک مین ایسی کوئی بھی ندی یا نہر نہین جسمین کشتیونکی آمد و رفت ہو اور بارہ مہینے جاری رہتی ہو اگر دجلہ و فرات کو عرب سے خارج کردیا جائے۔ عرب مین پہاڑ بھی بکثرت ہین بیشتر تو سیاہ اور خشک پہاڑ ہین جہان چشمے اور شادابی اور درخت بہت ہی کم ہین از انجملہ کوہ شراۃ کا سلسلہ ہے جو ایلہ تک پہونچکر عقبی سے گزرتا ہوا بحر احمر کے کنارون تک جاملتا ہے

(بقیہ صفحہ ۲) وائل بن ربیعہ کی خونخوار جنگ تھی اور جبل عکاد بھی اسی ملک مین ہے جہان ابتک وہی قدیم عربی زبان فصاحت سے بولی جاتی ہے یہانکا گھوڑا اور اونٹ ضرب المثل ہے (۳) تہامہ یہ عرب کا ایک غربی مستطیل ٹکڑا ہے اسکے غرب مین بحر احمر جنوب مین یمن کا ایک حصہ شمال مین حجاز۔ شرق مین نجد ہین۔ یہانکی رات خوش گوار مشہور ہے یہ حصہ ریگستانی ہے اور چھوٹا سا ٹکڑا ہے (۴) یمامہ یہ عرب کے شرقی ٹکڑے کا نام ہے اسکے غرب مین حجاز و تہامہ۔ شرق مین بحر فارس بحرین وغیرہ جنوب مین یمن شمال مین نجد اور اسکو عروض بھی کہتے ہین۔ یہانکے گیہون اور کھجور مشہور ہین۔

(۵) حجاز یہ بھی ایک مستطیل ٹکڑا ہے عرب کے غربی حصہ مین اسکے غرب مین بحر قلزم ہے غربی حد جنوب کے رخ ملک تہامہ اور شمالی رخ ایلہ اسکے شرق مین نجد اور یمامہ ہے اور جنوب مین یمن اور تہامہ ہے۔ حجاز کے معنی ہین پردہ کے چونکہ یہ ملک ایک سمت سے تہامہ اور نجد کے درمیان واسطے ہے اسکو حجاز کہتے ہین مکہ مدینہ جدہ وغیرہ شہر اسی متبرک ٹکڑے مین واقع ہین یہ ٹکڑا ریگستانی اور پہاڑی ہے کھیتی باغ بہت کم ہین ندی نالے چشمے بھی نہین۔

کہین سے چالیس میل اور کہین سے اسّی میل ہے۔ پھر یہ سلسلہ مشرق کیطرف موڑ کھاتا ہے یمن کو عبور کرتا ہے خلیج فارس سے آملتا ہے پھر وہان سے
بحرین کو طے کرتا ہوا فرات اور عمان کے دہانون پر منتہی ہوتا ہے۔ اور مدینہ کے شرق مین کوہ طے کے بھی دو سلسلے ہین جنکو آجا اور سلمی کہتے
ہین یہ کوہ سے ملکر آنیوالون کو ملتے ہین اور عرب کو جو جنوباً و شمالاً تقسیم کرتا ہے وہ کوہ عارض ہے اسکی جنوبی حد بلاد یمن مین سے جدہ کے قریب
ملتی ہے پھر یہان سے شمالی جانب چلتا ہے اور خلیج فارس تک جا پہنچتا ہے اور اسی پہاڑ پر شہر ہجر اور یمامہ ہے جہان کے چشمے اور باغ اور نخلستان
مشہور ہین اور مدینہ کے شمالی جانب ایک پہاڑ ہے جسکو جبل اُحد کہتے ہین اور جنوبی پہاڑ کو عیر کہتے ہین اور حجاز کے پہاڑ دکھن سے مکہ اور منی کا پہاڑ ہے
جسکو فاران بھی کہتے تھے عرب مین کوئی بھی جھیل نہین اگر بحر لوط کو عرب مین شمار نہ کیا جاوے۔ ان پہاڑون مین سے چھوٹے چھوٹے نالے نکلتے ہین جو سمندر
تک نہین پہونچتے کچھ چلکر ریتے مین جذب ہو جاتے ہین۔ البتہ صنعا یمن کے قریب ایک نہر ہے جو بحر ہند مین گرتی ہے اور ایک چھوٹی سی نہر بلاد مہرہ مین
بھی ہے جو اسی سمندر مین آملتی ہے۔ ان بلاد کے پہاڑونکی ہوا معتدل ہے لیکن نشیبی قطعات اور ریگستانی میدانون مین سخت گرم ہوا چلتی ہے۔ عرب کے
قطعات مین مختلف مہینون مین بارش ہوتی ہے۔ عرب کے بعض بلند پہاڑ ایسے بھی ہین جنپر سردی اور کبھی کبھی برف جم جاتی ہے جیساکہ طائف کا
پہاڑ۔ یمن کے بعض بلند پہاڑ نہایت فرحت بخش ہین۔ عرب کے بعض پہاڑون اور انکے نشیبون مین ایسے بھی قطعات ہین جہان زنجبیل۔ چنبیلی۔
کھجور۔ املی۔ نیشکر۔ بیگن۔ مرچ۔ انار۔ بادام۔ پستہ۔ انگور۔ سیب۔ ناشپاتی۔ لیمون۔ کیلا۔ انجیر۔ گلاب۔ نرگس۔ بنفشہ۔ بیر۔ نارجیل۔ کھیرے
ککڑی۔ تربوز۔ خربوزے۔ ہر قسم کی چیزین اور ہر طرح کے خوشرنگ اور خوشبودار پھول پیدا ہوتے ہین خصوصاً نواح جنوبیہ مین۔ یمامہ کے
گیہون مشہور ہین۔ باقی میدانون مین جوار۔ باجرہ۔ چنا۔ اسیقدر ہوتا ہے جو بمشکل وہین کے لوگونکو کافی ہوتا ہے عرب مین ہر قسم کے جانور بھی
ہوتے ہین خصوصاً نجد کا گھوڑا تو دنیا مین مشہور ہے اسکے سواے گدہا۔ گائے۔ بیل۔ اونٹ۔ خچر۔ بکثرت پیدا ہوتے ہین۔ بھیڑ بکری ہرن خرگوش
و دنبہ بھی بہت ہوتا ہے۔ درندے بھی ہر قسم کے پیدا ہوتے ہین شیر۔ چیتا۔ بھیڑیا وغیرہ۔ پرند بھی بکثرت ہین۔ چڑیا۔ کبوتر۔ فاختہ۔ چیل۔ کوا
ہدہد۔ عقاب۔ گدہ وغیرہ۔ اور جنوب عرب مین ایک جانور نسناس پھلونکا بڑا دشمن ہوتا ہے۔ آجکل عرب مین لوہے اور تانبے کی اور سیسہ کی
کان۔ اور یمن مین عقیق یمنی کی کان مشہور ہے بلکہ یمن کے بعض پتھر بے بہا مشہور ہین۔ اور کوہ سیناء کے پاس بہت سی کانین ہین لیکن ابتک
ظاہر نہین ہوئین اور چاندی سونے کی کانین جنپر عرب کو کسی زمانہ مین فخر تھا افسوس آجکل نامعلوم ہین۔

جب ہند اور مغربی ممالک مین آمدرفت نہ تھی عرب کی تجارت بڑی ترقی پر تھی کس لیئے کہ مغربی ملکون مین مشرقی ملکون کا مال اور مشرقی ملکونمین
مغربی ملکون کی چیزین عرب ہی کے وسیلہ سے آتی جاتی تھین۔ عرب کو فن جہازرانی مین بھی بڑا کمال تھا وہ جہازون پر ہند اور اسکے جزائر۔ اور چین
و جاپان تک ادہر بحر احمر مین ہسپانیہ تک دلیرانہ سفر کیا کرتے تھے اور جب سے رستہ نکل آیا اور دخانی جہاز ایجاد ہو گئے تو عرب کی تجارت بالکل جاتی
رہی عرب سے اب سنا اور لوبان صبر مُر فلفل سیاہ حنا عود و بُن جاتے ہین۔ اور یورپ سے عمدہ عمدہ کپڑے ریشمی اور اونی اور لوہے کی
ساخت کے ہتھیار وغیرہ اور بلور اور شیشے کے ظروف اور بارود و چھرّے بہت آتے ہین۔ اور حبش سے ہاتھی دانت اور بکریان اور مشک اور
جنوبی افریقہ سے سونا اور ہاتھی دانت۔ کہربا۔ اور غلام آکر بکتے ہین۔ اور مصر و ہند سے چاول۔ شکر۔ تیل۔ اور ہند سے کتان و روئی اور شام سے
صابون اور وہان کی ساخت کے کپڑے آکر بکتے ہین۔ قدیم زمانہ مین عرب کے بادشاہان حمیر نے اور ملکون پر بھی فتوحات حاصل کیئے تھے

اسلام کے بعد عرب نے وہ کایا پلٹی تھی کہ روے زمین کے فرمانروا علوم کے خزانچی صناعی و دستکاری کے استاد مانے جاتے تھے۔ فن عمارت مین انکو ایک خاص ملکہ تھا۔ اسپین مین الحمرا وغیرہ عمارات انکی یادگار ہین۔

یہ سفر بحری و بری کے بڑے مشاق تھے چین تک اول ہی صدی مین جا پہونچے ادہر غرب مین سپین تک پہونچے۔ ترکستان وغیرہ ملک انکے گہوڑون نے کہندل ڈالے تھے یہ جہان جاتے تھے اسلام اور اپنے کمالات کو ساتھ لیجاتے تھے ان کو غیر لوگون پر بہت جلد فتح حاصل کر لینے مین بڑا کمال تھا مگر فتح کرتے ہی مفتوح قومون کو اپنی نعمتون اور عزت مین شریک کر لینا اپنی جوانمردی اور فیاض طبیعت کا شیوہ جانتے تھے اسلیئے جو ملک انہون نے فتح کیا تہوڑے ہی دنون بعد وہانکے باشندونکو نہال کر دیا۔ یہ عہد اور قول و قرار کے بڑے سچے تھے انکے قوانین مین جو فروشی گندم نمائی کا دوسرا پہلو نہ تھا انکی پرہیزگاری اور فیاضی اسپر شجاعت غیر قومون کو بہت جلد اپنی طرف کہینچ لیتی تھی عیاشی اور شہوت پرستی سے انکو دلی نفرت تھی رعایا پر ظلم کرنا یا حیلہ و تدبیر سے انکا مال چھین لینا انکو کسیطرح بہی گوارا نہ تھا وہ محکومونکو اپنی برابر عزت کا مستحق بنانے مین سرگرم تھے مگر اب کئی صدیون سے یہ سب اوصاف کم ہو گئے اور دنیا بھر کی کوئی سرسبز سلطنت بھی انکے قبضہ مین نہ رہی۔ اب جو شاہان اسلام اور ملکونکے فرمانروا ہین انہین عربونکے تعلیم کیئے ہوئے شاگرد ہین۔ اب ہم اول حجاز کے مشہور شہرون کا ذکر کرتے ہین۔

مکہ مکرمہ

دو پہاڑونکے بیچ ایک مستطیل شہر آباد ہے اسکا طول معلاۃ سے مسفلہ تک تقریباً دو میل ہے جو جنوب و شمال ہین۔ اور اسفل جیاد سے لیکر کوہ قعیقعان کی پشت تک عرض طول سے تخمیناً دو ثلث ہے۔

اسکے مکانات گارے اور چونے اور پتھر سے بنے ہین۔ لکڑی کا بھی بہت کام ہے۔ شہر مین مسجد و بازار ہین خصوصاً بزازون کا بازار تختون سے پٹا ہوا ہے صرف دہوپ کے بچاؤ کے لیئے۔ بازار پر رونق ہین ہر ایک قسم کی چیز موجود ہے۔ رستون اور بازارون مین صفائی کا عمدہ انتظام ہے اور روشنی کا بھی۔ آبادی بڑھ جانے سے دونون پہاڑون پر بھی مکانات اور محلے آباد ہو گئے ہین۔ آب و ہوا گرم و خشک مگر صحت بخش ہے۔ چونکہ سمندر سے یہ شہر بہت دور نہین اسکی غربی سمت مین کہین دو منزل کہین اس سے بھی کم سمندر یعنی بحر قلزم ہے اسلیئے خشکی زیادہ نمودار نہین ہوتی۔ مگر منطقہ حارہ کے قریب ہونے کی وجہ سے گرمیون مین باد سموم چلتی ہے۔ شہر کے قدیم رؤسا مین سے جنکو اصلی باشندہ کہنا چاہیئے تین ہی گہرانے مشہور ہین۔ ایک شریف کا جو امام حسن رض کی اولاد مین سے ہے گویا یہ حجاز کا بادشاہ ہے گورنر حجاز جسکو باشا کہتے ہین مکہ معظمہ مین رہا کرتا ہے سلطان المعظم کی طرف سے وہ شریف کا نگران رہتا ہے۔ کبھی کبھی باشا اور شریف مین بدمزگی ہو جانے سے حجاز اور اہل شہر کو تکالیف بھی پہونچتی رہتی ہین۔ دوسرا گہر شیبی کا ہے جسکے پاس کعبہ کی کنجی رہا کرتی ہے۔ تیسرا عباس رض کا خاندان ہے جنکو سقایۃ الحاج اور آب زمزم کی خدمت ہے۔ اکثر لوگ شہر کے آفاقی ہین کوئی چار پشت سے کوئی دس پشت سے کوئی خود باہر سے آکر بسا ہے۔ مصر۔ شام۔ ہند۔ جاوا۔ عرب کے لوگ بکثرت موجود ہین۔ ترکی نسلین بھی ہین بیشتر مخلوط ہین۔ اور اسی لیئے اس شہر کے لوگ گورے کالے موٹے دبلے خوبصورت بدصورت ہر قسم کے ہوتے ہین۔ مگر زبان اور لباس سب کا عربی ہے۔ عربی زبان اس شہر کی اصلی زبان ہے۔

شریف مکہ کو حجاز کے قبائل بادشاہ مانتے ہین اور سلطان المعظم کی طرف سے بھی وہ ایک بڑا سردار یا بادشاہ تسلیم کیا گیا ہے اور وہان سے

اسکو بہت کچھ ملتا ہے - ایک کے بعد دوسرا شریف اسی خاندان سے مسند نشین ہوتا ہے -

شہر کے لوگ نفیس مزاج ہین مکانات مین عجیب عجیب آرایش کرتے ہین ہمیشہ پچھلی رات سے بازار کُھل جاتے ہین کھانے پینے کی چیزین دن نکلنے تک بہت کچھ بک چکتی ہین - اسباب معاش یہان کئی قسم پر ہین - اَوّل تجارت - یہ شہر بندر جدہ سے بہت قریب ہے - سمندر کی راہ سے ہر ایک ملک سے ہر قسم کی چیز آتی ہے - غلہ پارچہ ظروف وغیرہ - اسلیئے اس شہر مین بڑے بڑے تاجر ہین اور مرفہ الحالی سے گزران کرتے ہین (۲) حرفت - گرچہ یورپ کیطرح کسی کام کی بھی اس شہر مین کلین نہین ہین مگر ہاتھ سے بنانے والے کاریگر بہت ہین سینے کے اور لکڑی کے خصوصاً تسبیح کے کام سے بہت لوگ واقف ہین اور یہی کام ہوتے ہین (۳) وظائف خوار بیشتر کو تو حضرت سلطان المعظم کیطرف سے وظیفہ ملتا ہے حرم شریف کے بہت سے امام اور بہت سے موذن اور بہت سے خادم ہین ان سبکا خرچ اور مسجد الحرام کا خرچ سب سلطان المعظم کی طرف سے آتا ہے جسکو خدیو مصر بھیجتا ہے اور شام سے بھی آتا ہے - یہ کئی لاکھ روپیہ کا خرچ ہے (۴) حجاج کی خدمت - اسمین ایک جماعت مطوفین کی بھی ہے - یہی لوگ پردیسی حاجیون کو مکان کرایہ دلاتے ہین اور اُنکی ضرورتون کو رفع کرتے ہین اور اُنکو حج کے ارکان بھی تعلیم کرتے ہین پہلے روز یہ اپنی طرف سے ضیافت بھی کہلاتے ہین - یہ متعدد زبانین جانتے ہین - حاجی بے کھٹکے اپنی امانتین انکے پاس رکھدیتے ہین مگر آج تک اُنکی امانت داری مین کوئی دہبہ نہین لگا - خرید و فروخت بھی اُنہین کی معرفت ہوتی ہے تو اچھی ہوتی ہے اِنہین کی معرفت مدینہ جانیکے لیئے اونٹ کرایہ ہوتے ہین - یہ کام ہر شخص نہین کرسکتا بلکہ وہی جو حکام کیطرف سے مجاز ہو -

سلطان المعظم کے جو قانون حجاز خصوصاً مکہ اور مدینہ کی بابت ہین نہایت نرم اور پُر رحم ہین - سلطانی انتظام بہت عمدہ ہے - عدالتین بھی ہین میونسپل کمیٹی بھی ہے - سرکاری مدارس اور شفا خانے اور ڈاکخانے بھی ہین تار گھر بھی ہے مگر اسوجہ سے کہ گاڑیون کا رواج اس ملک مین نہین صرف اونٹ گھوڑے خچر گدھے بارکشی کرتے ہین - ایسی سڑکین نہین جنپر روڑی بچھی ہو اور گاڑیان اور بگھیان دوڑتی چلی جاوین اور اسطرف حکام کو توجہ بھی نہین -

شہر مین مسافر خانے بھی بکثرت ہین جنکو رُباط کہتے ہین - جنمین ہر قسم کا انتظام ہے - کرایہ کے مکان بھی بکثرت ملجاتے ہین - مکانات دو منزلے بلکہ سہ منزلے بھی ہوتے ہین ہر طرف کھڑکیان ہوتی ہین صحن ندارد -

شہر کے ایک گوشہ مین سلطانی لشکر بھی رہتا ہے - عمدہ چھاؤنی ہے حجاز کے لشکرون کا صدر مقام یہی ہے اور جدہ بھی ہے - شہر مین رات دن خداتعالیٰ کی عبادت اور تہلیل وتکبیر کا ہر جگہ چرچا رہتا ہے - خصوصاً مسجد الحرام تو کسیوقت خالی نہین رہتی - یہانکے آدمی عموماً عفت شعار پرہیزگار ہین نہ شہر مین کہین شراب خانہ ہے نہ کوئی مسکر چیز بکتی ہے نہ کوئی کسبی - فاحشہ ہے - نہ ایسے وقوعہ ہوتے ہین جیسا کہ ہند مین ہوتے ہین - اتنے بڑے حج کے مجمع مین کبھی نہین سنا گیا کہ کسی مرد نے کسی عورت پر ہاتھ ڈالا ہو نہ یہ کہ کسی نے کسیکو عورت یا مال کے لیئے مارڈالا ہو - نہ کوئی تھیٹر ہے نہ کوئی تماشہ گاہ ہے - نہ بدمعاشی اور بدکاری کے یہ طریقے ہین نہ کوئی ایسی موشگافی وہان جانتا ہے - عدالتون مین زیادہ تر واقعات کا لحاظ ہوکر دادرسی مد نظر رہتی ہے نہ وہان طمع کاری ہے نہ دکھاوے کی یہ چمک دمک ہے کہ بال کی کھال کھینچی جاتی ہے اور نہ قانونی پیچ لڑا کر ملک کو مکر و فریب سکھانے والے وکلا ہین نہ شیطان کی آنت

کیطرح مقدمات اسقدر طول پکڑتے ہین نہ اہل مقدمات زیر باری اور بیکاری کے سبب برباد ہوجاتے ہین۔
پولیس کا بھی عمدہ اسلوب ہے حتے القدور لوگون کی آسایش وامن کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ دکھاوے کی زرق برق اور سفت کے ایچ پیچ نہین نہ لوگون کو شکنجون مین کھینچا جاتا ہے۔ یہی حال میونسپالٹی کا ہے۔ ضروری کامونکے لیئے مختصر سے ٹیکس ہین نہ دکھاوے کی ٹیپ ٹاپ ہے۔ اور نہ ترکونکے آرام کے لیئے سنظر وسیع مین لاکھون روپیہ صرف کیا جاتا ہے نہ میلون اُنکے لیئے سڑک بنائی جاتی ہے نہ اُنکے لیئے ٹون ہال ہین عیش ونشاط کے سامان بہم پہونچانے کی کوشش کیجاتی ہے نہ بات بات پر ٹکس ہے۔ شہر مین جابجا نہر زبیدہ پھرتی ہے اُسکے صاف اور شیرین پانی سے لوگ نفع اُٹھاتے ہین اور کام مین لاتے ہین جابجا حوض بنے ہوئے ہین جنمین نہر پڑکر نکلجاتی ہے۔ لوگ وہان نہاتے دھوتے وضو کرتے ہین کوئی مانع نہین نہ کوئی محصول ادا کرنا پڑتا ہے۔ شہر مین انگور۔ انار۔ کشمش۔ منقی کھجور وغیرہ میوہ بکثرت بکتا ہے اور ارزان بکتا ہے۔ نہ شہر مین کوئی باغ ہے نہ سبز درختون کے جھنڈ دکھائی دیتے ہین نہ ترکاری اور سبزہ زار کے کھیت ہین یہ سب چیزین موجود ہین جو طائف وغیرہ مقامات سے آتی ہین یہ اس شہر کی بڑی برکت ہے۔
اس شہر مین تخمیناً تین لاکھ آدمی آباد ہونگے۔ خاص اس شہر اور مدینہ مین غیر مسلم کو آنے نہین دیتے۔ لیکن یورپ کی سلطنتین اپنے جاسوس بھیجتی رہتی ہین جو بہ تبدیل لباس آیا کرتے ہین۔ اور کبھی اپنی رعیت مین سے کسی مسلمان کو بھیجتے ہین جو وہان طرح طرح کے فتنے اُٹھاتا ہے اور اس بات کی زیادہ کوشش کیجاتی ہے کہ شریف اور عربون کو سلطان المعظم سے لڑا دیا جاوے تاکہ سلطان المعظم کے ہاتھ سے خدمت حرمین شریفین کا افتخار جاتا رہے۔

مسجد الحرام

تقریباً شہر کے وسط مین ہے اور اُسکے چارونطرف نہایت خوشنما سنگ مرمر کے ستونون پر کئی کئی درجہ کے دالان ہین یعنی قبے بنتے چلے گئے ہین۔ اور اس نشیب کے وسط مین سنگ مرمر کا فرش ہے اسکے بیچون بیچ ایک مربع بڑی بلند عمارت ہے جسکو کعبہ کہتے ہین یہ عمارت مسقف ہے قد آدم کے قریب کرسی پر ایک دروازہ مقام ابراہیم و زمزم کے کنوئین کیطرف ہے۔ اس عمارت پر نیچے سے لیکر اوپر تک سیاہ ریشم کا کہ جسپر خط نسخ مین بناوٹ مین کلمہ شریف لکھا ہوا ہے غلاف پہنایا ہوا ہے اور نصف سے بلند سنہری حرفونکا ایک پٹکا بنا ہوا ہے اور کعبہ سے ملی ہوئی مغرب رخ بیضوی شکل سنگ مرمر کی دیوار۔ دو ہاتھ بلند ہے اسکو حطیم کہتے ہین اور حجر بھی اسیطرف کعبہ کا سنہری پرنالہ پڑتا ہے جبکہ اسکی چھت پر بارش ہوتی ہے کعبہ کی چھت پر چڑھنے کا کوئی رستہ نہین ہے۔
حطیم سمیت کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے۔ اس رخ مین کعبے کے ایک کونہ کو رکن عراقی دوسرے کو رکن یمانی کہتے ہین اور اسیطرح دوسری طرف کے دونون گوشون مین سے ایک کا نام رکن شامی ہے اور دوسرے گوشہ پر جو دروازہ کعبہ کے قریب ہے گز سوا گز بلندی پر ایک سیاہ پتھر لگا ہوا ہے جو عمدہ عقیق ہے۔ ڈہال کی برابر چاندی کے حلقہ مین بندھا ہوا دیوار مین لگا ہوا ہے طواف کے بعد اسکو بوسہ دیتے ہین اور اسکو حجر اسود یعنے کالا پتھر کہتے ہین۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہونیکے سبب نہایت قابل تعظیم سمجھا جاتا ہے۔ دروازہ کے سامنے ایک کنوان ہے جسکو زمزم کہتے ہین اور یہین سقایۃ الحاج ہے جسکو سقایۃ عباس کہتے ہین۔ اور دار الندوۃ جو جاہلیت مین قریش کی مجلس کا مکان تھا

اب حرم مین شامل ہوگیا ہے دارالامارۃ کے مغربی جانب مین تھا۔

صفا

جبل ابو قبیس کی ایک مرتفع جگہ کا نام ہے جیسا کہ مروہ جبل قعیقعان کے پتھر کا نام ہے جو اسکے مقابلہ مین ہے اور یہی وہ دونون پہاڑ ہین کہ جنکے بیچ شہر مکہ بستا ہے لیکن ابو قبیس جو شرقی جانب مین ہے قعیقعان سے بلند ہے جو غربی جانب مین ہے۔ قعیقعان کے پتھر ون سے کعبہ کی عمارت چُنی گئی ہے صفا و مروہ کا میدان آجکل بازار ہے جسمین حاجی سعی کیا کرتے ہین۔

منیٰ

مکہ سے عرفات کی جانب انہین دونون پہاڑونکے سلسلہ مین تقریباً تین میل ہے وہ ایک چھوٹی سی بستی ہے جہان بازار بھی اور مکانات بھی ہین اور اسکے وسط مین مسجد خیف ہے۔ اور یہین وہ چھوٹے چھوٹے تین منار ہین جنپر حاجی سات سات کنکریان مارا کرتے ہین مکہ کے رُخ کے منار کو جو منیٰ کے اخیر پر ہے جمرۃ العقبۃ کہتے ہین۔

مزدلفہ

منیٰ سے آگے بڑھکر عرفات کے رستہ پر بطن محسّر اور مازمین کے بیچ ایک مقام ہے جہان عرفات سے واپس آکر رات کو حجاج رہا کرتے ہین بطن محسّر منیٰ اور مزدلفہ کے بیچ ایک وادی کا نام ہے اور مآزمان دو پہاڑون کی شاخ ہین جو بطن عرنہ تک گئی ہین۔

عرفات

عرنہ سے لیکر بنی عامر کے باغ تک کے میدان کا نام ہے اور وہین وہ مسجد ہے جہان ظہر اور عصر کی نماز ملاکر پڑھا کرتے ہین۔ عرفات حرم مکہ مین داخل نہین ہے۔ اسیطرح تنعیم بھی خارج حرم ہے۔ عرفات مکہ سے تخمیناً آٹھ نو میل ہے

ثبیر

یہ بلند پہاڑی ہے جو منیٰ اور مزدلفہ سے دکھائی دیتی ہے ایام جاہلیت مین جب تک اس پہاڑی پر دھوپ نہ نکلی دیکھ لیتے تھے چلتے نہ تھے۔

مشعر الحرام

مزدلفہ مین ایک پہاڑی ہے اسیجگہ امام حج کے دنون مین عشاء اور صبح کی نماز پڑھایا کرتا ہے۔

حُدیبیہ

یہ مکہ سے ایک دن کے رستہ سے زیادہ پر ایک مقام ہے کسیقدر حرم مین اور کسیقدر حل مین داخل ہے۔ یہی وہ جگہ ہے کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کو آئے تو قریش برسر مقابلہ آئے اور اسی جگہ روکدیا اور یہین صلحنامہ باہمی لکھا گیا۔

مدینہ

مکہ سے شمال کی جانب تقریباً دس منزل ایک شہر ہے کہ جسکی پختہ شہر پناہ بنی ہوئی ہے اسکی آبادی شہر پناہ سے بھی باہر ہے۔ آبادی مکہ سے کم ہے۔ مکانات کا وہی طرز ہے۔ یہان تقریباً سردی اور گرمی ایسی ہوتی ہے کہ جیسی ہندوستان کے دہلی شہر مین

اسکے اردگرد کھجورونکے باغ بکثرت ہین ان کو حائط کہتے ہین اُن مین کنوئون اور کاریزون سے پانی دیا جاتا ہے شہر کے وسط مین مسجد نبوی ہے جسکو حرم شریف کہتے ہین یہ نہایت شاندار اور پرتکلف عمارت ہے جو لاکھون روپیون مین تیار ہوئی ہے اب جو مسجد موجود ہے وہان آنحضرت صلعم کے عہد مین ایک محلہ تھا اور مسجد نبوی جو آپکے عہد مین تھی اسی مین ایک چھوٹی سی جگہ تھی پھر عثمان غنی رض نے وسعت دی۔ پھر خلفائے بنی امیہ نے ازواج مطہرات کے گھرون کو بھی اور دیگر گھرون کو بھی شامل کر لیا۔

مسجد کے گوشہ مین ایک مربع عمارت ہے جسکے اوپر سبز گنبد ہے اسکے اندر ایک حجرہ چھوڑ کر ایک اور گنبد ہے جو ہر طرف سے بند ہے اسکے اندر حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق و عمر فاروق رض کا مزار شریف ہے۔ یہ تمام عمارت نہایت پرتکلف اور سبز مخمل سے ڈھکی رہتی ہے یعنی سبز مخمل کے بڑے بڑے بیش بہا پردے پڑے ہوئے ہین جنپر زری کے حرفون سے جو نہایت خوشخط ہین کتبے لکھے ہوئے ہین اسی شہر کی غربی جانب مین وہ جگہ بھی ہے کہ جہان آنحضرت صلعم عیدین کی نماز پڑھا کرتے تھے اور بقیع الغرقد شہر کے شرقی دروازہ کے باہر ایک پختہ احاطہ بنا ہوا ہے جسمین بڑے بڑے صحابہ انصار و مہاجرین و اہل بیت کی قبرین ہین۔ اب بھی یہی قبرستان ہے بڑی پرانی اور عبرت خیز جگہ ہے۔ **قبا** دو میل کے فاصلہ پر مکہ کے رخ ایک بستی ہے۔ ہجرت کر کے جو آنحضرت صلعم تشریف لائے پہلے یہین اُترے تھے۔ شہر کے جنوب اور شمال مین کئی میل کے فاصلے سے پہاڑون کے دو سلسلے ہین جنوبی سلسلہ کا نام جبل عیر ہے اور شمالی کا احد جو تخمیناً دو میل کے فاصلے سے ہے۔ اور اسی کے دامن مین اُن شہداء کے مزارات ہین جو جنگ احد مین شہید ہوئے تھے جنمین حضرت کے چچا سید الشہداء حمزہ بھی ہین رضی اللہ عنہم۔ مسجد نبوی کے غرب مین ایک بڑا کتب خانہ بھی ہے اور اسکے پاس مدرسہ بھی۔ یہان ابوبکر صدیق رض کا گھر تھا۔ بازار وسیع نہین مگر پررونق ہین۔ شہر مین شیرین پانی اور سبز چیزین اور میوے بکثرت ملتے ہین نہایت شاداب جگہ ہے آدمی یہانکے نہایت نرم دل اور مہربان اور مہمان نواز اور بے تکلف ہین۔ شہر کے شرقی طرف کئی میل کے فاصلہ پر بنی نضیر و بنی قریظہ یہود کی گڑھیان بھی تھین جنکے اب کچھ نشان بتلانے سے معلوم ہو سکتے ہین یہان بھی متعدد مدرسے اور شفاخانہ ہین اور مسافرونکے لیے مہمانسرائین ہین چنانچہ ہمارے سرکار نظام الملک آصف جاہ مالک دکن خلد اللہ ملکہ کی طرف سے بھی ان دونون مقدس شہرون مین ہزارہا روپیہ ماہوار للہ صرف ہوتا ہے اور عمدہ مکانات اور آسایش کے سامان مہیا کر رکھے ہین۔ حضور پرنور میر محبوب علیخان نظام الملک آصف جاہ بہادر شاہ دکن خلد اللہ ملکہ کا دست کرم نیک کامون کے لیئے بڑا فراخ ہے۔ حیدرآباد مین جس امیر کے متعلق وہانکی خبرگیری ہے وہ ہمارے عنایت فرما نواب معزیار الدولہ بہادر ہین انکی ہمت اور کوشش سے شاہ عالیجاہ کا عطیہ بڑی امانت سے مستحقونکو پہنچتا ہے اور ہر سال حجاج کی ایک جماعت بھی روانہ کیجاتی ہے۔ یہ شاہ دکن خلد اللہ ملکہ کی فیاضی کی ایک چھوٹی سی نظیر ہے۔

فرع مدینہ کے جنوب مین چار دن کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جہان کھجورونکے باغ بکثرت ہین۔ **عقیق** مدینہ سے مکہ کے رخ چار میل کے فاصلہ پر ایک وادی پُرفرحت ہے جسکا پانی نہایت شیرین اور خوشگوار ہے۔

جحفہ

یہ سمندر سے دو میل کے فاصلہ پر بڑی آباد بستی ہے مکہ اور مدینہ کے رستہ مین اس سے آبادتر کوئی جگہ نہین جیسا کہ مدینہ اور عراق کے

رستہ مین قدید سے زیادہ پُر رونق اور کوئی جگہ نہین اور یہ دیار طے مین ہے اور طے کے دونون پہاڑ اس جگہ سے دو دن کے فاصلہ پر ہین اور یہان کھجور بکثرت ہین طے کے قبائل مواشی چرانے کو یہان آیا کرتے ہین ۔

جبلہ

ایک قلعہ ہے آخر وادی ستارہ مین مرّ اور عسفان کے بیچ ۔ مکہ جانے والون کو بائین طرف ملتا ہے اس وادی کا طول دو دن کا سفر ہے جہان کوئی بھی کھجور کا پیڑ نظر نہین آتا اور اسکی پشت پر ایک اور وادی ہے جسکو سایہ کہتے ہین اور بھی ہے جسکو سائرہ کہتے ہین اسی جبلہ پر زمانہ سابق مین تمیم اور بکر بن وائل کی خونخوار جنگ ہوئی تھی ۔

خیبر

یہ مدینہ سے شمال و غرب مین چار منزل کے فاصلہ سے ایک مستحکم گڈھی ہے جسکے اندر ایک چھوٹا سا قصبہ بستا ہے اسکے آس پاس کھجور کے باغ بکثرت ہین اور قابل کاشت زمین بھی بہت ہے ۔ یہان مالدار یہودیون کی ایک قوم رہا کرتی تھی جنہون نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بدعہدی اور ایذا رسانی مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا تھا اسلیئے اُنپر صلح حدیبیہ کے بعد چڑھائی ہوئی اور حضرت علی کو سپہ سالار کیا گیا حضرت علی نے اُسکے دروازہ کو اُکھیڑ کر پھینکدیا اب تک وہ پتھر موجود ہے جسکو پچاس آدمی بمشکل ہلا سکتے ہین ۔ فتح کرنے کے بعد اُسکے باغ اور زمین مسلمانون کو تقسیم کردی گئی ۔ مدینہ کی فاقہ کشی اور تنگی دفع کرنے کا یہ پہلا سامان تھا ۔ یہان سے تیمہ چار منزل ہے وہان سے حجر چار منزل ہے ۔

مدینہ کے اطراف مین اور بھی چھوٹے چھوٹے قلعے ہین جنمین عرب کے قبائل آباد ہین جیساکہ ینبع بحر قلزم کے کنارہ پر مدینہ سے چار منزل پہ بہت ہی قریب بندر ہے ۔ اور اسی کے متصل عیص اور مروہ ہے ۔ ینبع کے پاس جبل رضوی ایک سرسبز اور بلند پہاڑ ہے ۔ فرقہ کیسانیہ کہتا ہے کہ محمد بن حنفیہ ابتک زندہ اسی پہاڑ مین چھپے ہوئے ہین ۔ ودّان جُحفہ سے ایک منزل پر ہے اور اسکے چھ میل کے قریب ابواء ہے یہان جعفری اور حسنی قبائل رہتے ہین جنمین باہم لڑائیان ہوا کرتی ہین ۔

جدّہ

یہ مکہ سے غربی جانب دو منزل کے فاصلہ پر سمندر کے کنارہ ایک عمدہ شہر آباد ہے جسکے چارونطرف سنگین شہر پناہ بنی ہوئی ہے اس مین بازار وسیع ہین ہر قسم کے تاجر موجود ہین اور مالدار لوگ بھی رہتے ہین یہ حجاز کا سب سے آباد بندر ہے بحر قلزم سے مکہ جانیوالے لوگ اکثر یہین اُترتے ہین پھر ایک منزل بیچ اگلی منزل مکہ ہے اسجگہ غیر سلطنتو نکے کونسل بھی رہا کرتے ہین ۔

طائف

چھوٹا سا شہر جبل غزوان پر آباد ہے مکہ سے شرقی رخ مین تین منزل پر ۔ اس پہاڑ پر بنی سعد اور ہذیل کے تمام قبائل آباد ہین ۔ ثقیف و ہوازن کا بھی یہی مرکز ہے ۔ یہ بڑی بلند جگہ ہے اسلیئے سرد مقام ہے جسکی چوٹی پر برتن مین پانی جم جاتا ہے تمام حجاز مین اس سے زیادہ شاداب اور سر و سبز اور بہار افزا کوئی مقام نہین ۔ یہان میوے بکثرت پیدا ہوتے ہین ۔ انگور قسم قسم کا انار نہایت شیرین اور بڑے

بڑے والون کا اور انجیر اور بہت سے میوے اور اسیطرح ترکاریان بھی بہت ہوتی ہین۔ مکہ مین جو میوے آتے اور ارزان بکتے ہین سب کا خزانہ یہی مقام ہے۔ گرمیون مین ترکی حکام اور دولتمند اشخاص اس پہاڑ پر چلے جایا کرتے ہین مکہ سے وہان تک تار لگا ہوا ہے اوپر عمدہ عمدہ مکانات اور باغ ہین۔ مکہ شہر مین جو نہر زبیدہ جاری ہے جسکو زبیدہ خاتون ہارون رشید کی بیگم نے بنایا تھا اسی سلسلہ پہاڑ کے کسی چشمہ سے نکلتی ہے۔

اور بھی بستیان حجاز مین ہین لیکن اب ہم اسیقدر پر بس کرکے ملک حجاز کا بیان ختم کرتے ہین۔

شمالی عرب کے مقامات

(حجر)

چھوٹا سا گاؤن وادی القریٰ کے قریب ہو ایک دن کے فاصلہ پر پہاڑیون مین ہے۔ اور یہان قوم ثمود کے مکانات ہین جنکی نسبت قرآن مجید مین آیا ہے وثمود الذین جابوا الصخر بالواد۔ ہمنے اُنکے کھدے ہوئے مکانونکو دیکھا ہے جو ہماے مکانونکی مانند پہاڑ تراش کر بنائے گئے تھے ان پہاڑونکو اثالب کہتے ہین۔ یہ چند پہاڑ متصل ہین ہر ایک دوسرے سے جدا ہے انکے اردگرد ریت ہو جسکے سبب اوپر چڑھنا نہایت دشوار ہے۔ اور یہین وہ کنوان ہے جو صالح علیہ السلام کے ناقہ کے پینے معین ہوا تھا جیسا کہ فرمایا لہا شرب ولکم شرب یوم معلوم

تبوک

حجر اور شام کے بیچ ہے۔ شروع شام سے چار منزل کے فاصلہ پر شام کے نصف رستہ مین ایک قصبہ ہے جہان ایک قلعہ بھی ہے اور باغ اور چشمے بھی ہین کہتے ہین اصحاب الایکہ کہ جنکی طرف حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے تھے یہین رہتے تھے حضرت شعیب مدین کے رہنے والے تھے انکے لیے رسول ہوکر آئے تھے۔

مدین

قلزم کے کنارے تبوک کے محاذی چھ منزل کے فاصلہ سے ایک بستی ہے جو تبوک سے بڑی ہے اور یہین وہ کنوان ہی کہ جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شعیب علیہ السلام کی بکریون کو پانی پلایا تھا۔ ہمنے اسکو دیکھا ہے۔ مگر پاٹ دیا گیا تھا اُسکے اوپر کسی نے گھر بنا لیا ہے۔ اور یہانکے لوگ چشمہ کا پانی پیتے ہین۔ مدین در اصل قبیلہ کا نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھا اور انہین مین سے حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ حضرت موسےٰ اُنکے داماد تھے۔

بادیہ سماوہ

ایک بیابان ہے جو دومۃ الجندل سے لیکر عین التمر تک ہے۔ اس وادی مین پیڑ سرسبز بکثرت ملتے ہین اور چشمے بھی اور اسکے قریب میدان قادسیہ ہے۔

بادیہ خُساف

یہ شہر بصرہ اور کوفہ کے درمیانی میدان مین ہو رحبہ سے لے کر مالس تک۔ یہ بھی سرسبز ہے۔

صفّین

یہ بھی اسی میدان مین ایک مقام ہو فرات کے قریب۔ یہ وہ جگہ ہو کہ جہان حضرت علیؓ و معاویہؓ مین کئی مہینون تک سخت لڑائیان ہوئی تھین۔

تیماء

ایک قلعہ ہے تبوک سے شمال کی طرف - اسمین ایک بستی ہے یہان بھی چشمہ اور سبز درخت بکثرت ملتے ہین -

قلزم

بحر قلزم کے کنارے ایک بستی ہے اور اسکے قریب یہ سمندر کی شاخ تمام ہوگئی ہے نہ یہان کھیتی ہوتی ہے نہ کوئی سایہ دار درخت ہے نہ پانی شیرین ہے دور سے لاکر پانی پیتے ہین مصر اور شام اور فلسطین اور حجاز کے قافلے یہان آکر ٹھہرا کرتے ہین - اور اسیکے سبب اسکو بحر قلزم کہتے ہین -

تاران

ایلہ اور قلزم کے درمیان اسی بحر کے کنارے پر ایک بستی ہے - یہان پہاڑون سے ہوا ٹکرا کر دریا مین بڑا طوفان برپا کرتی ہے اس دریا مین اس جگہ سے زیادہ اور کوئی مقام خطرناک نہین - اسی جگہ فرعون مع لشکر غرق ہوا ہے - اسکے بعد جنوب کیطرف ایک اور مقام ہے جسکو جبیلات کہتے ہین یہان بھی بڑا طوفان رہتا ہے پھر اس سے آگے بڑھ کر جنوبی طرف مین ایک بستی ہے جسکو اَیلہ کہتے ہین - یہ بھی بحر قلزم کے کنارہ ہے اگلے زمانہ مین یہان یہود رہتے تھے یہان کسیقدر شیرین پانی اور کھیتی بھی ہے مگر زیادہ گذران مچھلی کے شکار پر ہے ان لوگونکو سبت کے روز شکار کھیلنے کی ممانعت ہوئی تھی انہون نے عدول حکمی کی جسپر قہر نازل ہوا انکا واقعہ قرآن مجید مین مذکور ہے - صورتین مسخ ہوکر بندر اور سوٗر نظر آنے لگے واسئلھم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر - اسی کے سامنے شرقی طرف مدین بستی ہے -

(تیہ بنی اسرائیل)

یہ بیابان قلزم کے شرق سے شروع ہوتا ہے قلزم کی دونون شاخون کے بیچ جو بیابان ہے کوہ طور اور سیناء وہین واقع ہے مدین سے کئی منزل کے فاصلہ پر پھر یہ بیابان آگے چلکر شام اور عرب کے رُخ دور تک چلا گیا ہے - اسمین عمالیق اور دیگر اقوام آباد تھے - آج کل اکثر عرب رہتے ہین - انہین جنگلون مین چالیس برس تک بنی اسرائیل ٹکراتے پھرے ہین یہ بیابان کہین تو ایسا ہے کہ جہان نہ پانی نہ سایہ دار درخت ہے سنگلاخ یا ریگستانی زمین اور خاردار پیڑ اور خشک پہاڑیان ہین - اور کہین چشمے بھی ہین کھجور کے درخت بھی ملتے ہین -

(یمن کے مقامات)

(اب یمن کے مقامات کو بیان کرتا ہون)

عُمّان یہ ملک یمن کا شرقی حصہ سمندر کے کنارے کنارے اور کچھ جنوبی حصہ ایک مثلث کی صورت جس کی ابتدا شہر بحرین اور انتہا شرقی اور جنوبی حصہ کو لیتی ہوئی ظفر تک ہے - اور اسکے اس موڑ پر کہ جہان سے شرقی حد تمام ہوکر جنوبی شروع ہوتی ہے شہر مسقط آباد ہے جو تجارت کی بڑی منڈی ہے اور یہان سے ہندوستان کا کراچی بندر صرف تخمیناً چھ سو میل ہے - اور ہندوستان اور عرب مین اس سے کم فاصلہ اور کسی طرف سے نہین - ملک عمّان کا کنارہ جو بحرین سے شروع ہوکر ظفر پر تمام ہوجاتا ہے یہ دور تخمیناً گیارہ سو میل ہے اور عرض اس ملک کا تقریباً دو سو میل ہے - یہ ملک سرسبز ہے کھجورین اور میوے بکثرت ملتے ہین زراعت بھی ہے - سمندر کے کنارے اسکے یہ بندر بہت مشہور ہین - صحار یہ بڑی تجارت گاہ ہے اور پررونق ہے - مسقط یہان عمان کا سلطان رہا کرتا ہے

جو خارجی مذہب رکھتا ہے یہ رونق دار شہر ہے۔ مساجد و مدارس بکثرت ہین۔ یہان کا حلوی بہت مشہور ہے۔ بحرین یہ بھی ایک شہر ہے یہان موتی نکلتے ہین اسلیئے یہان لوگونکی آمدرفت بکثرت رہا کرتی ہے یہ بھی مسقط کیطرح اور صحار کیطرح خلیج فارس پر آباد ہے

حضرموت

یہ ملک عدن اور عمان کے درمیان ہے اور اسکے درمیانی حصہ کو نجد الیمن کہتے ہین۔ نجد کے لغوی معنی ہین بلندی کے یعنی اونچی زمین جسکو اس ملک مین بانگر کہتے ہین اور پست اور نشیب کو کھادر۔

اس ملک کو بلاد خیوان بھی کہتے ہین اس لیئے کہ بلاد خیوان بھی اسی مین واقع ہے۔ یہ سرسبز اور آباد ملک ہے۔ اور زمین قابل کاشت ہے اسکے مشہور شہر یہ ہین۔ نجران یہ ایک بارونق شہر ہے اسلام سے پہلے یہان عیسائی رہاکرتے تھے اور وہی مدینہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مباہلہ کے لیئے آئے تھے۔ اسکے قریب دوسرا شہر جرش ہے یہان بھی کھجور بکثرت ہین اور آباد و شاداب جگہ ہے۔ اور ان دونون سے آباد و زیادہ شہر صعدہ ہے یہان بھی چمڑے کے دبیغے ہی کارخانے ہین جیسا کہ صنعاء مین ہین۔ اور یہان تجار بکثرت آباد ہین اور حسنی زیدی سردار یہین رہاکرتا ہے۔ صنعاء یمن کا دارالسلطنت ہے اس سے زیادہ یمن مین کوئی شہر آباد اور بارونق اور مالدار نہین ہے۔ اسکی آب و ہوا معتدل ہے گرمی سردی ہین اور جگہ جانیکی حاجت نہین پڑتی زمانہ گذشتہ مین شاہان یمن کا یہی شہر دارالامارۃ تھا جہان ابتک بڑے بڑے نشانات عمارات سابقہ کے پائے جاتے ہین اسیجگہ وہ قصر غمدان تھا جسکا حال ہم بیان کرینگے مگر اب ایک ڈھیر پڑا ہوا ہے۔ اور یہین دو اور محل بھی تھے سلحین۔ بینون۔ انہین کے باب مین کوئی شاعر افسوس ظاہر کرتا ہے ؎ ہل من بعد غمدان او سلحین من اثر و بعد بینون یبنی الناس بنیانا ٭ اور اسی کے قریب مارب کا بند ہے جو کسی زمانہ مین شام تک ملک کو شاداب کیا کرتا تھا اور یہ بھی دنیا کی عجائبات چیزون مین سے تھا۔ وہ دو پہاڑون مین دو میل تک کی دیوار ہے تین سو گز بلند مربع اور تراشے ہوئے پتھرون سے چنی ہوئی اور ایک پتھر کو دوسرے سے میخون اور سیسے سے جوڑا گیا ہے۔ اس سے ان پہاڑون اور نالون کا پانی جمع ہوجاتا تھا اور ایک بڑی جھیل شیرین پانی کی دیکھنے مین آتی تھی اور پھر اس مین آبپاشی کے لیئے بڑی حکمت اور پیمانہ سے روزن رکھے ہوئے تھے جن سے نالون اور چھوٹی چھوٹی ندیون کے طور سے ملک کی آبپاشی ہوتی تھی اور اس ملک مین باغ اور میوے بکثرت تھے نہرون درختون کے سایہ مین مسافر چلا جاتا تھا۔ لوگون کی ناشکری سے یہ دیوار جسکو عرم کہتے تھے ٹوٹ گئی اور ابتک اسیطرح خراب پڑی ہے۔ باغ ارم اسی کے سبب سے تر و تازہ تھا۔ اور صنعاء سے شمال و مشرق مین تخمیناً اسّی میل کے فاصلہ پر شہر سبا کے کھنڈر پڑے ہوئے ہین کسی زمانہ مین سبا بھی دنیا کے عمدہ شہرون مین سے تھا۔ بلقیس شہزادی اسی شہر کی رہنے والی اور یمن کی حاکم تھی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئی تھی۔ اور سبا کو مارب بھی کہتے ہین اور یہ بند شہر سبا کے قریب بتلاتے ہین نہ صنعاء کے۔ اور یہی صحیح ہے۔ یدنحرہ یمن مین بلند پہاڑ ہے جسپر سبز درخت اور چشمے ہین اور کھیتی بھی ہوتی ہے۔ شبام یمن کے مشہور پہاڑون مین سے ہے جو بہت بلند ہے اسپر بکثرت آبادی ہے۔ عدن انتہاء یمن بحر قلزم کے کنارہ ایک چھوٹا سا شہر ہے جہازونکے ٹھہرنے کی جگہہ۔ اور اسی لیئے انگریزون نے حضرت سلطان ٹرکی سے ٹھیکہ لے رکھا ہے اور اپنا بہت سا سامان وہان رکھتے ہین صرف شہر عدن۔ باقی ملک اور گرد و نواح مین کچھ دخل نہین۔ اس جگہ بھی موتی نکلا کرتے تھے۔

ف زبید سے مراد [illegible] یمن کا [illegible] ہے کہ اس دو کو [illegible] ضلع مین جس سے مراد سبا ہے ۱۲ منہ

ارض مہرہ ملک عمان اور حضرموت کے درمیان کاوہ حصہ ہے جو دریا شور سے ملا ہوا ہے - یہان کا بڑا شہر شحر ہے یہ بے آباد ملک ہے یہان خانہ بدوش قبائل آباد ہین جنکا گزارہ مواشی پر ہے یہانکا اونٹ تیزروی مین بہت مشہور ہے - **بلاد خیوان** ارض مہرہ سے ملا ہوا ہے یہ علاقہ سرسبز ہے یمن کے بڑے قبائل یہان آباد ہین - **دیار کندہ و خولان و ہمدان** یہ یمن کے اور نجد اور تہامہ کے درمیان ہین - یہان باغات اور آبادی موجود ہے **بلاد ابا ضیہ** یہ خوارج کا مسکن ہے بلاد خیوان کے قریب بڑا سرسبز اور آباد ملک ہے کھیتی اور باغ اور چشمے بکثرت ہین -

مخا عدن کا مشہور بندر ہے یہان سے صنعا و تریم بہت نزدیک ہے - اور اسیطرح مکلا بھی مشہور بندر ہے - حضرموت بھی ایک شہر ہے شرقی دریا کے قریب اور اسکے نواح مین بہت ریت ہے جسکو احقاف کہتے ہین اور یہین حضرت ہود پیغمبر علیہ السلام کی قبر مشہور کرتے ہین - یہین قوم عاد پر عذاب آیا تھا - اور اسیکے قریب مقام برہوت مین ایک ایسا گہرا کنوان ہے کہ جسکی تہ تک کوئی اتر نہین سکتا - ملک یمن قوم عاد کا مسکن تھا اور انکے ابتک یادگار پائے جاتے ہین -

تہامہ

اس ملک کو بعض نے ملک یمن کا ایک حصہ قرار دیا ہے جسکا طول آٹھ سو میل عرض دو سو میل ہے یہان شیرین پانی بکثرت ملتا ہے اسکو یون خیال کرنا چاہیئے کہ عرب کا غربی کنارہ جو بحر قلزم سے ملا ہوا ہے مدین سے لیکر عدن تک طول ہین - اسکے دو حصہ ہین مکہ تک کا شمالی کنارہ ملک حجاز ہے اور مکہ سے عدن تک جنوبی کنارہ تہامہ ہے

اس قطعہ مین وہی پہاڑونکا سلسلہ چلا آتا ہے جو حجاز مین تھا اور یہ پہاڑ بیشتر بحر قلزم کے متصل ہین اور کہین سے پھیل گئے ہین - کہین سے کہین سلسلے ہوگئے ہین - اور پھر ریتا بھی ہے اور تہامہ کی رات اسی لیئے مشہور ہے کہ دن مین تو آفتاب کی گرمی سے زمین آگ ہوتی ہے اور جب آفتاب غروب ہوا ہوا ٹھنڈی چلنے لگی ریت سرد ہوگیا پھر نہ پسو ہے نہ کھٹمل ہے دنکے جلے بھنون کو اس ریت کے نرم بستر پر کس مزے سے نیند آتی ہے زبید[۱۲] تہامہ کا بڑا اور آباد شہر ہے - اور بھی شہر ہین جیسا کہ مُعقر کدرہ جور عطنہ شرجہ دومیہ حمضہ غلافقہ مخہ کمران حردہ لسعہ شرمہ عشیرہ رلفہ خصوف ساعدہ مہجم وغیرہا

یمامہ

عرب کے مشرق مین بحر فارس سے ملا ہوا ملک ہے - یہ عمان سے اسیطرح ملا ہوا ہے کہ جسطرح تہامہ حجاز سے اسکی ابتدا طولانی بحرین کے نواح سے شروع ہوتی ہے اور شمال مین بڑھتے بڑھتے علاقہ کوفہ سے گزر کر بصرہ کے میدانون تک چلا جاتا ہے - اور عرض مین سمندر کے کنارہ سے لیکر تخمیناً دو سو میل تک غرب مین چلے جاؤ سب ملک یمامہ ہی کا علاقہ ملیگا - اور اسکے بعض علاقون کو الحصا بھی کہتے ہین -

---

[۱۲] یہ یمن کے مشہور قبائل ہین ۱۲ [۱۲] ہندوستان سے کہ جانیوالے جہازون کو اسجگہ حکماً ٹھہرایا جاتا ہے تاکہ امراض متعدیہ کا اثر زائل ہوجاوے اسکا نام قرنطینہ ہے - آبادی کمران سے دور ایک میدان مین غریب حجاج کو اتار دیا جاتا ہے جہان نہ شیرین پانی ہے نہ سایہ دار درخت مسافرون کے لیئے جھونپڑیان بنادی ہین کھانے پینے کی بھی چیزین کم ملتی ہین - یہ مصیبت یورپ کے روشن دماغ ڈاکٹرون اور خود غرض سلطنتون کا فیض ہے اللہ رحم کرے - ۱۲ منہ

یمامہ قبیلہ طسم مین سے مرّہ کی بیٹی تھی جسکے نام سے یہ ملک نامزد ہے - زمانہ سابق مین طسم اور جدیس کے قبائل یمامہ مین رہا کرتے تھے - بحرین تک پھیلے ہوئے تھے اور عاد اولی احقاف مین رہتے تھے جو عمان سے لیکر عدن تک پھیلے ہوئے تھے - اور احقاف کا ایک مشہور ریگستان ہے - یمامہ وہ وادی ہے جو شمال سے شروع ہو کر جنوب تک تمام ہوتی ہے اس ملک مین بہت سے چشمے اور متعدد چھوٹی چھوٹی نہرین پانا لیان روان ہین جن سے ملک نہایت سرسبز اور آباد ہے - یمامہ کے لوگ کہتے ہین یہ ملک پانچ چیزون مین بڑھکر ہے (۱) یہانکی عورتین نہایت خوشرنگ ہوتی ہین سنہری رنگت ایسی خوشنما ہوتی ہے کہ سونے کا زیور پہنے ہوئے دور سے معلوم نہین ہوتا (۲) یہانکے گیہون (۳) یہانکی کھجور نہایت عمدہ ہے کہ ایسے اور کہین نہین ہوتی (۴) یہان گوشت ایسا خوش ذائقہ اور عمدہ ہوتا ہے کہ پھر اور جگہ نہین ملتا (۵) یہان پانی بھی ایسا شیرین ہوتا ہے کہ پھر اور پانی کیسا ہی شیرین ہو منہ نہین لگتا - ذات الفروع ایوان یمامہ مین عجائب دنیا سے تھا احسن التقسیم کا مصنف ابو عبد اللہ محمد بشاری کہتا ہے کہ یمامہ دراصل ملک ہجر کا سوانا ہے یعنی علاقہ اور ہجر کے مشہور شہر یہ ہین -

احساء سابون زرقار اوّل عقیر

اسیطرح سے نجد الیمن کے ناحیہ یعنے سوانا اور علاقہ احقاف کو قرار دیتا ہے اور احقاف کے یہ شہر گنواتا ہے - خاص حضرموت حسب - اور اسیطرح سبا کو بھی ناحیہ قرار دیتا ہے -

عجائبات یمن

(۱) یمن کے بعض علاقون مین سے عقیق سرخ اور یاقوت خالص اور لال برآمد ہوتا ہے جسکے آگے لال بدخشانی کی اصل نہین اور بھی طرح طرح کے جواہر برآمد ہوتے ہین - یمنی ایک خاص پتھر ہے جو وہان بکثرت موجود ہے اور اُس ملک کی چیز ہے (۲) یمن کے پہاڑون مین ہر قسم کی کانین موجود ہین لوہا جست تانبا - وغیرہ - خصوصاً پھٹکری کے بڑے بڑے پہاڑ موجود ہین جسکو شب یمانی کہتے ہین -

(۳) یمن کے ریگستان مین شتر مرغ پایا جاتا ہے - اور ایک عجیب جانور ملتا ہے جسکے پاؤن بیل جیسے منہ ہرن جیسا گردن صراحی دار کئی گز کی اونٹ سے بھی بڑی اور اسیطرح ٹانگین بھی بڑی بڑی پتلی دبلی - یہ جانور اگر گردن بلند کرے تو چھ سات گز بلندی تک پہنچا دے -

(۴) اسکے بیابانون مین بندر بکثرت ملتے ہین خیر یہ تو اور جگہ بھی ہوتے ہین مگر ایک اور جانور بھی ہے جسکو عُدار کہتے ہین وہ ایک چارپایہ ہے اسکی صورت انسان سے بہت مشابہ ہے جہان کہین انسان کو دیکھ پاتا ہے تو دوڑ کر گھیر لیتا ہے اور نیچے ڈال کر اُس سے مباشرت کرتا ہے خواہ مرد ہو خواہ عورت - جسکے صدمہ سے انسان کمتر زندہ رہتے ہین -

(۵) اس ملک مین قدیم یادگار شاہان سلف کے ایسے ہین کہ جنکا مثل اور دوسری جگہ تلاش کرنے سے بھی نہین ملتا اور وہ عمارات یہ ہین

غمدان مارب قصر سعود سد لقمان سلحین صرواح مرواح بینون ہنده ہنیدہ فلتوم بردہ -

غمدان شہر صنعا مین ایک چوخانہ ایوان تھا جسکا ایک رُخ زرد عقیق کا - دوسرا سرخ پتھر کا تیسرا سبز کا چوتھا سفید کا بنایا گیا تھا یہ ایوان نہایت مستحکم بنیادون پر قائم تھا اور سات منزل بلند تھا ہر ایک منزل دوسری منزل سے چالیس ہاتھ بلند تھی - اور ہر منزل کی چھت ایک سنگ مرمر سے بنی تھی اس ایوان کے چارون طرف بڑی خوشنمائی اور نزاکت سے دریچے رکھے تھے جو رنگ برنگ

عقیق اور بیش بہا پتھروں سے بنے تھے اور اس ایوان کے فرش اور چھت اور دیوار و نیز وہ گلکاری کی ہوئی تھی کہ دیکھکر عقل حیرت کرتی تھی کسی جگہ کسی بادشاہ کی بزم کا نقشا کھینچا تھا کہ پرستاران پریرو ہاتھوں میں ظروف لیئے اُس زمانہ کے عمدہ کپڑے پہنے کھڑی ہیں کہیں امرا و صف بستہ کھڑے ہیں جنکی تصویرین اس کی شان و شوکت کو یاد دلا رہی ہین۔ ایک بلند تخت پر کوئی بادشاہ باحشم و خشم بیٹھا ہوا اپنی حیرت و سطوت چند روزہ کو یاد دلا رہا ہے۔

اور اُسکے ہر ایک گوشہ مین شیر کی مورت سنگ ہر رنگ شیر سے بنی ہوئی تھی اور طلسم یہ تھا کہ اُسکے مُنہ میں آواز داخل ہوکر پھیر پھیر کھا کر پیچھے سے جو نکلتی تھی تو ہو بہو شیر کے غرانے کی آواز معلوم ہوتی تھی۔ اور ہر کمرہ مین ایک ایسا مصالح رکھا ہوا تھا کہ رات کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا بجلی کی روشنی ہو رہی ہے اور اس سبب سے تمام ایوان چمک اُٹھتا تھا اور دیوار و نکے پتھروں مین ایسی صفائی تھی کہ وہ روشنی رات کو دور سے دیکھنے والے کو معلوم ہوتی تھی۔ اندھیری رات مین جب کوئی صنعاء کو دیکھتا تھا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ صنعاء مین بجلی کوند رہی ہے اور بارش ہو رہی ہے حالانکہ وہ سب اس ایوان کی روشنی ہوتی تھی۔ اس ایوان کے کسی ستون پر خط حمیری مین لکھا ہوا تھا کہ جو شخص اس ایوان کو گرائیگا قتل کیا جائیگا۔ یہ ایوان کسی مصلحت سے بحکم امیر المومنین عثمان رضؓ گرایا گیا آخر وہ شہید ہوئے۔ اب ایک ڈھیر پڑا ہوا ہے اور کسقدر زمین کے اندر کا حصہ باقی ہے۔

صنعاء مین اس قسم کے اور بھی دو ایوان تھے جنکا نام سلحین اور بینون تھا۔ اسلام کے زمانہ تک یہ ایوان باقی تھے۔

(۶) یمن مین کپڑے بھی نہایت عمدہ بنتے تھے۔ کسی زمانہ مین برد یمانی بڑی عزت سے دیکھی جایا کرتی تھی۔

یمن کے اقوام اور اُنکے عادات

یہان اکثر قبائل بنی قحطان ہین اور یہی عرب العربا شمار ہوتے ہین پھر اُنکے باہم صدہا قبائل ہین ان مین سے قبیلہ بنو حمیر جو شاہان یمن تھے نہایت معزز قبیلہ ہے۔ اور بعض قبائل فاطیو نکے بھی دوسری صدی سے وہان آباد ہین۔

اہل یمن پرہیزگار۔ مہمان نواز۔ بہادر۔ علم پسند ہین۔ اب بھی دینیات کے عالم جسقدر یمن مین ملین گے عرب کے کسی خطہ مین نہ ملین گے۔

نجد

شرق و غرب مین یمامہ سے لیکر مدینہ تک اور جنوب و شمال مین مکہ کے محاذی ملک سے لیکر مدینہ کے سامنے تک یعنی حجاز مین مکہ اور مدینہ تک کی لمبائی کے مقابلہ مین ون نکلتے رخ یمامہ تک جو حصہ ہے اُسکو نجد کہتے ہین بعض نے بحرین اور نواحی کوفہ کو بھی نجد مین شامل کیا ہے بلکہ یمامہ کو بھی۔ مدینہ منورہ سے چند میل شرق کیطرف جانے سے نجد کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ حصہ یمن سے کم ہے مگر بڑا حصہ ہے پھر اسکے اندر متعدد اضلاع ہین جو متعدد ناموں سے نامزد ہین۔ یہ ملک مرتفع ہے۔ اسمین پہاڑ اور ریتیلے میدان بکثرت ہین اور آباد و شاداب اضلاع بھی ہین جہان کھجورین اور ہر قسم کے میوہ دار درخت پائے جاتے ہین۔ الغرض حجاز کے مقابلے مین بحر فارس کی حد تک شرقی جانب کے حصہ کو نجد کہتے ہین۔ کوفہ بصرہ کا میدان بھی بعض کے نزدیک نجد مین داخل ہے اور بیابان فادسیہ اکثر کے نزدیک نجد مین داخل نہین۔ نجد کا گھوڑا اپنا نظیر نہین رکھتا۔ وہ ریگستان جو مشہور ہے اسکا عرض شقوق سے اجفر تک اور طول جبل طے سے لیکر شرق مین بحر فارس تک ہے

وہ زرد اور گرم ریت ہے جہان نہ کوئی سبز درخت نظر آتا ہے نہ کوئی چشمہ پانی کا۔

عرب کے قبائل[۹]

قادسیہ سے شقوق تک طول مین اور سماوات سے لیکر بصرہ کے جنگل تک عرض مین بنی اسد کے قبائل آباد ہین پھر شقوق سے گزر کر جب دیار طے مین آجاؤ اور معدن نقرہ سے گزر جاؤ تو اسکے بائین طرف سلیم کے قبائل ملین گے اور دائین طرف جہینہ کے۔ اور مکہ و مدینہ کے درمیان بکر بن وائل کے قبائل او مضر کے قبائل آباد ہین اور مکہ کے شرق مین بنو ہلال اور بنو سعد اور ہذیل کے قبائل آباد ہین اور طائف اور اسکے نواح مین بنی ثقیف اور ادطاس ہین اور مکہ کے غرب مین مذحج وغیرہ مضر کے قبائل ہین۔ بصرہ کے نواح مین سب سے زیادہ قبائل آباد ہین اور انہین سب سے زیادہ تمیم ہین بحرین اور یمامہ تک اور قبیلہ طے کے بھی جنہین سے حاتم طائی تھا اس نواح مین بکثرت ہین یمن مین اکثر بنی حمیر اور انکے قبائل آباد ہین۔ ان قبائل کے نام انکی نسلین زیادہ پھیلانے سے اور اور ناموں سے مشہور ہو گئے ہین۔ خلیفہ اول کے عہد مین جو لشکر ملکو نکے فتح کرنیکو جمع کیا گیا تھا اسمین یمن کے قبائل تھے اور بعد مین خلفاء کے لشکرونکا خزانہ کوفہ اور بصرہ کے دوران کا نواح تھا اور پھر عراق عرب ہو گیا۔

عرب کے مقامات کی مسافتین

کوفہ مدینہ سے بیس[۲۰] منزل ہے اور مدینہ سے مکہ تقریباً دس منزل ہے۔ بصرہ سے مدینہ اٹھارہ منزل۔ اور معدن نقرہ کے قریب کوفہ کا رستہ آملتا ہے۔ مدینہ سے بحرین تخمیناً پندرہ منزل۔ رقہ سے مدینہ بیس منزل اسیطرح مدینہ سے دمشق بیس منزل اور فلسطین بیس منزل اور مصر وال پھر [illegible] منزل شام اور عرب کا مصر سے کوئی جدا رستہ نہین بلکہ دونون کے رستے خشکی سے جانیوالو نکے لیئے ایلہ مین ملجاتے ہین اور یہین سے تیہ بنی اسرائیل یعنی وہ بیابان کہ جسمین وہ چالیس برس ٹکرین مارتے پھرے تھے شروع ہوتا ہے مدین سے نکلکر مصر اور فلسطین کے رستہ کی دو شاخ ہو جاتی ہین۔

عدن سے مکہ تک دو رستے ہین ایک تو سمندر کے کنارہ کنارہ یہ دور کا رستہ ہے اور دوسرا صنعاء صعدہ جرش نجران طائف ہو کر۔ یہ کم ہے۔ مسیر [illegible]

[۹] عرب کی قدیم تاریخ اچھی طرح معلوم نہین مگر یہ ضرور ہے کہ سام بن نوح علیہ السلام کی کچھ اولاد عراق مین جا بسی تھی پھر ایک زمانہ کے بعد نمبر حام کی اولاد غالب ہو گئی اور وہ منتشر ہو گئے کچھ تو شمال کی جانب آشور پہونچے اور بعض عرب کے رخ چلدیئے جنکو عرب کہنے لگے کیسلیئے کہ سامی زبان مین غین نہین اسکی جگہ عین بولا جاتا تھا۔ بہر حال عراق سے نزوح کر کے سام کی اولاد ملک عرب مین آبسی ایک زمانہ کے بعد ان مین مدیان اور عیسو اور لوط کی نسل بھی مخلوط ہو گئی اور جنوبی ملک مین حام کی اولاد سے بھی خلط ہوا اسلیئے مختلف نامون سے مختلف قبائل پیدا ہو اور پھر کچھ قبائل تو آفت ارضی و سماوی یا باہمی جنگ و جدل سے نیست و نابود ہی ہو گئے انکا نام و نشان بھی باقی ندرہا اور کچھ کم ہوئے اور کم ہوتے ہوتے اور قبائل مین جا ملے انکے اصلی قبیلہ کا نام و نشان باقی نرہا۔ اس قسم کے قبائل کو بائدہ کہتے ہین۔ انہین مین سے عاد[۱] بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کا قبیلہ تھا (تکوین ۱۰ - ۲۲ - ۲۳ +) جو یمن مین آباد تھا اور انہین مین کے بادشاہ نے باغ ارم لگایا اور بہشت بنائی تھی۔ اور انہین مین سے ثمود[۲] بن جاثر بن ارم بن سام کا قبیلہ تھا (تکوین ۱۰ - ۲۳) یہ قبیلہ بھی یمن مین رہتا تھا لیکن انکو حمیر بن عبد شمس جسکا لقب سبا تھا وہان سے نکال دیا۔ اور پھر پہ شمالی عرب مین بمقام حجر آرہے تھے۔ اور انہین بائدہ یعنے فنا شدہ قبائل مین سے قبیلہ طسم[۳] بھی ہے یہ لود بن سام کی اولاد مین تھا (تکوین ۱۰ - ۲۲) اور انہین فنا شدہ قبائل مین سے قبیلہ جدیس[۴] بھی ہے جو جاثر کی نسل سے تھا یہ دونون قبیلے ایک جگہ رہا کرتے تھے آخر کسی بات پر تلوار چلی اور برسون چلی یہانتک کہ دونون قبیلونکو نیست و نابود کر دیا۔ اور انہین فنا شدہ قبائل مین سے جرہم[۵] اولے کا قبیلہ ہے اور انہین مین سے قبیلہ عمالیق[۶] بن الیفاز بن عیسو ہے۔ یہ قبیلہ بنی اسرائیل کے عہد تک تھا۔

ان قبائل بائدہ کے صرف اشعار عرب کی زبان پر یادگار باقی ہین اور انہین سے کچھ کچھ انکے حالات بھی معلوم ہوتے ہین۔ کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام ۱۲ منہ

جو اس سے بھی کم ہے پیتھا مرسے ہو کر ہے پہاڑون اور جنگلون مین سے مگر یہ دشوار گزار ہے اس لیئے ہر ایک نہین جا سکتا۔
حضرموت اور مہرہ کے لوگ اپنے ملکون کو عرضاً قطع کرتے ہوئے اس مقام پر آملتے ہین جو مکہ اور عدن کے درمیان ہے۔ عمان کے لوگونکا رستہ
مکہ تک خشکی سے دشوار گزار ہے اسلیئے وہ جدہ تک دریا کے رستہ سے آتے ہین۔ اسیطرح عمان اور بحرین کا خشکی کی راہ سے دشوار گزار رستہ ہے
عربون کی باہمی مخالفت کی وجہ سے بحرین اور عبادان کا خشکی سے رستہ لق و دق دست میدان ہونیکے سبب دشوار گزار ہے اسلیئے دریا کے رستہ سے
آتے جاتے ہین۔ بصرہ سے بحرین اٹھارہ منزل ہے رستہ اچھا ہے پانی ملتا ہے مگر خطرناک ہے۔

عراق عرب

زمانہ قدیم مین دجلہ اور فرات کے درمیانی ملک کو یونانی مسوپوٹیمیہ کہتے تھے۔ عراق اور جزیرہ دونون اسی مین آگئے پھر انکی باہم یون تقسیم
کی گئی ہے کہ اسکا شرقی حصہ عبادان سے لیکر انبار تک وہ عراق عرب ہے اور انبار سے لیکر ملک شام کی جانب کہ جسمین تیما اور میدان خساف
بھی ہے اس ملک کو جزیرہ کہتے ہین اور بالس سے لیکر ایلہ تک حجاز کے رخ تبوک کے سامنے کا حصہ دیارطے تک کو بادیہ شام کہتے ہین۔ عراق عرب کو
قدیما کلدیہ بھی کہتے تھے۔

عراق کے مشہور مقامات

بغداد۔ دجلہ کے کنارہ پر آباد ہے۔ اسوقت اسمین تخمیناً نوسے ہزار یا لاکھ کے قریب آبادی ہے۔ بارونق شہر ہے خلفاء بنی العباس کے عہد مین
یہ شہر دنیا کے شہر دنپر فوقیت رکھتا تھا چنانچہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ بغداد مین ساٹھ ہزار حمام علاوہ امرا کے حامونکے تھے اور کئی لاکھ مسجدین
تھین جنمین امام اور موذن مقرر تھے اور شہر پناہ کے ستر دروازہ تھے ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک کئی میل کا فاصلہ تھا۔
اس شہر کو ہلاکو خان بن چنگیز خان ملعون نے ساتوین صدی ہجری مین برباد کیا۔ اس کافر بادشاہ کو جو تاتاری تھا ملا نصیر الدین طوسی چڑھا کر لایا تھا۔
اس شہر مین بڑے بڑے بزرگان دین کے مزارات ہین **ازانجملہ** حضرت سید عبدالقادر جیلانی کا مزار پاک ہے **ازانجملہ** حضرت امام اعظم کا مزار ہے
اور شہر کے غربی رخ حضرت امام ہمام موسیٰ کاظم رضی اور انکے پوتے حضرت محمد رضی بن علی بن موسیٰ کا مزار پر انوار ہے۔ ابن خلکان کہتا ہے وکانت ولادۃ
ابی الحسن موسی الکاظم یوم الثلثاء قبل طلوع الفجر من شہور سنۃ تسع وعشرین ومأیۃ [۱۲۹] وتوفی خامس عشرین شہر رجب سنۃ ثلث وثمانین ومأۃ [۱۸۳]
وقیل انہ توفی مسموما ودفن فی مقابر الشونیزیۃ خارج القبۃ وقبرہ ہناک مشہور مزار وعلیہ مشہد عظیم فیہ من قنادیل الذہب والفضۃ وانواع الآلات
والفرش مالا یوجد وہی فی جانب الغربی۔ اور اسجگہ کو کاظمین کہتے ہین۔ مدائن جہان ایوان کسریٰ ہے عجائب زمانہ مین سے ایک عمارت ہے
بغداد کے قریب ہے اس شہر کی زبان عربی ہے مگر فارسی اور ترکی بھی مروج ہے۔ یہان یہود و نصاریٰ کا بھی مجمع ہے۔ سامرہ دجلہ کے
کنارہ پر بغداد سے تخمیناً ستر میل شمال و مغرب مین ایک پر رونق شہر ہے اور اسکو سر من رای بھی کہتے ہین۔ اسجگہ حضرت امام علی نقی اور انکے
پسر بزرگوار حضرت امام حسن عسکری کا مزار پاک ہے اور یہین ایک غار بتلاتے ہین جسکی نسبت شیعہ مشہور کرتے ہین کہ اسمین مہدی آخرالزمان
جو بارہوین امام ہین اور امام حسن عسکری کے پسر بزرگوار ہین پانچ برس کی عمر مین بقول بعض نو برس کی عمر مین بقول بعض ستر برس کی عمر مین
اس غار مین خوف اعداء سے چھپے رہین اور قیامت کے قریب نکلین گے اور یہ واقعہ دوسو چھہتر ہجری کا ہے۔

کوفہ - بغداد سے جنوب و مشرق مین تخمیناً تین منزل ہے - کسی زمانہ مین یہ شہر بڑا آباد تھا اور مسلمانون ہی نے اسکی بنیاد ڈالی تھی - بغداد جون جون ترقی پاتا گیا یہ اجڑتا گیا - اب ایک معمولی قصبہ ہے -

نجف کوفہ سے غربی رخ پانچ میل پر ایک شہر ہے کبھی یہ کوفہ کا ایک محلہ تھا - اسجگہ حضرت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کا مزار مقدس ہے چالیسوین سال ہجری مین رمضان کی ۱۹ شب مین تریسٹھ برس کی عمر مین شہید ہوئے حضرت کی قبر ہارون رشید کے زمانہ تک مخفی تھی پھر تحقیق کر کے ہارون رشید نے اسجگہ ایک گنبد اور مسجد بنا دی ہے - اس قصبہ کو لوٹیرے بدؤن کے ہاتھ سے مصیبت پہونچا کرتی تھی مگر حاجی محمد حسین خان اصفہانی نے جو فتح علی شاہ قاچار شاہ ایران کا وزیر اعظم تھا بہت سا روپیہ صرف کر کے اسکی پختہ شہر پناہ بنوا دی جب سے امن ہوگیا اور آبادی بھی بڑھ گئی - اس سے پہلے نادر شاہ نے گنبد کو سنہری بنوا دیا تھا - کہتے ہین جواہر و اسباب طلائی و نقرئی جسقدر اس درگاہ مین ہے جو شیعون نے نذر و نیاز مین بھیجا ہے اتنا کسی سلطنت کے خزانہ مین بھی نہوگا اور کوفہ کے نزدیک ایک اور جگہ ہے جسکو ذی الکفل کہتے ہین - یہان حضرت خرقیل علیہ السلام کی قبر ہے جسکے پہلے متولی یہود تھے اب مسلمان ہین ہر سال دور دراز سے یہود زیارت کو آیا کرتے ہین

کربلائے معلے - یہ بغداد سے جنوب و مغرب مین پچاس میل کے فاصلے سے ایک آباد شہر ہے جو نجف سے بڑا ہے اور نجف سے یہ شمال و مغرب مین تخمیناً چالیس میل کے فاصلے پر ہے - فرات یہان سے قریب ہے -

حضرت امام حسین رضی کے عہد مین یہ ایک جنگل تھا جب حضرت کوفہ کو آتے ہوئے یہان پہونچے لشکر سے اسلام پر گھیرے گئے اور آپ اور آپکے ہمراہی یہین شہید ہوئے اور آپکا اور آپکے ہمراہیونکا یہین مزار بنا تب سے ایک شہر بس گیا - آپکی شہادت کا واقعہ اکسٹھ ہجری مین محرم کی دسوین تاریخ ہوا اسوقت آپکی عمر شریف چھپن برس کی تھی - یہانکا گنبد بھی طلائی ہے شاہ فتح علیخان کے عہد مین آقا محمد خان نے سنہ ۱۲۱۱ھ مین طلائی کرایا تھا - کاظمین کا گنبد بھی طلائی ہے یہ شہر کربلا دن بدن ترقی پر ہے آبادی عمدہ ہے بازار بھی خوب ہین شہر کے وسط مین حضرت کی درگاہ ہے -

رقہ - فرات کے کنارہ پر ایک قدیم قصبہ آباد ہے - اسکے سامنے شمالی طرف مین پینسٹھ میل کے فاصلہ پر قصبہ حران واقع ہے - اور رقہ سے غربی سمت تقریباً چوالیس میل مالس ہے اور مالس کے قریب صفین ہے کہ جہان حضرت علی علیہ السلام اور امیر معاویہ مین لڑائی ہوئی تھی -

کربلا سے تخمیناً پچیس میل مشرق مین شہر حلہ ہے -

لوگونکا گمان ہے کہ قدیم شہر بابل کا حلہ ایک محلہ ہے جیساکہ موصل نینوی شہر کا محلہ ہے -

بصرہ - اسکے نیچے فرات اور دجلہ آکر باہم ملتے ہین - اور بحر فارس مین گرتے ہین یہ شہر کبھی بارونق تھا مگر اب تو کھجور کی تجارت کی ایک بڑی منڈی ہے - بازار اور مکانات معمولی ہین - زمین مین سیلابی کی وجہ سے نمی رہتی ہے گرمی بہت ہوتی ہے مچھر اور پسو بھی بیحد ہوتے ہین -

جزیرہ

مراصد الاطلاع مین ہے کہ جزیرۃ الفور ہی التی بین دجلۃ و الفرات و ہما مجاور الشام تشتمل علے دیار مضر و دیار بکر سمیت الجزیرۃ لانہا بین دجلۃ و الفرات و ہما مقبلان من دیار الروم و ینحطان متباینان حتے یلتقیان قریب البصرۃ ثم یصبان فے البحر و ہی صحیحۃ الہواء بہا مدن جلیلۃ

وقلاع وحصون کثیرۃ ہین امہات مدنہا حرّان والرہا والرقۃ وراس عین ونصیبین وسنجار والخابور وماردین وآمد ومیافارقین والموصل وغیر ذلک - کہ جزیرہ اُس ملک کو کہتے ہین جو دجلہ اور فرات کے درمیان ہے اور اسکو یہ دونون دریا گھیرے ہوئے ہین اس لیئے جزیرہ کہتے ہین اور یہ دریا شام کے متصل ہین اور دیار روم یعنی آرمینا سے آتے ہین - پھر موڑ کھاکر برابر شرق کیطرف بہتے ہین یہانتک کہ بصرہ کے قریب آکر ملجاتے ہین (بمقام قرنہ جو بصرہ سے شرق مین ہے) اور بحر فارس مین جاگرتے ہین - جزیرہ مین دیار مضر اور دیار بکر شامل ہین اور یہ صحت بخش ہے اسمین بڑے بڑے قلعے اور شہر ہین اور اسکے بڑے شہر یہ ہین حرّان رہا رقہ راس عین نصیبین - سنجار خابور - ماردین آمد میافارقین موصل وغیرہ -

یعنی غربی حصہ اس میان دوآبکا جو بڑا وسیع اور دو ثلث ہے اسکو جزیرہ کہتے ہین اور شرقی حصہ کو عراق - قدیم زمانہ مین یہ ملک بڑی شہرت اور فوقیت رکھتا تھا - بابل اور نینوی کے بادشاہ اسی سرزمین کے تھے جو ایک وقت شاہنشاہ مانے جاتے تھے - انکی عمارات کے یادگار اب تک زمین سے برآمد ہوتے ہین -

اور اس میان دوآب کے شمال و شرق کے ملک کو کردستان کہتے ہین جسکو یونانی خارجیہ کہتے تھے یہ ایک مستطیل ٹکڑا ہے یہ بھی اس شہرت مین شریک ہے - عراق عرب کو قدماء کلدیہ کہتے تھے - کلدانی بادشاہ بخت نصر وغیرہ یہانکے تھے - اور کلدانی زبان اسی ملک کی قدیم زبان کا نام ہے جو اب بالکل متروک ہے - جزیرہ اور کردستان کے غرب و شمال کے حصہ کو شمال مین بحر اسود تک اور غرب مین اُس پہاڑی سلسلہ تک کہ جس مین سے دجلہ و فرات نکلے ہین - آرمینا کہتے ہین پھر پہاڑی سلسلہ سے غرب کے رخ سمندر تک یعنی بحر روم تک اور شمال مین بحر اسود تک کو ایشیاء کوچک کہتے ہین اور اناطولی بھی اسکا طول غرب سے شرق تک تخمیناً ہزار میل ہے - اور عرض جنوب و شمال مین چارسو میل سے پانسو میل تک ہے - اور قدماء اسیکو روم کہتے تھے اسکے مشہور شہر سمرنا یعنی ازمیر اور بروساء اور قونیہ اور پلمیرا اور افسس کہ جہان اصحاب الکہف غار مین چھپے تھے - اور جہان دیانا کا گنبد تھا - ایشیاء کوچک اور یورپ کے اس براعظم کے بیچ کہ جسکے شرقی کونہ پر قسطنطنیہ ہے - صرف سمندر کی ایک کھاڑی حد فاصل ہے جو تخمیناً ساٹھ ستر کوس لمبی اور کہین دو کوس کہین اس سے بھی کم چوڑی ہے جسکو ڈارڈینلز کہتے ہین اسکا جنوبی سرا بحر روم سے ملتا ہے اور شمالی بحر اسود سے -

پھر فرات سے لیکر سمندر کے کنارہ تک غرب مین اور شمال مین حلب سے لیکر جنوب مین حدود عرب تک کے قطعہ کو شام اور یونانی سیریا کہتے ہین جسکے غرب مین جزیرہ سائپرس ہے جسکو عرب قبرس کہتے ہین جو تخمیناً ایکسو چالیس میل لمبا اور چالیس میل چوڑا ہوگا -

شام کے حدود مختلف رہے ہین کبھی فلسطین اور جزیرہ اور عراق کو بھی شام کہتے تھے - شام کے مشہور شہر حلب دمشق حماۃ حمص انطاکیہ وغیرہ ہین - اور قدماء اس ملک کو ارام بھی کہتے تھے -

اس کے پانچ ضلعے ہین - (۱) قنسرین (۲) حمص (۳) دمشق (۴) اردن (۵) فلسطین -

فلسطین شام کے غرب و جنوب مین ہے

یہ چھوٹا سا مستطیل قطعہ ہے۔ جسکے غرب مین بحر روم ہے اور اسکو کنعان اور ارض مقدس بھی کہتے ہین اسکا مشہور شہر یروسلم یعنے بیت المقدس ہے اور اسکے ساحل پر بیروت۔ قیصریہ وغیرہ شہر آباد ہین یہ سمندر سے قریب قریب تخمیناً ڈیڑھ سو میل جنوب و شمال مین طویل اور تخمیناً چالیس پچاس میل شرق و غرب مین عریض ایک مستطیل ٹکڑا ہے مخروطی شکل جسکی نوک شمال مین ہے۔

اس ملک کے جنوب و شرق مین جھیل مردار ہے جسکو عرب بحر منتن کہتے ہین۔ اسی کے کنارہ حضرت لوط علیہ السلام کی بستیان سدوم اور عمورہ وغیرہ تھین جو انکی بدکاری سے الٹی گئین۔ ان الٹی بستیون کے آثار ابتک شام کے آنے جانے والون کو نظر آیا کرتے ہین وانہا لبسبیل مقیم اور اس ملک کے جنوب و غرب مین وہ بیابان بھی ہے جسکو تیہ بنی اسرائیل کہتے ہین۔ قلزم کی دونون شاخون کی جڑ سے لیکر شمال مین بحر روم تک تخمیناً سو میل طول اور شرقاً غرباً قلزم کے کنارون سے لیکر بحر المیت یعنی جھیل مردار کے کنارون تک یہین بنی اسرائیل چالیس برس تک میدانون مین ٹکراتے پھرتے تھے۔ اس ملک کی زبان عبرانی اور شام کی سریانی اور کلدیہ کی کلدانی کہلاتی تھی۔

اب عموماً ان سب ملکون کی زبان عربی ہے۔

یہ تمام ملک حضرت سلطان المعظم کے قبضہ مین ہین۔ کسی زمانہ مین ان ملکون مین متعدد سلطنتین تھین جزیرہ کی جدا اور عراق کی جدا اور شام کی جدا اور کردستان کی جدا اور آرمینیا کی جدا اور ایشیاے کوچک کی جدا اور فلسطین کی جدا۔ اور عجب یہ ہے کہ ہر ایک ملک کے بادشاہ پاس بیشمار فوج اور شاہی سامان تھا۔ خاص فلسطین کو دیکھو کہ اسکے فرمانروا حضرت موسے علیہ السلام کے بعد سے بخت نصر شاہ بابل کی چڑھائی تک بنی اسرائیل تھے۔ حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام بھی انہین فرمانرواؤن مین سے تھے۔ نینوی اور بابل کے بادشاہون کی دولتمندی مشہور ہے۔ اسوقت یہ ملک بڑے آباد اور سرسبز تھے جنکے کاریزون اور نہرونکے ڈھیئے پھوٹے نشان ابتک پائے جاتے ہین۔ یہ ملک سرسبز اور شاداب ہین آب و ہوا معتدل۔ سردی مین بعض بعض مقامات پر برف بھی پڑتی ہے۔ ان ملکون مین میوے بکثرت ہین اور آبادی بہت ہے۔ یہ قومین زیادہ آباد ہین۔

(۱) ترکمان یہ قبائل ان تمام ممالک مین پھیلے ہوئے ہین (۲) کرد (۳) اعراب جنکو بدو کہتے ہین۔ عیسائی اور یہودی قومین بھی ہین۔ مگر یہ تینون قومین بہادر اور جنگجو اور قوی ہین۔ اگر یہ بدامنی نہ پیدا کرین تو ان ممالک مین پھر اور کوئی بدامنی نہین پیدا کر سکتا یہ ممالک روے زمین پر اسلیئے فخر کر سکتے ہین (۱) سلطنت و حکومت کی بنیاد طوفان نوح کے بعد یہین پڑی۔ اور بڑے بڑے بادشاہ نامور یہین سے اٹھے۔ (۲) طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام اور انکی اولاد کا یہی وطن ہے یہین سے نکلکر اور ملکون مین پھیلے (۳) حضرات انبیاء علیہم السلام کا یہی مولد ہے اسی سرزمین سے نامور انبیاء اٹھے مگر ان سب کے بعد عرب سب پر فوقیت لیگیا کس لیئے کہ اس سرزمین سے حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور حکمت و علوم اور ایمان و معرفت کے چشمے اسی ملک سے نکلے۔

بخت نصر اور نینوی کے بادشاہون

اور بنی اسرائیل کے بادشاہون کے بعد حضرت عیسے علیہ السلام سے تین سو تینتیس [۳۳۳] برس پیشتر یونانی بادشاہ سکندر اکبر ان ملکونپر

مسلط ہوا۔ اسکے بعد اردشیر بابکان کے عہد تک عراق و جزیرہ مین یونانی قابض تھے اور بعد مین دور تک رومی مالک تھے شام اور فلسطین پر بھی رومیون کا قبضہ تھا حضرت عیسٰے علیہ السلام کے عہد تک اور اسکے بعد زمانہ اسلام تک۔ مگر ایران اور عراق کے کچھ حصون پر اردشیر اور اسکے جانشین ایرانی بادشاہ مسلط تھے۔ ہمارے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مین روم یعنی ایشیاے کوچک اور شام کا دجلہ تک ہرقل مالک تھا۔ اور ایران اور اسکے نواح کا کسرٰی اور جزیرہ مین غسان قوم کے عرب قیصر کی طرف سے فرمانروا تھے۔

عرب مین ایک زمانہ مین بنی حمیر کی سلطنت تھی اور مدتون تک باقی رہی۔ یہانتک کہ اسلام سے کچھ آگے ذونواس کا حبش کے رہنے والے نجاشی نے خاتمہ کیا اور نائب جسکو ابرہہ کہتے تھے اور نجاشی خانہ کعبہ کی بے ادبی سے غارت ہوا اُسکے بعد اُسکا بیٹا یکسوم بادشاہ ہوا اُسکو سیف بن ذی یزن حمیری نے انوشیروان کی مدد سے ہلاک کیا اور وہ بھی ایک حبشی کے ہاتھ سے مدت تک سلطنت کرنے کے بعد مارا گیا اسکے بعد انوشیروان نے اپنا گورنر مرزبان یمن پر بھیجدیا۔ اُسکے بعد مرزبان کا بیٹا خرخرہ حاکم یمن ہوا اور ہرمز نے اسکو معزول کردیا اور اُسکی جگہ بازان کو بھیجدیا یہ بازان یمن پر اسلام کے زمانہ تک حکومت کرتا رہا یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یمن کے حاکم بناکر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھیجے گئے

ادہر یمامہ اور بحرین و اطراف کوفہ و بصرہ مین یمن کے بادشاہون کی خودسری سے ایک مستقل سلطنت ہوگئی تھی انوشیروان کے عہد مین اس سلطنت کا مالک نعمان بن المنذر تھا۔ اور یہ بادشاہ مجوس تھے اور شاہان ایران کے تابع تھے۔ اسلام سے دو ایک صدیان پہلے عرب مین طوائف الملوکی ہوگئی تھی۔ قبائل آپس مین لڑا کرتے تھے۔ حرب البسوس بھی اسی زمانہ کی جنگ ہے۔ پھر اسلام کا آفتاب بلند ہوا تو عرب پر سایہ افگن ہوکر عراق و شام وغیرہ ممالک پر قبضہ کرتے ہوئے شرق مین چین تک اور غرب مین اندلس تک جا پہونچا اور اپنا قدم جمادیا۔ ولله الحمد حمداً کثیراً۔

مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی